رحمت و نعمت
مُصنّف: مفتی اعظم شاہ افضال رحمٰن عُرف بھولے میاں جوہر گنج مرادآبادی
پیش کردہ: فضلو میاں سجادہ نشین اہلِ خانوادہ فضلِ رحمانیہ گنج مرادآبادی
2019/10/19 20:11

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ

اے ایمان والو! پرہیزگاری حق حاصل کرو اور صادقین (اولیاء) کے پیروکار بن جاؤ

کرم زہرا کے فیض مصطفائی سایہ حیدر اسی مجموعے کو کہتا ہے عالم فضل رحمانی

مجدد دوراں مولانا **شاہ فضل رحمٰن** صاحب ● قیوم دوراں مولانا **شاہ احمد میاں** صاحب

● ابدال دوراں مولانا **شاہ محمد رحمت میاں** ● عارف باللہ مولانا **شاہ محمد نعمت اللہ میاں**

صاحبان قدس سرہم کی حیات مبارکہ وکرامات وملفوظات کا مرقع،

غلط روایات کا مصلح، اہم مسائل کا تحقیقی تحفہ، اعمال صالحہ کا نادر مجموعہ

مُصَنِّفَہ:

علمدار قادریت، تاجدار نقشبندیت ومجددیت مرشد طریقت،

حضور ۲۲۲۲۲۲۲۲ رفیق الہند علامہ **شاہ بھولے میاں** صاحب جوہر ظلہ

مسند نشین بارگاہ فضل رحمانی گنج مراد آباد شریف (ضلع اوناؤ)

پیش کردہ: حضرت **شاہ ولی رحمٰن المعروف فضلو میاں** سجادہ نشیں اہل خانوادۂ فضل رحمانی

بحسن اہتمام: دعا جو عابد اختر رحمانی گیا

رحمت و نعمت

مُصنّف : مرشد ملت افضال العلماحضور فقیہ الہند شاہ بھولے میاں صاحب مدظلّہٗ
مسند نشین آستانہ فضل رحمانی گنج مرادآباد شریف (اناؤ)

پیش کردہ : شاہ فضلو میاں سجادہ نشین اہل خانوادہ فضل رحمانی

بحسن اہتمام : عابد اختر رحمانی گیا

جدید اشاعت : نومبر ۲۰۱۷ء

طباعت : MJN Printer, Delhi, 011-23281418, 23261418

بسم الله الرحمٰن الرحیم

مُثنیًا الذِیْ الجَلَالِ وَالا کرَامِ وَ مُصَلِّیًا عَلیٰ لِتبنۃِ التَّمامِ
مُسَلمِّاً عَلیَ عتْوتہِ وَاَوْلِیَاءِ اُمَّتِہِ الکْرَامِ ۔اَمَّاَ بعد

شکوۂ متاسفانہ:

افضال رحمانی جلداوّل ہدیۂ ناظرین کئے ہوئے چند ماہ گذرے تھے کہ پچیس نومبر ۱۹۵۵ء میں مطابق ۱۳۷۵ھ میں عارف باللہ مولانا شاہ محمد نعمت اللہ میاں صاحب قدس سرہٗ کا داغ جدائی اتنا اہم تھا کہ کوائف منتشر کیا جمع کراتے جبکہ اپنا ہی شیرازہ منتشر تھا ادھر بڑے بابا صاحب بھی اپنے قوت بازو بھائی کے غم میں اپنے آپ تک کو بھولے ہوئے تھے لیکن آخر ۱۹۵۷ء میں مریدین ومخلصین کے تقاضے جب کافی بڑھے تو ایک روز کچھ ذخیرہ خاندانی نیز مخصوص مریدین کے وہ مراسلے جو تاخیر سے موصول ہونے پر جلداوّل میں جگہ پانے سے رہ گئے تھے بڑے بابا صاحب علیہ الرحمہ نے مرحمت فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ ''اوّل حصہٗ میں حیات صوفیاء ومجاہدات ونیز ضروری مسائل تصوف کو جس عام فہم پیرایہ میں تم نے پیش کیا مریدین ومخلصین نے گراں قدری سے اس کو اس لئے اور بھی سراہا ہے کہ ان کو ایک ہی مجموعہ میں ان کی ضرورت کی چیزیں مل گئیں تم نے جن بقیہ امور کا وعدہ جلداوّل میں کررکھا ہے وہ لوگ اب بیتابی سے اس کے منتظر ہیں''۔چنانچہ ایک باب میں وہ باقی امور لکھ کر مقصد سوانح حیات کے ماتحت مسودہ کوائف پیش کیا۔موصوف اصلاحی نظر فرمارہے تھے کہ ایک صاحب نے بغرض اندراج غلط روایات روانہ کردیں تو بڑے بابا صاحب نے ان کو بھی بہت برہم ہوکر لکھا اور قریبی

ہونے والے عرس شریف میں اعلان بھی فرمایا کہ ''آستانہ کے مختلف رسائل میں عموماً اور افضال رحمانی میں خصوصاً جب ہم مسترد شدہ روایات کو ظاہر کر چکے تو یہ کیسا ظلم ہے کہ ان متروکہ روایات کو بار بار ہم سے زبردستی منسوب کیا جائے'' پھر فرمایا کہ ''تم اب نہ حصہ دوئیم لکھواو رنہ اپنی کتاب تصنیف کرو بلکہ خوب جھوٹی باتیں اُچھالنے دو۔''

وقت مسعود:

اگست ۱۹۶۰ء کے عرس شریف میں چھوٹے بابا صاحب علیہ الرحمہ کی شان میں کچھ منقبتیں مریدین نے پڑھیں تو بڑے بابا صاحب نے اپنے بھائی کی یاد میں بیقرار اور اشکبار ہو کر فرمایا کہ تم اس کلام مخلصین کو کتابی شکل دیدو پھر طبع کرادیں میں نے عرض کیا کہ اس طرح تو یہ زینت طاق نسیاں بن جائیں گے ہاں اگر اس کے ساتھ وہ معمولات جن کی مریدین برابر مانگ کرتے ہیں شائع کر دیئے جائیں گے تو مخلصین کی ضرورت بھی پوری ہوگی اور وہ اس کو حفاظت سے بھی رکھیں گے۔ بڑے بابا صاحب نے فرمایا کہ تم بھلا کہیں ماننے والے ہو تمہارے ہمارے دادا صاحبان لوگوں کو اسی واسطے حالات لکھنے سے روکتے کہ غلط روایات اور زوائد ہم سے منسوب نہ ہوسکیں میں نے عرض کیا کہ حضور کا کام اصلاح ہے وہ بہر حال جاری رہے گی اور ماننے والے بہر طور مانتے رہیں گے بڑے بابا صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تم جیسے جنات سے جیتنا مشکل ہے یہاں لکھا تو اس لئے جاتا ہے کہ صحیح روایات سے لوگ فائدہ اُٹھائیں اور ہم کو اطمینان ہو کہ غلط روایات کا دروازہ بند ہوا مگر ہماری تحریری و تقریری تردیدوں کے باوجود ڈیڑھ اینٹ کی علحدہ مسجد بنانیوالے باز نہ آئے میں نے عرض کیا کہ جسارت معاف ہو اگر ہم ان غلط روایات اور فرضی دعوؤں پر اسی طرح سکوت اختیار کرتے رہے تو پہلا نقصان تو یہ ہوگا کہ مطلب پرست ہماری خاموشی کو اپنے مفروضات کا ثبوت بنا کر پیش کیا کرینگے۔ دوسرا نقصان یہ ہوگا کہ ہمارے ماننے والے بھی دھوکا کھا جائیں

گے کہ اگر کوئی ان امور میں غلطی ہوتی تو آستانہ سے فوراً تردید ہوتی علاوہ ازیں سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ اگر آپ کے دور میں جھوٹی باتوں کی تردید نہیں ہوتی تو پھر ہم بھی واقعاتی تردید سے محروم ہو جائیں گے سب کہہ سکیں گے کہ اگر یہ جھوٹ یا غلط ہوتا تو بڑے بابا صاحب اسی وقت تردید نہ کر دیتے آپ ہی کے وقت میں جب آپ کے بھائی بھانجے بن لیتے اور جو چاہا گڑھ لیتے ہیں تو پھر وہ دن دور نہیں جبکہ بھولے میاں کے وجود سے منکر ہو کر خود بھولے میاں بن بیٹھیں گے۔ موصوف اس وقت خاموش رہے بعد عصر مجھے بلا کر فرمایا کہ تمہاری یہ حجت بڑی ٹھوس اور دوررس ہے۔ تم حصہ دوئم با ترتیب مکمل کر و لیکن ایک ہمارا بھی مضمون آخری (تمام حجت کے بطور درج کر دو اس طرح وہ وقت مسعود آیا اور جدید طرز پر اس کا تکملہ کر کے پیش کیا چند روز بعد دوران ملاحظہ بڑے بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ ''تمہاری محنت اگر چہ قابل داد ہے مگر تمہارا قلم اہل نظر کو جب شریعت وطریقت کی اہمیت ولذّت سے واقف کرا چکا تو اس کا یہ تقاضا ہے کہ وہی قلم اب ناظرین کی قدر و قیمت اور ان کا راز اشرفیت بتائے سمع و طاعت کی منازل قربیت سے آگاہی بخشے تو میرے لئے پھر موجب مسرت ہو اور ضرورت وقت بھی پوری ہو۔'' دیکھا جائے تو کہاں یہ اہم موضوع لطیف اور کہاں ایک بے مایہ کا قلم ضعیف لیکن جب لکھانیوالے کی توجہات منیف ہی لکھانے پر مجلی ہوئی ہوں تو بحمد اللہ سب وصول ہے اسی نقطۂ نظر کے ماتحت مجھے ازسرنو تحریری تکملہ کرنا پڑا۔

پُر کرامت ارشادات:

۲۵/ نومبر ۱۹۶۱ء بہ یوم فاتحہ چھوٹے بابا صاحب علیہ الرحمہ اس کو پیش کیا تو بڑے بابا صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا ''کہ میاں بیان کشف وکرامت اور معمولات حیات عام سوانح نگاروں کی طرح کر دینا تو تمہارا کام نہیں بلکہ ماشاءاللہ اس گھر کے ذمہ دار فرد ہو کر تم کو خود سوچنا تھا کہ واقفیت اصل مفہوم عبادات واحتیاج مریدین دور ہونے کے نظریہ

سے لکھنا چاہئے مریدین جن چیزوں کے حصول طریقت میں پیاسے ہیں۔ اگر تم ان آسان ذرائع اصلاح نفس وتزکیہ کا اجمالی نقشۂ عمل انکو نہ مہیا کرسکے تو یہ مخلصین یہ معلومات کس سے کریں گے حالانکہ تمہاری یہ کتاب ایک سوانح حیات نہیں بلکہ آستانہ کی یہ ایک دستوری کتاب ہوگی اور یہ سب امور تمہاری ذمہ دارانہ تعلیم کے ماتحت آتے ہیں'' یہ وہ پہلا اشارہ تھا جو موصوف نے اپنی مفارقت پر فرمایا مگر اس وقت یہ ایک وسیع مشفقانہ نصیحت سمجھ میں آئی مگر حقیقت آشنا متاع شفقت لٹ جانے کے بعد ہوسکا دوبارہ دوران تحریر فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ اس دوسرے حصہ کا انتساب تم میرے قوت بازو بھائی سے کرواور بوقتِ تذکرہ ہمارے بھائی کو چھوٹے بابا اور ہمارے تذکرہ پر ہم کو بڑے بابا لکھنا کیونکہ ان خطابوں سے مساوات اپنا ہٹ کی خوشبو آتی ہے اسی واسطے بھی امجد نے مولانا بابا اور والد ماجد نے اپنے کو دادا میاں کے سوا اور کسی خطاب سے عوام وخواص کو مخاطب کرنے نہ دیا۔'' مجھے ایک دھچکا سا لگا عرض کیا کہ آپ نے اپنا حوالہ کیسے دیدیا۔ تو بڑی شفقت سے فرمایا کہ مثالاً سمجھا دیا ہے کہ کہیں تم جوش محبت پدری میں بڑے خطاب نہ لکھ دو۔'' لیکن اس دوسرے جملے سے مجھ کو ایک کھٹک برابر دامن گیر رہتی رہی۔ ایک روز بڑے بابا صاحب علیہ الرحمہ کچھ کرامات اندراج کیلئے املا کررہے تھے کہ فرمایا بس مختصراً ذکر کرامات رکھو کیونکہ بیان کرامات ان مریدین کا حصہ ہے جن پر یہ بارش فیوض ہوئی اور ہوتی رہے گی لیکن تم ان خزائن معلومات کو منظر عام پر لاؤ جن سے دنیا اس اسم بامسمیٰ فضل رحمان کی محققانہ توجیہات وصوفیانہ تعلیمات نیز مسائل حاضر پر مسکت فیصلوں تجدیدی پہلوؤں سے روشناس ہوا اور آپ کے کرامتانہ رخ کے ساتھ آپ کا مجددانہ اور اصلاحیہ رخ بھی سامنے آئے ہاں یہ خیال رکھنا کہ افضال رحمانی کا چھاپہ باریک اور گنجلا ہے۔ اس حصہ میں ایسا نہ ہوا'' اس کو تم خود طبع کرانا'' یہ تیسرا اشارہ بھی ذومعنی ہوکر اس وقت سمجھ میں ظاہری انداز پر رہا۔ اس ہدایت

کے ماتحت کچھ اور وقت لگا پھر مجموعہ پیش کیا موصوف نے کہیں اضافہ اور کہیں ترمیم کرتے ہوئے کہا اب ہم کو پوری طرح تم نے خوش کیا کہ ہمارے نظریات کے ماتحت اس کو امید سے زائد لکھ کر مریدین کی ہر ضروریات اور تشریحات طریقت کو دل نشیں آسانیوں سے فراہم کر دیا خدا تمہاری محنت بارآور کرے اور ناظرین کو اس سے خاطر خواہ نفع بخشے تم اس کتاب کا نام چھوٹے بابا کے نام کی مناسبت سے رکھنا یہ اتفاق سے موصوف بغرض علاج گیا جانے لگے میں نے کتابی مجموعہ دیا کہ پریس سے تخمینۂ طباعت کرالیں تو بڑے بابا صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ کتاب کی آخری شکل کہاں ہے ابھی تو کچھ اور اضافے تم کو اپنی ذمہ داری پر کرنا ہیں جس میں تم خود صاحب اختیار ہو پھر اسکی فکر طباعت کرنا۔" یہاں بھی مغالطہ رہا لیکن سوچا کہ ابھی تو کچھ اور اضافے کی تشریح مناسب وقت پر کرلونگا مگر ایسا سلسلۂ علالت بڑھا کہ موصوف واصل بحق ہو گئے اسی وقت یہ سب پر کرامت ارشادات ایک میری ہی نہیں آپ سب کی سمجھ میں بھی ایسے آگئے کہ میری آنکھوں سے یہ ملفوظ آنسو دور ہونے نہیں دیتے اور آپ کو بھی اشکبار کر دیتے ہیں۔کیا خبر تھی کہ جس انتساب کا مجھے حکم دیا جا رہا ہے وہ مجھے موصوف سے کرنا اور حالات لکھنا بھی ہونگے یہ بھی منجملۂ کرامات ہے کہ اس نسبت سے یہ مجموعہ بھی رحمت ونعمت سے موسوم ہوتا ہے اور فضل رحمانی سے پائی ہوئی میری کتاب رحمت ونعمت کے انتشار اوراق کا مقدمہ آپ کی اس کتاب ونعمت کا مقدمہ بنتا ہے۔اول روز تصنیف سے مجھے جس سکون خاطری کی ضرورت تھی اگر چہ ابتک کچھ اس طرح لٹتی رہی کہ۔

سر محفل کچھ اس انداز سے لوٹا گیا ہوں
ہجوم عام میں بھی میری تنہائی نہیں جاتی

میرے سرمایہ تسکین لٹنے و مٹنے کے حالات کے باوجود آپ کے متاع تسکین و استفادہ کی ایسی فراہمی پھر بھی کرتا رہا کہ بحمد اللہ آپ کوئی کمی تلاش نہیں کر سکتے۔

ایک پنتھ دو کاج:

بعض احباب کو یہ خیال ہوا کہ سوانح حیات میں تشریحات طریقت واصلاح نفس غیر ضروری ہیں؟ لیکن اہل فہم پر روشن ہے کہ دقیق مسائل حل طلب مباحث تو ضرور علیحدہ شے ہیں۔ مگر وہ مسائل جن سے اصلاح نفس وعبادات میں روز سابقہ رہتا ہو اگر مفہوم اصلی سمجھے بغیر ادا ہوتی ہیں تو نتیجہ صفر ہے پس چند اوراق میں تشریحات اصل مفہوم کر دینے سے کتاب مجموعہ تصوف نہیں بن پاتی بلکہ روحِ عبادات کی رہبر رہتی ہے اور بمصداق ایک پنتھ دو کاج ہمارا عمل اسی مفہوم سے ادا کرنے کی اہلیت بخشتی ہے جو ہم کو لازم ہونا چاہیئے۔

عذر تاخیر:

آپ کے دل میں یہ سوال ہوگا کہ بڑے بابا صاحب علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد کچھ تاخیر یقینی تھی مگر اس قدر تاخیر نہ ہونا تھی باوجودیکہ اسکی پر لطف وجہ موجود ہے مگر اچھا ہے کہ اسکو نہ چھیڑیئے اتنا ہی کافی ہے جب اس حصہ کو لکھنے لگتا تو ۔

حرف اڑ جاتے تھے کچھ دیر میں رفتہ رفتہ
صاف کھچ جاتا تھا ہر لفظ پہ انکا نقشہ

سوا اس کے کہ جب تک انکی مرضی نہ ہوئی یہ صورت رہی جب مرضی ہوئی تو کتاب آپ کے سامنے ہے۔وقت کی اس اہم ضرورت کی کتنی حاجت ہے اور میں ان اہم خدمات کی انجام دِہی میں کہاں تک کامیاب ہوں اسکو یہ کتاب رحمت ونعمت اور آپ کا ذوق سلیم بہتر طور پر بتائے گا۔ وَاللّٰهُ وَلِّی التَّوْفِیْق

آپ کا
شاہ بھولے میاں

پہلا باب

احسان وتصوف:

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ احادیث میں تصوف کا ذکر نہیں وہ محض فریب نفسی میں مبتلا ہیں۔حدیث جبرئیل علیہ السلام **اَخبِرنی عَنِ الا حْسَان** دیکھ کر توبہ کریں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز عام اور نماز خاص کی جو تفصیل احسان بیان فرمائی ہیں یہی تو وہ تصوف ہے جو روز روشن کیطرح عیاں ہے پس وہ معاشرہ جس میں خدائے قدوس کی رضامندی وحصول قربت کے سوا نہ کوئی حاصل ہو نہ مقصود ہو خود سوچئے کس قدر محمود راہ تصوف ہے۔تصوف کی اسی محمودیت وعظمت پر اسکو احسان کہا گیا ہے جو اصل مقصود حیات وبندگی ہے۔

حاجت تصوف:

دین کے اعمال ظاہری کا وہ حصہ جو ہمارے ظواہر کو سنوارتا ہے شریعت ہے بنابریں اس کا تعلق بھی ظواہر سے ہے لیکن روحانی وباطنی عبادتوں کا وہ عملی حصہ جو ہمارے باطن کو سنوارے قلب کو طاہر بنائے خدا کا تقرب دلائے طریقت وتصوف ہے حاجت تصوف

اسی لئے ہے کہ اتباع سنت کی اس درجہ پابندی کی جائے کے زبان وقلب ہم رنگ اور ظاہر وباطن یک رنگ ہوجائیں ورنہ اس صادق خداطلبی کے بغیر خداری ممکن نہیں ۔

طریق رضائے الٰہی :

آپ کو صبر وشکر تقویٰ وتوکل نماز وروزہ کلمہ و درود خوانی وغیرہ کی فضیلت بتائی وہدایتیں کی جاتی ہیں لیکن یہ نا قابل تلافی قصور اعمال کوئی نہیں دیکھتا کہ آپ خود جن چیزوں کو معمول بنائے ہیں ان کے اصلی مفہوم سے نابلد ہیں اور بتانے والے بھی ان کی اصلیت مفہوم سے آپ کو محروم رکھے ہیں ۔ جب آپ سے ان روزمرہ کے مسائل کو طریقت کے انداز میں معمول بنانے کی گذارش کی جاتی ہے تو چونکہ آپ ان امور کے مفہوم حقیقی سے محروم رہے ہیں اس کو ایک جدا گانہ راہ سمجھ کر اپنا نظریہ قائم کر بیٹھتے ہیں کہ راہ تصوف ہمارے لئے بڑی دشوار اور فقط بزرگوں ہی کو سزاوار ہے ایسا کیوں ہے فقط اس لئے کہ روزمرہ کے ان امور طریقت کی عام فہمی سے تشریح اصلی نہ سمجھانے کی اگر فاش غلطی نہ کی جاتی تو یہ نوبت ہی نہ آتی حالانکہ ان اعمال کا فیض اسی وقت مل سکتا ہے جب ان امور کے اصلی مفہوم کو سمجھ کر عمل ہو یہی عمل حقیقی اور معمولات کی روح طریقت ہے آپ کو خود اپنے اوپر آپ ہنسی آئیگی کہ جن امور کے آپ عامل ہیں یہی وہ تصوف ہے جو نادانی حقیقت سے دشوار گذار محسوس ہو کر باعث فرار ہے حالانکہ آپ اسی میں گرفتار ہیں دو کشش خود صاحب سوانح کیا ہے؟ مذکورہ امور طریقت کی مفصل کتاب ہی تو ہے پس جب صاحب سوانح کے کوائف خدا طلبی کا شوق ابھارتے ہیں تو ان امور کے اصلی مفہوم سے آگاہی یہ تشریحات ہماری معلّم بن کر بخششی اور عمل صحیح پر گامزن کرتی ہے ایک نمازی قیام رکوع وسجدہ وقعدہ کیساتھ ارکان ادا کر کے فارغ ہو جاتا ہے لیکن بےسود ہے ۔ لیکن نماز کے مفہوم اصلی کو سمجھ کر نماز تمام کرنا اس یقین کے

ساتھ کہ خدا نمازی کے ظاہر و باطنی احوال کو دیکھ رہا ہے حق تعالیٰ کی بندگی ادا کرتا ہے یا نماز خاص کہ خود نمازی خدائے برتر کا مشاہدہ کر رہا ہے اس مکمل یقین سے ادا کرتا ہے تو یہی جو ہر بندگی ہے اور اس نمازی کے عروج وتقرب کا ٹھکانہ نہیں رہتا وہ طالب جو کہ ایک گلاس پانی ایک سانس میں پی جاتا تھا لیکن اُس کے اصل مفہوم سے واقف ہو کر تین بار سانس لے کر پانی پینے کا عامل ہوتا ہے تو اس کو اتباع سنّت کے فیوض سے آراستہ اور جسمانی صحت وراحت سے بھی پیوستہ پاتا ہے پھر خود قائل ہوجاتا ہے کہ اگر کوئی قابل عمل راہ حسین ہے تو یہی تصوف ہے جس میں روحانی و جسمانی فوائد بیک وقت حاصل ہیں وہ ذاکر جو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ کا صبح وشام ورد کئے ہے مگر خود ناواقف طریقۂ ذکر ہے لیکن جب پاس انفاس یا اثبات ونفی سے واقف ہوکر ذکر کرتا ہے تو اس کو اپنی سابقہ محنت مہمل اور یہ طریق طریقت با کیف ونور معلوم ہوتا ہے یہی وہ تھا جو سو بار کہنے پر بھی کورا رہتا تھا یہی اب وہ ہے کہ دس بار ذکر سے سرشار و باانوار ہوجاتا ہے اور جب انکشاف کی نعمت سے سرفراز ہوتا ہے تو راہ تصوف کی عظمتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں ایک ناظر کو صاحب سوانح کا کردار و گفتار اگر خدا بینی کا سبق دیتا ہے تو یہ اصل مفہوم عبادات تصوف سمجھ کر انسان اپنے تخلیقی پہلو اور اپنی قدر و قیمت سے بھی روشناس ہوتا ہے اور خود نخود اس کا بھرم ملحوظ رکھ کر خداداری پر ڈٹ جاتا ہے حتیٰ کہ خدا شناسی کی یہ دُھن یا تو خدا باش بنا دیتی ہے ورنہ خدا شناس بنائے بغیر نہیں چھوڑتی صوفیائے کرام کی تعلیم وتبلیغ کا یہی وہ جو ہر ہے جس نے باوجود ان کی گوشہ نشینی کے ہر دور میں قریب و دور خدا شناسی کے دریا بہا دیئے اور حقیقی رہبری کے واحد تاجدار رہے اور ان کے حسن وعمل و حقیقت شناسی کی موجودات بھکاری رہیں اگر اس جدّت فکر اور آسان فہمائش مفہوم اصلی سے صوفیانہ اصول پر تبلغ طریقت اپنائی جائے تو حق شناس ہوئے بغیر کوئی بھی رہ نہ پائے۔

فلسفۂ پیدائش خلقت:

ربِ عزت کے فلسفۂ آفرینش مخلوقات پر غور کرتے ہوئے کسی مخلوق کی بھی خلقت کو خیال کیجئے تو آپ کو ایسی کوئی مخلوق مل ہی نہیں سکتی جس میں اللہ تعالیٰ کے اسماءِ الٰہیہ میں سے کسی اسم پاک کی جلوہ گری نہ ملے بلکہ کسی مخلوق میں دو کسی میں تین تین اسماء الٰہیہ کی جلوہ ریزی ہے عرش و کرسی کا اعلان ہے ۔ **رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ** اور **ذُوْ الْعَرْشِ الْمَجِيْدِ** کے سوا ہمارا وجود کچھ نہیں جنت ہم سے کہتی ہے کہ میں **اَلْمُنْعِمُ الرَّحِيْمُ الْكَرِيْمُ** کی جلوہ گاہ کے سوا کچھ نہیں دوزخ کی پکار ہے کہ **الْقَهَّارُ الْجَبَّارُ الْمُنْتَقِمُ** سے ہم وجود میں آئے آسمانوں کی رفعت ہم کو بتائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم **رَافِعٌ بَدِيْعٌ** نے ہم کو رفعت و بلندی بخشی لوحِ محفوظ کا دعویٰ ہے کہ **وَاسِعٌ عَلِيْمٌ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ** ہماری فطرت ہے، کہ اللہ علام الغیوب کا علم مجھ پر محیط ہے میں اللہ تعالیٰ کے علم پر محیط نہیں فرشتوں کی پیدائش ہم کو سمجھاتی ہے کہ چند اسماءِ الٰہیہ کا تعلق ہمارا وجود ہے جیسے ۔ **سُبُّوحٌ قُدُّوْسٌ** پس تسبیح و تقدیس فطرت ملائکہ بنی ۔ چاند سورج تارے ہم کو سناتے ہیں کہ ہم اسم پاک **نُوْرٌ قَدِيْرٌ** نے روشنی و تابانی و حرکت و گردش مرحمت کی زمین ہم سے کہتی ہے کہ اسم **مُذِلٌّ** میرا خاصہ ہے جب کہ حکم خدا سے میں سرسبز و شاداب ہوتی ہوں تو اسم **مُحْيِيْ** کا مظہر اور جب خزاں رسیدہ اور ویران ہوتی ہوں تو اسم **مُمِيْتُ** کا پیکر بنتی ہوں سر بہ فلک پہاڑوں کی یہ فہمائش ہے کہ ہم کو **اَللّٰهُ الصَّمَدُ** عدم سے وجود میں لایا نباتات ہم کو یاد دلاتے ہیں کہ اسم **بَارِئٌ وحَكِيْمٌ** نے ہم کو زندگی عطا کی حیوانات کا بیان ہے کہ ہماری قوت **اَلْقَوِيُّ** اور رجلت سے **اَلْحَيُّ** سے مستعار ہے ابلیس کو لیجئے تو **اَلْمُتَكَبِّرُ** کی تجلی فطرت ابلیس بنی خود ابلیس اگر اس راز کو سمجھ پاتا تو نہ یوں تکبر کرتا اور نہ مردود ہوتا ۔

انسان:

لیکن تمامی مخلوقات میں جس میں سب اسماء الہیہ کی جلوہ گری ہے ماسوائے انسان کے کوئی دوسری مخلوق موجود نہیں تفصیل بالا ہم کو بتاتی ہے کہ صرف انسان ہی وہ مخلوق ہے جس کی سب سے جدا فطرت ہے، عالم سفلی میں جو کچھ ہے وہ سب کا سب انسان میں بدرجہ تمام موجود ہے قوائے رحمانی وانسانی قوائے نوری وناری قوائے ایمانیہ وکفریہ سبعیہ وبھیمیہ قوائے ملکوتیہ وشیطانیہ قوائے مرتفعہ ومذلہ ایک دوسرے کی اضداد ہوتے ہوئے بھی سب فطرت انسانی میں جمع خدا نے کردی ہیں یہیں یہ ماننا پڑتا ہے کہ انسان کو خلاق موجودات نے ایسا عالم بنایا جو تمام عالم کا جامع ہے۔

فلسفۂ جامعیت انسانی:

پس انسان کو خلاق کائنات نے عالم شہادت یعنی عالم ظاہر اور عالم غیب کے بین بین پیدا فرما کر انسان کو عالم ظاہر بھی اور عالم غیب بھی بنایا انسان کا یوں بین بین ہونا ظاہراً بھی ہے حِسّاً بھی اور معناً بھی باطناً بھی ہے باطناً ومعناً اس بنا پر کہ رب کائنات نے انسان کو پتھر جیسا جمود پختگی مٹی جیسی فتادگی نباتات جیسی نشوونما وبالیدگی اور حیوانات جیسی تندی فرشتوں جیسی لطافت اور روفاکیشی وحسن بندگی شیطان جیسی خود پسندی وسرکشی آسمانوں جیسی رفعت وسربلندی کون جامعیت عطا نہیں کی یہی انسان جسمانی بھی ہے روحانی بھی خاکی بھی ہے نورانی بھی ارضی بھی ہے سماوی بھی اسی انسان میں عقل و معرفت مجاہدہ ومراقبہ ریاضت وعبادت کے خزانے ہیں جو صفات ملائکہ ہیں فقر وفاقہ بھی ہے زہد وحیا بھی ہے تقویٰ وتوکل بھی ہے درد ومحبت بھی ہے عشق ومستی بھی ہے جو صفات ولایت ہیں پھر دوسروں کو گمراہ کرنا خود گمراہ ہونا اور تکبر وسرکشی بغاوت وحدود الٰہی سے تجاوز کر جانا بھی ہے یہ صفات جنات وحیوانات ہیں یہی انسان غصہ وجنوں کی

حالت میں شیر ببر بھی ہے غلبہ شہوت کی حالت میں بندر وسور سے بھی بدتر ہے حرص دنیاوی میں کتے سے بھی گرا ہو حیلہ بازی وعیاری میں مکار لومڑی بھی اس کی گرد پر نہیں نشو ونما میں درختوں ونباتات کی طرح ہے بالیدگی میں آسمانوں کی طرح اسرار وانوار کا محل ہے شدت و ملائمت کا موزد ہے اس لئے مثل زمین نرم وسخت سے لطافت وتقدس میں فرشتے بھی اس کی منزل سے دور ہیں اس کا قلب تجلی گاہ حق تعالیٰ ہے اس لئے عرش کے مشابہ ہے علوم الٰہی کا خزانہ ہے اس کے سوا کون مقرب ہے جب اخلاق حمیدہ سے مرصّع ہو جنت ہے۔ اگر اطوار مذمومہ پر اُتر آئے دوزخ ہے غرض کہ تمام موجودات کے نمونے بدرجۂ کمال انسان میں موجود ہیں۔ انسان کا ظاہر اُوحسًا بین بین ہونا اس بنا پر ہے کہ اللہ عَزَّ نَوالُہٗ نے انسان کو زمین وآسمان کے درمیان اسی واسطے پیدا فرمایا کہ انسان جامعیت حاصل کر کے سب مخلوق سے فوقیت لیکر صفات ربانی کا مظہر تمام ہو۔ انسان کو اس جامعیت کاملہ سے تخلیق کرنے کا واحد مقصد اور راز قدرت یہی ہے کہ انسان کو اپنی قیمت وجلیل القدری بہ نسبت دیگر مخلوقات کے خود معلوم ہو اور انسان اس قدر و قیمت کا بھرم رکھتے ہوئے اپنے خالق مقتدر کو اپنائے۔

خلیفہ:

ارشاد ربانی ہے اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً۔ آپ کو معلوم ہے کہ جانشین اور نائب کو خلیفہ کہتے ہیں اب غیر خدا کی نیابت وخلافت تو روزمرہ کا مشاہدہ ہے مگر اللہ تعالیٰ کی خلافت کا تصور کرتے ہی فوری سوال یہ دل میں پیدا ہوتا ہے کہ ذات باری تعالیٰ غیر حاضر وغیاب سے بری فوت وموت سے پاک دائم قائم ازلی برسر اقتدار حاکم مطلق پروردگار ہے اب خدا کی موجودگی میں بہ ایں معنی خلیفہ کا وجود اجتماع ضدین ہے۔ کیونکہ خلیفہ بنانے والے کی عدم موجودگی میں وجود خلیفہ قابلِ قبول ہو سکتا ہے یہاں رب ودود ہمہ وقت موجود کسی آن بھی انعدام وفقدان محال پھر خلافت وجانشینی کیسے صحیح

ہوگی؟ دوسری صورت خلافت بمعنی نامزدگی اسی شکل میں کہ خلیفہ بتانے والا یہ اعلان کرے کہ میرے بعد فلاں خلیفہ ہوگا۔ اس کا اظہار اپنی حیات ہی میں کردے یہ صورت اور بھی دوراز قیاس ہے کیونکہ اس مالک علی الاطلاق عَمَّ نَوالُهٗ کے لئے کوئی ایسا وقت تصور ہو ہی نہیں سکتا جس میں خدا موجود نہ رہے اور اس کی قائم مقامی کوئی انجام دے تو یہ خلافت جائز کیسے ہوگی جبکہ ہمارا ایمان ہے کہ ارشاد ربانی حق ہے یہ تفصیل ہم کو آگاہ کرتی ہے کہ خلافت الٰہی کا کوئی پہلو اپنی دنیاوی خلافت عامہ پر قیاس کرنا ہی کھلا ہوا کفر ہے۔

فلسفۂ خلافت تامہ:

اللہ سبحانہ کی یہ صفات کلام وسمع وبصر وقدرت وارادہ وعلم وحیات ساتوں صفاتِ اُمّہات کہلاتی ہیں۔ ان کے یہ معنے ہیں کہ دوسری صفات الٰہیہ انھیں صفات سے ظہور پائے ہیں۔ ذرا غور فرمایئے کہ ان ساتوں صفات میں کس صفت کا خدا نے انسان کو شرف نہیں بخشا اور ان کا مظہر نہیں بنایا اب جبکہ انسان تمامی مخلوقات سے جامع صفات اَتَم ہوا تو استحقاق خلافت یزدانی مقتضائے فطرت انسانی ہو گیا۔ یوں سمجھئے کہ خدائے علیم نے جب خطاب ملائکہ کے بعد آدم علیہ السّلام کی فطری استعداد کو خطاب فرمایا۔ یَـا اٰدَمُ اَنْبِئْهُمْ بِاَسْمَـائِهِمْ اسماء کلّیہ کا وہ علم جو فطرت آدم کو ودیعت کیا گیا۔ آدم علیہ السّلام بروئے کار لائیں۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے ان سب اسمائے کلّیہ سے ملائکہ کو خبردار کیا۔ چونکہ اسمائے کُلّیہ اپنی کلیت کیساتھ فطرت آدم کا جُزو تھے۔ اس لئے آدم علیہ السلام ہی اسماء الٰہیہ کے مظہر جامع رہے۔ بقیہ نوری مخلوق تک محروم رہ گئی۔ ثابت ہوا کہ آدم کی یہ فطری جامعیت ہی خلافت آلٰہیہ ہے۔ بصورتِ مخلوق جنات اور ملائکہ ایسے ہیں ان کے مقابلہ میں انسان نہایت ضعیف و ناتواں ہے۔ لیکن اس ضعیفی کے باوجود تمام مخلوقات میں صاحبِ اقتدار حاکم کا درجہ اشرفیت وحکومت پانے کا واحد

مستحق بنانے والی دولت صرف خلافت الہیہ ہے کیونکہ آدم کی کوئی صفت کبھی اپنی نہیں بلکہ ہر صفت انسانی حق تعالیٰ کے اسم پاک کی تجلّی ہے۔دوسری مخلوقات کی طرح انسان کے وجود کا ذرہ ذرہ خانہ زاد نہیں بلکہ فقط خداداد ہے۔یہی وجہ ہے کہ یہ آدم اپنے وجود اور جامع صفاتی سے خدا کے وجود پر جیتی جاگتی بُرھان بن گیا۔

فلسفۂ پاکی و ناپاکی:

چنانچہ رب العالمین نے اپنی خلّاقی و رزّاقی وغیرہ کے محامد و جود خدائی جہاں اور اُمور سے ثابت فرمائے وہاں **الرّحمٰن خَلَقَ الانسَان** ۔کا بلاغت افزا اعلان فرما کر انسان کو وجود واحد معبود کی روشن دلیل قرار دیا۔انسان نے اس منزل میں بڑی دوراندیشی سے کام لیکر اس فلسفہ کو پرکھا۔کہ قرب الٰہی و ترقی روحانی میں حائل ہونیوالی چیز فقط ناپاکی ہے۔انسان جب تک اپنے وجود اور صفات الٰہی کو اپنے آپ سے نسبت دیتا رہے پاک نہیں ہو پاتا۔کیونکہ یہ نسبت صفات اور روجود تو اسکو خلافتًا و امانتًا عطا ہوئی ہیں۔ان کو اپنی ذاتی ملکیت سمجھنا ہی خیانت الٰہی ہے۔یہی وہ منزل ہے جہاں نافرمانی وسرکشی و معصیت و نفاق وارتداد و کفر اس خیانت کے مدارج بنتے ہیں پس انسان اُسی وقت ظاہر و باطن سے مکمل پاک و صاف ہوگا جبکہ وہ ان عطیات ربانی کو خود سے کوئی نسبت ہی نہ دے بخشے بلکہ اپنے وجود صفات عطا کرنیوالے خدائے مقتدر سے صرف منسوب کرتا رہے۔

انسان کے نذرانہ پر نذرانہ:

بنا بریں انسان نے خدا کے سارے خداداد عطیّات کی نسبت اپنی ذات سے دور رکھ کر ان نوازشوں کے مقصد سمجھے اور پہلا نذرانہ یہ پیش کیا کہ ان سب کو خدا سے فقط منسوب رکھا۔یہ ادا ایسی تھی کہ خدا کو بہت بھا گئی اور خدائے عمیم الاحسان نے انسان کے

اس نذرانہ پر یہ انعام عظیم بخشا کہ اپنی زمین و آسمان کا **ھُوَالَّذِی سَخَّرَ لَکُم مَافِی السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ**۔ سب پیدا کردہ حکومت وتصرف انسانی میں دے دیا۔ اس منزل میں انسان نے اپنی قدر و قیمت کے شکریہ میں دوسرا نذرانہ پھر پیش کیا کہ بجائے حکومت واقتدار پر فریفتہ ہونے کے قادر مطلق ومتصرف حقیقی سے یہ سب پھر منسوب رکھ کر اس ازلی حاکم کو اپنانے میں خود کو وقف کر دیا۔ خدائے مقتدر نے انسان کی اس فرض شناسی سے خوش ہو کر بقیہ ہشت اعضائے انسانی کو بھی اپنی زبانی نسبت سے نواز دیا۔ اس منزل میں بھی انسان نے تیسرا نذرانہ اخلاص پھر پیش کیا کہ ان اعضائے ہشت گانہ کو بھی نسبت انسانی سے منسوب نہ کیا۔ بلکہ ان کو بھی اپنے خالق کی امانت وملکیت سمجھ کر خدا ہی سے منسوب رکھا۔ اور خود وضو وطہارت وریاضت واحتیاط ارتکاب مذمومات سے بطور امین ومحافظ حق امانت ومحافظت ادا کرتا رہا کہ نہ کان نے بُرا سنا نہ آنکھ نے بُرا دیکھا نہ ہاتھ نے بُرا چھوا نہ پاؤں برے پڑے تو اللہ تعالیٰ نے انسان کی اس وفا کیشی سے مسرور ہو کر وہ انعام عظیم بخشا کہ انسان کو اپنا لیا۔ **کُنتُ سمعهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وبصرہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ** کہ خدا انسان کے ہاتھ پاؤں کان آنکھ زبان بن جاتا ہے جس سے انسان دیکھتا سنتا بولتا پکڑتا چلتا ہے۔

تمام اصل وحقیقت کا آئینہ ہوں میں
خدا نہیں ہوں مگر مظہر خدا ہوں میں

فلسفۂ ارتقاورجوع عالم:

ثابت ہوا کہ یہ بارش انعامات خدا نے اسی لئے فرمائی کہ انسان اپنی قدر و قیمت سے آشنا ہو کر ان انعامات پر ریجھنے کے بجائے اس قدر و قیمت عطا کرنے والے رب مقتدر کو اپنائے۔ یہ حقیقت اس تفصیل سے اُجاگر ہو جاتی ہے کہ جسم انسانی بہ تجلّی باری کثافت سے پاک ہو کر مجلّا ہو چکا وہ حق سنتا حق دیکھتا حق پر جیتا مرتا حق پر چلتا بولتا

ہے۔وہ سوائے حق سننے سے بہرا ماسوائے حق چھونے سے معذور ماسوائے حق دیکھنے سے اندھا اور کسی طرف ماسوائے حق چلنے سے لولا ہے۔تو فرمایئے اس بندہ کو خدا کیوں نہ اپنائے کیوں نہ انعامات مخصوصہ اور پیار و محبت سے سرفراز کرے یہ بندہ جو تو تیں خدا کو اپنانے میں فنا کر چکا جن اختیارات کو راضی برضائے حق ہو کر مرضی معبود پر نچھاور کر چکا خدا ہی کے لئے بخوشی لٹا بہ طیبِ خاطر مٹا تو خدا کیوں نہ ایسے پرستار بندہ کی ناز برداری فرما کر ان قوتوں سے زائد قوی و رفیع اختیار و اقتدار سونپ دے بلاشک اس منزل میں بقیہ تمامی مخلوقات اوج انسانی کی گرد بھی نہیں چھو پاتی ہیں۔بلکہ اعلان عجز و انقیاد کر رہی ہیں۔یہ امتیاز یہ قربت یہ اقتدار خدا ہی نے تو اس بندے کو بخش کر دوسری تمام مخلوقات پر انسانی ماتحتی لازم فرمائی۔

بیش بہا قربانی ہستی:

انسان کی منازل قُرب الٰہی کی گرم سفری بھی نرالی شان کی ہے۔وہ اس وقت تک دم نہیں لیتا جب تک خدا کے قرب خاص سے فائز نہ ہو لے۔اس مقام قرب کے حصول میں سب سے انمول قربانی انسان کو یہ دینا پڑتی ہے کہ ہستی جیسی متاع بیش بہا سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔لوازمات و تشخصات ہستی اپنے ہاتھوں ایک ایک کر کے مٹانا پڑتے ہیں۔مُوتُوْ قَبْلَ اَن تَمُوتُوا پرعمل پیرا ہو کر اپنی نسبتوں و قدرت و اختیار کو اپنے وجود سے اٹھا کر اسطرح اختیار دوست اور مرضی محبوب پر قربان کرنا ہوتا ہے۔اس کا اپنا کچھ رہتا ہی نہیں بلکہ سب اس وحدہٗ لاشریک کا ہو جاتا ہے آپ ہی کہئے پھر خدا ان مقرب بندوں کو کیوں نہ اپنا کر سب کچھ ان کے زیر نگیں نہ کرے۔

خدا ان کا وہ خدا کے:

یہ نذرانے یہ قربانیاں یہ فنائیت ایسی تجلائے ربانی سے سراپا پیکر نور ہوتی ہیں کہ خود

اللہ تعالیٰ ان بندوں کا وارث و ولی ہو جاتا ہے۔ **وھُوَ یَتَو لَّی الصَّالِحِین** پھر ارشاد ہے۔ **اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِینَ آمنوا** ہونا بھی یہی چاہئے۔ کہ وہ خدا کے ہیں خدا ان کا ہے۔ وہ خدا کے ولی ہیں خدا پر اپنا سب کچھ قربان کر چکے تو خدا نے حسن انعام تو یہ دیا کہ اپنا سب کچھ ان کے سپرد کر دیا اور حسن قبول یہ عطا کیا کہ دیگر مخلوقات کو زیر اقتدار انسانی کر دیا۔ اب وہ اپنی فنائے کلّی سے حق کے ساتھ بقا پائے۔ **ھُوَالظَّاھِرُ** سے ظاہر کی ھُوَالبَاطِنُ سے باطن کی تجلی ربانی کے سوا کچھ نہیں رہے۔ بلکہ جس طرح کل اپنے اجزا پر محیط ہوتا ہے۔ اسی طرح کُلیّت حق کے ان مظاہر کرام قدس سرہم کی طرف تمام افراد عالم رجوع کرنے پر مجبور رہتے ہیں۔ یہ حضرات کعبۂ مراد ہوتے اور عالم موجودات ان کا بھکاری و منقاد رہا کرتا ہے۔ یہ صفات یہ تصرفات یہ تسخیر یہ قوتیں یہ اقتدار جب خداداد ہیں تو اس کے منکر کو خدا سے لڑنا چاہئے کہ ان عطیات خداداد کے بعد بھی **بَلْ اَحیَاءٌ وَّلٰکِن لَّا تَشعُرُونَ** کا کہیں اعلان الٰہی ہے تو کہیں اس خدائی نوازش سے سرفرازی ہے **وَلَا خَوفٌ عَلَیھِم وَلَاھُم یَحزَنُونَ۔** **نکتہ**: روح جب جسم کو اپنے رنگ میں رنگ کر اپنا جیسا پیکر لطیف بنا لیتی ہے تو خوف وحزن جیسی دنیاوی چیزیں جو اجسام دنیاوی سے متعلق ہیں۔ اس لطافت جسمی کے بعد مجال دخل نہیں رکھتی ہیں۔ پس یہ حضرات **مُدَبِّرَاتِ اَمراً** میں ہیں۔ متصرف ہیں۔ حاجت روا ہیں تو حکم ربی سے خدا ان سے یہ سب کام لیتا ہے۔ ان کو اس کا اہل بناتا ہے۔ جس طرح مخصوص فرشتوں کو خدمات پر مامور و متصرف کرتا ہے تو خدا کو اس سے کون روک سکتا ہے بلکہ اس کا معترض خدا پر معترض ہے۔

قدر انسانی وضمانت الٰہی:

انسان کا اپنی یہ قدر و قیمت اور مقصد پیدائش جان کر نافرمانی الٰہی سے احتیاط اور

خدا نے جیسا رفیع القدر انسان کو بنایا ویسا بن کر سمع و اطاعت کے والہانہ جذبہ سے بندگی مولا میں پرہیز گارانہ طلب مولا کیلئے مصروف رہنا ہی روح امتیاز ہے۔ جب انسان یہ جانتا ہے کہ شیطان کسی وقت گمراہ کرنے سے غافل نہیں تو پھر یہ خودفرض انسانی ہوجاتا ہے کہ وہ اس شیطان سے پناہ دینے والے کے زیر سایہ حُسن بندگی سے رہے۔ **اِنَّ عِبَادِی لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ** ضمانت الٰہی ہے کہ میرے بندوں پر شیطان کی دسترس نہیں۔ پس خدا کا بندہ صحیح معنے میں بن جائے یہی وجہ ہے کہ انسان کی اس با اختیار حیثیت وپر اقتدار نیابت کو خدا نے سمع وطاعت سے مشروط رکھ کر رازہی یہ رکھا ہے کہ جب تک یہ خلیفہ انسان شرط سمع وطاعت کا پابند ہے۔ سب کچھ اسی کا ہے۔ سورۂ انعام میں ارشاد ہے کہ خدا ہی نے تم کو زمین کا نائب بنایا۔

فلسفۂ فرق اطاعت دلی واطاعت عقلی:

عقلی اطاعت اور دل کی اطاعت دو جدا گانہ راہیں ہیں اطاعت عقلی چونکہ ضابطہ کے گرفت کے بچاؤ پر ہوا کرتی ہے۔ بلکہ پابندی قانون وضوابط بھی اپنے لئے رعایت چاہتی ہے بچت کے حیلے تلاش کرتی ہے۔ اسی واسطے اطاعت عقلی حلاوت ولذتوں سے محروم ہے نیز یہ بھی خامی ہے کہ دوسرے حواس خمسہ کی طرح عقل بھی محدود ہے بنا بریں عقل کا پیمانہ عطا اور عالم عقلی دونوں محدود ہیں۔ برخلاف اس کے دل جب مبتلائے محبت ہوتا ہے تو ہر وہ راہ اختیار کرتا ہے جس میں اسکے محبوب کی خوشی ہو مگر اپنے نقصانات کی دل پرواہ نہیں کرتا دل کو لٹنے میں بھی سکون ملتا ہے تو مٹنے میں بھی تسکین حاصل ہوتی ہے۔ ہاں وہی دل صرف محدود ہے جو کثافت سے بھرا گوشت کا لوتھڑا ہو۔

دل مقام اِستوائے کبریاست　　دل نہ باشد آنکہ با کبر وریاست

کبر وریا سے لبریز دل ہرگز دل نہیں دل وہی ہے جبکہ لطیف ہو تو خدا نے اسکو

آمینِ محبت بنا کر اپنی لامحدود ذات کی تجلی گاہ بنا دیا یہ وسعتیں عطائے ربانی سے دل نے پائیں۔ بقول عارف رومی علیہ الرحمہ ؎

دل بوَد آئینہ وجہ ذوالجلال — دردل صافی نُما ید حق تعال

پیش سالک عرش رحمٰن ست دل — جملہ عالم چوں تن وجان ست دل

اب یہ دل آئینہ انوار ذوالجلال ہے۔ اس قلب صافی میں حق تعالیٰ جلوہ نما ہے۔ پیکر لطافت سالک مثل عرش الٰہی ہے۔ جس طرح جان جسم کے ریشہ ریشہ سے خبر دار ہے۔ اسی طرح سالک کا دل جملہ عالم دیکھ رہا ہے۔ بلا شک عمل میں بے پایاں اخلاص اسی وقت پیدا ہوگا جب عمل نتیجہ محبت ہو دل میں والہانہ جذبے ہوں۔ مشاہدہ ہے کہ قانون اور ضابطوں کی بندشوں سے کوئی عمل نہ خوبی پیدا کر سکا نہ والہانہ جذبہ تجربہ ہے کہ حق پرستوں نے قانونی سختیاں گوارا کرلیں۔ مگر راہ طریقت وطریق صداقت والفت کسی طرح نہ چھوٹ سکا۔ ابوجہل وابولہب وغیرہ محبت سے بیگانہ۔ عقل کی بندشوں میں جکڑے رہے اسی وجہ سے طلب معجزات کرتے رہے۔ معجزہ چونکہ دلیل ہے پس ابوجہل وغیرہ دلیل بالائے دلیل طلب کرتے جہنم رسید ہو گئے۔ مگر دلیلی بندھنوں سے کسی طرح نکل نہ سکے۔ یہی عقل کی کجروی ہے کہ عقل کا محدود ادراک محسوسات کو میزان عقل میں ایک خاص حد تک بتا کر ٹھہر جاتا ہے جب عقلی حد ختم ہوئی تو غیر محسوسات کو عقل جانے تو کسطرح جانے ہاں مادّی علوم تو عقل کے ذریعہ حاصل ہو جاتے ہیں۔ مگر صفات رب عُلا وعرفان انبیا نیز مَـــافوقُ الادراك اُمور میزان عقل میں تو لے نہیں جا سکتے۔ بلکہ نور باطنی ولطافت قلبی ہی سے فقط حاصل ہوتے ہیں۔

دو روشنی کی محتاجی :

کھلی بات ہے کہ ہم دو روشنی کے محتاج ہیں۔ اول خارج روشنی دوئم اندرونی روشنی۔

خارجی روشنی کے بغیر آنکھ کی روشنی بیکار ہے۔ جیسے تاریکی جب سب کچھ ڈھانپ لیتی ہےتو آنکھوں کی روشنی ہوتے ہوئے بھی دیکھ نہیں پاتے اور خارجی روشنی لازمی ہوتی ہے۔اسی طرح عرفان وصفات حقائق کائنات کو نور نبوت کے بغیر نور عقل دیکھ ہی نہیں سکتے۔ دوئیمش وجود کے ذرات کا عقل خود ایک ذرہ ہے۔جس طرح ذرہ کل کا احاطہ کر ہی نہیں سکتا۔اسی طرح غیر محدود ذات وصفات کا بھی ذرۂ عقل احاطہ نہیں کر سکتا مدعیان عقل کی یہی بھول تھی جو اُن کو لے ڈوبی۔ برخلاف اس کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نہ محتاج دلیل تھے نہ عقل کی بندشیں ان کو جکڑ سکتی تھیں۔ان حضرات کی اندرونی روشنی کی رہبر نور نبوت یعنی خارجی روشنی تھی۔یہی وجہ ہے کہ یہ حضرات پابند دلائل نہ تھے۔بلکہ شہید ادائے محبوب تھے۔محبوب کی ہر ادا اُن کے لئے سب کچھ تھی۔ یہ معجزے تو صرف (ابوجہل جیسے لوگوں کیلئے تھے) انتہائی مصائب وہوش رُبا مظالم کافی بے سروسامانیوں کے باوجود محبت صحابہ پوری طرح مسرور ومطمئن تھی۔صحابہ تیر پر تیر کھاتے مگر محبوب کے قدموں میں لوٹنا ہی ان کی دوا بھی شفا بھی تھی۔صحابہ کرام کا ہر لمحۂ حیات عشق ومستی کا ناپیدا کنارا بحر ذخار تھا۔اور ابوجہل وغیرہ مادّی سازوسامان کی کثیر افراطی کے باوجود نہ مسرور رہو سکے نہ اطمینان پا سکے۔

فلسفہ سرشاری دل:

اسرار عشق عقل پر اس لئے نہیں کھل سکتے کہ عقل تو محض تماشائی ہے۔اور محرم راز صرف عشق ہے چونکہ عشق مکمل تماشا ہے۔اس لئے تماشہ بننے کے بعد راز ملا کرتا ہے۔ نہ کہ تماشائی بننے سے کیونکہ تماشائی تو خود حجاب میں ہوتا ہےاور تماشہ سر بہ سر رازداری کا نام ہے۔پس جب دل والہانہ عمل سے بلندیوں پر پرواز کرتا ہےتو اسرار عشق کی عظمتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔بارش انوار اور قرب پروردگار دل کو حقیقت کا اتھاہ سمندر

بنا دیتا ہے۔ یہ سالک جب اپنا سب کچھ مالک حقیقی کے نذر گذار کر خود بھی اس کا ہو رہتا ہے۔ تو خدا اس حق شناسی پر اپنی صفات انعام میں عطا فرما کر موجودات کو سالک کے زیر تصرف دیکر خود خدا بھی سالک کا ہو جاتا ہے۔ عارف رومی علیہ الرحمہ وضاحت فرماتے ہیں۔

ہر دمے اورا یکے معراج خاص
بر سر تاجش نہار حق تاج خاص
بل مکان ولا مکاں در حکم او
ہم چو در حکم بہشتی چارجو

مشاہدات ومراتب قرب الٰہی جن کا کوئی اندازۂ فراوانی نہیں معراج سے مراد ہیں تاج خاص بے معنی بلندی مرتبہ خاص جو سوائے خواص کسی کو میسر تاج پر تاج رکھنے کے یہ معنے ہیں۔ کہ بندۂ کامل کے مراتب ہمیشہ ترقی کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ وہ فانی فی اللہ ہو کر عتقاء اللہ ہو جاتا ہے۔ انسان کامل کے زیر حکم زمین وآسمان مکان ولا مکاں سب اس طرح خدا کر دیتا ہے جیسے کہ جنتی لوگوں کے زیر فرمان بہشت کی چاروں نہریں رہا کرتی ہیں۔

فلسفۂ فرق دلیل وسمع واطاعت:

یہ مسلّمہ ہے کہ بعض ایسے بھی مقامات آتے ہیں جہاں دلائل وبرہان کے دفتر سمیٹ کر راہ لطاف سمعًا واطاعتًا قبول کرنا پڑتی ہے۔ واضح بات ہے کہ جو قرب سمع و اطاعت کے ذریعہ ملا کرتا ہے۔ وہ دائمی ہوا کرتا ہے۔ اور دلیل سے پیدا کردہ مسلّمات تو دلیل ہی سے تردید پا جاتے ہیں۔ جیسے بطلیموس اور فیثا غورث کی باہمی تردید نظریات بلکہ منزل قرب میں تو دلیل عاجز و نارسائی کا خیمہ ہے دلیل وہ الفاظ بھی تو پا نہیں سکتی

جس سے بیان بارش انوار و کیفیات لطائف کر سکے اسی طرح دلیل نہ محبوب کے دل میں اتر سکتی ہے۔ نہ محبوب کو گرویدہ کر سکتی ہے۔ یہ تو فقط اطاعت ہی کے والہانہ جذبہ سے محبوب کے دل پر قبضہ کیا جاتا ہے۔ اطاعت گذاری کے نقطہ ہائے عروج پا لینے کے بعد محبّ و محبوب میں وہ رشتہ الفت قائم ہوتا ہے جو کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتا ایک کی دھڑکن دوسرے دل کی صدا ایک کی آواز میں دوسرے کی صدا کا سوز مضمر اور گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گر چہ از حلقوم عبد اللہ بود ہو جاتا ہے۔ قلبی اور روحی تعلق نہ عقل بن سکتی ہے نہ آواز دوست بننے کی عقل صلاحیت رکھ سکتی ہے۔ وہ **قال** جو خدا کی غفاری و کرم و سخاوت کو موج میں لے آئے۔ باعث صد افتخار و سرمایۂ کونین ہے اور وہ **حال** جو خدا کی کریمی و الطاف کو متوجہ نہ کر سکے قابل صد ملامت ہے۔

حال را بگذار مرد قال شو زیر پائے کاملے پامال شو

ایمان بالغیب و کجروی فلاسفہ:

اللہ تعالیٰ غیبی امور کو بھی ظاہر کر سکتا تھا مگر اس کو پوشیدہ رکھنے ہی میں یہ نکتۂ لطیف ہے کہ جس پر ایمان ہو وہ جس طرح فرمائے بلا چون و چرا ایمان لے آئے۔ غیب کی باتوں کو غیب کی طرح مان لے عقلی و ظاہری حواس کی شہادتیں خدا یہ دیکھتا ہے کہ ہمارے ماننے کا مدعی ہمارے نا قابل ادراک اُمور کو کس حُسن تعمیل بلا قال و قیل کے مانتا ہے۔ یقینی اُمور ایمانیہ کو اسلام نے پردہ غیب میں رکھ کر سب مذاہب سے بلند مقام حاصل کر کے روح مذہب کو مادیت میں فنا ہونے سے بچالیا ہے۔ یہ وہی سمع و اطاعت بلا طلب دلیل ہے جس سے قرب الٰہی و درجات و وجاہت جلیلہ مل رہے ہیں۔ جن کی منازل مختلفہ قطبیت و غوثیت ہیں۔ عقل و فہم کی نارسائی و محدودی اوہام کی خندقیں خیالات کی خلیج کشاکش شک و انکار کے غار جہل کے پہاڑ حائل رہتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ

طالبان صادق کی ہمت بندھاتا ہے۔ کہ نہ تھکو نہ جی ہارو آگے بڑھو عزم پختہ و استقلال سے کام لوتو ہم ملیں گے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ''وہ انسان جو ایمان لانے میں حصول عرفان میں سمع و اطاعت میں قطعی ثبوت مانگے۔ وہ محروم ازلی ہے۔ اپنی ڈیڑھ انچی عقل سے خدا کی غیر محدودی وصفات لامتناہی ناپنا چاہتا ہے۔ ان فلاسفروں کی یہی نادانی تھی کہ حکیم و بصیر خدا کی جگہ ایک اندھے و گونگے اور **لا یعقل مادّہ کو علّتُ العلل** سمجھ بیٹھے حالانکہ ایک انفنٹ کلاس کے بچے کو بی ایس سی کا پرچہ حل کرنے کو دیدیا جائے۔ تو اسکا حشر معلوم ہے۔

لذت حقیقی عشق ومستی:

دیکھا جائے تو آرزو ہی خزانہ تکالیف ہے۔ خاصان حق اس فلسفہ کے نقاد ہیں کہ جب جسم بھی فانی ہے تو اسکے عیش بھی فانی ہیں چونکہ روح فانی نہیں تو اسکی عیش بھی مستقل ہیں۔ اسی وجہ سے یہ بزرگان ترک آرزو پر پہلے اقدام کرتے ہیں اور عیش روحانی کو اپناتے ہیں۔ طبیعت میں قناعت کے ساتھ ضروریات انسانی شکرانہ الٰہی کے ساتھ پوری ہوتی رہیں۔ اس کے سوا ان حضرات کے وہاں آرزو کی گنجائش ہی نہیں پھر روحانی عیش کے مالکوں کو آرزوئے پروردگار رکھ کر افکار سے کیا سروکار۔ آپ جانتے ہیں کہ جس طرح انوار لطیف ہیں روح بھی لطیف ہے۔ ایک لطیف تو سُرور یا لذت حقیقی صرف لطافت ہی سے پا سکے گا اب یہ طالب جب آفتاب حقیقت کا پجاری ہے تو اس آفتاب کے ٹکڑوں پر جو اُسی کی ضیا سے روشن ہیں۔ کیسے نظر ڈال سکتا ہے۔ کیونکہ عشق مجازی والا اپنے محبوب کے علاوہ جب دوسری حسین صورتوں پر نظر نہیں ڈالتا اُسی طرح عشق مجازی میں جب کسی دنیاوی آرام سے سکون بخشی نہیں اگر کچھ سامانِ تسکین ہے تو دیدار یار میں تو پھر عشق حقیقی والوں کو دنیاوی آرام وچین دے ہی نہیں سکتا۔ ان کو

بھی دیدار حق ہی سے اصلی دوامی لذت وسرور ہے۔نتیجہ صاف ہے کہ دنیا جس سے آرام پاتی ہے وہ نگاہ عشق میں تکلیف اور نگاہ عشق میں جو متاع لذت وسرور ہے۔وہ دنیا کے لئے تکلیف ہے بلکہ یہ طالب تو اس سے مسرور ہے کہ اس کا مطلوب اس سے راضی ومسرور ہے۔یہ اس کی رضا جوئی میں زائد سے زائد مسرور اس کو کرنا چاہتا ہے۔ اُسی دھن میں مست ہے۔یاد میں محو ہے۔اسی سے راحت پا رہا ہے۔پس مشاہدۂ جمال ولذت معرفت سے بڑھ کر جب اور کچھ نہیں تو کسی اور غیر تسلی بخش چیزوں کو پسند کیسے کیا جائے۔جبکہ یہ اصل لذت غذا بھی ہے۔نشاط بھی ہے۔بھوک لگے تو کیسے نہ کھانے سے اضمحلال آئے تو کس طرح روح تو اپنے مولا سے سب کچھ پا رہی ہے۔

دردومحبت علاج مصیبت:

آج جسے دیکھئے کیا شاہ کیا گدا آفکار کا شکار اور اسکے دفعیہ کا طلب گار ہے۔لیکن کسی طرح خلاصی نہیں ہو پاتی بس ایک گروہ اولیا ایسا نظر آتا ہے جو اس سے بری نظر آتا ہے۔کیوں محض اس لئے کہ ان کا کوئی لمحہ بغیر عشق ودردمحبت گذرتا نہیں۔ان حضرات کی حسن شان یہ ہے کہ جو سانس بلا ذکر الٰہی نکلے وہ مردہ ہے۔جو دن رات بغیر دردو محبت عشق مستی گذرے وہ یہ اپنی عمر میں شمار نہیں کرتے واقعی دردومحبت عشق ومستی ہی اصلی بہار ہیں۔انھیں سے قائم انسانی وقعت اور وقار ہیں۔یہی وہ ڈھال ہیں کہ ہر ہتھیار جس کے سامنے بیکار ہیں۔ترقیات وانوار کے دروازے کھلے ہیں عشق رسول کی صہبائے عرفاں جس کی کشید میخانۂ قدس کی بھٹی میں ہوتی ہے۔اور ساقی ازل نے اُسے مختلف پیانوں میں بھرا ہے۔ان سمع واطاعت والہانہ کے مستانوں کو وہ مستی و سرشاری عطا کرتی ہے کہ اگر حسینان مصر حسن یوسفی سے مسحور ہوکر انگلیاں کاٹ لیتی ہیں۔تو حسن مصطفائی کے فدایان جمال بخوشی خاطر سر کٹا دیتے ہیں۔

پیشِ یوسف انگلیاں کاٹیں زنانِ مصر میں
تیری خاطر سر کٹاتے ہیں۔فدایانِ جمال

یہ مخصوص پیالے جب شکست ہوتے ہیں تو اس صہبا کی سرشاری دوآتشہ ہو جاتی ہے یہ خمار نہ لٹنے میں کم ہوتا ہے نہ مٹنے میں بلکہ موت بھی اس کو دور کر دینے میں بالکل قاصر و عاجز ہے۔کسی دور میں بھی دیکھئے اہل دردو محبت کے حالات ہی تریاق ہر زخم ثابت ہوئے ہیں۔حتّٰی کہ آج اس عروج پر آکر یہ مادیت کے دلدادہ بھی اہل دردو محبت کے بھکاری اور اس تریاق کے متلاشی ہیں۔اب بھی افکار کے غاروں شبہات کے دھاروں سے جو نکلنا چاہے وہ دل کے عشق ومحبت کی اس چنگاری کو سلگائے جسے خوسرد کئے ہوئے ہے۔

حقیقت علم:

ارشادربانی ہے۔ **اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا۔** کہ علم وہی ہے جس کی تصدیق کان آنکھ اور ذہن تسلیم کرے ان تینوں ذرائع کے بغیر جو ماننا ہوگا وہ ظن ہے۔اس کو قرآن گناہ قرار دیتا ہے۔ظاہر ہے کہ جس چیز کا یقین کان آنکھ اور ذہن کی حقیقی شہادتوں سے حاصل ہو کیسے وہ علم صحیح نہ ہو فلسفی بیکن کو بھی آخر اعتراف کرنا پڑا کہ صحیح علم وہی ہے جو کان آنکھ اور ذہن تینوں ذرائع سے حاصل ہو۔'' بیکن کی تعریف بھی ہے اور تقلید بھی کی جاتی ہے۔لیکن اسلام نے پونے چودہ سو برس سے پہلے ہی اس اکسیری نسخہ کو پیش فرما دیا۔کہ ان تین مذکورہ ذرائع سے حاصل شدہ علم ہی صحیح علم ہے۔اور نور معرفت وحقیقت پر جہل وظلمت سے نکل کر فائز ہونے کی راہ صرف اسلام ہے۔**ھَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا۔** جس نے یہ چیلنج کیا کہ اس علم حقیقی جیسا علم اگر تمہارے کسی کے پاس ہو تو مقابلہ میں لاؤ۔لیکن صد افسوس کہ اس پیشکش سے عناد و فرار ہے۔

اتباع نبوی وتصرف اولیا پر سائنس کی فریاد:

آج کی سائنس بتاتی ہے کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کے پرتوات نورانی موجودات کے ذرہ ذرہ میں سرایت کئے ہوئے ہیں میں (سائنس) بھی اسی کا ایک ناچیز اثباتی کرشمہ ہوں۔ میرے (سائنس) ذریعہ کوئی ایجادو مشاہدہ میں آئے تو وہ سو فیصدی قابل یقین ہو اور جس ذات نورانی کے بحر انوار کا میں (سائنس) معمولی قطرہ ہوں ان کو خدا کی عطا کردہ صفات سے متصف نہ جاننا دراصل مجھ سائنس سے بھی انکار ہے۔ بلکہ یہ تو ایسی گمراہی ہے جس کی دید ہے نہ شنید کیونکہ یہ اصل سے بغاوت اور فرع سے محبت ہے۔ دھوپ کی گرمی تو تسلیم ہو اور آفتاب کی ضیا باری سے انکار ہو کس قدر ضلالت بکف بات ہے۔ چونکہ میں (سائنس) رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے نورانی وجود کا ایک حقیر ذرہ پیدائش طور پر ہوں میں (سائنس) نے اس عطائے الٰہی پر اور سراپا نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا میں صدقہ ہوں۔ ان پر بھی میں نے مکمل ایمان حسن قبول وعمل رکھا ہے۔ اس لئے ہر جگہ ممتاز و باوقعت ہوں حالانکہ یہ شرف میرے معتقدین سائنس کو خدا عطا فرما چکا تھا۔ مگر انھوں نے اس کی بے قدری کی تو ان پر دنیائے ایمان تنگ متاع عرفان دور اور سب کی نظر میں خواری ملی۔ تار برقی ریڈیو ٹیلی ویژن لاسلکی ریڈیائی کنڑول وغیرہ کے جن کے وصف واثر پر تم مکمل یقین رکھتے ہو یہ تمہاری ایجادات کو سب کچھ ہو جائیں لیکن نور الٰہی کی نورانی طاقتیں اور کنڑول روحانی تم کو تسلیم نہ ہوں یہ خود تمہاری کجروی کی شاہد ہے۔ غور تو کرو یہ کس کا صدقہ کس کا نور پر تکریم سب میں جاری وساری ہے؟ صرف ان کا جن کی وجہ سے جن کے نور سے جن کے طفیل میں کل موجودات پیدا ہوئیں افسوس کہ کولمبس دنیا کا موہوم پتہ دے تو اس راہ پر تم چلو لیکن یہ نور الٰہی خالق انوار کا پتہ اور اپنے خالق سے ملنے کی خبر دے تو تم انکار کرو۔ ذرا ایمان سے بولو کہ اسی

نورمجسم ہی نے تو تم کو ارتقاو پرواز علوی کا پہلا سبق پڑھایا۔ جس کے طفیل تم نے آلات مرتب کئے۔ خود مصروف پرواز ہوئے پھر ایسی نورانی ذات کے اوصاف مخصوصہ ہی جب سب کے وجود کا باعث ہوں۔ تو یہ انکار خود اپنے آپ سے انکار ہے۔ خود یہ جانتے ہوئے کہ فرشتے تم سے ہزار درجہ طاقت و رسماعت و بصارت میں ممتاز و باسطوت اس کے بعد پھر جنات اسی درجہ میں ہیں۔ لیکن ان دونوں کو افضلیت نہیں ملتی صرف تم انسان کو ملتی ہے۔ کیوں محض اس لئے کہ وہ نور لباسِ انسانی میں تشریف ارزمانی فرماتا ہے اور تم سب کو صفات ربانی سے متصف فرما کر منازل قرب و اختصاص سے مشرف فرما دیتا ہے **فاتبعُوانی یحُبِبکُمُ اللّٰہ** میں قدرت نے راز ہی یہ رکھا ہے کہ راہ محبوب حق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتنی مکمل و مرصّع اور خدا کو ایسی مرغوب او رمحمود ہے کہ آپ کی اتباع کرے خدا کا پیارا ہو جائے۔ جو لوگ صرف اتباع خداوندی کو سب کچھ سمجھے ہوئے تھے۔ خدا نے اس کو فاش غلطی بتا کر خدا کی قربت اور حصول ایمان مکمل صرف اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقی محبت و اطاعت ظاہری و باطنی پر محدود و موقوف کر دیا۔ **وَمــــــن یـطع الرسوُل فقَداَطاَعَ اللّٰہ۔** جو اللہ تعالیٰ کو ماننا چاہتا ہے۔ اس کے لئے خدا نے اپنا ماننا اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماننے پر مُقید و مشروط کر دیا۔ پھر میں (سائنس) اسی حکم سے سرکشی کروں تو کیسے اس شرف کو اپنا کر کیوں مقتدو رمشرف نہ ہوں تم نے جس طرح یہ ریڈیائی طاقتیں وغیرہ خدا کے نور سے پائی ہیں۔ اسی طرح اولیائے حق نے یہ امتیازی صفات عطائی طور پر نور کل سے حاصل کی ہیں۔ پھر اس سے بڑی غلطی تمہاری اور کیا ہے کہ جب تم کو فرع مسلّم تو اصل اس سے پہلے مسلم ہوئی۔

مشاہدۂ جے پال صاحب:

جے پال صاحب جوگی کی حیثیت میں رہ کر اپنی روحانیت اور ارتقا کے مقابل

سب کو طفل مکتب سمجھتے تھے۔ لیکن خدا کے ایک پسندیدہ ولی خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ کے مقابل ہوا پر اُڑنے کا مظاہرہ کرتے ہیں تو خدا کے اس ولی الہند نے صرف اپنی کھڑاؤں کو حکم دیا تو وہ اُڑی اور جے پال صاحب کے سر پر مار کرتی دیوانہ وار نیچے اُترنے پر مجبور کر لائی۔ یہاں جے پال صاحب نے جان لیا کہ میں ایک انسان ہوں اگر کوئی کمال حاصل کیا تو اس لئے کہ مجھ میں روح ہے لطافت ہے۔ لیکن یہ خشک لکڑی کی کھڑاؤں جس میں نہ جسم ہے نہ روح ہے نہ مادہ لطافت نہ حیات لیکن اس ولی الہند نے جب اس میں چشم زدن میں یہ اوصاف ڈال دیئے تو یقینی اُن کا علم اُنکی اتباع صراط مستقیم ہے یہ ولی جب ایک نمونہ ہوکر اس قدر پیکر لطافت وکمالات ہے تو خود سراپا نور ذات سرمایۂ ابدی نجات ہے۔ بلا اس پر ایمان لائے نہ فلاح ازلی ہے نہ ارتقائے اصلی پس کلمہ پڑھ کر حلقہ بگوش خواجہ ہوئے اور عبداللہ بیابانی سے موسوم ابتک ہیں۔

فلسفۂ توحید وصفات:

ہر چیز کا ایک رکن ہوتا ہے۔ اسی پر عدم اور وجود کا دارومدار ہے۔ دیگر امور عوارض وفروعات ہیں توحید کا رکن اولین اعتقاد حصر الوہیت ہے۔ اقرار توحید رکن توحید نہیں ہے بلکہ شرط توحید ہے اور اعمال نماز روزہ زکوٰۃ حج فروع ہیں کہ ان کے بغیر توحید لا حاصل ہے بلکہ بغیر اعتقاد حصر الوہیت یہ سارے اعمال بھی فقط بربادی ہیں۔ جیسے منافقین کے عہد رسالت میں یہ لوگ نماز روزہ شرکت جہاد کرتے مگر مومن نہ تھے۔ **واللّٰہُ یشْھَدُاِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ لَکَاذِبُوْنَ**۔ خوب یاد رکھئے چار صفات ربانی ایسی ہیں جو کسی طور پر نہ قابل عطا ہیں نہ ان میں ذرا بھی وہماً تصوراً تصاف ہی ہوسکتا ہے قدم و جوب تخلیق نہ مر سکتا۔ خدا کے ماسوا میں ان چاروں صفات کا وہم بھی شرک عظیم ہے۔ مشرکین کا یہی شرک اعظم تھا کہ وہ اللہ تعالٰی کی خصوصی و نا قابل عطا مدار الوہیت کی یہ

صفات اربعہ بھی عام کر بیٹھے اور الوہیت میں مشترک مان کر بتوں کی برتری کے بھی ءَ اٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ مدعی بن بیٹھے۔ یہ حقیقت بہت واضح ہے کہ ذرہ سے لے کر آفتاب تک کوئی ایسی چیز نہیں جس کو خدا نے وجود اور بعض صفاتِ ربانی نہ عطا کی ہوں لیکن اس کے باوجود یہ اختیار خدا نے کسی کو نہ دیا کہ جب تک چاہیں اپنے کو قائم رکھیں اگر ایسا ہوتا تو خود بخشنے والے اور وجود پانے والے میں کوئی فرق ہی نہ رہتا اور وجود ذاتی اور وجود عطائی میں امتیاز ہی مٹ جاتا ہے۔ لامحالہ ماننا پڑتا ہے کہ موجودات میں جیسی کچھ بھی صفات ہونگی۔ ذاتی کسی طرح ہو ہی نہ سکیں گی بلکہ قدرت کی اس قید سے محض عطائی اور فانی رہیں گی ظاہر ہے کہ خدائے ہمہ گیر ومحیط کل کے ماسوا ہر ایک موجود جہات میں مقید کیف و رنگ و بو میں گھیرا ہوا ہے۔ محدود ہونے ہی کی وجہ سے ہم موجودات کو جانتے و پہچانتے ہیں۔ پس نہ ہمارا مشاہدہ مطلق نہ عرفان وعلم مطلق تو اشتراک فی العلم اشتراک فی الصفات اشتراک فی العبادت کا خیال ہی سراپا ضلال ہے۔ کیونکہ وجود مقید کا عرفان وعلم وصفات اس وجود مقیّد کے لئے عارضی وعطائی اور وجود مطلق کا عرفان وعلم وصفات خود وجود مطلق کے لئے ابدی وذاتی ہے۔ تو اب انسان کو علم غیب بخشا جائے تصرفات وحاجت روائی قریب و دور سے سننے دیکھنے نیز حاضر و ناظر کی صفات سے خدا متصف فرمائے۔ جب یہ خود خدا ہی صفات عطا فرمائے تو عطائے الٰہی میں اشتباہ شرک کا خود ساختہ پیوند لگانا ہی خدا سے بغاوت ہے۔

عطائی وذاتی کا فرق نہ کرنا اہل بیت ہے:

جس طرح چراغ روشن کرنے سے درو دیوار روشن ہو جاتے ہیں۔ یہ روشنی کی صفت ہے۔ اور درو دیوار کی روشنی مظہریت چراغ ہے۔ ایسے ہی انسان میں صفات ربانی کی تجلی مظہریت یزدانی ہے پھر خالق کومخلوق کی قدیم کو فانی کی ضرورت ہے تا کہ

اس کی صفات و ذات کا ظہور ہو اور منعم حقیقی اپنے وجود و کرم کا فیضان اپنی مخلوقات پر کرے یہ نہ ہو تو خدا کی صفات عالیہ اور اس کے وجود کا اظہار ہی نہ ہو سکے۔ ثابت ہوا کہ صفات عطائیہ بنا بر مظہریت وظلیت ربانی عین ایمان و روح توحید ہیں۔ اس کا انکار ہی قدرت کو مرتکب عجز و قصور گردا ننا اور کفر عظیم ہے۔ عقائد کا متفقہ مسئلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود سے موجودات کا وجود اور ہستی ہے۔ یہ غیبت مطلقاً نہیں ہے بلکہ وحدۃ الوجود کو وحدۃ الموجودات اور کثرت موجودات کو وجود مطلق کی عینیت و کثرت سے سمجھنے والے یقینی کفر متحقق کر رہے ہیں۔ پارہ اوّل **یَدُاللّٰهِ فَوقَ اَیدِیهِم** تفسیر روح البیان میں ہے کہ انسان خود وجود وحدانیت ہے۔ یہ نوری صفات وقدرت و حیات نیز دیکھنا و سننا و کلام کرنا سب صفات الہیہ کا انسان میں اظہار ہے اسی طرح بندے کا علم خدا کے علم کا مظہر و آئینہ و خلیفہ ہے جس پر **وفی اَنفُسِکُم اَفلاتبصِرُونَ**۔ شاہد عادل ہے۔ پس صفات ذاتی و عطائی کا فرق نہ کرنے اور تعظیم و عبادت میں امتیاز نہ رکھنے پر ہی ابلیس راندۂ درگاہ الٰہی ہوا۔

بے لاگ فیصلہ:

آگ نے جلا کر نقصان پہنچایا زہر نے ہلاک کیا۔ دوا نے فائدہ بخشا غذا نے قوت بخشی ان سب کے اثرات کو ذریعہ ماننا جس طرح نہ توحید سے انحراف ہے نہ شرکت اتصاف ہے۔ اسی طرح انبیائے عظام و اولیائے کرام میں خدا داد اوصاف ماننا ان حضرات کو وسیلہ جاننا کسی طرح توحید میں خلل انداز نہیں سب امور سے قطع نظر خدا داد صفات میں ذاتی و عطائی کا اگر فرق نہیں کیا جاتا تو یہ دو کفری قباحتوں سے خالی نہیں اول یہ کہ ان صفات کو اللہ تعالیٰ اور غیر اللہ میں بلا کسی امتیازی صورت اور بغیر کسی تفریق کے تسلیم کریں۔ تو یہ وہ شرک اکبر ہے جس کی مغفرت ہی نہیں دوسرے یہ کہ ان خدا داد

صفات عطائی کی نسبت ہی بندوں سے قطعاً نہ کی جائے تو معاذ اللہ قرآن الٰہی کی تکذیب ہوگی۔ کیونکہ خود باری تعالیٰ نے ہی اپنی صفات قدسیہ سے بندوں کو منسوب فرمایا ہے اور تکذیب یزدانی کی باعث ہووہ کھلا ہوا کفر ہے۔ توحید کہاں ہوسکیں گی؟ ان ہر دو قباحتوں سے بچنے کے لئے ذاتی وعطائی کا فرق کرنے والے صرف ہم سچے علمبردار توحیدو فرمانبردار ربّ مجید ہیں۔

فلسفۂ فرق تعظیم وعبادت:

عبادت ایک رکن جداگانہ ہے جو صرف خدائے واحد کے لئے مخصوص ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ تعظیم کو خود خدائے لازوال نے کیا درجہ دیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی تکریم کعبہ کی تعظیم سنگ اسود کوہ صفاومروہ کی توقیر کو شعائر اللہ خدا نے ہی قرار دیا ہے پس ثابت ہوا کہ تعظیم وتوقیر میں اگر شرک کا شائبہ بھی ہوتا تو خدا یہ تعلیم ہی نہ دیتا **فَاِنَّهَا من تَقْوِیْ الْقُلُوْب** سند متقیانہ عطا نہ فرماتا پس بنائے ابراہیمی سے یہ کعبہ معظّمہ جب خدا کے نزدیک یہ درجہ پاتا ہے تو کھلی چیز ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا درجہ عظمت خدا کے نزدیک کیا کچھ ہوگا۔ شاہزادی بی بی سیدہ ہاجرہ علیہا السلام پانی کی تلاش میں وادی غیر ذی زرع میں کوہ صفاو کوہ مروہ کے درمیان سات چکر لگاتی ہیں۔ اس ادا کو خدا اتنا پسند فرماتا ہے کہ صفاومروہ کی پہاڑیوں کو شعائر اللہ قرار دیکر اس ادائے سیدہ ہاجرہ کو سُنّت جاریہ بنا کر سعی کے نام سے موسوم فرماتا ہے۔ کیا یہ والدہ محترمہ حضرت ذبیح اللہ علیہ السلام کی موقرانہ یادگار منانے کے سوا اور کچھ ہے؟ شیطان لعین باری باری والدۂ ذبیح اللہ علیہ السلام پھر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو فریب دینے کی کوشش کرتا ہے۔ خدا ہم کو حکم دیتا ہے کہ تینوں مقامات پر کنکریاں مارو کیا یہ ان ہر سہ حضرات کی تعظیمانہ یادگار جاری رکھوانے کے سوا بھی کچھ اور ہے؟ یہ علم ویقین رکھتے ہوئے کہ خدا جسم ومکان وغیرہ سے منزّہ ہے

مگر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے کعبہ مکرمہ کو خدا کا گھر کہا تو خدائے واحد نے باوجود گھر مکان سے مستثنیٰ ہونے کے اس گھر کے اضافت بھی طَهِّرْ بَیْتِیَ سے اپنی طرف قبول فرمائی کہ گھر کو پاک کیجئے۔ دوسرا حکم بخشا فلیطوفو اس گھر کا طواف رہے۔ تیسرا حکم فرمایا فِیهِ آیَاتٌ بَیِّنَاتٌ آیاتِ بینات کیا ہیں۔ پانی کی طلب اضطراری صفا ومروہ کے سات چکر جہاں بتوں کے استھان تھے۔ پھر چاہِ زمزم کا ظہور پھر اس سرزمین پاک پر سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام کا خدا کا گھر بنانا چوتھی وجہ تعظیم خدا نے یہ واضح فرمائی۔ و مقامُ ابراهیمَ یہاں سیدنا ابراہیم علیہ السلام والصّلوٰت نماز ادا فرماتے تھے۔ کوئی دوسرا نام دینے کے بجائے مقام ابراہیم ہی کے نام سے موسوم فرما کر عظمت بخشی خدا جس تعظیم کی تعلیم دے ترویج فرمائے۔ شعائرِ الٰہی قرار دے پھر اس سے روگردانی کھلی ہوئی شیطانی ہے۔ مکہ مکرمہ کو اللہ تعالیٰ حرم الٰہی قرار دیکر وہاں کی نباتات کاٹنے یا نقصان پہنچانے کو حرام قرار دیتا ہے۔ ہمارے تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ کو اسی طرح حرم قرار دیتے ہیں۔ مکہ مکرمہ کی عین مشابہت حرم کے باوجود مدینہ منورہ وہی صورت حرم پاتا ہے۔ عظمت وحرمت مصطفائی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے ہی مدینہ منورہ کی یہ تعظیم داخل دین ہوتی ہے اسی طرح خدا کا انسان کو یہ جامعیت صفاتی و اپنی مظہریت عطا کرنا دیگر مخلوق میں توقیر انسانی قائم رکھنے پر ہے۔

فلسفۂ اللہ غیر اللہ:

خدائے واحد کے علاوہ موجودات میں جو کچھ ہے سب غیر اللہ ہے۔ انسان بیماری میں معالجہ کا محتاج ہے یہ معالج یہ دوا سب غیر اللہ ہیں۔ انسان تصفیہ معاملات میں زبردستوں کے مقابلہ میں دوسروں کا محتاج ہے یہ دوسرے غیر اللہ ہیں۔ انسان کھانے پینے کا محتاج مکان کا حاجت مند ہے یہ سب بھی غیر اللہ ہیں۔ انسان علم و ہنر کا محتاج ہے۔

استادان علم و ہنر سب غیر اللہ ہیں ۔انسان بیوی بچوں کا محتاج ہے یہ بیوی بچے سب غیر اللہ ہیں ۔آدمی احباب و اعزا کا محتاج ہے یہ احباب و اعزا غیر اللہ ہیں حتیٰ کہ خود انسان ایک نہیں دو غیر اللہ (والدین) کا مرہون منت ہے ۔فرمایئے انسان کون سی چیز کا محتاج نہیں امور مذکورہ میں براہ راست اللہ تعالیٰ سے انسان کو کون سے امور حاصل ہوئے؟ یہ طلب یہ احتیاج یا استمداد یہ توسل یا استغاثہ وفریاد حکام کسی کی بے بسی خرد اگر معاذ اللہ شرک ٹھہراتی ہے تو باوجود اسلام دنیا میں مسلمان کا وجود نہ ہوگا نہ ان فرضی معترضوں کو اپنے خودساختہ شرک سے راہ فرار مل سکے گی پس ثابت ہوا کہ اس عالم اسباب میں انسانی ضروریات کی وسائل سے تکمیل لازمی ہے ۔اور براہ راست مسبب الاسباب سے نہ ہونا ہی قانونِ الٰہی ہے ۔اِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ شَيْـًٔا هَيَّا اَسْبَابَهٗ۔ اسی وجہ سے عالم اسباب کی حاجت ہے بلا شبہ واحد طور پر ہم کو صرف خاصانِ حق ایسے ملتے ہیں جن کو خدا نے یہ شرف واقتدار بخشا کہ وہ عام اسباب کے پابند نہیں ہیں بلکہ عام اسباب ان کا پابند ہے اسی وجہ سے تمامی مخلوق کو تکمیل وسائل کی بنا پر ان مخصوصان حق کی احتیاج ہے ۔یقینی یہ مقربان اولوا العزم چاہتے ہیں تو ان کی انگلیوں سے آب شیریں کے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں وہ چاہتے ہیں تو آسمان سے کھانا اترتا ہے وہ آب و دانہ کے محتاج نہیں بلکہ ان کا رب تعالیٰ ان کو کھلاتا پلاتا ہے ۔وہ چاہتے ہیں تو ملکہ سبا بلقیس کو مع اس کے تخت کے چشم زدن سے پہلے کھینچ لاتے ہیں ۔یہ مافوق الاسباب باتیں انبیاء کیلئے معجزہ اور اولیاء کے لئے کرامت کہلاتی ہیں ۔

خودساختہ ایمان:

کجروی کے آخری گڑھے میں دھنسی ہوئی وہ مخلوق جو خوب جانتی ہے کہ اس کی پیدائش و پرورش تعلیم و تربیت ازدواج و معاشرت معاملت حیات ممات احتیاج سب غیر اللہ سے لبریز ہے یہاں تو یہ نقطۂ نظر رکھتی ہے کہ بیماری میں دوا کی طلب حکیم و ڈاکٹر سے رجوع تکرار و جنگ و تصفیہ معاملات برادری و احباب و حکام سے استمداد و استغاثہ و

فریاد ماؔدی اسباب کو غیر اللہ سمجھنے کے باوجود عین ایمان قرار دیئے ہیں۔ لیکن یہی امور اسباب روحانی میں ناجائز ٹھہرا کر خود اپنی تکذیب کرتی اور خود اپنی ضلالت کا ثبوت بنی ہوئی ہے۔ بلا شک شافی مطلق خدا ہے۔ مگر دوا دعا کو وسیلہ خدا ہی نے بنایا بذاتہٖ حاجت روا مالک یوم الدین ہے۔ مگر یہ خدا کی مرضی کی ماؔدی اور روحانی وسائل میں جسے چاہے وسیلہ بنا دے قانون الٰہی سے یہ خود ساختہ ایمان کتنا خود ضلالت بکف ہے۔ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ وسلم کا تنبیہی ارشاد ہے۔ اِذَا تَحَیَّرْتُمْ فِی الْاُمُوْرِ فَاسْتَعِیْنُوْا مِنْ اَھْلِ الْقُبُوْرِ جب تم کسی مشکل میں پھنسو تو اہل قبور سے مدد طلب کرو تو اعتراض کیوں ہے؟

وصف سعادت ونحوست :

ایسے ارشادات رسالت کے ماتحت اہل قبور سے استعانت وطلب امداد ضمانت صحت ایمان ہے۔ تجربہ ہے کہ متعدد جانور وصف سعادت ونحوست رکھتے ہیں۔ سایۂ ہما انسان کو بادشاہ بنانے کی قدرت رکھتا ہے۔ چشمۂ حیوان کا ایک قطرہ ہمیشہ زندہ رکھتا ہے اُلو تباہی و ہلاکت کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ پتھروں میں لعل ہیرا یاقوت نیلم فیروزہ مونگا عقیق وغیرہ خوشی و رنج و ہلاکت کا باعث بنتے ہیں۔ کافی جڑی بوٹیاں وادویات زندہ رکھنے بیماری کو ختم کر ڈالنے اور شفایابی کے اثرات رکھتے ہیں۔ ان سب میں یہ اوصاف یہ قوتیں تو عطیۂ ربانی سے مُسلّم مانی جائیں لیکن صفات ربانی کے جامع حضرات سے خدا کی خداداد صفات تصرف وامداد سے عناد اور ارشاد رسالت سے انکار خود اپنا ہی اقبال بے دینی ہے۔

فلسفۂ تصدیق :

خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت اسلامی چونکہ پچھلی تمام شریعتوں کی جامع اور آپ کی لائی ہوئی کتاب حمید میں پچھلی تمام کتب آسمانی مندرج ہیں تو اس کی تصدیق اپنی تصدیق ہے۔ کیونکہ دیگر سابقہ شریعتیں دراصل اس آخری شریعت اسلام

کے ابتدائی مراتب ہونے کے سبب اسلام ہی سے نکلی ہیں۔اس لئے اسلام کا ماننا اور بھی مقدم ہے اگر شریعت اسلام آخری ماننے سے اعتراض کیا جاتا ہے تو یہ قباحت لازم آئے گی کہ سابقہ شریعتیں پھر ابتدائی نہ رہ سکیں گی۔ جو مشاہدہ و نقل عقل سب کے خلاف ہے۔ **وَاِنَّهٗ لَفِیۡ زُبُرِ الۡاَوَّلِیۡنَ** معلوم ہوا کہ سابقہ شریعتیں دراصل اسلام کا تھوڑا تھوڑا درس تھی آخر میں مجموعی درس دیا گیا۔پس یہ جامع شریعت آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اندر سے ہو کر نکلی تو شرائع سابقہ بالواسطہ آنحضور کے اندر سے آئیں اب شریعت اسلام کا سابقہ شریعتوں کی تصدیق کرنا ایسا ہے جیسے بدن کی تصدیق کے لئے اعضاء و اجزائے بدن کی حواس کے مبادی و مقدمات ہیں تصدیق لازمی ہے۔ایسے ہی پچھلی نازل شدہ شرائع اس آخری شریعت اسلام کے ابتدائی مراتب و مقدمات ہیں۔پس کل کی تصدیق کے لئے اسلام کی تصدیق واجبی ہے۔

تمام شریعتوں کا ثواب :

مسلمان اس لئے اسلام کو ماننے پر مجبور ہے کہ حق تعالےٰ نے اس کو اسلام ہی نہیں دیا بلکہ سرچشمۂ ادیان و مذاہب نازل شدہ کا تصدیق کنندہ مخزن دیگر ساری مبادیاتی شرائع اک دم حوالے کر دیں۔ جو شاخ در شاخ ہو کر اسی جامع شریعت اسلام سے نکل رہی ہیں۔جس سے مسلمان بیک وقت ساری شریعتوں پر عمل کرنے کا اہل اور اس عمل جامع سے اپنے لئے جامعیت مذہبی کا مقام حاصل کئے تمام منزل شدہ دینوں کے اجرو ثواب و درجات عالیہ و مقامات فائزہ حامل ہے۔صحیح معنی میں یہ مسلمان نوحی بھی ہے ابراہیمی بھی ہے موسوی بھی ہے عیسائی بھی اور آج اسی مسلمان کے دم سے سچی عیسائیت و موسویت وابراہمیت ونوحیت جس کا نام اسلام ہے، زندہ و پائندہ ہے۔دو یکمش آج سچی موسویت وعیسائیت کا دعویٰ کیا ہی نہیں جا سکتا۔قَالَتِ الۡیَهُوۡدُ لَیۡسَتِ النَّصٰرٰی

علی شیء۔ ارشاد ربانی ہے یہودیوں نے کہا کہ مذہب نصاریٰ لا شئے محض ہے۔ ایسے ہی نصاریٰ نے دعویٰ کیا کہ یہودیوں کا کوئی مذہب ہی نہیں جہلائے مکہ مکرمہ نے بھی اسی طرح مذاہب کی تردید کی قرآنی شہادت ہے کہ ہر قوم نے اپنے مذہب تبدیل کردہ کے سوا دیگر مذاہب کو تردید و تکذیب سے اپنے ہی ہاتھوں دفن کر دیا۔ تیسری قباحت یہ کہ آج حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والے اپنے کو اس وقت تک ابراہیمیہ نہیں کہہ سکتے جب تک موسویت و عیسائیت و اسلامیت سے انکار نہ کریں آج حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے اپنی تبدیل کردہ عیسائیت کو بھی اس وقت تک برقرار نہیں رکھ سکتے جب تک سب شریعتوں کے منکر نہ ہوں صاف عیاں ہے کہ ان ابراہیمی موسوی و عیسائی لوگوں کی بنیاد تصدیق و تائید باہمی کے بجائے دیگر مذاہب کے تردید و انکار پر ہے۔ توقیر اقرار پر نہیں تحقیر و جہالت پر ہے انصاف و معرفت پر نہیں حالانکہ ایمان تو نام ہے معرفت کا نہ کہ تعصب کا دین تو نام ہے محبت باہمی و تصدیق کا نہ کہ عداوت و باہمی تکذیب کا۔ ارشاد ہو مصدق عام بنکر آیا تو کون؟ صفحۂ موجودات اس کا دولہا صرف اسلام کو قرار دیتے ہیں۔ اسلام نے ہر نازل شدہ مذہب کی تصدیق کی توقیر رکھی دوسروں نے گرایا اسلام نے سنبھالا دوسروں نے جھٹلایا مٹایا اسلام نے تقویت دی تائید کی سابقہ شریعتوں کی یہ محتاجی اسلام نے دور کی بلکہ جس طرح جسم میں روح ہر جگہ سرایت کئے ہوئے ہے۔ اسی طرح دین اسلام تمام منزل دینوں کا تصدیق کنندہ ہو کر سب میں داخل و شامل ہے۔ چوتھے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پچھلے سارے دینوں کا تصدیق کنندہ ہونا سب سے اہم مسکت دلیل ہے اسلام تصدیق مذہب کا نام ہے۔ نہ کہ تکذیب مذاہب کا اسلام تحقیر ادیان کا نام نہیں بلکہ توقیر ادیان کا نام ہے۔ اسلام اقرار شرائع منزلہ کا نام ہے۔ انکار شرائع کا نہیں ہے بلا شک اسلام کی تصدیق تام و تسلیم عام کی بدولت تمام مذاہب کا وقار باقی اور حمایت تازہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فضل عظیم ہے کہ ایک طرف اسلام

کی وسعت و جامعیت کا اگر پھریرا اڑ رہا ہے تو دوسری طرف غلبہ دین اسلام تمام ادیان پر جاری و حاوی ہے۔ پانچویں غیر مسلموں کو اس لئے اسلام کو اپنانا ضروری ہے کہ آج کی دنیا میں جزوی و ہنگامی دین چل ہی نہیں سکتے مشاہدہ ہے کہ کتنے ایسے مذاہب ہیں جو خودساختہ آڑ کے سہارے سامنے آئے مگر لنگڑے کے لنگڑے ان کی باتیں ان کے دھرم کو ہنگامی اور قومی ہونے سے بچا نہ سکیں۔ اگر ان مذاہب میں حدِ نمائش تک جاذب نظر بنانے کی کوشش نہ کی گئی ہوتی تو وہ دلوں کو راغب و مسحور کرنے کی خوبی کیوں کھو بیٹھتے آج قلوب متنفر کیوں ہیں۔ قومی حد بندیوں سے بیزاری کس لئے ہے۔ مقتضائے فطرت یہ ہے کہ ایسے مجموعہ کو اپنائے جن کی جامعیت سے جزوی دین خود بخود اس میں آجائیں۔ دیگر اقوام اگر اپنی شریعتوں کے سنبھالنے کے دلدادہ ہیں تو اسلام کے جامع دامن میں آئیں اسلام ہی وہ مذہب جس نے دیگر مذاہب کو ان کی تا بہ حدّ اصلیت اپنے آغوش میں لیکر سنبھالا ہے لیکن اگر کوئی اپنی ضد کی وجہ سے اپنے دھرم پر چل رہا ہے تو یہ اسکی کھلی بھول اور دائمی پشیمانی ہے کیونکہ اس کے پاس نہ اس کی سند نہ حجت جامعیت ہے بلکہ سند و حجت جامعیت تو اسلام ہے جس سے گریز کیا گیا یہ الفاظ دیگر اخباروں کے کالم پر کالم ان اطلاعات سے بھرے ہیں کہ ارباب ادیان خود ترمیم و تبدیلی کر رہے ہیں۔ یہ کیوں ہے محض جزوی و قومی حد بندیوں کی یہ قابل نفرت مشکلات جس کی رکاوٹ سے بچاؤ کیا جا رہا ہے لامحالہ ایک ہی بچاؤ کی شکل ہے کہ اگر کوئی نفس دین سنبھالنا چاہتا ہے جب بھی اگر کوئی اپنے دین کی اصلاح چاہتا ہے جب بھی کوئی ان ملامت ریز مشکلات سے تحفظ چاہتا ہے جب بھی اگر کوئی وصول حق کی صحیح راہ چاہتا ہے۔ ہر طرح اسلام کا دامن تھام لینے سے ہر قسم کی نجات و فلاح بآسانی حاصل ہو سکتی ہے۔ بلکہ اسلام کے دین فطرت ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ خود آپ کے سامنے ہے کہ فطرتی طور پر دنیا اسلام جیسے فطرتی دین کو اپناتی اور خود اسلام کی طرف بڑھتی آرہی ہے۔

فلسفۂ باخدائی:

روح اور قلب کے حجابات خواہشات نفسانی ہیں انکی وجہ سے انسان کی تمام قوتیں تکمیل خواہشات میں وقف ہو جاتی ہیں۔ اور سعادت ابدی کی طرف متوجہ ہونے نہیں دیتی ہیں۔ حتیٰ کہ انسان گناہوں کی آلائش اور ظلمت عصیاں سے حق دیکھنے میں اندھا ہو جاتا ہے اس حجاب کو دور کرنے کے لئے اگرچہ سب مذاہب اس پر متفق ہیں کہ قوت بھمیہ کا زور توڑا جائے۔ لیکن اس کی جو تدابیر بتائی ہیں وہ بیکار اور اُلٹی نقصان رساں ہیں۔ مثلاً ہاتھ پیر سکھالینا یا قطع نسل کرنا وغیرہ اس کا صحیح علاج صرف اسلام نے پیش کیا انسان کو خدا نے جسم اس لئے نہیں دیا کہ اسکو کاٹ ڈالا جائے یا بیکار بنالیا جائے بلکہ جسم اس لئے بخشا ہے کہ روح اس پر سوار ہو کر دنیاوی زندگی کے نشیب وفراز سے گذر کر راہ سعادت طے کرتی اور قرب ربانی کے اسباب فراہم کئے رہے کیونکہ جسم ایک سواری ہے اور صاحب جسم ایک سوار پس سواری کے ماردینے کے یہ معنی ہیں کہ سوار بھی سدا منزل سے دور رہ کر ٹھکراتا مرے اسلام ہم کو بتاتا ہے کہ جسم صحیح سے منزل مقصود پر پہنچنا ہی کمال واقعی ہے قوت بہمیہ کا زور نفس کی سرکشی روزہ رکھ کر شب کو کم کھانے کم سونے سے توڑو۔ کمال جب ہے کہ حقوق جسمانی بھی ادا ہوں اور حقوق روحانی بھی حسن امتیاز یہ ہے کہ جسم روح کے رنگ میں رنگ کر لطیف و باکار بنایا جائے۔ کمال حیات یہ ہے کہ بیوی بچوں سے ارتباط ہمسایہ واحباب سے حسن معاشرت ہو غلائق دنیاوی بھی ہوں۔ مگر مقصود اصلی حقیقی علائق روحانی وتقرب ربانی ہو ترک دنیا کے یہ معنی کب ہیں کہ دنیاوی علاقہ ہی نہ رہے بلکہ ان سب کے ہوتے ہوئے خدا کو ساتھ رکھنا خدا کے ساتھ رہنا ہی معراج باخدائی ہے۔

دوسرا باب

فلسفۂ صحیح راہ عمل:

قرآن کریم جہاں ہم کو **اٰمِنُو باللّٰہِ** ۔کا حکم دیتا ہے ۔وہاں **اَطِیعُوْاللّٰہِ**۔کا بھی تاکیدی فرمان ہے۔ **آمِنُوْا** کیا ہے؟ صرف یہ کہ خدا کا منشائے آفرنیش سمجھ کر جس صداقت سے خدا و رسول خدا کی تصدیق کی اسی سچائی سے طلب خدا و رسول خدا میں مصروف رہنا۔ اطیعوا۔ کیا ہے؟ فقط یہ کہ زبان و دل کے دعووں کا عملی ثبوت اتباع سنت کی والہانہ پابندی سے اصلاح نفس کیساتھ دینا بنا دیں۔ **آمِنُوا** روح ہے۔اور **اَطِیعُوا** جسم ہے جب تک جسم و روح کا اشتراک واتحاد نہ ہو صحیح راہ عمل ہے نہ ایمان و اطاعت ہے۔

صحبت صادقین:

ارشاد ربانی ہے۔یَـااَیُّھَـاالَّذِیْنَ آمَنُوْااتَّقُواللّٰہَ وَکُوْنُوْامَعَ الصَّـادِقِیْنَ اے ایمان والو پرہیز گاری حاصل کرو اور راست بازوں کی صحبت اختیار کرو قرآن نے خصوصیت سے اہل ایمان کو حسن کردار کا نسخہ دیا کہ صحیح ایمان اسیوقت ہے جب حصول

پرہیزگاری ہو پھر حصول پرہیزگاری کا ذریعہ بھی بتا دیا کہ راست بازوں کی صحبت اختیار کرنے سے بہ موافق ظرف یہ دولت پرہیزگاری حاصل کی جاسکتی ہے راست بازی اور صدق کی صحیح منزل یہ ہے کہ انسان بلا چوں و چرا راہ تسلیم و تعمیل پر جم جائے۔ چونکہ نفسیاتی طور سے پاکیزہ نمونوں کی وضع و اطوار پر میلان ہماری عادت ثانیہ ہے قدرت کاملہ نے اسی لئے ہم کو یہ یاد دلایا کہ راست بازوں کی صحبت میں رہنا ہی منزل کامرانی ہے۔ کیونکہ دولت صدق کلید فلاح ہے جہاں صدق نے قبضہ جمایا نجات کے دروازے کھلے عملی و علمی اسباق راست بازوں سے ملے **اَلصِّدْقُ يُنْجِي وَالْكِذْبُ يُهْلِكُ** پس صدق نعمت ربانی ہے اور کذب حصہ شیطانی اسی وجہ سے باعث ہلاکت ہے۔

ہم نشین صالحان باش اے پسر
دُور باش از رند و قلاش اے پسر

صدق نیت صدق طلب صدق عمل صدق مقال کے بغیر ترقی روحانی و قرب ربانی ٹیڑھی کھیر ہے اسی لئے اصلاح نفس کی حاجت ہوتی ہے۔

فلسفۂ روح و نفس:

نفس کو روح سے وابستہ کر دینے کا فلسفۂ قدرت یہ ہے کہ اگر خالقِ ارواح اس نفس کا وزن روح پر نہ رکھ دیتا تو یہ روح لطیف اپنی فطری بالیدگی کے سبب عرش سے فرش پر آ کر ایک لمحہ کے لئے بھی ٹھہر نہ سکتی تھی۔ بنا بریں حیات دنیاوی میں یہ نفس تو روح کا جزو خارجی ہو گیا۔ اب نفس کو روح کے تابع بنانے کے لئے دو چیزوں سے ہم کو کام لینا پڑتا ہے جسمیں ایک تو نماز ہے دوسری چیز ذکر ہے ظاہری پاکی کا جس طرح نماز میں اہتمام کیا جاتا ہے۔ اسی طرح باطنی نجاستوں سے بھی پاکی کا اہتمام رکھا جائے تو بارش انوار سے روح پھر روح سے قلب اور قلب سے اعضاء اور جوارح متاثر ہوتے

ہیں۔یہ ہی اوّلین مقصد نماز و ذکر ہے لازمی ہے کہ نفس کو دلاسہ دے کر کچھ پھسلا کر کچھ تکرار و دباؤ سے راہ سلوک میں ملنے والی روشنی کی طرف متوجہ کر دے نفس چونکہ خود طبعًا حریص واقع ہوا ہے۔اس خوبصورت حقیقت کو تاوقتیکہ نفس کو دکھایا نہ جائے نفس کی حریصانہ طبیعت لغویت وخواہشات پیدا کرنے سے باز نہ آئے گی لیکن اس ترکیب سے اس روشنی اذکار کو دیکھتے ہی نفس ادھر مائل ہو جاتا ہے اور روح پر غیر ضروری دباؤ دینا چھوڑ دیتا ہے یہیں سے اب انسان ایک صالح انسان کی رفتار اختیار کر لیتا ہے روح میں نور کی ترقی اور نگاہ میں احتیاط نظر کی پابند سے نفس مغلوب ہو جائے گا۔

افضل الذکر اور راز نفی :

تشریح ذکر و تزکیہ نفسی پر لکھنے والے حضرات علیہم الرحمہ کو خزانہ معلومات جمع کر گئے لیکن اس کے پیاسے اب بھی ویسے ہی پیاسے نظر آتے ہیں۔میرے نزدیک اس کے دو سبب ہیں اول یہ کہ یہ بات ہی اتنی نازک ہے کہ کتنا سہل پرایہ کیوں نہ اختیار کیا جائے مسئلہ ذکر وارتقا سہل بنائے نہیں جا سکتے کیونکہ یہ علم بھی مخصوص اور مقامات بھی مخصوص ہیں۔دوسرے طالب ذکر اس کو جس آساں نظری سے دیکھنا چاہتا ہے وہ نہ نظری چیز ہے نہ معنی و الفاظ میں تسلّی بخش ہو سکتی ہے۔بلکہ یہ عملی چیز اور تعلیم شیخ پر موقوف ہے پھر ہر ذکر کے موافق ظرف ومطابق ریاضت وارادت و کیفیات سلوک جدا ہو جاتی ہیں۔اسی طرح مرشدین کا بھی رنگ تعلیم جدا گانہ رہا کیا ارشاد رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے۔اَفضَلُ الذِکرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ۔یہی وجہ ہے کہ تمامی اذکار کی بنیاد اسی کلمہ طیبہ پر ہے اس کا راز افضلیت خود بتاتا ہے کہ قدرت نے یہ نکتہ لطیف رکھا اس واسطے ہے کہ ماسوی اللہ کی مکمل نفی ہی تو اللہ تعالٰی کے اثبات کا خزانہ ہے بوقت ذکر تمامی ماسوی اللہ کی جس پختگی سے نفی اور اثبات ذات الٰہی رکھا جائے اتنی ہی جلدی ترقی ہوگی۔

مقامات روح :

بموجب تشریح حضرت شمس تبریزی قدس سرہٗ روح کے پانچ مقامات راہ سلوک ہیں۔پہلی منزل ناسوت ہے اس کا مقام شریعت اس کے ملک مہتر جبرئیل علیہ السلام اور کلمہ۔لاالٰہ اِلَّا اللّٰہ محمّدٌ رَّسُول اللّٰہِ۔ ہے۔دوسری منزل ملکوت ہے۔اس کا مقام طریقت اس ملک مہتر میکائیل علیہ السلام اس کا کلمہ۔لَا الٰہَ اِلَّا اللّٰہ بِعِزَّتِہٖ مُحمَّد رَّسُولُ اللّٰہ بِخلاَفتِہٖ۔ ہے اس منزل سے کشف ہونے لگتا جنات وفرشتے نظر آنے لگتے اور سیر مقامات وکائنات ہونے لگتی ہے۔تیسری منزل جبروت ہے اس منزل کا مقام حقیقت اس کے ملک مہتر عزرائیل علیہ السلام اس کا کلمہ **لَا اِلٰہ الَّا اللّٰہُ بِقُدرتِہٖ مُحمَّد رَّسول اللّٰہ برسالتہ** ہے۔اس منزل میں قرب الٰہی عطا ہوتا کشف میں وجود نظر آنے لگتا ہے روح سے کرامت ظاہر ہونے لگتی ہے۔چوتھی منزل لاہوت ہے۔اس کا مقام معرفت اس کے ملک مہتر اسرافیل علیہ السلام اس کا کلمہ۔ لَآاِلٰہ الااللّٰہُ حقًّاحقًّا مُحمّدٌ رسُولُ اللّٰہ صفًا صفًا۔ اس منزل میں سالک اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتا اور نور محمدی کے ماحول میں خدا سے شرف ہمکلامی پاتا قلب اللہ تعالیٰ کی آماجگاہ بن جاتا قرب الٰہی سے سرفرازی پاتا ہے اسی کو لامکاں بھی کہتے ہیں۔یہ حدیث اسی منزل کی ہے کہ انسان میرا راز اور میں اس کا راز ہوں۔**اَلْاِنْسَانُ سِرِّی وَانَا سِرّہٗ** پانچویں منزل ھاھوت ہے یہاں تک بوسیلۂ شیخ پہنچ کر نہ خود نہ ذکر کچھ باقی نہیں رہتا بلکہ سرورکونین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں سالک کو شیخ پیش کردیتا ہے اب سالک آنحضور کی رہبری میں حسب لیاقت درجات پاکر فائز خدمات ہوتا ہے۔

فلسفۂ پوشیدگی کرامات:

منزل جبروت میں جب روح سالک سے کرامت ظاہر ہونے لگتی ہے تو پہلے سے بھی زائد سالک کو آگے بڑھنے کی انتہائی کوشش کرنی چاہیئے ۔ ذرا بھی کرامات کی طرف توجہ نہ ہونے دے بلکہ ہر منزل میں کشف وکرامات کو انتہائی سختی سے پوشیدہ رکھنا لازمی ہے ورنہ ذراسا بھی اظہار کم ظرفی ہوکر سب کچھ سلب ہوجانے کا سبب بن جاتا ہے تقاضا بھی اسی کا ہے جس کو محرم راز بنایا جارہا ہے اسکی پوری طرح پرکھ ہولے کہ راز خدائی کو راز رکھنے کا کتنا اہل بنا ہے حاجت آزمائش ہے کہ ایسے طالب کا مقصد فقط خالق کرامات ہے یا صرف حصول کرامات ہے ۔ الکشفُ حیضُ الرّجالِ والکَرَامَۃُ نفاسُ الرّجالِ ۔ خاصانِ حق کے لئے کشف حیض کی طرح اور کرامت نفاس کی طرح لایعنی ہے یہ اسی بنا پر ارشادگرامی ہے پس جس طرح ایک حائضہ عورت عورتوں میں بیٹھ کر اپنے اس امر کو اس طرح مخفی رکھتی ہے کہ اسکی ہم جنسوں کو بھی خبر نہیں ہو پاتی اسی طرح صاحب کشف وکرامات ان انعامات کو مخفی رکھتا ہو اوران نعمتوں میں الجھنے کے بجائے اپنے منعم عم نوالہ سے اور بڑھ چڑھ کر رابط وقرابت بڑھاتا ہے علاوہ ازیں اس منزل میں عموماً دوخطرے لاحق ہوتے ہیں ۔ سالک اگر زبان سے کچھ ظاہر کردیتا ہے تو درمیان میں حجاب ہوکر مشاہدات کا دروازہ بند کردیا جاتا ہے ۔ دوسرے سالک کو اگر کسی مقام پر حیرت ہوتی ہے تو پھر سلوک جذب سے بدل جاتا اور ترقی بند ہوجاتی ہے ارشادرسالت مآب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہے ۔

وحی کا بند ہوجانا انبیاء کی عقوبت ہے اور کرامتوں کو ظاہر کردینا اولیا کی عقوبت ہے اور اطاعت الٰہی میں کمی کرنا مومنین کی عقوبت ہے ۔ عُقُوبتُ الاَ نبِیاءِ حَبْسُ الوحی وَعقوْبۃ الا ولیاء اظھَار الکراماتِ وعقوْبتُ الْمُوْ مِنِیْنَ

اَلتَّقْصِیْرُ فِی الطاعاتِ۔ ظاہر ہے کہ اپنے کو مستحق عقوبت وترقی بند ہونے کا مستحق اظہار کرامات سے طالبان حق کیوں بنائیں۔ یہی وجہ ہے کرامات کا صادر ہونا دلیل کمال نہیں رکھا گیا۔ بلکہ اس کا معیار تقویٰ رکھا گیا۔ اِنَّ اَکْرَمَکُم عِندَ اللّٰہِ اَتقاکُمْ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی بزرگ ترین ہے جو سب سے متقی ہے صدور کرامات کو مدار بزرگی سمجھنے والوں کی گمراہی قرآن نے واضح کردی چنانچہ حضرت خواجہ خواجگان محمد عبدالباقی۔ باقی باللہ اویسی قدس سرہٗ سے بہت کم صدور کرامات کی وجہ سے معترض ہونا اور زیادتی کرامات کو با امتیاز ماننا ایسی گمراہی ہے کہ گمراہی بھی تائب ہے خواجہ موصوف کی صدا کرامت در کرامت یہی ہے کہ حضرت سیدنا شیخ احمد فاروقی قدس سرہٗ جیسی ہستی مرصع فرمادی ذرا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو دیکھئے کہ تعلیم وتزکیہ رسالت سے کس قدر ترقی کتنے مرصع تھی کہ خود ولی گر بھی تھے۔ مگر صدور کرامات بہت کم حضرات صحابہ سے ہے۔ یہ کمی اس بنا پر نہیں کہ وہ صاحب کشف وکرامات نہ تھے۔ بلکہ اس بنا پر ہے نہ وہ کرامات کے خود شائق رہے نہ اسکے جویاں ومتوجہ رہے بلکہ ان کا راز مقتدری یہی ہے کہ ان حضرات کی حسن ریاضت پر رب نعیم نے جتنی بارش انعام کشف و کرامات فرمائی اتنی ہی انھوں نے ان انعامات سے بےتوجہی رکھ کر خدائے منعم کے تقرب حاصل کرنے میں ترقی کی اور حدود ارتقا پر پہونچے کہ فرشتے بھی گم سُم رہ گئے یوں سمجھئے کہ خورشید روح جو بہ اعتبار استعداد معرفت الٰہی آسمانی خورشید سے زائد منور ہے اس فلک دنیاوی میں سما نہیں سکتا کیونکہ یہ فلک تو خود اس خورشید روح میں سمایا ہوا ہے۔ پس معرفت آسمانی و دنیاوی اس کی نوری استعداد وسیعہ کے ایک گوشہ میں پڑی ہوئی ہے پھر یہ جوہر اعلیٰ ادنیٰ اُمور کی طرف متوجہ ہوتو کیوں یہ تو بحکم ربی خود اس کے زیر نگیں ہیں پس حسب ضرورت ان سے صدور کرامات رہا کیا۔(۱) حضرت مولانا بابا علیہ الرحمہ سے جب کوئی اپنے اوپر بیتی کرامات کا اظہار کرتا تو آپ فرماتے میرے مالک تجھے ہی سب قدرت ہے یہ عاجز اس قابل نہیں ہے۔

مقامات نفس:

مقامات نفس سات ہیں پہلا مقام ظلمت الاغیار ہے نفس کو یہاں نفس اَمّارہ کہتے ہیں اس کا ذکر **لا الہ الا اللہ** ہے دوسرا مقام انوار ہے نفس کو یہاں نفس لوّامہ کہتے ہیں۔اس کا ذکر اَللّٰہ ہے تیسرا مقام اسرار ہے نفس کو یہاں نفس مُلْھِمہَ کہتے ہیں۔اس کا ذکر ھُوَ ہے چوتھا مقام کمال ہے نفس کو یہاں نفس مطمئنہ کہتے ہیں اس کا ذکر یا حق ہے پانچواں مقام وصال ہے۔نفس کو یہاں نفس راضیہ کہتے ہیں اس کا ذکر یَـا حَـیُّ ہے چھٹا مقام تجلیات افعال ہے نفس کو یہاں نفس مرضیہ کہتے ہیں۔اس کا ذکر یا قیّوم ہے ساتواں مقام تجلیات وصفات اسماء ہے نفس کو یہاں نفس کاملہ کہتے ہیں یہاں جس اسم الٰہی سے چاہے ذکر کرے ان آخری چاروں مقامات نفس کو صوفیائے کرام نفس ذکیہ کہا کرتے ہیں۔

لطیفہ مقامات:

ان ساتوں مقامات کے لطیفے بھی جدا جدا ہیں نفس امارہ کا لطیفہ قلب ہے۔اس کا نور زرد مانند روشنی چراغ ہے اس کا مقام بائیں پستان کے دو انگل نیچے ہے۔نفس لوامہ کا لطیفہ روح ہے اس کا نور سُرخ اور مقام داہنے پستان سے دو انگل نیچے ہے سر ہے اس کا نور سفید اور مقام بائیں پستان سے دو انگل اوپر ہے۔نفس مطمئنہ کا لطیفہ خفی ہے۔اس کا نور سیاہی مائل اور مقام داہنے پستان سے دو انگل اوپر ہے۔نفس راضیہ کا لطیفہ اخفا ہے صوفیا اس کو لطیفہ اخلاص سے بھی موسوم کرتے ہیں۔اس کا نور سبز اور مقام وسط سینہ ہے نفس مرضیہ کا لطیفہ محویت اس کا مقام پیشانی ہے نفس کاملہ کا قُرب ہے اس کا مقام کل جسم اور شہود حق ہے۔

اقسام وطریقہ ذکر :

ذکر دو طرح پر ہے اوّل ذکر اسم ذات یعنی اللہ اللہ کہنا دوسرا ذکر نفی واثبات یہ تین طرح پر ہے اوّل بموافقت سانس زبان وقلب سے اللہ اللہ کہنا ذکر جہری ہے دوسرے بموافقت سانس زبان وقلب سے اس طرح اللہ اللہ خیال کرنا کہ روح میں اسکی کشش محسوس ہو ذکر خفی ہے تیسرے ذکر قلبی بلاحرکت زبان سانس کی موافقت سے براہ راست دل سے اللہ اللہ خیال کرنا حضرات نقشبندیہ اسی ذکر قلبی کے عامل ہیں ۔(۲) حضرت مولانا بابا قدس سرہٗ نے فرمایہ کہ جب ذکر شروع کرے پانچ بار درود شریف اور پچیس بار۔ آستغفِرُ اللّٰہ الذّیِ لا اِلٰہَ الاّ ھُوَ الحیُّ القیوُّم و آتوُبُ اِلیہِ. پڑھ کر دل کی شکل صنوبری میں رو پہلے حروف میں اللہ لکھا تصور کرتے ہوئے ذکر اسم ذا تا للہ اللہ دل سے نکلنا خیال کرے اور خدا کی پاکی وصفات عالیہ کا مکمل دھیان جمائے رکھے اسکی اتنی مشق کرے کہ قلب سے بخوبی اللہ اللہ جاری ہو جائے۔ تو لطیفہ روح جاری کرے اس کے بعد لطیفہ سر پھر لطیفہ خفی پھر علی الترتیب دوسرے لطائف پھر تمام جسم سے اسم ذات نکلنا خیال کرے تا کہ ہر رگ و ریشہ سے ذکر جاری ہو نقشبندیہ حضرات اسی کو سلطان الاذکار کہتے ہیں یادرہے کہ اس ذکر میں جسم اور زبان کو حرکت نہ دے۔

طریقہ نفی واثبات : (۳)

مونا بابا صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ نفی واثبات یوں ہے کہ ماسوی اللہ کی مکمل نفی کرے کہ میرا کوئی مطلب و مقصود خدا کے سوانہیں پھر بذریعۂ سانس ناف کی جگہ سے صرف خیال سے لآ کو دماغ تک کھینچ کر داہنے پستان مقام روح پر اِلٰہ کے ساتھ اتار کر اِلّا اللّٰہُ کی دل پر ضرب لگائے اس دھیان سے کہ میرا مقصود صرف اللہ تعالیٰ ہے ایک سانس میں بعدد طاق پانچ ورنہ سات بار نفی کرے سانس چھوڑنے میں مَحمّدٌ رَسُولُ

اللہ کہے پھر یہ پڑھا۔

بدر کن اول زدل خطرات را
تا بہ یابی وحدت حق ذات را

ذکر پاس انفاس : (۴)

مولانا بابا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جب سانس باہر نکالے تو۔ لا الٰہ خیال کرے کہ ماسوا اللہ کو دل سے نکالا سب سانس اندر کھینچے تو **اِلَّا اللّٰہُ** خیال کرے کہ صرف خدا کو دل میں متمکن کیا۔(۵) پھر فرمایا کہ اس پاس انفاس کی مستقل پابندی سے ماسوی اللہ کی مکمل نفی ہو جاتی ہے۔نیز لطیفہ قلب و روح طے کرنے کے بعد لطیفہ نفس میں جسقدر اخلاص بڑھائے سب لطائف اسی سے طے ہو جاتے ہیں(۶) پھر فرمایا کہ جس پختگی سے نفی و اثبات کے معنوں کا ذاکر دھیان جمائے اتنی ہی جلد تمام بدن ذکر اثر قبول کریگا۔حتیٰ کہ پاس بیٹھنے والے تک متاثر ہوں گے۔(۷) یہ بھی فرمایا کہ روزانہ اعمال میں جتنی اتباع سنت اختیار کرے گا اتنی ہی جلد باطنی ترقی ہوگی پھر یہ پڑھا۔

درحقیقت داں کہ دل شد جام جم
می نماید اندراں ہر بیش وکم

صفات مذمومہ کا علاج : (۸)

دادا میاں صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اگر ذاکر خدانخواستہ عادات مذمومہ یا تعلق غیر خدا رکھتا ہو تو اول صدق دل سے خدا سے تائب ہو کر بوقت ذکر اپنی مذموم عادت کی کلمہ لا میں نفی کرے اور خدا سے اس بُرائی کی دوری کا ملتجی ہو جب یہ دور ہو جائے۔تو دوسری بری عادت کی نفی کرے حتّٰی کہ اپنی بری عادتوں کو دور کر کے پھر ماسوی اللہ کی نفی کی برابر پابندی رکھے۔

مقامات فنا: (۹)

پھر فرمایا مقامات فنا چار ہیں۔اوّل فنائے خلق کہ خدائے قدوس کے علاوہ ماسوی اللہ سے کچھ امید وبیم ہی نہ رہے۔دوسرے فنائے خواہشات یعنی دل میں خدا کے سوا کوئی خواہش ہی نہ رہے۔تیسرے فنائے ارادہ کہ اپنی صفات ارادہ واختیار ہی خدا کو سونپ دے۔اپنے کو اس طرح مردہ سمجھ لے چوتھے فنائے فعل یا فَنَاءُ الفَنَا کہ بِیْ یَسْمَعُ وَبِی یَنْطِقُ الخ میرے ساتھ سنتا میرے ساتھ بولتا میرے ساتھ دیکھتا و چلتا جلوہ گر ہو۔

احتیاط ذکر وتزکیہ: (۱۰)

دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا خدا کی طرف پختگی سے دھیان جما کر ذکر کرے ذکر میں جسم کو خود ذرا بھی حرکت نہ دے سانس نہ روکنے میں جو فوائد ذکر ہیں۔وہ حبس دم کے ذکر میں نہیں بلکہ گرم مزاج والوں کو ذکر حبس دم نقصان رساں ہے اور اس کی حرارت کا برداشت کرنا ناممکن ہے۔(۱۱) پھر فرمایا کہ ضروری ہے کہ ذاکر صرف اپنے شیخ کی ہدایات وتعلیمات کا پابند رہ کر اپنے پیر سے پہلے سے اور زائد ربط اور قربت بڑھاتا رہے تا کہ جلد ترقی ہو شیخ ایک حکیم ہے حسب حال ذاکر جو وہ طریقہ تجویز کرے گا وہ اور طریقوں سے زائد سؤ دمند اسکی اجازت سے ہوگا ذاکر کسر نفسی پیدا کرے طمع دنیاوی ہوس اقتدار ترک لذات سے بے تعلقی اور صحبت ناجنس سے گریز لازم رکھے۔ پھر یہ پڑھا۔

دور باش از اختلاط یار بد	یار بد بدتر بود از مار بد
یار بد تنہا ہمیں بر جان زند	یار بد بر جان وبر ایمان زند

کثرت ورود محبت رسول و اتباع سنت زائد رکھے کیونکہ آنحضور پرنور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راہ سلوک میں ہر لحظہ ضرورت رہا کرتی ہے۔

نماز تہجد و اشراق :

نماز اشراق دو رکعت ہیں مگر چار سے زائد نہیں نماز چاشت چار رکعت سے کم نہیں مگر بارہ سے زائد نہیں جیسا کہ تنویر الابصار میں ہے۔طلوع آفتاب سے آفتاب گرم ہونے تک وقت اشراق ہے یعنی وقت طلوع سے پینتالیس منٹ تک پھر اطراف میں دھوپ پھیل جانے پر یعنی اشراق کے وقت سے پون گھنٹہ بعد چاشت کا وقت ہو کر زوال سے ایک گھنٹہ قبل تک رہتا ہے تہجد کی کم سے کم دو رکعات اور اوسط چار سے آٹھ تک اور زائد بارہ تک ہیں۔(۱۲) دادا میاں صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا فرض نمازیں ہوں یا سنت و نوافل سب کو اوّل وقت ادا کرنا افضل ہے۔یہ احتیاط لازمی ہے کہ تہجد سے ایسے وقت فراغت کرے کہ تہجد کے بارہ منٹ بعد صبح صادق ہو۔موثر طریقہ یہ ہے کہ تہجد میں الحمد کے بعد ہر رکعت میں تین بار قل ہواللہ پڑھنا اشراق و چاشت میں بھی تین بار پڑھنا معمول صوفیا ہے۔

پروانہ رضامندی خدا : (۱۳)

دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ خطا ہو یا نہ ہو بار بار توبہ اور کثرت استغفار ایسا خدا کو راضی کرنیکا پروانہ ہے کہ جتنا چاہے خدا کو راضی کرلے پھر بھی لوگ اس سے فائدہ نہیں اُٹھاتے (۱۴) مولانا بابا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ بوقت سحر استغفار پڑھنا بہت افضل ہے۔ وبالاسحار ھم یستغفرون۔اگر کسی وجہ سے تہجد چھوٹ جائے تو استغفار پڑھتا رہے۔

احتیاجِ شیخ :

حضرات مشائخ سوانح کی سوانح پر نظر ڈالتے ہی یہ خود واضح ہو جاتا ہے کہ ایسے بلند پایہ کاملین کو جن کے مرشدوں نے انکو اپنے لئے قابل فخر سمجھا مگر ان حضرات کو مُرید ہونا اور شیخ کرنا پڑا حضرت سیدنا بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ کی خدمت میں مرید ہونے تشریف لائے تو آپ کو کم عمر پا کرایک گیند کھیلتے دیکھ کر سوچا کہ پیر تو ملا مگر بالا (کمسن) ملا حضرت حضرت بابا فرید گنج شکر قدس سرہٗ نے ہر چند گیند اُٹھانیکی کوشش کی مگر اٹھائے نہ اُٹھا تو حضرت قطب الدین صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ذرا سا گیند تو اُٹھتا نہیں پیر کا بوجھا کیسے اُٹھاؤ گے اچھا اب ہم حکم دیتے ہیں کہ گیند اُٹھاؤ پھر جو بابا فرید نے علیہ الرحمہ نے گیند اٹھایا تو اور گیندوں کی طرح ہلکا پھلکا اٹھ گیا لاکر حاضر خدمت کیا تو حضرت قطب صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تم نے یہ تو دیکھ لیا کہ پیر بالا (کم عمر) ہے لیکن یہ نہ دیکھ سکے کہ پیر کا درجہ کتنا بالا (اعلیٰ) ہے حضرت غوث دوراں مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب بارگاہ محبوب حبیب خلاق سیدنا خواجہ شاہ محمد آفاق صاحب قبلہ قدس سرہما میں بیعت کیلئے آتے ہیں۔ادھر حضرت مرشد قبلہ اپنے خلفاء و مریدین علیہم الرحمہ کو مولانا بابا صاحب کے استقبال کو دور تک لینے یہ فرما کر روانہ کرتے ہیں۔کہ میرے پاس وہ اسم بامسمّی ہستی ہے جس کا ظہور کئی صدی بعد ہوا ہے اور جس کی مریدی سے مجھ کو فخر آرہا ہے۔''مولانا بابا بعد سلام مؤدبانہ نشست عام میں بیٹھ جاتے ہیں۔مگر مرشد قبلہ بار بار اصرار سے پاس بلا کر آپ کو اپنے سینۂ مبارک سے لگا لیتے اور اندرون خانہ اسی وقت لے جا کر مخدومۂ ملّت صاحبزادی صاحبہ اور اپنے داماد مولانا شاہ عبدالغنی صاحب قدس سرہم سے فرماتے ہیں کہ مولوی فضل رحمٰن کو نذر دو اکثر اکابرین نے اس کو لینے کی خواہش کی مگر اپنی خاص عنایت سے

خدائے قدوس نے ایک خاص اولا دہم کو مرحمت کی جس کا ہم کو بہت انتظار تھا کہ تمام عالم ان کے دریائے فیض سے سیراب ہونگے۔'' پھر مولانا بابا کو بیعت فرما کر اپنے حجرہ میں ٹھہرالیا۔ ایک روز مولانا شاہ اعظم علی صاحب خلیفہ حضرت مرشد دہلوی قدس سرہما نے عرض کیا کہ ہم مریدان قدیم پر اتنی عنایت نہیں جتنی مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب پر ہے۔ حضرت مرشد قدس سرہم نے فرمایا۔ تم سب کو میں چاہتا ہوں کہ ہو جاؤ مگر مولوی فضل رحمٰن کو خدا چاہتا ہے پس جسے خدا چاہتا ہے اسکو میں بھی چاہتا ہوں۔'' اسی طرح ہمارے مقتدائے اہل سنت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سے حضرت سیدنا خواجہ محمد عبدالباقی باقی باللہ صاحب اویسی قدس سرہما فرماتے ہیں۔'' یہ جی چاہتا ہے کہ ہم تم سے مرید ہو جاتے۔'' مختصر یہ کہ کیسے ولی گرو با خدا یہ حضرات ہیں انکے مرشدوں کی زبانی ان کے کیا کیا امتیازات ہیں پھر بھی حاجت مریدی اور احتیاج پیر رہی صحابہ کرام خود کمالات ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ بلکہ فضیلت صحابہ کا راز ہی یہ ہے کہ وہ رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زیر تعلیم صوری و معنوی کمالات سے مرصع ہوئے لیکن وہ بھی جب تک بیعت نہ ہوئے یہ منزل نہ ملی تھی کہ صحابیہ مستورات بھی مستثنیٰ نہ رہ سکیں زندگی کے مختلف شعبوں خاص کر جاں نثاری و ہر مالی و جانی قربانی حتیٰ کہ نذرانہ زندگی پر بیعت کتنی اہم ہے مگر یہ پروانے یہاں بھی مثال قائم کر گئے۔

حکم طلب پرہیز گاری:

یہ محض اس لئے کہ یہ سب حضرات اس فلسفۂ قرآنی سے بخوبی واقف تھے کہ خدا نے تعلیم کتاب و حکمت کیساتھ رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وَیُزَكِّیْهِمْ ایک درس مخصوص کا بھی منصب خاص سپرد فرمایا تھا۔ یہ فیصلۂ ربانی کہ تعلیم کتاب و حکمت اسوقت تک ادھوری ہے جب تک تزکیہ نفس کا یہ علم روحانی حاصل نہ کیا جائے۔ کیونکہ یہی وہ

اصل تعلیم ہے کہ اس کے بغیر نہ خدا کا حصول نہ خدا تک وصول ممکن ہے۔'' ان حضرات نے سمجھ کر طلب طریقت کے اس حکم وجوب اور راز وصول مطلوب کو پا کر اس مکتب مخصوص میں جان و دل وقف کر دیئے مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی علیہ الرحمہ راقم کہ طریقت کی طلب اور کمالات باطن حاصل کرنے کی کوشش کرنا واجب ہے چنانچہ ارشاد ربّانی ہے۔ یاایّھا الّذین آمنوا اتقوا اللہ حقّ تقاتہٖ ۔مومنو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور کامل پرہیزگاری حاصل کرو یہ فعل امر کا وجوب کیلئے ہے پس حصول پرہیزگاری و طلب طریقت جب واجب ہوئی تو تلاش پیر خود واجب ہوگئی۔ مشکوٰۃ شریف باب الفقہ حضرت ابی جریر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم صلّے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نماز پڑھنے زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیرخواہی پر بیعت کی۔ متفق علیہ'' غور کیجئے کہ اس دور میں زندگی کیلئے یہ امور کتنے داخل حیات ہیں۔

فلسفہ علم ظاہر و علم باطن :

ظاہر ہے کہ لوگ انتہائی اعمال خیر اور نماز روزہ کے پابند گناہوں سے دور رہا کرتے مگر بایں ہمہ ان امور پر بیعت کرتے قرون اول کی یہ سند خود اس کی شاہد ہے کہ اس سنّتِ جاریہ کو اسی شکل سے ہر دور میں مرصع اور تازہ بنانے والے صرف اولیائے کرام ہیں۔ آپ ایسے بھی شیدائی پائیں گے جنھوں نے کتاب و حکمت کو علم ظاہری کی ضرورت سے اور علم باطنی کو حصول پرہیزگاری اور وصول حق کے لئے شیخ بنا کر مرید بن کر حاصل کیا تو کچھ ایسے بھی پروانے آپ کو ملیں گے کہ اُنکے جذبۂ عشق نے اتنی تاخیر بھی گوارا نہ کی اور سب سے مقدم مکتب عشق خدا و رسول کی تعلیم سے پرہیزگار بن کر دم لیا۔ اور ان پہ فضل الٰہی ہوا کہ اس علم باطنی کی تکمیل ہی سے پیکر پرہیزگاری میں علم ظاہری بھی مل گیا۔ علوم ظاہری کا سبق جتنی جلد یاد کیا جائے اتنی ہی جلد چھٹی پا جاتا

ہے۔لیکن مکتب عشق خدا اور رسول کی تعلیم پانیوالے جتنا سبق یاد کرتے ہیں اتنی ہی چھٹی نہیں پاتے۔

مکتب عشق کا دستور نرالا دیکھا اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

عارف رومی علیہ الرحمہ گرچہ یکتائے فن تھے۔لیکن اُن صحیح علم اس کا حقیقت کا ذاتی تجربہ سے اعلان کرتا ہے کہ علوم ظاہری سے کیسی ہی آراستگی کیوں نہ ہو بیعت شیخ کے ذریعہ باطنی تعلیم عشق الٰہی حاصل کئے بغیر سب ہیچ ہے۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

چونکہ کتاب وحکمت کے علوم ظاہری سے یہ علام الغیوب کا علم باطنی اصل اصول ہے اور اقرب الوصول ہے اس لئے علم باطنی کا تاجدار ان تابع علوم ظاہری کا بھی مُعلّم ورہبر رہا کرتا ہے حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ اپنے مکتوبات میں حدیث **مَن لا شیخ لہٗ لا دینَ لہٗ**۔ جس کا کوئی پیر نہیں اسکا کوئی دین نہیں پر مفصل تبصرہ فرماتے ہیں۔حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم شیخ کو یوں دینی درجہ عطا فرماتے ہیں۔

الشیخُ فی قومٍ کنبیٍ فی اُمتّی۔ اُمت میں شیخ بمنزلہٗ نبی ہے۔

عالم ربّانی: (۱۵)

حاضرین آستانہ میں دو اشخاص گفتگو کرنے لگے۔ایک نے کہاں کہ صاحب باطن کو عالِم کی ضرورت رہا کرتی ہے دوسرے نے کہاں یہ غلط ہے بلکہ صاحب باطن کی ضرورت عالِم کو رہا کرتی ہے اس کا علم مولانا بابا علیہ الرحمہ کو ہوا تو فرمایا کہ پہلے یہ تو جان لو کہ عالم کہتے کس کو ہیں۔یہ علم ظاہری والے تو علم باطن کے بھی محتاج رہتے ہیں اور رہبر دین کے بھی حاجت مند رہا کرتے ہیں۔لیکن علم باطنی والا ہی دراصل عالم ربانی ہوا

کرتا ہے اب اگر یہ صاحب باطن مقربان حق سے ہے تو کتاب میں پا کر بھی اس کی مزید صحت اور کتاب میں نہ پانے کی شکل میں خود صاحب کتاب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یا اللہ تعالیٰ سے معلوم کر لیتا ہے اگر اس درجہ کا نہیں تو لوح محفوظ سے صحت معلوم کر لیتا ہے اگر اس درجہ سے کم یہ صاحب باطن ابھی ہے تو کتاب میں ہونے پر بھی اور نہ ہونے پر بھی اپنے شیخ سے صحت و معلومات کئے رہتا ہے۔ مگر علم ظاہری والا صرف کتاب میں دیکھنے تک محدود رہتا ہے پھر یہ پڑھا۔

گر تر اعلم ست یا حلم ست یا دانش عظیم ۔۔۔ می رساند بے وسیلہ مرترا ارا ہے رحیم

آپ کیسے ہی صاحب دانش و متقن کیوں نہ ہوں اگر وسیلۂ شیخ نہیں رکھتے تو شیطان رجیم اپنی راہ پر لگا لیگا۔

فلسفۂ معاہدۂ بیعت:

یہ خیال کہ انسان خدا سے عہد کر کے خود پابندی رکھے خدا سے خائف رہ کر جانتا رہے کہ خدا ہم کو دیکھتا ہے ایک خوشنما فریب ہے سابق الذکر حدیث مشکوٰۃ میں حضرت ابی جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نماز پڑھنے روزہ رکھنے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی پر بیعت رسالت اس اغوائے شیطانی کو ریزہ ریزہ کئے ہے۔ صحابہ سے زائد اس خیال کی پابندی کوئی کر ہی نہیں سکتا تھا مگر پھر بھی وہ اس حسن پابندی کے باوجود بیعت کرتے تھے جس کی وجہ یہی ہے کہ قرآن کریم نے جستجوئے حق تعالیٰ طلب پرہیز گاری واجب ٹھہرا کر اور دروازہ فریب بند کر دیئے تجربہ ہے کہ ایسے عہد سے نہ راہ عشق الٰہی حاصل کسی کو ہوسکی نہ کوئی ہستی اس طرح حق سے واصل ہو پائی ہے۔ مشاہدہ ہے کہ ایسے عہد خدا سے اگر دو بار کئے جاتے ہیں تو دس بار خود توڑے جاتے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ خدا سب دیکھتا ہے کیا یہ بات ارتکاب گناہ سے بچا لیتی ہے۔ نماز میں یہ ضروری ہے کہ یہ

یقین رکھا جائے کہ خدا ہم کو دیکھ رہا ہے۔ یہ لازمی پابندی ہو نہیں پاتی تو پھر مذکورہ قول کی ناپ تول میں یہ ہر لمحہ کون پورا اتریگا۔ برخلاف اسکے روزمرہ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان باہم کسی سے معاہدہ کر لیتا ہے تو اس کا لحاظ ضروری کرتا ہے نہ کہ کسی اہم شخصیت سے کوئی معاہدہ کیا جائے تو اس کا کس قدر لحاظ مقدم رکھتا ہے۔ اسی طرح انسان جس کو اپنے سے اچھا یا بزرگ سمجھتا ہے اس کی طرف نفسیاتی طور سے راغب رہتا جھکتا جاتا ہے اور ہر امر میں اس کا احترام ملحوظ رکھتا ہے اتباع کرتا ہے پس ایک باعمل ہستی سے جب زبان دیدی جاتی ہے تو اس وچن کا پالن بھی سب سے زائد کیا جاتا ہے چنانچہ یہ معاہدہ بحیثیت گواہ اللہ تعالی سے شیخ کراتا ہے۔ اب یہ عہد یا التجائے قبول تو بہ یا التماس معافی یہ گذارش توفیق عمل وقبول مریدی خدائے قدوس سے نہیں تو خدارا فرمایئے کس سے ہے؟ جبکہ خدا ہی مطلوب خدا ہی مسئول ہے یہی خدا طلبی جب روحِ حیات ہے تو ایسی راہِ عمل نہ ہوئی نہ ہوسکتی ہے اور کتنا جامع یہ معاہدہ ہے اب شیخ کی زیرِ تعلیمات مرید ترقی کرتا ہے چونکہ شیخ کی نگرانی مرید کے ظاہر و باطن پر رہنے لگتی ہے۔ مرید کو خواہ کو مخواہ اس کا لحاظ کھٹکھٹائے رکھتا ہے کہ شیخ اگر کوئی باز پرس کر بیٹھا تو کیا جواب دیگا یہ حسن احتیاط یہ ضمانت معاہدہ نفسیاتی طور پر خود کتنی اہم و گراں قدر ہے یہی وہ شخص تھا کہ جو ایک بار عہد تو بہ کرتا تو بیس بار عہد شکنی کرتا تھا۔ یہی اب وہ ہے جو معاہدۂ بیعت کے بعد اگر ایک بار غلطی کر جاتا ہے تو سو بار تو بہ کرتا ہے۔ اگر خطا نہیں کرتا جب بھی ڈرتا رہتا ہے کہ کوئی غلطی نہ ہو جائے اس لئے اور بھی کثرت اذکار و استغفار رکھتا ہے یہ حسن ندامت خود خدا کو کس قدر پسندیدہ ہے یہ ہراس جو مقدمہ بنے خوف الٰہی کا یہ ذوق ارادت جو محرک ہو عشق حقیقی کا کتنا لائق تحسین اور دنیا و دین و عقبیٰ میں کس قدر نفع بخش ہے اور وہ لفظی دعویٰ الٰہی وہ وقتی وعدہ جسے خود جوڑیں خود توڑیں ایسا فریب ہے کہ فریب بھی تائب ہے۔

دست مرید در دست شیخ:

تمامی سلاسل میں مرید اپنے ہاتھوں سے پیر کے ہاتھوں کو تھام کر معاہدہ سے جس ایجاب وقبول کا پابند ہوتا ہے۔وہ وہی قرون اول کی سنت رسول کا ہو بہو ہوا تباعی نقشہ ہے بیعت غائبانہ اور عورتوں کی بیعت جس میں شیخ ہاتھ تھامنے کے بجائے اپنا کوئی کپڑا مریدہ کو تھما کرایجاب وقبول پیری ومریدی کراتا ہے اس کے علاوہ دست مرید در دست شیخ ہی متواترہ سنت رسول ہے اس لئے غلاف مزار یا قبر کو یا چوکھٹ تھام کر الفاظ بیعت ادا کرنا فریب بیعت ہی نہیں بلکہ سنت رسالت دست در دست کو مٹانے والی چیز ہے اگر یہی ہوتا تو آج ہر امتی سراپا نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دیوار روضہ طیبہ یا ستون یا جالی مبارک وغلاف اطہر تھام کر براہ راست شرف مریدی حاصل نہ کرلیا کرتا حالانکہ معاہدہ بیعت کی روح اصلی یہی ہے کہ شیخ مرید کو ایجاب وقبول سے اپنی مریدی میں قبول کرے اور مرید شیخ کو بحیثیت پیر قبول کرے۔ہر صاحب سلسلہ نے اسکو قائم رکھا ہے۔معاذ اللہ ہم کسی ولی اللہ سے ایسا وہم بھی نہیں کر سکتے جو سنت رسول کو مٹانے کا باعث بنے مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

صد کتاب وصد ورق درنار کن — سینہ راز نور حق گلزار کن

چونکہ کردی ذات مرشد را قبول — ہم خدا درذاتش آید ہم رسول

کتابیں کتنی ہی چاٹ ڈالو مگر خدا حاصل نہ ہو سکے گا پس اسکو چھوڑ و اور شیخ کے مکتب عشق الٰہی میں تعلیم لیکر سینہ بھی انوار حق سے پر انوار بناؤ اور خالق انوار کو بھی اپنا ؤ تم کسی شیخ سے مرید ہو گئے پھر کسی چیز کی حاجت ہی نہیں رہی کیونکہ ذات شیخ ہی سے تم کو خدا اور رسول خدا مل جائیں گے۔

مرید کو پیر تک پہنچنے کی ضرورت: (۱۶)

حضرت مولانا بابا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مرید چونکہ عالم سفلی کی پابندیوں میں گرفتار رہا کرتا ہے عالم بالا کے فیوض برکات انوار تک اس کی رسائی نہیں ہوتی اس لئے ضروری ہے کہ اس عالم اور مرید کے درمیان ایک ایسی قوت ہو جو دونوں جگہ تصرف کر سکے اور عالم بالا کے برکات وفیوض لاکر عالم سفلی کے پابند مریدوں کو اس سے سیرابی کرائے یہی وجہ فنافی الشیخ کی ہے اور مرید کو پیر تک پہونچنے کی سخت ضرورت ہے۔

کے شود نور خدا بے پیر حاصل بندہ را　　آتش خورشید بے شیشہ رسد کئے پنبہ را
ہر کہ مست عالم عرفان گشت　　برہمہ خلق و جہاں سلطان گشت

جب آپ عالم عرفان کی سرمستی سے سرشار ہو گئے تو آپ کل خلقت اور سارے عالم کا خدا آپ کو سلطان بنا دیتا ہے۔

گرچہ عاصی خادم سالک بود
برتر از صد عابد ممسک بود

ایک عاصی بھی اگر کسی بزرگ سے مرید ہو جاتا ہے تو یہ سونجیل عابدوں سے برتر ہے۔

دست مردے گیر تا مردے شوی
جز بہ مردے نیست راہ رہبری

مردان خدا کا ہاتھ اس لئے تھامو تا کہ تم بھی مرد باخدا بن جاؤ کیونکہ اصلی رہبر یہی مردانِ خدا ہیں۔

چشم روشن کن زخاک اولیا
تا بہ بینی زابتدا تا انتہا

ان اولیاء اللہ کی خاک کا سرمہ لگا کر آنکھ نورانی بنالو تو تم کو ابتدا سے انتہا تک خود سب نظر آنے لگے گا۔

فلسفۂ فرق پیر اور والدین:

چند وجوہات سے شیخ کا درجہ والدین سے بڑھا ہوا ہے اوّل یہ کہ شیخ مرید کو راہ ہدایت دکھاتا اور اللہ تعالیٰ و رسول خدا صلے اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قریب کرتا ہے دوسرے یہ کہ شیخ مرید کو جہالت سے علم حق اور شقاوت سے ابدی سعادت اور ظلمت سے نکال کر نور حق کی طرف لاتا ہے یہ دونوں خصوصیات والدین میں نہیں۔تیسرے والدین کا تعلق جسم اولاد سے زائد اور روح سے معمولی ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے شیخ کا تعلق عالم علوی کی امانت روح مرید سے اتنا زائد ہوتا ہے کہ خود مرید کا اپنی روح سے نہیں ہوتا اسی طرح جسم مرید سے بھی جتنا تعلق پیر کو ہوتا ہے مرید کو نہیں ہے چوتھے اللہ تعالیٰ نے والدین کو اہل قرابت میں رکھ کر حکم اطاعت بخشا لیکن شیخ کو اللہ تعالیٰ اور رسول کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی صف اطاعت میں رکھ کر اولی الامر والا حکم اطاعت بخشا۔پانچویں للّٰہیت کی بنا پر نسبی تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔ جیسے سیدنا نوح علیہ السلام سے فرمایا گیا۔**انهٗ عملٌ غيرُ صالحٍ** یہ آپ کا بیٹا نہیں مگر مرشدانہ تعلق نہیں ٹوٹتا چھٹے نسب کام نہیں آتا لیکن حسب وکسب دونوں فیوضات شیخ سے ملتے اور دین و دنیا و برزخ و عقبیٰ سب میں کام دیتے ہیں۔ساتویں راہ سلوک اور ترقی روحانی بلا شیخ حاصل نہیں ہوسکتی۔

تیسرا باب

خصوصیات خاندانی

مجرب استخارہ : (۱۷)

مولانا بابا علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ ہمارے بزرگوں کو معتبر سند سے پہنچا ہے کہ اول سات سات بار درود پھر سات بار بسم اللہ کے ساتھ سورۂ فاتحہ پھر پچیس بار یَـا عَـلِیْمُ عَـلِّـمْـنِی یَا خَبِیْرُ اَخْبِرْنِی پڑھ کر بلا بات کئے سو جائے صحیح بات یا دواضح اشارہ انشاء اللہ ملے گا۔لیکن قلت لطافت سے اگر نور سبز یا سفید دیکھے کامرانی سمجھے اگر سرخی یا سیاہی مائل روشنی دیکھے ممانعت سمجھے پہلی رات اگر کچھ معلوم نہ ہو سکے تو تین رات برابر اسی طرح کرے۔

نماز قضائے حاجت :(۱۸)

مولانا بابا نے فرمایا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ پیر کی رات کو اس طرح چار رکعت ایک سلام سے پڑھے کہ پہلی رکعت میں میں بعد فاتحہ قل ھو اللہ دس بار دوسری میں بعد فاتحہ بیس بار قل ہو اللہ چوتھی میں بعد فاتحہ چالیس بار قل ھو اللہ پڑھ کر بعد سلام ستر بار استغفار ستر بار درود پچھتر بار اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ پڑھے۔خدا سے جو

طلب کرے بفضلہ پائے ۔ بقاعدہ عربی ہر دن کی شب پہلے آتی ہے اتوار کا دن گذر کر آنیوالی رات پیر کی ہوتی ہے یہ حدیث احیاء العلوم میں بھی ہے ۔(۱۹) اس پر دادا میاں نے فرمایا کہ تحفہ میں یوں حدیث مرقوم ہے کہ سنیچر کو بوقت چاشت (۸ بجے دن) چار رکعات نماز قضائے حاجت موافق مرضی سورتوں سے پڑھ کر خدا سے جو طلب کرے وہ بفضلہ پائے اور صدیقوں شہیدوں کے ساتھ ہو (۲۰) اس سوال پر کہ ان اوقات کے علاوہ کیسے اس کو پڑھے مولانا بابا نے فرمایا کہ حدیث ترمذی یاد رکھو کہ جس رات کو چاہے چار رکعت قضائے حاجت کی نیت سے یوں پڑھے کہ پہلی رکعت میں بعد فاتحہ تین بار آیۃ الکرسی دوسری میں بعد فاتحہ ایک بار قل ہو اللہ تیسری میں بعد فاتحہ ایک بار سورہ فلق چوتھی میں بعد فاتحہ ایک بار سورۂ ناس پھر بعد سلام دس بار درود شریف دس بار تیسرا کلمہ سبحان اللّٰه و لا اِلٰه الا اللّٰه والحمد لِلّٰهِ و اللّٰه اکبر و لا حول و لا قوۃ اِلّا بِاللّٰه العلی العظیم کے بعد یہ دُعا لا الٰه الا اللّٰهُ الحلیمُ الکَرِیمُ سبحانَ اللّٰه العرش العظیم ۔ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْن اَسْئَلُكَ مُوْجِباتِ رحمتك وعزائم مغفرتك والغنیمَةِ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةِ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِیَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَیْتَهَا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ پڑھ کر عرض مطلب کرے ۔ خدا اسکی حاجت پوری کرے ۔

کفارۂ نماز قضا : (۲۱)

دادا میاں نے فرمایا کہ شیر خدا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ نے فرمایا نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص شب دو شنبہ میں پچاس رکعت (دو دو رکعت کرکے) یوں پڑھے کہ ہر رکعت میں بعد فاتحہ ایک بار قل ھو اللہ پڑھے پھر سو بار استغفار پڑھ کر خدا سے اپنی سب قضا نمازوں کا کفارہ و چاہے تو سو برس کیا ہیں ۔ سوا سو برس کی بھی قضا ہو تو خدا معاف فرمائے ۔(۲۲) صلوٰۃ التسبیح کے ذکر پر مولانا بابا علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ اس طرح چار

رکعت پڑھنا صلوٰۃ التسبیح کی نیت سے کہ اول رکعت میں بعد فاتحہ الھکم التکاثر دوسری میں والعصر تیسری میں سورۂ کافرون چوتھی میں قل ھو اللہ پڑھنا بھی لکھا ہے۔

ختم کل مشائخ نقشبندیہ: (۲۳)

پر مولانا بابا نے فرمایا کہ ہم کو اپنی والدہ کے سلسلہ خونی سے یہ پہنچا ہے کہ بعد عصر ورنہ بعد مغرب پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ کر مانند دعا دونوں ہاتھ اٹھا کر بسم اللہ کے ساتھ ایک بار الحمد پڑھ کر ہاتھ گرا دے پھر بسم اللہ کے ساتھ گیارہ بار درود شریف پھر بسم اللہ کے ساتھ الحمد گیارہ بار پھر سو بار صرف درود شریف پڑھ کر بسم اللہ کے ساتھ ایک بار الحمد پڑھ کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بی بی عائشہ صدیقہ وعترت رسول اور خواجہ خواجگان سید نا بہاء الدین محمد نقشبند آپ کی سب عترت کو کل مشائخ نقشبندیہ کو بخش کر ان حضرات کے وسیلے سے خدا سے دعا کرے۔ بفضلہٖ کامیاب ہو لیکن بعد کامیابی شرینی پر فاتحہ ضرور دلائے۔

ہزاری روزے: (۲۴)

دادا میاں نے فرمایا کہ ایک ہزار روزے کے برابر ثواب والے پانچ روزے ہیں۔ پہلا بائیس محرم کا کہ اس دن آغاز رسالت ہوا اور دوسرا بارھویں ربیع الاول کا کہ اُسی روز ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں تشریف بھی لائے اور پردہ بھی فرمایا۔ تیسرا ستائیس رجب کا کہ اس میں آپ کو معراج جسمانی ہوئی چوتھا پچیس ذی قعدہ کا کہ اس دن بنیاد کعبہ پڑی پانچواں اٹھارہ ذی الحجہ کا کہ اس دن کعبہ شریف مکمل ہوا۔

ختم مشائخ نقشبندیہ: (۲۵)

مولانا بابا نے فرمایا کہ ہم اپنی والدہ کے خونی سلسلے سے یوں پہونچا ہے کہ بعد عصر

ورنہ بعد مغرب اول اعوذ باللہ پوری پڑھ کر مانند دعا دونوں ہاتھ اٹھا کر بسم اللہ کیساتھ الحمد ایک بار پڑھ کر ہاتھ گرادے پھر بسم اللہ کے ساتھ گیارہ بار درود شریف پھر بسم اللہ کے ساتھ الحمد گیارہ بار پھر سو بار درود شریف پھر بسم اللہ کیساتھ الحمد ایک بار پڑھ کر شفیع دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کی عترت بی بی عائشہ سیدنا خواجہ خواجگان بہاءالدین محمد نقشبند آپ کے متعلقین اور کل مشائخ نقشبندیہ کو بخش کر ان حضرات کے وسیلے سے خدا سے طلب کرے حاجت کرے بفضلہٖ کامیاب ہو جب کامیاب ہو جائے شیرینی پر سب کی فاتحہ دلائے ۔(۲۶) وجہ تخصیص وظائف پر مولانا بابا نے فرمایا کہ حضرت خواجہ محمد مرعشی علیہ الرحمتہ سے منقول ہے کہ جو کوئی سو بار سبحان اللہ وبحمدہ ۔بقید اول آخر پانچ بار درود پڑھے کف دریا برابر بھی اگر اس کے گناہ ہوں تو خدا معاف کرے پھر فرمایا(۲۷) بابا فریدالدین گنج شکر سے ہم کو پہنچا ہے کہ جو کوئی بعد فجر چوتھا کلمہ سو بار اول آخر درود سات بار پڑھا کرے خدا اس کو غنی کردے ۔(۲۸) یہ بھی فرمایا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دوسو بار قل ھواللہ پڑھتا ہے اس کے پچاس برس کے گناہ خدا معاف فرماتا ہے ۔(۲۸) یہ بھی ارشاد رسالت ہے کہ **لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم** ننانوے ۹۹ مصائب وتنگی سے نجات دہندہ ہے جس میں سب سے آسان درجہ غم سے نجات ہے یہ جنت کا خزانہ ہے اور خواجہ بختیار کاکی قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ سو بار صبح سو بار شام جو اس کو پڑھے خدا غنی کر دے غیبی امداد فرمائے ۔

وظیفہ فضل رحمانی: (۲۹)

دادامیاں نے فرمایا کہ مجموعی وظیفہ فضل رحمانی یوں رکھے بعد بعد فجر سو بار چوتھا کلمہ سو بار **لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم** سو بار سبحان اللہ وبحمدہ تین سو

تیرہ بار درود شریف **اللّٰهُمَّ صَلِّ علی مولانا محمد و علی عترته بعد دکل معلوم لك** پڑھے بعد عصر ختم کل مشائخ نقشبندیہ اور شام کو اول آخر سات بار درود سو بار **لاحول و لا قوة الا باللّٰه العظیم** دوسو بار قل ہواللہ دوسو بار لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر آنحضور کو آپ کی عترت و عائشہ صدیقہ بی بی کو خواجہ شاہ محمد آفاق صاحب مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب کو (موجودہ وقت میں مولانا احمد میاں مولانا رحمت اللہ میاں مولانا نعمت اللہ میاں کو بھی شامل کرلے) مع مشائخ نقشبندیہ قادریہ وغیرہ بخش کر اپنے بھی مرحوم اقارب کو بخشے اور دعا کرے ہر نماز کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی دس بار استغفار پڑھتا رہنا خزانہ مغفرت ونجات ہے

حصول ملازمت ومعاش کے لئے: (۳۰)

دادا میاں نے فرمایا کہ اول آخر سات بار درود سو بار **فان تو لو ا فقل حسبی اللّٰه لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ ربُّ العَرْشِ الْعَظِيْمِ** ۔ پڑھ کر آنحضور بی بی عائشہ عترت رسالت کو بخش کر دعا کرے۔(۳۱) وظیفہ نفع تجارت پر مولانا بابا نے فرمایا اول آخر پانچ بار درود ایک بار لایلاف ایک بار سورہ کافرون تین بار قل ہواللہ پڑھ کر مال پر دم کرے خدا سے دعائے نفع کرے۔

نسب نامہ : (۳۲)

غوث زماں فضل رحمٰن محمدی بن مخدوم اہل اللہ بن ملا محمد فیاض بن ملا برکت اللہ بن مخدوم عبدالقادر بن شاہ سعد اللہ بن مولانا نور اللہ بن ملا عبداللطیف بن مخدوم حافظ شاہ عبدالرحیم بندگی میاں بن مخدوم شیخ محمد معروف بہ مصباح العاشقین چشتی بن مخدوم شاہ مگن بن مخدوم شاہ محمد داؤد بن مخدوم شہاب الدین ثانی زاہد بہاری بن مخدوم ادہم دانا

بن فخر الدین ولی مادرزاد بن شہاب الدین مکی امام کعبہ بن شیخ احمد صوفی بن شیخ ابو بکر بن شیخ احمد فقیہ بن شیخ محمد فقیہ بن شاہ فقیہ الدین بن شاہ محمد جون بن شاہ احمد کلاں بن شاہ عبداللہ رومی بن شاہ فخر الاسلام بن شیخ محمد ثابت بن شیخ محمد حادث بن حضرت عبداللہ بن سیدنا امام قاسم بن سیدنا محمد بن سیدنا امام المتصدقین ابوبکر الصدیق القریشی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

توطن بہار: (۳۳)

مولانا بابا کے بزرگوں میں مخدوم احمد صوفی جنہوں نے خاندانی امارت ترک فرما کر درویشی اختیار کی نواح روم میں وصال ہوا۔ آپ کے پہلے فرزند شاہ سعید القریشی ہیں جو روم سے بغداد آ کر بہترین قاری و عالم باطن ہونے سے سلطان بغداد کے اول میں مشیر دین ہوئے۔ پھر داماد ہو گئے۔ صوفی صاحب کے دوسرے فرزند امام شہاب الدین مکی ہیں۔ موصوف اپنے والد سے تکمیل طریقت کے بعد روم سے کعبہ شریف آئے چند سال درس حدیث دیا اولاد واصحاب رسول سے فیوض طریقت پائے مصلائے شافعی کے امام مقرر ہوئے آپ کے فرزند فخر الدین ولی مادرزاد ہوئے امام موصوف کا مزار جنت البقیع میں ہے شاہ فخر الدین اولیا حضرت شیخ حسن رومی سے بیعت ہوئے نو جمادی الاخریٰ ۲۵ ھ میں شام شہر میں وصال ہوا۔ آپ سے مخدوم ادہم دانا مستجاب الدعوات پیدا ہوئے آپ کے خلف اکبر شہاب الدین زاہد شہید ملک شام سے کعبہ آئے چند سال خدمت کعبہ کی پھر اجمیر شریف آ کر مجاہدہ کرتے رہے۔ ایک روز عالم سرشاری میں بہار شریف آئے ملا شیخ نوراللہ صاحب بہاری کی دختر سے عقد ہوا۔ بہار کے معرکہ جہاد میں آپ شہید ہوئے۔ آپ کے خلف اکبر شیخ محمد داؤد نیز ایک صاحبزادی ہیں جن کا شیخ برہان الدین ملا کبیر سے عقد ہوا محمد داؤد صاحب بہار سے پانی پت محلہ سرائے کافوری

میں مقیم ہوئے چاند بی بی بنت شیخ زین الدین عثمانی سے آپ کا عقد ہوا چاند بی بی کی اولادیں کم سنی میں فوت ہوتی گئیں ایک روز ایک صاحب باطن موسوم شاہ مگن وارد ہوئے بشارت دی کہ تم کو فرزند اور فرزند وں کے فرزند عطا ہوئے یہی اشارہ تھا کہ ان باکمال فرزندوں سے فیض عرفانی کے دریا بہہ جائیں گے۔ آپ کا نو شعبان ۷۸۸ھ کو وصال ہوا آپ کے فرزند کا نام بھی شاہ مگن ہوا اپنے نانا کے بھتیجے حافظ محمد نعیم بن برہان الدین ملا کبیر بہاری کی دختر بی بی صالحہ سے آپ کا عقد ہوا آپ سے دو فرزند ہوئے اول شاہ نوراولیا جو شیخ اولیا کے نام سے مشہور رہوئے مخدوم شاہ مگن کے چھوٹے صاحبزادے شیخ محمد شاہ معروف بہ مصباح العاشقین پیدا ہوئے حافظ محمد نعیم بن برہان الدین بہاری کی نواسی سے آپ کا عقد اول ہوا مگر مخدوم صاحب بہار کچھ عرصہ رہ کر حج کو گئے۔

(۳۴) چند سال وہاں رہ کر شرف زیارت اولاد رسول اور ان سے حدیث کا امتیاز پایا ایک سال سات ماہ مدینہ منورہ حاضر رہے مولانا بابا اسی بنا پر اکثر فرمایا کرتے کہ ہمارے اجداد نے مکہ شریف میں حدیث پڑھی بھی پڑھائی بھی اور وہیں سے سند حدیث لائے ہیں۔ آپ کا عقد دوئیم ملک عبدالصمد صدیقی جن کو پانی پت کی حکومت سپرد تھی کی دختر سے ہوا مخدوم زادہ عبدالرزاق آپ سے ۸۵۶ھ انیس ذی الحجہ کو پیدا ہوئے موصوفہ کے وصال کے بعد مخدوم صاحب کا تیسرا عقد محمد امین نبیرۂ دختر شہاب الدین زاہد شہید بہاری کے بھائی محمد منعم کی دختر فتح ملک سے ہوا پھر سات رمضان المبارک ۸۶۵ھ حافظ عبدالرحیم بندگی میاں پیدا ہوئے حاکم شہر بہار میر کمال الدین نے مخدوم صاحب سے بیعت ہو کر وسیع خانقاہ بنوائی رتن پورہ و چاند پورہ وسیع گاؤں نذر کیے۔ مخدوم بندگی میاں کا اپنی برادری قنوج میں شیخ عبدالرحمٰن کی دختر سے عقد ہوا۔ جن سے شاہ اہل اللہ اسم باسمی پیدا ہوئے آپ کا عقد محترمہ بصیرت بی بی بنت سید رحمت اللہ شاہ سے ہوا سید صاحب اولاد خاص دادھیالی طور سے مخدوم سید علاء الدین سندیلوی کے ہیں

سید علاء الدین صاحب حضرت چراغ دہلوی سے قریبی نسب رکھتے ہیں۔(۳۵) سیدہ بصیرت بی بی ننہیالی نسب سے اولاد خاص سیدنا شہاب الدین سہروردی اور اولاد سیدنا ابوالقاسم بہاء الدین محمد نقشبندی علیہم الرحمہ سے ہیں۔چنانچہ یہ خونی نسبت حضرت مولانا بابا پر غالب آئی۔مخدوم اہل اللہ شاہ سے غوث دوراں مولانا فضل رحمٰن صاحب علیہم الرحمہ پیدا ہوئے۔(۳۶) آپ کا عقد اول دختر محمد عطاء اللہ ولد مولوی غلام امام برادر مولانا شاہ فیاض صاحب سے قرابت ملاواں میں ہوا جن سے اول شاہ عبدالرحمٰن دوسرے شاہ عبدالرحیم ہوئے عبدالرحمٰن صاحب کے فرزند عطاء اللہ ثانی ہوئے مگر سب اولاد فوت ہوگئی عبدالرحیم صاحب سے اول شاہ تبارک حسین دوسرے شاہ حامد حسین عرف مدے میاں ہوئے افسوس کہ اب ان کی بھی اولاد موجود نہ رہی حرم اول کے (۳۷) وصال کے بعد گنج مرادآباد میں نواب میر کریم شیر صاحب علوی کی بھتیجی سے مولانا بابا کا عقد نواب غوث محمد علوی نے بہ کمال عقیدت مندی کیا جن سے اول مولانا احمد میاں صاحب پھر حضرت سید محمد عرف سیدو میاں (جنکا واقعہ گذر چکا) اور ایک دختر پیدا ہوئیں (۳۸) ان دختر صاحبہ کا عقد سید احمد شاہ صاحب ولد سید محمد شاہ صاحب ساکن کاھوابندھن ضلع اعظم گڑھ جو سید میر حیات قلندر علیہم الرحمتہ کی اولاد تھے، سے ہوا موصوفہ دختر کی دُختر و فرزندان افسوس کہ اب حیات نہیں ہیں۔(۳۹) مولانا احمد میاں صاحب کی خانہ آبادی دیوان ریاست شہنشاہ عالمگیر میر کریم صاحب علوی کی پوتی سے ہوئی جن سے پانچ دختر ہوئیں۔پہلی جمیعت بی بی اور پانچویں کم سنی میں دوسری لاولد ہوئیں تیسری دختر صغریٰ بی بی زوجہ چودھری احسان احمد بانگری موی چوتھی راحت بی بی زوجہ قاضی سعید اللہ مچھلی شہر سب فوت ہو چکے مولانا احمد صاحب سے فرزندوں میں اول مولانا محمد رحمت اللہ پھر مولانا محمد نعمت اللہ میاں ہوئے بڑے بابا کی شادی دختر قاضی اشفاق حسین بلگرامی مقیم حضرت پور سے ہوئی مگر کم سنی میں دو اولادیں فوت ہوگئیں نہ

موصوفہ حیات ہیں۔ چھوٹے بابا کی اول شادی میر سرفراز علی صاحب علوی فیض آبادی سے ہوئی اول چند دختران ہو کر سن فوت ہو گئیں پھر اول بھولے میاں پھر محمد میاں ہوئے۔ چھوٹے بابا کی دوسری شادی مرزا محمد علی بیگ صاحب بھوپالی سے ہوئی جن سے اول آفاق الرحمٰن پھر ولی الرحمٰن فضلو میاں پھر ایک دختر پھر جلیل الرحمٰن رفیق میاں پیدا ہوئے گنج مراد آباد وطن آپ کو بنانے کا حکم مرشد دہلوی اسلئے ہوا کہ اس مقام کو تین ہزار برس قبل کے ایک اللہ کے نبی علیہ السلام اور خواجہ ابوالحسن خرقانی کے خلیفہ صاحب جن کو نوسو برس ہوئے کی آرام گاہ ہونے کا شرف حاصل ہے مگر مولانا بابا کی یہ سخت تاکید تھی کہ اس آرام گاہ نبی کو خفیہ رکھا جائے۔

مخدوم شاہ مینا صاحب۔ (۴۰) اور مخدوم مصباح العاشقین صاحب تشریف فرما تھے۔ ایک شخص نے مخدوم صاحب کے بابتہ پوچھا ایشاں کدام آمد حضرت شاہ مینا صاحب نے فرمایا کہ من ہستم جب وہ نہ سمجھے تو پھر فرمایا ایشاں فی الحقیقت منم و فی التسمیۃ منم و فی القصر منم تو وہ بہت قائل ہوا کہ مصباح العاشقین صاحب بھی مولانا اعظم صاحب ثانی صاحب علیہم الرحمہ کی صحبت یافتہ تھے۔

(۴۱) **مخدوم صفی صاحب** عرف شاہ عبدالصمد خلیفۂ اعظم شیخ سعد صاحب خیر آبادی اور مخدوم شیخ سعد خیر آبادی بن شیخ بڈھن صاحب بھی قنوج آئے تو مخدوم مصباح العاشقین علیہم الرحمہ کا قیام قنوج سنکر ملاقات کو آئے شیخ سعد صاحب نے مخدوم مصباح صاحب کو دیکھتے ہی کیف میں فرمایا۔ دیکھا محمد ثانی۔ آپ کا یہ کنایہ اپنے پیر شیخ محمد عرف شاہ مینا صاحب سے تھا مخدوم سعد صاحب تیسرے دن اور مخدوم صفی زائد دن صحبت مصباحی میں رہ کر بعض لطائف باطن سے فیضیاب ہوئے۔

عبادات رجب: (۴۲)

مولانا بابا نے فرمایا کہ اول رجب کی رات کو دس رکعت اسطرح پڑھے کہ ہر رکعت

میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک بار سورۂ کافرون اور دس بار سورۂ اخلاص ہو تو خدا سب گناہ معاف کرے اگر اوّل شب رجب نہ پڑھ سکے تو کسی شب رجب میں پڑھ لے۔

(۴۳) شب ستائیس رجب کے لئے مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ چھ رکعت اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمدُ کے بعد سات بار سورۂ اخلاص پڑھے تو تیں غلام آزاد کرنے کا تیں حج کا اور پہاڑ کے برابر سونا چاندی خیرات کرنے کا ثواب خدا عطا کرے۔ (یہ حدیث تحفہ میں بھی ہم نے مرقوم پائی)۔

نماز شعبان ونماز فاطمی : (۴۴)

مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ شعبان کی شب پندرہ میں بعد مغرب اوّل غسل کرے پھر دو رکعت تحیۃ المسجد اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں بعد فاتحہ ایک بار آیۃ الکرسی اور تین بار سورہ اخلاص ہو پھر اس کے بعد آٹھ رکعت یوں پڑھے کہ ہر ایک میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک بار سورہ اِنَّـا اَنْزَلْنَاهُ۔ اور سورہ اخلاص پچیس بار ہو تو خدا سب گناہ معاف کرے۔

نماز فاطمی: (۴۵)

دادا میاں صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ شب پندرہ شعبان کو آٹھ رکعات بہ یک سلام پڑھے ہر رکعت میں الحمد کے بعد گیارہ بار اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب حضرت سیدۂ جنت علیہا السلام کو ہدیہ کرے تو آپ ایسے نمازی کی شفاعت فرمائیں گی۔ (یہ ہر دو احادیث غنیۃ الطالبین اور فضائل الشہود میں ہیں۔)

عبادت رمضان: (۴۶)

مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حضرت ابوؓ اُمامہ باہلی سے مروی ہے کہ شب ستائیس

رمضان مبارک کو یوں چار رکعت پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد کے بعد اِنَّا اَنزَلنٰہُ ایک بار اور سورہ اخلاص ستائیس بار ہو تو خدا جنت عطا کرے اور ایسا گناہوں سے پاک کرے جیسے ابھی پیدا ہوا ہے۔ (یہ حدیث تحفہ میں بھی مرقوم ہے)۔

(۴۷) دادامیاں صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ رمضان کی ہر شب دوسو بار سورۂ اخلاص سو بار سُبحانَ اللّٰہِ و بحمدِہٖ سو بار چوتھا کلمہ سو بار تیسرا کلمہ سو بار استغفار قطعی پڑھے جو بے حد موجب برکت ومغفرت وباعث انعامات ہیں۔

اسی طرح رجب کی ہر شب دوسو بار تیسرا کلمہ دوسو بار استغفار پڑھے۔نیز رجب وشعبان ورمضان میں درود شریف کی کثرت بہ نسبت اور مہینوں کی زائد رکھے۔"

نماز عید الفطر وعید الاضحیٰ : (۴۸)

مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ شب اوّل شوال یا پھر شوال کے اوّل دن بروز عید الفطر آٹھ رکعت اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد کے بعد پچیس بار سورۂ اخلاص ہو پھر بعد سلام ستر بار تیسرا کلمہ ستر بار درود پڑھے تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخشے جنت عطا کرے ستر حاجات پوری فرمائے عید الاضحیٰ کے دن بھی یہ نماز پڑھ سکتا ہے۔(۴۹) مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ذی الحجہ کی نویں شب میں بیک سلام چار رکعت یوں ادا کرے کہ ہر رکعت میں الحمد کے بعد تین بار اِنَّا اَنزَلنٰہُ ۔ اور اکیس بار سورۂ اخلاص ہو پھر بعد سلام ستر بار درود شریف ستر بار استغفار پڑھے تو چالیس حج بارہ شب ہائے قدر کامل بارہ رمضان کے روزوں کا ثواب اور جنت خدا عطا کرے (۵۰) **عرفہ نو ذی الحجہ** دادامیاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ عرفہ نو ذی الحجہ کے دن روزہ رکھے دن میں سو بار درود شریف دوسو بار قل ھو اللہ سو بار تیسرا کلمہ سو بار چوتھا کلمہ سو بار استغفار پڑھے تو ایک سال آئندہ کا کفارہ ہو(۵۱) دادامیاں

صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ شب عشرہ ذی الحجہ کو چار رکعت اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں الحمد کے بعد سورۂ قل ہو اللہ ایک بار سورۂ فلق ایک بار سورہ ناس ایک بار پھر بعد سلام ستر بار درود شریف ستر بار تیسرا کلمہ پڑھے تو خدا سب گناہوں سے پاک فرمائے (غنیۃ الطالبین فضائل الشہور میں بھی یہ سب احادیث مرقوم ہیں۔)

نماز ماہ صفر: (۵۲)

مولانا با علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ماہ صفر میں چونکہ بلاؤں کی پیدائش ہے بموجب حدیث اوّل صفر کو بوقت چاشت جو کوئی دو رکعت نماز یوں پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد کے بعد گیارہ بار قل ہو اللہ احد پھر بعد سلام ستر بار قل ہو اللہ پڑھے تو سال بھر تک جملہ بلاؤں سے خدا محفوظ رکھے (یہ حدیث کتاب شرح شہاب الدین میں بھی ہے) (۵۳)

آخری چہار شنبہ صفر دادامیاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ صفر کے آخری چہار شنبہ کو بعد فجر غسل کر کے اور بوقت چاشت اس طرح دو رکعت پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد کے بعد گیارہ بارہ اخلاص ہو بعد سلام ستر بار درود شریف **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّی وعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔** تو مصائب سے خدا تحفظ رکھے۔ (یہ حدیث جواہر غیبی میں بھی ہے۔)

نماز محرم: (۵۴)

مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ شب اول محرم میں آٹھ رکعات یوں پڑھے کہ ہر رکعت میں بعد الحمد کے دس بار سورۂ اخلاص پڑھے تو اس کے اور اسکے گھرانے والوں کی شفاعت ہو خواہ وہ واجب النار کیوں نہ ہوں (یہ حدیث ریاحین میں بھی ہے) (۵۵) دادامیاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ شب عاشورہ

محرم کو آخری وقت تہجد قبل صبح صادق چار رکعت پڑھے ہر رکعت میں الحمد (سورہ فاتحہ) کے بعد آیۃ الکرسی تین بار سورۂ اخلاص تین بار بعد سلام سو بار سورۂ اخلاص پڑھے تو خدا سب گناہ بخشے بے اندازہ نعمتیں بخشے۔ (یہ حدیث تحفہ میں بھی ہے۔)

نماز ربیع الاول: (۵۶)

دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اول ربیع الاول کو ورنہ بارہویں تاریخ کو بیس رکعات پڑھے ہر رکعت میں الحمد کے بعد اکیس بار قل ھواللہ پڑھ کر شافع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہدیہ ثواب کرے بے قیاس ثواب وکرم سے سرفراز ہو (یہ روایت بھی غنیۃ الطالبین میں ہے)

نماز یوم جمعہ: (۵۷)

مولانا بابا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن آٹھ رکعات یوں پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمدُ کے بعد تین بار قل ھواللہ پڑھے۔ پھر بعد سلام سو بار **لاحول ولا قوۃ الا باللہِ العلیّ العظیم**۔ پڑھے تو خدا اس کے سب گناہ بخشے آٹھ سو درجہ بلند کرے۔
(یہ حدیث غنیۃ الطالبین میں بھی ہے)

نماز شب پنجشنبہ: (۵۸)

دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ درمیان مغرب وعشا دو رکعت یوں پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد کے بعد پانچ بار آیۃ الکرسی پانچ بار قل ھواللہ پانچ بار سورۂ فلق پانچ بار سورۂ ناس پھر بعد سلام پندرہ بار استغفار پڑھ کر اپنے والدین کو بخشے تو والدین کے سب حقوق ادا ہوں صدیقوں وشہیدوں کا ثواب پائے۔

نماز دوشنبہ: (۵۹)

دادامیاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ شب دوشنبہ کواس طرح دو رکعت پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی ایک بار قل ہواللہ ایک بار سورۂ فلق ایک بار سورۂ ناس ہو پھر بعد سلام سو بار استغفار سو بار درود شریف پڑھے تو خدا سب گناہ بخشے خواہ وہ واجب النار کیوں نہ ہو سات غلام آزاد کرنے کا ثواب عطا ہو۔ حروف نماز کے برابر ظاہری و باطنی گناہ خدا معاف کرے ہر آیت کے بدلے حج وعمرہ کا ثواب مرحمت (۶۰) مولانا بابا صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ دوشنبہ کوطلوع آفتاب کے بعد یوں دو رکعت پڑھے کہ الحمد کے بعد ہر رکعت میں تین بار آیۃ الکرسی تین بار سورۂ اخلاص تین بار سورۂ فلق تین بار سورۂ ناس ہو پھر بعد سلام دس بار استغفار دس بار درود شریف تو خدا سب گناہ بخش دے۔(یہ تینوں احادیث احیاء العلوم میں بھی ہیں)

نماز شب شنبہ:(۶۱)

مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ شب شنبہ کو درمیان مغرب وعشا بارہ رکعت حسب مرضی سورتو ں سے پڑھ کرایک سو گیارہ بار بعد سلام درود شریف پڑھے تو خدا سب گناہ بخشے جنت میں عظیم محل عطا کرے۔(یہ احیاء العلوم میں بھی ہے)

تحیۃ المسجد کا بدل:(۶۲)

درس حدیث تحیۃ المسجد میں دادامیاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تحیۃ المسجد پڑھنے کا بے حد ثواب ہے لیکن اگر کبھی تحیۃ المسجد کا موقع نہ پاسکو تو چار بار سُبْحَانَ اللّٰهِ

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھتا مسجد میں داخل ہو تو تحیۃ المسجد پڑھنے کے برابر ثواب ہے مولانا نور محمد صاحب فتح پوری نے کہا کہ میں نے اکثر کتب دیکھیں نہ پایا مگر نیل الاوطار میں یہ مسئلہ ملا تو دادامیاں کی وسعت نظر پر دنگ رہ گیا۔

مختصر وظیفہ دفع افلاس تنگی:(۶۳)

مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جب لیٹنے لگے تو اوّل پانچ بار آخر پانچ بار درود شریف اور بیس بار قل ہو اللہ بیس بار سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِہٖ پڑھ کر مختار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بخش کر دعا کرے بفضلہٖ بہت جلد تنگی دور ہو وسعت رزق ہو۔''

خدا کا باغ اور اس کے پھل:(۶۴)

مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ محبوب داور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ تم نے خدا کا باغ بھی دیکھا ہے، عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ہم مطلع نہیں آگاہی بخشی جائے تو ارشاد فرمایا کہ خدا کا باغ مسجدیں ہیں پھر فرمایا کہ تم نے اس کے پھل بھی کھائے ہیں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ وہ پھل کیا ہیں آپ نے فرمایا کہ خدا کے باغ کے پھل سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ہیں۔

چوتھا باب

مسائل ضروریہ

اللہ تعالیٰ کے چار احسانات:(۶۵)

دادامیاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جب انسان گناہ کرتا ہے۔اس وقت بھی اللہ تعالیٰ اس پر چار احسانات فرماتا ہے اس کے گناہ کو ظاہر نہیں کرتا اس کوفوراً مبتلا ئے عذاب نہیں کرتا اس کے رزق کو بند نہیں کرتا اس کی تندرستی موقوف نہیں کرتا۔

فوری توبہ کا راز:(۶۶)

درس قرآن ثُمَّ يَتُوبُونَ عَنْ قَرِيبٍ میں دادامیاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جب بھی خطا سرزد ہو جائے اُسی وقت توبہ کرے فوری توبہ کرنے میں بڑا راز ہے۔اللہ تعالیٰ نے اعمال انسانی کے لئے دوفرشتے مقرر کئے ہیں دوفرشتے دن والے ہیں دو فرشتے رات والے ہیں داہنے کاندھے پر کاتب نیکی بائیں کاندھے پر کاتب برائی

فرشتہ ہیں جب بندے سے برائی سرزد ہوتی ہے تو نیکی لکھنے والا فرشتہ بدی لکھنے والے فرشتے سے کہتا ہے۔ابھی برائی لکھنے میں جلدی نہ کرو شاید یہ بندہ تو بہ کرے تو برائی کی جگہ تو بہ لکھی جائے پھر کچھ انتظار کے بعد بھی جب وہ بندہ تو بہ نہیں کرتا تو مجبوراً یہ کاتب بدی فرشتہ اس برائی کو لکھ لیتا ہے۔اسی طرح جب بندۂ مسلم دل میں خیال نیکی لاتا ہے تو اس خیال ہی پر کاتب نیکی ایک نیکی لکھ لیتا ہے پھر جب یہ بندہ وہ نیکی عمل میں لے آتا ہے تو دس نیکیاں اس بندہ کے لئے تصدق رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھ لیتا ہے۔ حاضرین محفل نے تحسین کی تو آپ نے فرمایا یہ سب مرشد و قبلہ کی تعلیم آفاقی ہے۔

صحف آسمانی: (٦٧)

درس قرآنی صُحُفِ اِبْرَاھِیْمَ وَمُوْسیٰ پر دادامیاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ علاوہ توراۃ کے دس صحیفے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر دس صحیفے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے حضرت نوح علیہ السلام پر تیس صحیفے حضرت ادریس علیہ السلام پر اور پچاس صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر نازل ہوئے۔

صدمات انسانی: (٦٨)

درس قرآن لَھَا مَا کَسَبَتْ دادامیاں قدس سرہٗ نے فرمایا کہ انسان کی محافظت کے لئے خدا نے دو خاص فرشتے مقرر کئے ہیں لیکن تقدیر الٰہی سے جب کوئی صدمہ بندہ کو لاحق ہوتا ہے تو یہ فرشتے حفاظت نہیں کرتے یہی حادثات اس بندہ کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں۔

مسئلۂ ذبیحہ قربانی: (٦٩)

دادامیاں صاحب علیہ الرحمہ نے درس حدیث شرکائے قربانی پر فرمایا کہ یہ مسئلہ

یادرکھو کہ قربانی کے سات شرکاء میں سے اگرایک شریک بھی ساتویں حصہ میں ذرا کم بھی دے گا تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی لازمی ہے کہ ہر حصہ دار آنا پائی سے برابر حصہ ادا کرے (۷۰) ایک بار یہ فرمایا کہ ذبح کے وقت جتنے لوگ وہ چھری پکڑے ہونگے سب کو قصداً تکبیر ذبح بسم اللہ واللہ اکبر واؤ کے ساتھ کہنا لازم ہے اگر سب تکبیر نہ کہیں گے تو جانور حرام ہے۔

نوٹ:۔عام طور سے لوگوں کی عادت بسم اللہ اللہ اکبر بلا واؤ کے پڑی ہوئی جو حدیث میں وارد نہیں ہیں بلکہ بسم اللہ واللہ اکبر واؤ کیساتھ کہنا عمل رسول بھی فرمان رسول بھی ہے۔

دعائے نماز: (۷۱)

درس حدیث اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَام میں دادامیاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ سنت یہ ہے کہ فرض نماز کا سلام پھیر کر مختصر دعا مانگ کر سنت پڑھنے میں جلدی کرے اتنی طول دعا یا بطور وظیفہ بعد سلام امام کچھ پڑھتا رہے اور مقتدی دعا کیلئے پھنسے بیٹھے رہیں یہ ممنوع ہے۔(۷۲) یہ بھی فرمایا کہ نمازی حالت قیام میں سجدہ کے مقام پر رکوع میں پاؤں کی طرف بیٹھنے میں سینہ کی طرف نظر جمائے رکھےاور کسی طرف نظر نہ رکھے۔

آیت سجدہ: (۷۳)

دادامیاں قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اگر نماز میں آیت سجدہ پڑھی اور فوراً نماز کے اندر سجدہ نہ کیا تو نماز ختم کرنے کے بعد سجدہ ادا کرنے سے اُلٹا گناہ گار ہوگا۔

دعائے وضو:

(۷۴) درس حدیث وضو میں دادامیاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جس کو سب وضو کی

دعائیں یاد نہ ہوں وہ وضو شروع کرنے میں ہاتھ دھونے پر اوّل بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ۔ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَكَفَرْتُ بِالطَّاغُوْتِ پڑھے اور منہ دھونے میں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ خاص کر پڑھے وضو ختم کر کے اَللّٰهُمَّ وَسِّعْ لِيْ فِيْ دَارِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْ رِزْقِيْ وَاغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ پڑھے۔

عرش وکرسی ولوح محفوظ: درس قرآن : (۷۵)

وَاسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ دادامیاں قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جس طرح باری تعالیٰ کا تخیل وتصور عقل انسانی سے بالاتر ہے اسی طرح عرش الٰہی اور کرسی الٰہیہ کا تخیل بھی عقل انسانی سے باہر ہے امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ استوائے علی العرش معلوم ہے لیکن اس کی کیفیت لامعلوم ہے اسی طرح کرسی جملہ صفات فعلیہ کی تجلّی و اقتدار الٰہیہ کی مظہریت سے عبارت ہے لوح محفوظ الٰہی کا وہ بعض حصہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت الٰہیہ کی مناسبت سے بہ تقاضائے حقائق وموجودات جاری اور تا قیامت جو ہونا ہے محفوظ فرمایا اپنی رائے کو یہاں دخل دینا گمراہی ہے۔

علیین وسجین: (۷۶)

دادامیاں قدس سرہٗ نے فرمایا کہ علیین ساتویں آسمان کے اوپر عرش کے نیچے بہت وسیع اور ٹھنڈا وخوشگوار مقام ہے اس مقام پر نیک ارواح کا قیامت تک قیام رہتا ہے اور قبر سے بھی بدستور ان کا تعلق رہا کرتا ہے پھر فرمایا کہ سجین ایک تنگ وتاریک اور بدبودار مقام زمین کے ساتویں طبقے کے نیچے ایک گڑھے کے مانند ہے کفار ومشرکین وانتہائی گنہگاروں کی روحیں یہاں رکھی جاتی ہیں۔

قیامت کے دن:(۷۸)

یہ بھی ارشاد کیا کہ قیامت کے تین یوم ہیں پہلا دن ہزار برس کا دوسرا پچاس ہزار برس کا تیسرا دن ایک لاکھ برس کا ہوگا مگر مسلمان پر یہ عنایت الٰہی دو رکعت نماز سے بھی زائد خفیف ہوگا۔

ملاقات وآمد رفت ارواح:(۷۹)

درس حدیث میں دادامیاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کی ملاقات آسمان پر اس کے ہم جنسوں سے ہوتی ہے۔اور اس کے جو پہلے فوت شدہ اقربا ہیں وہ اس تازہ مرنے والے کا استقبال کرتے ہیں مومن کامل کی ارواح خدا کی طرف سے بھی جہاں چاہیں آتی جاتی رہتی ہیں اور عام مسلمانوں کی روحیں عیدین شب عاشورہ محرم شب برات شب قدر اور جمعہ کی راتوں میں اپنے گھروں عزیزں سے ملنے آتی جاتی رہتی ہیں دیکھتی ہیں کہ ان کیلئے کون صدقہ وخیرات کرتا یا درکھتا ہے۔

نکتہ حفاظت قبر:(۸۰)

درس حدیث سوال قبر۔دادامیاں صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے چھوٹے بچوں سے جب قبر میں سوال ہوتا ہے۔ان بچوں کو فرشتے جواب سکھادیتے ہیں اور کافروں کے بچوں کے سوال وجواب میں اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ اس امر میں ساکت رہو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے ہاں انبیاء علیہم السلام سے قبر میں توحید اور تبلیغ امت کے بارے میں صرف سوال ہوگا باقی کوئی سوال نہ ہوگا(۸۱) دادامیاں قدس سرہٗ نے فرمایا کہ شب جمعہ یا جمعہ کے دن کوئی فوت ہو تو قیامت تک عذاب قبر اور سوال منکر نکیر سے محفوظ رہتا ہے اسی طرح شہداء سے بھی سوال قبر نہ ہوگا(۸۲) شاہ الٰہی بخش صاحب

فرخ آبادی نے بیان کیا کہ میں نے کچھ اور حاضرین نے عرض کیا کہ حضور عالی دعا کردیں کہ خدا ہم لوگوں کو جمعہ کا دن عطا کرے دادا میاں صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ تمنا محمود ہے فضیلت جمعہ کی حدیث میں وارد ہے کہ خدا نے جمعہ کو دو راتیں عطا کی ہیں ایک شب جمعہ دوسری یوم جمعہ گذر کر شب شنبہ پس جو سب شنبہ تک دفن ہوگا وہ بروئے حدیث سوال قبر سے محفوظ اور ثواب جمعہ پائے گا (۸۳) حاضرین نے پوچھا کہ اگر اور کسی دن کوئی فوت ہو تو کیا تدبیر حفاظت عذاب قبر و سوال ہو دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہمارے مشائخ نے یہ قاعدہ رکھا ہے کہ اگر جمعہ کے علاوہ اور کسی روز کوئی انتقال کرے تو دفن کے ساتھ ہی اس آنے والی شب جمعہ تک ایک یا چند اشخاص میت کی قبر پر متواتر تلاوت قرآن کا سلسلہ رکھیں اگر ایک کسی ضرورت سے اٹھے تو اس وقت اٹھے جب دوسرا تلاوت شروع کرے تا کہ دفن سے اور شب جمعہ تک سلسلۂ تلاوت قبر پر نہ ٹوٹے پھر شب جمعہ کو یہ سلسلہ ختم کردے بفضلہٖ عذاب قبر و سوال سے محفوظ رہے گا۔

دست بوسی وقدمبوسی: (۸۴)

حاضرین خانقاہ رحمانیہ میں ایک نے کہا کہ پیر کی دست بوسی و قدمبوسی دونوں سنت ہیں دوسرے نے کہا کہ دست بوسی پیر کی جائز ہے مگر قدمبوسی ثابت نہیں دادا میاں علیہ الرحمہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے دونوں کو بلا کر فرمایا کہ دینی مسائل میں تم لوگ اپنا فتویٰ کیوں ٹھونستے ہو ابو داؤد میں ہے کہ حضرت ذرّاع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ آئے تو ایک دوسرے کے اترنے میں جلدی کرتے شفیع مذنبین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھوں و پیروں کو بوسہ دیتے ھدایہ میں ابن عساکر سے منقول ہے کہ ابن حسان صبح و شام معراج کے دولہا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعلین پاک کا نقشہ بنا کر بوسہ دیا کرتے مولانا محمد فاروق صاحب فضل رحمانی دربھنگوی ناقل کہ چونکہ دادا

میاں اس وقت تیرہ برس کے تھے معترض اس صغر سنی سے کچھ مشکوک رہے اور مولانا بابا سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا بحمد اللہ تو جہات مصطفائی سے ہمارے احمد میاں کو حدیث وفقہ ازبر ہے۔

مصافحہ مستحسن ہے:(۸۵)

سید انوار احمد صاحب فضل رحمانی ڈپٹی کلکٹر شیر گھاٹی ضلع گیا نے پوچھا کہ عصر بعد مصافحہ باہم کرنے میں لوگ معترض ہوتے ہیں مولانا بابا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ خواہ بعد فجر خواہ بعد عصر باہم مصافحہ کرے مستحسن ہے اظہار محبت کا سبب ہے عالمگیری میں فیصلۂ فقہا موجود ہے۔ اَلْمُصَافِحَةُ حَسَبَةٌ وَلَوْ بَعْدَ الْعَصْرِوَ الْفَجْر ۔بعد عصر وفجر مصافحہ دونوں وقت کرنا مستحسن ہے اسی طرح عید الفطر وعید الاضحیٰ کے دوگانہ کی ادائیگی کے بعد بھی باہم مصافحہ کرتے ہیں۔''

شوہر بیوی کی نماز:(۸۶)

سید انوار احمد صاحب مذکور نے پوچھا کہ کیا شوہر کے ساتھ اس کی بیوی جماعت سے نماز ادا کرسکتی ہے۔ مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ بس اس شرط سے پڑھ سکتی ہے کہ بیوی اپنے شوہر سے اتنی دب کر پیچھے کھڑی ہو کہ جہاں شوہر کی ایڑی ہو اس کے پیچھے زوجہ کے پیر کی انگلیاں رہیں تو نماز صحیح ہے اگر زوجہ برابر شوہر کے ہوجائے گی تو نہ شوہر کی نماز ہوگی نہ زوجہ کی نماز ہوگی۔(زائد وضاحت شامی باب امامت جلد اوّل میں دیکھو)

سند تسبیح:(۸۷)

سید انوار احمد صاحب مذکور نے پوچھا کہ بعض لوگ تسبیح کو بدعت کہتے ہیں مولانا بابا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ایسے لوگ خود حدیث سے واقف نہیں حالانکہ ثبوت کے لئے

ذرا سا جزو کا ہونا کافی ہوتا ہے مگر یہاں تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دانوں کو پرویا ہے تم تسبیح ضرور پڑھا کرو۔"

بیعت غائبانہ: (۸۸)

قاضی فرزند احمد صاحب فضل رحمانی سکنہ گیا نے سوال کیا کہ بیعت غائبانہ کا بھی اثر ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ حاضر شخص کی بیعت کا مولانا بابا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اس میں یہ شرط ہے کہ خواہش مند بیعت غائبانہ اس بیعت پر اعتقاد صحیح سے پختہ ربط مرشد رکھے یہ بیعت غائبانہ اس سند سے درست ہے کہ حبیب لبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غائبانہ بیعت لی اصطلاح اولیا میں اس کو بیعت عثمانیہ کہتے ہیں۔"

عقیقہ: (۸۹)

مولانا بابا قدس سرہٗ سے بابو سید مکرم حسین صاحب فضل رحمانی رئیس گھوری گھاٹ ضلع گیا نے عقیقہ کو پوچھا آپ نے فرمایا کہ ساتویں روز عقیقہ کرنا سنت ہے نیز یہ روایت ہے کہ اگر کسی بچے کا عقیقہ نہ کیا گیا ہو اور وہ فوت ہو جائے تو اپنے والدین کی وہ شفاعت نہ کرے گا کیونکہ بچہ تو عقیقہ میں گروی ہے (۹۰) سید مکرم حسین صاحب نے پوچھا کہ اگر عقیقہ کے لئے جانور خریدا پھر بچہ فوت ہو گیا اب اس جانور کو بیچ دینا یا ذبح کر کے کھالینا لوگ درست بتاتے ہیں مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ لوگ خود مسئلہ سے ناواقف ہیں مسئلہ یہ ہے کہ عقیقہ کا جانور خریدنے کے بعد اگر بچہ فوت ہو جائے جب بھی بعد انتقال عقیقہ کے بطور اس جانور کو ذبح کردے تو والدین بچے کے حق سے ادا ہو جاتے ہیں بچہ خواہ بالغ ہو یا نابالغ حیات ہو یا مر جائے جب تک عقیقہ نہ کیا جائے نہ والدین اس حق سے سبکدوش ہونگے نہ عقیقہ میں گروی رہنے سے بچہ رہائی پاسکے گا بلا

عقیقہ کئے جانور مقررہ بیچنا یا کھالینا مطلق درست نہیں (۹۱) بابو مکرم حسین صاحب نے عرض کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ عالمگیری میں عقیقہ مباح لکھا ہے مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ لکھنے لکھانے میں نقلی طباعتی غلطیاں ہو جاتی ہیں بخاری شریف کی بھی غلطیاں ہم نے لوگوں کو صحیح کرائیں اس وقت وہ جان سکے یہاں ہمارے سامنے عمل رسول ہے کہ مبشر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنا عقیقہ پچاس برس کی عمر شریف میں کیا یہی سند ہے کہ جس کا عقیقہ نہ ہوسکا ہو وہ خود اس سنت عقیقہ پر اپنا عقیقہ کرے۔

مسائل جمعہ: (۹۲)

بابو مکرم حسین صاحب نے عرض کیا کہ بعض لوگ دیہات میں جمعہ پڑھنے سے منع کرتے ہیں مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ کم پڑھے علم کی جہالت ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ الْجُمُعَةُ وَاجِبَةٌ عَلیٰ كلِّ قَرْيَةٍ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْهَا اِلَّا اَرْبَعَةٌ کورؤف خلقت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ ہر گاؤں میں واجب ہے اگر چہ اس گاؤں میں چار مسلمان سے زائد نہ ہوں، یہی ہمارے امام اعظم قدس سرہٗ کہتے ہیں غور کرو کہ حدیث نے کم سے کم مسلمان اور قریہ کی وضاحت کردی (۹۳) مکرم حسین صاحب نے پوچھا کہ میرے گاؤں چک ضلع پلاموں میں جمعہ پھر تو درست ہے مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ وہ مقام جس میں وہاں کی ضرورت کے مطابق گلیاں و بازار ہوں وہ تعریف مصر میں داخل ہے تمہارے چک اور حاجی عبدالغفور خاں کے بسرا مپور میں جمعہ اسی لئے مذکور حدیث سے جائز ہے یاد رکھو جمعہ قائم کرو اور قائم کراؤ (۹۴) حاجی عبدالغفور خاں صاحب فضل رحمانی رئیس بسرامپور ضلع گیا کے جواب میں مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ شرعی معذوری سے جس پر جمعہ

فرض نہ رہا ہو وہ بھی جمعہ ادا کرے تو بہت افضل ہے اس کا ظہر ساقط ہے۔(۹۵) یہ بھی فرمایا کہ جب خطبہ جمعہ ہونے لگے نمازی بطور نماز دوزانوں بیٹھ کر خطبہ سنیں سوا معذور شخص کے مؤدب وخاموش خطبہ سنیں خطبہ میں یا قرأت نماز میں امام کی آواز سنائی دے یا نہ سنائی دے یہ خدا کا کرم ہے کہ وہ سب کو ثواب مکمل عطا کرتا ہے(۹۶) قاضی شرف الدین صاحب فضل رحمانی رئیس گھوری گھاٹ نے سوال کیا بعض لوگ جمعہ والی چار رکعت احتیاط ظہر کے بطور ادا کرتے ہیں مولانا بابا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ معاذ اللہ کس قدر نادانی ہے جمعہ تو اپنی فرضیت میں خود مستقل ہے یہ فریضہ جمعہ کی ادائیگی خود ظہر کی ساقط کنندہ ہے یہ سمجھو کہ اگر ادائے جمعہ ادائیگی ظہر پر اس طرح موقوف ہوتا تو پھر جمعہ کے دن ظہر بھی ادا کرنا فرض ہو جاتا کیونکہ بغیر موقوف کے موقوف علیہ کب صحیح ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کے بعد کی آخری چار سنت تو خود مؤکدہ ہیں پھر یہ مؤکدہ سنت جمعہ کسی اور نیت سے ادا ہی نہیں کر سکتے (۹۷) پھر فرمایا کہ اب ہمارے عہد میں روز بروز سہولتیں اور ترقیاں ہونے سے آسانیاں پیدا ہو گئیں ہیں اس لئے قید فاصلۂ مسافت ہر گاؤں میں جمعہ واجب ظہر ساقط ہے۔

مسائل عیدین: (۹۸)

قاضی شرف الدین صاحب نے یہ پوچھا کہ اگر کوئی عیدین کی نماز میں بحالت قیام آکر شریک ہوا تو کس طرح ادا کرے مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ایسے شخص کو چاہیئے کہ نیت باندھ کر عید کی تکبیریں آہستہ کہہ لے اگر چہ امام قرأت شروع کر چکا ہو۔ (۹۹) مکرم حسین صاحب نے پوچھا کہ اگر کسی عید میں کوئی بحالت رکوع شامل ہوا ہو۔ مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اگر یہ یقین ہو کہ عید کی تکبیریں کہہ لینے کے بعد رکوع مل جائے گا تو بعد نیت اوّل تکبیریں کہہ لے پھر شریک رکوع ہو اگر رکوع نہ ملنے کا خوف

ہوتو پھر رکوع میں شریک ہوکر بلا ہاتھ اٹھائے رکوع ہی میں تین تکبیریں کہے سبحان ربی العظیم کہنے کا جو وقت پائے وہ کہے ورنہ اس کو چھوڑ دے اگر تکبیریں پوری کرنے سے پہلے امام رکوع سے سر اُٹھا لے تو جتنی تکبیریں کہہ چکا وہ کافی ہیں اور باقی معاف ہیں۔
(۱۰۰) قاضی شرف الدین صاحب نے پوچھا کہ اگر ایک رکعت عیدین سے ترک ہو اور بعد رکوع نمازی ملے تو ملے تو مولانا بابا صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اس شکل میں بعد سلام امام نمازی اپنی متروکہ رکعت کی قرآت کر کے قبل رکوع تکبیریں کہے پھر رکوع کرے آغاز رکعت متروکہ میں نہ کہے۔

رسم بسم اللہ: (۱۰۱)

قاضی فرزند احمد صاحب گیاوی کے سوال رسم بسم اللہ پر مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جب بچہ چار برس چار ماہ چار دن کا ہو جائے تو اس کو مسجد میں سورۂ فاتحہ واخلاص اور فلق پڑھانے لانا چاہئے کیونکہ سردار رُسُل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مذکورہ عمر میں پہلے امام حسن کو پھر حضرت امام حسین علیہما السلام کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس مسجد نبوی میں بسم اللہ کرانے لائے تھے۔(۱۰۲) یہ بھی فرمایا کہ سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اول امام حسن کے اس کے بعد حسین علیہما السلام کی پیدائش کے اول ہی دن داہنے کان میں اذان بائیں کان میں اقامت کہی ترمذی اور ابوداؤد میں یہی سنت ہے۔

مرد اور عورت کے کفن: (۱۰۳)

صفی الدولہ نواب علی حسن خانصاحب رحمانی (ناظم ندوۃ العلماء مع راجہ عبدالرزاق خانصاحب رحمانی ریاست ککرا ضلع کھیری فائز خدمت تھے۔سوال کفن میت پر مولانا بابا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اگر میت مرد ہو تو اسکو تین کپڑے عورت ہو تو پانچ کپڑے دینا

کفن میں سنت ہے راجہ عبدالرزاق صاحب نے عرض کیا کہ اپنے دست مبارک سے حضور تحریر کردیں آپ نے حسن خانصاحب نواب سے فرمایا کہ تم کو ہدایہ جلد اول کی عبارت یاد ہو تو پڑھو وہ کچھ خاموش رہے آپ نے فرمایا ہم سے سنو بحمد اللہ یاد ہے یہ عبارت سنائی اور پھر تحریر فرمایا کہ اَلسُّنَّةُ اَنْ تُكَفَّنَ الرَّجُلَ فِىْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ اِزَارٍ وَقَمِيْصٍ وَ لِفَافَةٍ سنت یہ ہے کہ مرد کو قمیص و تہبند و چادر میں کفن دے) وتُكفنُ المراةُ فى خمسةِ اَثوابٍ درعٍ وَ ازارٍ وَخمارٍ وَلفافَةٍ وّ خِرْقَةٍ تربطُ فوق ثديها (عورت کو قمیض و چادر و تہبند اور دو پٹہ و سینہ بند پانچ کپڑوں میں کفن دینا سنت ہے) بہ ید فضل رحمٰن محمدی۔''(۱۰۴) یہ بھی فرمایا کہ اگر میت مشائخ یا علماء سے ہو سر پر عمامہ باندھے قمیص اگر گھٹنوں سے کچھ نیچی رکھے بہتر ہے اگر گنجائش نہ ہو تو گھٹنوں سے اوپر ہو سکتی ہے۔

طریقہ کفن:(۱۰۵)

پھر فرمایا کہ میت کے کفنانے میں احتیاط لازم ہے مسنون طریقہ کفن یہ ہے کہ تختہ یا پلنگ پر پہلے کفن کی چادر بچھا کر پھر اسکے اوپر تہہ بند بچھائے اب اس پر میت کو لٹائے اگر عورت ہو تو قمیص پہنا کر عورت کے سر کے بالوں کو دو حصہ کر کے دائیں اور بائیں سمت سے میت کے سینہ پر قمیص کے اوپر کر دے پھر دو پٹہ اس کے سر سے منھ تک ڈال دیں اور دونوں طرف کے سینہ پر پڑے بالوں کو چھپا دے پھر تہبند کو اول بائیں طرف سے لپیٹ دیں اس کے بعد چادر کو بھی اول بائیں طرف سے لپیٹ کر پھر داہنی طرف سے لپیٹ دیں ان چار کپڑوں کے بعد سینہ بند کفنیوں کے اوپر سے سینہ کے اوپری طرف سے نکال کر بغل سے لا کر رانوں تک لپیٹ دیں قمیص بغیر دامن آستین وکلی کے جو گردن سے رانوں تک کو چھپا لے تین ہاتھ کا دو پٹہ اور سینہ سے ران تک چھپانے والا

سینہ بند ہو۔ مرد کو کفنانے کی شکل یہ ہے کہ تختہ یا پلنگ پر پہلے چادر کفن بچھا کر پھر اس چادر پر تہہ بند بچھا کر اس پر میّت لٹائے اوّل قمیص پہنا کر پھر تہہ بند پہلے بائیں سے لپیٹ کر پھر داہنے سے لپیٹے اسی طرح کفن کی چادر اوّل بائیں سے لپیٹ کر پھر داہنے سے لپیٹے اس میں نکتہ یہ ہے کہ تہہ بند اور چادر کا داہنا حصہّ مرد وعورت دونوں کے کفنوں میں اوپر رہے ہاں اگر انتشارِ کفن کا احتمال ہو تو کسی چیز سے باندھ دے۔

نکتہ تعدادِ کفن:(۱۰۶)

پھر یہ سوال ہوا کہ میت کے تین اور عورت کے پانچ کپڑوں کے بعد اوپر سے مزید چادر اڑھاتے ہیں کیا یہ اسراف نہ ہوگا؟ مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا عورت کے لئے اوپر سے چادر اڑھانا احتیاط پردہ کے لئے ہے۔لیکن مرد اور عورت کی یہ چادریں اتارنے کیلئے کمر میں دیگر معاون ہوتی ہیں اور بعد میں خیرات کر دی جاتی ہیں۔جس میں نفع میت ہے اسراف نہیں ہے اس لئے کفن پر سے اُڑھانے کا کام لے لیتے ہیں۔ (۱۰۷) پھر آپ نے فرمایا کہ ہم نے یوں بھی پڑھا ہے کہ اس تعدادِ کفن کی وجہ یہ بھی ہے کہ دانہ گندم کھانے سے حضرت آدم وحضرت حوّا علیہما السلام کے ملبوسات اتر گئے تو حضرت آدم علیہ السلام نے پیڑوں کے پتوں سے سترِ عورت کرنا چاہا جس درخت سے آپ پتہ لینا چاہتے اس کی شاخیں بلند ہو جاتیں کہ ہاتھ پہونچنے کا سوال ہی نہیں رہتا پریشان ہو کر آپ نے انجیر کے درخت کے پاس آ کر فرمایا خدا کے واسطے ہم کو اپنے پتے توڑنے دے تو اسکی شاخیں بدستور رہیں۔آپ نے آٹھ پتے توڑے تین پتوں سے کہ ایک پچھلا حصہّ ستر اور دو پتوں سے اگلے حصےّ ستر کو چھپایا اور اماں حوّا نے پانچ پتوں سے سینہ کے حصہّ کو دو پتہ اگلے ستر ایک پتہ پچھلے حصہ ستر میں رہا چھپایا اس لئے پانچ کپڑے عورت اور تین مرد کے کفن میں قرار پائے۔

عاصی مسلمان اور نزول رحمت : (۱۰۸)

درس حدیث عذاب قبر مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ گنہگار مسلمانوں پر جو عذاب ہوتا ہے وہ ان کے بقدر گناہ کے ہوتے ہے پھر رحمت باری کا نزول ہوجاتا ہے اور نیک بندوں کی طرح آرام سے رہنے لگتا ہے ان مسلمانوں گنہگاروں کا عذاب عزیزوں دوستوں وارثوں کی دعاءوایصال ثواب سے موقوف ہوجاتا اور کرم ربانی سے سرفرازی ہوتی ہے(۱۰۹) سوال ہوا کہ کیا میت کواس کا علم ہوجاتا ہے آپ نے فرمایا کہ اہل قبور کو جو کوئی ایصال ثواب کرتا ہے میت کو معلوم ہوجاتا ہے کہ فلاں شخص نے اس طرح کا ایصال ثواب کیا ہے اور وہ میت اس طرح کے ہدیہ سے اسی طرح خوش ہوتی ہے جیسے تم کسی اچھے کھانے کے ہدیہ سے مسرور ہوتے ہو۔جیسا کہ حضرت انس کے اس سوال پر کہ ہم جو جوصدقات و ماکولات دعاءوحج وغیرہ اموات کو بخشتے ہیں۔یہ ان کو پہونچتا ہے تو افضل الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مذکورہ جواب بخشا۔(قالَ نعم انهُ ليصلُ اَليهم و انهمْ ليفرحوْن بِهٖ كما يفرحُ اَحدَكمْ بالطبق اذاُهدِيَ اليهِ۔(تذکرہ امام قرطبی میں تفصیل مرقوم ہے)

فاتحہ کی چیز حضرت جبرئیل کا پہچانا: (۱۱۰)

مولانا عبدالغنی صاحب فضل رحمانی (محدث ڈمراواں ضلع بہار) جب مولانا نور محمد بہاری فضل رحمانی کیساتھ مرید ہونے آئے تو بعد بیعت مولانا نور محمد بہاری نے طعام اموات کو پوچھا حضرت مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ پہلے تم بتاؤ انھوں نے کہا بے شبہ درست ہے و نفع بخش اموات ہے مولانا بابا نے فرمایا یوں نہیں بلکہ یوں ہے کہ جب مردوں کی نفع رسانی مقدم رکھی جائے گی تو ایسے ثواب رساں کے لئے خود اموات

بھی دعا کرتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ جتنوں کو بخشے گا اس تعداد میں خدا اسے ثواب عطا کرتا ہے دوسرے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی جہاں اور ذمہ داریاں ہیں ایک یہ بھی ہے کہ وہ فاتحہ کی چیز صاحب قبر کو پہنچایا کرتے ہیں۔ محدث طبرانی نے اوسط میں روایت کی کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبیہ التمام صلے اللہ تعالیٰ وسلم نے فرمایا کہ جس گھر والوں سے کوئی مرجاتا ہے اور وہ اس کے بعد ایصال ثواب خیرات وطعام اموات وغیرہ سے کرتے ہیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام طباق میں لیجا کر اُس مرُدے کو ہدیہ دیتے اور یوں کہتے ہیں کہ اے مسکین قبر عمیق تمہارے فلاں رفیق نے تم کو ہدیہ بھیجا ہے اس کو قبول کرو پھر جبرئیل علیہ السلام اس کی قبر میں داخل ہو کر اس ہدیہ کو دیتے وہ میت اس ہدیہ سے مسرور ہوتا اظہار فرحت کرتا ہے اس کے وہ پڑوسی اموات جن کو ان کے متعلقین سے کچھ ہدیہ نہیں کیا غمگین رہ جاتے ہیں پھر زبانی یہ حدیث سنائی فَيُنَادِیَ صَاحِبُ الْقَبْرِ الْعَمِيْقِ هٰذِهٖ هَدْيَةٌ اَهْدَاهَا اِلَيْكَ فَاَقْبِلْهَا فَيَدْ خُلُ عَلَيْهِ فَيَفْرَحُ بِهَا وَيَسْتَبْشِرُ وَيَحْزَنُ جِيْرَانَهُ الَّذِيْ لَا يُهْدىٰ اِلَيْهِمْ بِشَیْئٌ ۔عبدالغنی صاحب محدث نے بڑی عقیدت سے کہا کہ ماشاء اللہ اسقدر غیر متعلقہ احادیث آپ کو اس عمر میں جتنی حفظ ہیں سننے میں نہیں آیا آپ نے فرمایا جوان عمری سے کچھ ہوتا ہے نہ ضعیف عمری سے فیض رسالت ہو تو سب حاصل رہتا ہے۔

اہمیت ثواب اموات: (۱۱۱)

اسی جلسہ میں مولانا بابا نے علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ابو قلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک قبرستان دیکھا کہ وہاں کی قبور شق ہیں اور مردے قبروں سے باہر بیٹھے ہیں ہر ایک کے سامنے ایک نور کا طبق ہے مگر ایک مردے کے سامنے کچھ نہیں حضرت ابو قلابہ نے اس سے اس کا سبب پوچھا مرُدے نے کہا کہ ان سب کی

اولاد واحباب ان لوگوں کے لئے خیرات وما کولات سے ایصال ثواب کرتے ہیں یہ سب اس کا نور ہے لیکن میرا لڑکا میرے لئے کچھ نہیں کرتا اس لئے میں اس نور سے محروم ہوں اور اپنے ساتھیوں سے شرمندہ بھی ابو قلابہ نے بیدار ہو کر اس کے لڑکے کو بلایا باپ کی حالت بتائی وہ اپنی غفلت پر رات نادم وتائب ہوا خیرات وما کولات سے ایصال ثواب کئے تو ابو قلابہ نے ایک رات پھر وہی قبرستان دیکھا کہ اب اس شخص کے سامنے آفتاب سے زائد روشن نور ہے۔ پھر اس مردے نے کہا جزاک اللہ ابو قلابہ تمہاری وجہ سے دوزخ اور رنجالت ہمسایہ سے محفوظ ہو گیا۔ پھر فرمایا کہ بھائی وہاں کے معاملات بڑے نازک ہیں۔ اموات کو اپنے وارثوں واحباب کے امداد ثواب کی آرزو رہتی ہے۔ بڑے عذاب سے بھی یہ ایصال ثواب نجات بخشش ہوتا ہے۔

پانچواں باب

کوائف از مولانا سیّد ابو سعید صاحب:

مولانا حافظ سیّد ابو سعید صاحب ساکن ایرایاں ضلع فتح پور بڑے چنیدہ علماء عصر و ماہر حدیث تھے حضرت مولانا بابا علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے۔ درس حدیث لیا سعد صاحب کی مہارت وقوت حفظ سے مسرور ہو کر مولانا بابا نے موصوف کو شمس العلماء کا خطاب دیا تھا۔ یہ امتیاز صرف سید صاحب ہی کو حاصل ہو سکا سید صاحب نے بہت کوائف نظم میں بڑی قابلیت سے جمع کئے کچھ حصہ نثر اپنے ہمعصر علماء کی حاضری و پیش آئندہ مسائل کا جمع کیا حاجی سید محمد شفیع و حافظ سید محمد رفیع صاحبان فضل رحمانی رئیس ایرایاں نے افادہ فضل رحمانی برادری کے لیے یہ اہم کوائف ہم کو دیئے جو حوالہ قلم ہیں۔

سیوم و چہلم وغیرہ کا شارع سے ثبوت : (۱۱۲)

مولانا سید ابو سعید صاحب راوی کہ مولانا مسیح الزماں خاں صاحب فضل رحمانی جو استاد نظام دکن و ناظم ندوہ لکھنؤ بھی رہے۔ اپنے وطن سے بیعت کے لئے حاضر ہوئے بعد بیعت مجھ سے اور مولانا انوار محمد صاحب پنجابی فضل رحمانی مدرس فتح پوری مدرسہ اسلامیہ سے ملاقات ہوئی میں سب کو لے کر حضرت مولانا احمد میاں کی خدمت میں

حاضر ہوا مولانا مسیح الزماں سے تعارف کرایا وہاں گفتگو اس پر تھی۔ کہ سیوم و چہلم آیا فعل صحابہ نہ تھا یا بدعت ہے مولانا شاہ احمد میاں صاحب نے فرمایا کہ ایسے لوگ حدیث اور فعل صحابہ سے نابلد ہیں حالانکہ خیر الوری صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب حریم قدس میں روپوشی فرمائی تو آپ کی نو اُمہات مومنین نے وصال سے نو دن تک باری باری ایک ایک یوم کھانا دیا پھر وصال کے گیارہویں دن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس کثرت سے کھانا دیا کہ مخلوق مدینہ طیبہ آسودہ ہوگئی۔ کوئی لینے والا نہ رہا پھر دادا میاں صاحب علیہ الرحمہ نے فقہ کی کتب فارسی منگوا کر سنایا۔ ''اما اگر کسے زرو مال خود برائے میت طعام می کند وخلق رامی خورند بے شبہ حلال است زیرا کے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بروح حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ طعام روز سیوم و دہم و روز چہلم و روز ششماہہ و سالیانہ دادہ است وصحابہ ہم چنیں کردہ ہر کہ ازیں منکر باشد پس او رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اجماع صحابہ را منکر شدہ باشد۔ پھر فرمایا کہ خود اس فقہی فیصلہ سے سمجھ لو کہ عمل رسول و فعل صحابہ و اجماع کا عامل کیا ہے اور منکر کیا ہے؟ مولانا مسیح الزماں صاحب نے مجھ سے کہا کہ اس طالب علمی کے دور میں صاحبزادے قبلہ کی یہ فقیہانہ وسعت علمی تو معلوم ہی نہ تھی (پھر ہم لوگ مولانا بابا علیہ الرحمہ کی خدمت میں فائز ہوئے مولانا مسیح الزماں صاحب نے اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے دادا میاں صاحب کی تعریف علمی کی مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ سب توجہات آفاقی کا نتیجہ ہے پھر فرمایا کہ ملا زبیری نے جامع الفقہ میں عمل رسول و عمل صحابہ کی یہ حدیث لکھی ہے میاں ابو سعید جامع الفقہ لاکر مسیح الزماں خاں کو دو اس کو ہم سے سنیں اور یہ حدیث سنائی کہ سیدنا ابو عمارہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد تیسرے دن پھر دسویں دن پھر چالیسویں دن پھر چھ ماہی کے دن پھر سالیانہ کے دن بدرُ الدجی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھانا دیا اور صحابہ نے بھی ایسا ہی کیا۔'' پھر کتاب جامع الفقہ پڑھنے کو کہا یہی مضمون پڑھا گیا۔ پھر مولانا مسیح الزماں خانصاحب نے عرض کیا کہ جامع الفقہ کا مجھے تو علم نہ ہو سکا مگر خزانت

الروایات کے حاشیہ پر مجموع الروایات سے یہی حدیث عمل رسول وفعل صحابہ منقول میری نظر سے گذرا ہے تو مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہم کو تقریباً ستر برس سے زائد یہ حدیث خزانت الروایات میں بھی دیکھے ہوا' مولانا محمد اسحاق دہلوی نے خزانت الروایات کی سندلی ہے ہم تمہاری یادداشت سے خوش ہوئے ہم نے تمہارے لئے دعا کر دی ہے۔حیدرآباد دکن جا کر مقصد حاصل کرلوگے۔چنانچہ مولانا مسیح الزماں صاحب وہاں نظام دکن کے استاد ہوگئے۔ (۱۱۴) مولانا حکیم قادر بخش صاحب سہسرامی فضل رحمانی نیز مولانا سید قسیم الدین صاحب عظیم آبادی اور مولانا لطیف علی صاحب عظیم آبادی بیعت کو آئے اثنائے سفر میں فاتحہ سیوم پر گفتگو سید قسیم الدین اور لطف علی صاحبان میں آئی مولانا قادر بخش صاحب نے کہا کہ اب حضرت کی خدمت میں چل کر معلوم کرلینا تینوں صاحبان کو بیعت فرما کر مولانا بابا علیہ الرحمہ نے پوچھا کہ کچھ پوچھنے والے ہو تو پوچھ لو مولوی لطف صاحب نے عرض کیا کہ میں تصدیق کے لئے دریافت کرتا تھا ورنہ سیوم چہلم وغیرہ کو جائز جانتا ہوں۔مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا تم صرف جائز جانتے ہو ہم مستحب مانتے ہیں۔پھر یہ حدیث زبانی سنائی کہ سیدنا ابراہیم فرزند رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال شریف کے تیسرے دن حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھجوریں اور اونٹنی کے دودھ میں جو کی روٹی پڑی خاتم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روبرو لائے آپ نے اس ماحضر پر ایک بار سورۂ فاتحہ تین بار قل ہو اللہ پڑھ کر فرمایا۔وکانَ یومُ الثالثِ من وفات اِبْرَاهِیْمَ ابن محمَّدٍ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم اذ جاءَ اَبُوْ ذَرٍّ بِتَمَاةٍ یَّابِسَةٍ وَلَبَنٍ فِیْهِ خُبْزٌ مِّنْ شَعِیْرٍ فَوَضَعَهَا عِنْدالنَّبِی صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّم فقرءِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ سلم اَلْفَاتِحَةَ وَسُوْرَةَ الْاِخْلَاصِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ یا اللہ اس کا ثواب میرے فرزند ابراہیم کو پہنچا دے اور اپنے روئے مبارک پر ہاتھ پھیر کر ابوذر کو حکم دیا کہ لوگوں میں اس کو تقسیم کردو حضرت ابوذر نے لوگوں میں تقسیم کردیا۔رَفَعَ

يَدَيْهِ لِلدُّعَاءِ وَمَسَحَ بِوَجْهِهِ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اَبَاذَرٍّ اَنْ يُقَسِّمَهَا بَيْنَ النَّاسِ فَقَسَّمَهَا بَيْنَ النَّاسِ پھر فرمایا کہ میاں ابوسعید ملا زبیری کی جامع الفقہ سے حدیث اب پڑھو میں نے یہی الفاظ حدیث پڑھے پھر آپ نے ارشاد فرمایا کیا سمجھے میں (سید ابوسعید) نے عرض کیا کہ تیسرے دن کھانا کرنا کھانا سامنے رکھ کر پڑھنا دعا کرنا تقسیم کرنا عمل رسول سے ثابت ہے آپ نے فرمایا کہ شاباش یہ حدیث اسی جامعیت کی ہے پھر آپ حجرہ میں تشریف لے گئے مولانا قادر بخش صاحب نے مولوی سید قسم الدین و مولوی لطف علی صاحبان سے بڑی مسرت سے کہا کہ محدث کو دیکھے ہوں مگر ایسا محدث گر و حافظ حدیث اب دیکھ لو۔

ایام فاتحہ کی تقسیم : (۱۵۵)

مولانا جان علی صاحب محدث سنبھل اور مولوی محمد علی صاحب سنبھل مرادآبادی صاحب کلمات طیبات فقیر ابوسعید سے آکر ملے میں نے پیشی کرائی تو مولانا بابا نے دونوں کو بیعت کیا مولوی محمد علی صاحب نے ایام فاتحہ کی تقسیم کو پوچھا مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہمارے امام غزالی علیہ الرحمہ نے دقائق الاخبار میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ شمس الضحیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مومن مرتا ہے تو اس کی روح اپنے گھر کے آس پاس پھرتی اور دیکھتی رہی ہے کہ کس طرح اس کا متروکہ مال تقسیم کیا جاتا اور اس پر جو فرض تھا کس طرح ادا کیا جاتا ہے جب ایک ماہ پورا ہو جاتا ہے۔ جب ایک ماہ پورا ہو جاتا ہے۔ تو روح قبر کے آس پاس ایک سال تک رہتی ہے اور دیکھا کرتی ہے کہ کس کس کو میرا غم ہے۔ کون کون میرے لئے دعا وصدقات کرتا ہے۔ جب ایک سال پورا ہو جاتا ہے تو جہاں سب ارواح جمع ہیں تا قیامت وہاں رہتی ہے۔ عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی

اللہ تعالی علیہ وسلم اذامات المؤمن یدور روحہ حول دارہ شہر اوینظر الی ماخلفہ من مالہ کیف یقسم مالہ و کیف یودی دینہ فاذاتم شہر اینظر الا براھیم ی جسد ہ ویدور حول قبرہ سنۃ فینظر من یدعوالہ ومن یحزن علیہ فاذا تم سنۃ رفعت روحہ حیث یجتمع فیہ الارواح الی یوم ینفخ فی الصور " اس حدیث کوزبانی سنادیااور فرمایا کہ سال وفات کے سیوم و دہم و چہلم و چھ ماہی و سالیا نہ ایصال ثواب کے ٹکڑے نورالہدیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فاتحہ جات میں کردیئے تا کہ پہلے سال وفات میں اموات کوثواب رسانی کا سلسلہ قائم رہے اورامت کوبھی سہولت ثواب ہوجائے حتیٰ کہ میّت پراس تسلسل ثواب رسانی سے کرم ربانی ہوجاتا ہےتو پھر حسب مرضی ایصال ثواب ہوتا رہتا ہے۔جیسے ایصال ثواب مستحسن اسی طرح تقسیم وتعین ایام مستحسن ہے مولوی محمد علی صاحب مذکوراس توجیہہ پر بے حدرطب اللسان ہوئےتو مولانا جان علی صاحب محدث سنبھل نے کہا کہ بھائی سعید صاحب ہم لوگوں کو احکامی احادیث پرعبورکم ہو پاتا ہے مگر پیرومرشد کی نظر میں ہر حدیث مثل کف دست رہنا بہت نادرفضل ربانی ہے۔(۱۱۶)ایک روزمولانا سید فدا حسین صاحب محی الدین نگری بہار بیعت کوآئے بعد بیعت نذر اولیا کے متعلق صحت چاہی مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ نذر کی حقیقت یہ ہے کہ کھانے اور مال خرچ کرنیکا ثواب میت کی روح کو پہنچانا ہے یہ امر سنت ہے ہمارے استاد حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے یہی فیصلہ فتاویٰ عزیزیہ میں کردیا ہے۔

کھانا سامنے رکھ کر شارع کا پڑھنا :(۱۱۷)

مولانا محبّ اللہ صاحب پانی پتی فقیرابوسعید کے ساتھ کانپور سے آکر آستانہ پر

حضرت سے مرید ہونے پہنچے جلسہ میں حکیم اللہ دیا صاحب فضل رحمانی دہلوی نے پوچھا کہ کھانا سامنے رکھ کر پڑھنے کو لوگ خلاف حدیث بتاتے ہیں مولانا بابا علیہ الرحمہ نے ناگواری سے فرمایا کہ زبانی جمع خرچ جو بھی کرے وہ سب کچھ ہو اور حدیث کا ثبوت کچھ نہ ہو یہ خود گمراہی ہے بخاری مسلم کی مشہور حدیث ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے ایک بار میں کھجور اور گھی کا مرکب ملیدہ بنایا ہوا خدمت رسالت میں بھیجا جب وہ مالک کوثر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ نے اس پر کچھ پڑھا پھر دس دس آدمیوں کو بلا کر کھلانا شروع کیا تقریباً تین سو لوگ کھا گئے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے جب بادیہ اٹھایا تو یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ اب زائد ہے یا پہلے تھا مولانا محب اللہ صاحب نے پوچھا کہ اگر کوئی یہ کہے کہ وہاں تو کھانے پر برکت کے لئے پڑھایا گیا مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ بات تو سامنے کھانا رکھ کر پڑھنے کی تھی وہ سنت رہی اب وہاں برکت کے لئے ہوا تو طعام فاتحہ اموات میں وہ کون ہے جو برکت نہیں چاہتا بلکہ طعام فاتحہ میں اموات کے واسطے بھی اور فاتحہ کرنے والے کے واسطے بھی رحمت ومغفرت منفعت کے لئے پڑھا جاتا ہے حدیث وصال سیدنا ابراہیم فرزند رسول البرایا صلوٰت اللہ تعالیٰ علیہم میں ابوذر غفاری کے حاضر کردہ ماکولات پر رحمت ومغفرت وغیرہ ہی کے لئے تو آنحضرت نے پڑھا تھا مولانا محب اللہ صاحب نے بڑھ کر آپ کے اولاً ہاتھ چوم لئے پھر آپ نے ان کو بیعت فرمایا۔

طعام اموات پر شارع کا پڑھنا خود کھانا :(۱۸۸)

فقیر ابوسعید کے پیر بھائی مولانا محمد حبیب اللہ صاحب فضل رحمانی ساکن ٹانڈہ اجودھیا (جو شیخ دیوبندی حسین احمد صاحب ٹانڈوی کے والد ہیں) ابوداؤد شریف پڑھنے لگے یہ حدیث آئی (ثُمَّ رَفَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ يَدَيْهِ

وَ یَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلٰوَاتِکَ وَرَحْمَتِکَ عَلٰی آلِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَۃَ قَالَ ثُمَّ اَصَابَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الطَّعَامِ ۔پھراس ایصال ثواب کے لئے لائے ہوئے کھانے پر سبز گنبد کے دولہا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں دست مبارک اٹھا کر فرمایا اے اللہ اپنی رحمت وکرم آل سعد بن عبادہ پر نازل فرماراوی نے کہا کہ پھر اس طعام سے سردار اُم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود بھی نوش فرمایا پھر مولانا بابا علیہ الرحمہ نے مولانا حبیب اللہ اور فقیر ابوسعید سے فرمایا کہ تم لوگ اپنے دوست حکیم اللہ دیا کو یہ حدیث نہیں سمجھاتے کہ عمل شارع سے طعام فاتحہ سامنے رکھ کر پڑھنا ہاتھ اٹھا کر میت واہل میّت دونوں کیلئے دعائے کرم ورحمت کرنا پھر اہل وسعت کا بھی اسے کھانا کتنا ثابت السنۃ فاتحہ ہے مولانا حبیب اللہ حکما حکیم جی کو یہی سمجھانے لگے تو حکیم اللہ دیا بولے کہ بعض لوگوں کی ہمت سوال حضرت سے چونکہ نہیں پڑتی مجھے خدمت میں گستاخ دیکھ کر پوچھنے پر مجبور کرتے ہیں اس لئے تحقیقاً دریافت کرادیتا ہوں ۔

بعض روایات دیگر مریدین : (۱۱۹)

میرے برادر روحانی جناب مولانا محمد علی صاحب فضل رحمانی مونگیری صاحب نے کہا کہ صاحبزادے صاحب (مولانا احمد میاں صاحب) نے فرمایا کہ آج گیارہویں شریف ہے مولوی یوسف علی بیگ صاحب بھوپالی نے بتاشے منگوائے ہیں۔ آپ (مولانا بابا) نے فرمایا بتاشے لاؤ ہم فاتحہ کردیں فوراً اُٹھائے کچھ پڑھکر فرمایا کہ اس کا ثواب ہمارے نانا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچے دو تین بتاشے خود کھائے اور تقسیم کا حکم فرمایا (یہ مضمون اضافہ ارشاد رحمانی صفحہ ستاون میں مرقوم ہوا ہے) (۱۲۰) (نواب نورالحسن خاں صاحب رحمانی بھوپالی نے کہاں کہ ایک بار حضرت سے فاتحہ کرنے کو ایک صاحب نے دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے قربانی ذبح کی اس وقت فرمایا کہ یہ میری اُمت کی طرف سے ہے۔

نوٹ:۔ایثار محبت صفحہ ۵۵ پر یہ درج ہے(۱۲۱) نواب صاحب مذکور نے کہا کہ ایک بار سندفاتحہ کی مولانا بابا علیہ الرحمہ نے یہ فرمائی کہ ایک صاحب نے کنواں بنایا اور کہا۔ هٰذَا لِاُمِّ سعدٍ۔

نوٹ:۔یہ صفحہ ساٹھ اسرار محبت پر درج ہوا ہے۔

روایات تجمل حسین صاحب: (۱۲۲)

سلسلہ بے ربط نہ ہو جانے کی وجہ سے مولوی تجمل حسین صاحب بہاری کی روایات کو بھی ملاحظہ کریں بہاری صاحب کتاب فضل رحمانی صفحہ چھیالیس ملفوظ چہل میں راقم مولوی محمد یحیٰی صاحب لکھنوی نے یہ بھی فرمایا کہ ایک روز گیارہویں کی نیاز کا ذکر آیا آپ (مولانا بابا) اس وقت اسی مسجد میں زمانہ سیر و سیاحت میں تشریف رکھتے تھے۔ اتفاقاً گنڈیری والا آگیا (آپ مولانا بابا) نے اسے خرید فرمایا اور فاتحہ پڑھا سب کسی کو ایک ایک سیب (اُنجلا) بھر دیا اور فرمایا اسکو ادب سے کھا (۱۲۳) کمالات رحمانی صفحہ ۱۵۹ انسٹھ۔راقم الحروف (بہاری صاحب مذکور) سے بھی حضرت قبلہ مولانا بابا نے فرمایا تھا کہ مٹھائی پر فاتحہ کر کے بچوں کو بھی کھلا دے تو بزرگوں کی روح خوش ہوتی ہے۔

جھوٹی خبر وصال مولانا بابا: (۱۲۴)

مولانا حافظ سعید صاحب فضل رحمانی کے نوشتہ کوائف پر پھر توجہ کیجئے موصوف راقم کہ حضرت مولانا کے دوسرے فرزند حضرت سید محمد عرف سیدو میاں صاحب قدس سرہما جو پیدائشی بانسبت مجذوب پابند شرع ۱۲۵۳ھ میں پیدا ہوئے۔اور اٹھارہویں برس ۱۲۷۱ھ میں پردہ فرما گئے۔تو حاسدوں نے یہ اُڑا دیا کہ حضرت مولانا بابا علیہ الرحمہ پردہ فرما گئے۔ملیح آباد یہ خبر پہونچتے ہی نواب محمد علی خاں تعلقدار و مرزا رمضان علی بیگ

ونسیم خاں وعلو پور کے عبدالحمید خاں صاحبان وغیرہ مریدین بے تابانہ آستانہ آئے۔ فقیر ابوسعید کے پیر بھائی چودھری محمد عظیم صاحب فضل رحمانی تعلقدار سندیلہ سے اور مجھ فقیر سے اوّل ملاقات پر ان لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیسے کھانے کے اہتمام میں آپ لوگ ہیں کیا۔

ہمارے پیرومرشد ہم میں نہ رہے چودہری صاحب نے کہا کہ الحمد للہ مولانا بابا حجرہ میں بوجہ فراق تشریف رکھتے ہیں یہ آپ کے فرزند اصغر سید صاحب علیہ الرحمہ کا فاتحہ سیوم ہے میں نے کھانے کا اہتمام حضرت قبلہ کی اجازت سے کیا ہے اندرون مسجد قرآن خوانی ختم پر تھی کہ یہ لوگ شریک ہوئے اتنے میں مولانا بابا بھی تشریف لاکر قرآن خوانی فرمانے لگے۔ پھر ماحضر فیرینی خمیری روٹی دال میں پڑا گوشت اور پلاؤ روبرو لایا گیا مولانا بابا نے اس پر فاتحہ دیکر خود نوش کیا اور حکم تقسیم دیکر فرمایا۔ کہ جس کے مرنے کے خبر اُڑتی ہے خدا اسکی عمر دراز کر دیا کرتا ہے پھر فرمایا ختم قرآن اور اگر مقدرت ہو تو کھانا پکا کر فاتحہ کیا کرو باقی قرض لیکر کبھی فاتحہ نہ کرنا۔

فاتحہ چہلم مرشد قبلہ دہلوی : (۱۲۵)

فقیر ابوسعید کے پیر بھائی مولانا حکیم شاہ نیاز احمد صاحب فضل رحمانی فیض آبادی کانپور مجھ سے ملے کہا کہ آستانہ جا رہا ہوں۔ اطلاع ملی ہے کہ حضرت مرشد دہلوی علیہ الرحمہ کا چہلم مولانا بابا کر رہے ہیں تو میں بھی ہمراہ ہو کر آستانہ پہنچا معلوم ہوا کہ تعلقداران اسی دن نواب وصی الزماں ونواب خلیق الزماں صاحبان فضل رحمانی بھی آئے ان کوں نے کچھ جانمازیں اور کپڑے کے تھان مولانا بابا علیہ الرحمہ کو پیش کئے کہ یہ تقسیم کیلئے قبول فرما کر ہم کو سعادت فاتحہ چہلم بخشی جائے اس کے لئے سولہ صفر ۱۳۵۱ھ مقرر ہوئی ہے ہم دونوں نے خدا کا شکر کیا کہ ایک روز قبل آگئے صبح سے قرآن خوانی کا

سلسلۂ رہا طعام فاتحہ زردہ۔ پلاؤ۔خمیری روٹی چنے کی دال میں پڑا گوشت پک کر پیش کیا گیا ساٹھ ختم قرآن ہوئے مولانا بابا نے ماحضر پر فاتحہ دیکر ایصال ثواب کیا اور ہم دونوں وتعلقداران مذکورو کچھ دیگر مریدین کے ساتھ خود نوش فرمایا اور حکم تقسیم دیکر یہ فرمایا کہ نصف جانمازیں اور نصف کپڑا یہاں تقسیم کرو بقیہ دہلی نواب صاحب کو بھیج دیں۔

عرس مرشد قبلہ: (۱۲۶)

مولوی عبدالسبحان مولوی سید شاہ کمال صاحبان رئیس پٹنہ سٹی مولانا محمد عمر صاحب ولایتی مدرس اوّل مونگیر ومولانا عمر صاحب ولایتی مدرس اوّل مونگیر ومولانا عبدالشکور صاحب ساکن ہرگانواں عظیم آباد مریدین حاضر آستانہ آئے عرض کیا کہ خیال ہوا کہ کل سات محرم ہے حضرت مرشد قبلہ دہلوی قدس سرہ' کا آستانہ پر عرس ہوگا مولانا قدس سرہ' نے فرمایا کہ تمہارے نواب شرف الدین اور حکیم لطف الرحمٰن رمنا باغ پٹنہ ہمارے نیاز احمد فیض آبادی و حافظ سید ابوسعید بھی یہی سمجھ کر آگئے ہیں لیکن عرس کا صحیح حق تو مقامی سجادۂ آستانہ کو ہے مرشد قبلہ کے نواسے صاحب دہلی میں عرس مذکور کررہے ہیں نواسہ صاحب نے ہم کو بھی لکھا تھا۔مگر ہم نہ جا سکے ہمارے مرشد قبلہ اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ محمد ضیاء اللہ صاحب کا اس لئے سالانہ فاتحہ شیر برنج پر کر لیتے تھے۔کہ خواجہ محمد ضیاء اللہ اوران کہ پیرومرشد قبلہ عالم پیرومرشد حضرت خواجہ محمد زبیر صاحبان دونوں قدس سرہم کا سہرند میں سالانہ عرس ہوا کرتا ہے۔پھر علیحدہ دو دو عرس ہم کیوں ایک وقت میں کریں بلکہ ہم بھی اپنے پیرمرشد کی طرح ان حضرات کا بھی اوراپنے مرشد دہلوی کا بھی سال تاریخ وصال پر سالانہ فاتحہ شیر برنج پر کرلیا کرتے ہیں۔پہلے ہم سُہرند کے عرسوں میں شرکت کو جایا کرتے پھر نواسہ صاحب نے جب سے دہلی میں عرس آفاقی شروع کیا ہم بھی شریک ہوتے رہے اب ہمارے احمد میاں شریک دہلی جا کر ہوتے

ہیں ۔ہم یہاں سالانہ فاتحہ کر دیتے ہیں ۔چنانچہ دوسرے روز شیر برنج مٹی کے پیالوں میں لاکر رکھی گئی ۔اوّل مولانا بابا نے اس پر پانچ احادیث پڑھیں پھر شاہ نیاز احمد صاحب وفقیر ابوسعید اور مولانا محمد عمر ولایتی ومولانا عبدالشکور صاحبان نے چہار قل و سورۂ فاتحہ کے ساتھ ختم پڑھا مولانا بابا نے فاتحہ دیکر نصف پیالہ شیر برنج کھا کر سید شاہ کمال صاحب کو دے دیا اور حکم تقسیم دیا ۔(۱۲۷) ایک بار حکیم شاہ نیاز احمد صاحب فیض آبادی مولانا ظہورالاسلام ومولانا نور محمد صاحبان مریدین آستانہ آئے فقیر ابوسعید سے پوچھا کہ مولانا بابا دہلی عرس میں تشریف لے جائیں گے ۔جواباً میں نے کہا مجھے علم نہیں ہے کچھ ہی دیر میں میری طلبی ہوئی مولانا بابا نے فرمایا کہ تمہارے ہم وطن کہاں ہیں بلاؤ یہ سب حاضر آئے ۔تو ارشاد فرمایا کہ عمر کا کیا اعتبار تمہاری کیا رائے ہے اگر اس سال ہم کو دہلی عرس مرشدی کی شرکت میں جائیں بواسہ صاحب ہمارے نہ جانے کی وجہ نہ سمجھ کر مغموم ہیں ۔شاہ نیاز احمد صاحب نے عرض کیا کہ حضور کو عرصہ ہو گیا ۔اس لئے نواسہ صاحب یاد کرتے ہیں ہم لوگوں کو بھی ہمرکابی کا شرف بخشا جائے فرمایا آج ٹھہر و شب کو بتائیں گے پھر آپ نے صبح کا درس حدیث دیا عصر سے قابل منشی امتیاز علی صاحب کاکوروی لکھنوی اور سید شاہ کمال صاحب رئیس پٹنہ ہر دو مریدین آ گئے منشی صاحب نے کچھ کمبل پیش کئے او شاہ کمال صاحب نے کچھ گرم چادریں حاضر خدمت کئے فرمایا یہ سب حفاظت سے رکھو ہم تیسرے محرم کو کل دہلی عرس مرشدی میں چلیں گے یہ تم دونوں خوب لائے حضرت مرشد بہت خوش ہو نگے ۔اگر چاہو تو دہلی چل سکتے ہو چنانچہ یہ سب مذکورہ مریدین مولانا بابا کے ساتھ دہلی پہونچے اولاً حکیم محمود حال صاحب فضل رحمانی دہلوی کے وہاں حضرت نے قیام کیا پھر نواسہ صاحب کی خدمت میں پہنچ کر کمبل وچادریں پیش کئے اپنی ذاتی نذر نقدی میں گذاری سب نے یکے بعد دیگرے اپنی نذریں نواسہ صاحب کو پیش کیں' نواسہ صاحب صاحب نے دوسرے دن

صبح سے قرآن خوانی کرائی ۹ ربجے صبح ماحضر شیر مال کباب خمیری روٹی بریانی نہاری فیرینی پر فاتحہ عرس مولانا بابا سے کرا کر اوّل خود مولانا بابا اور ہم لوگوں کے ساتھ کھا کر تقسیم کرایا۔ یہ قابل ذکر امر ہے کہ بارگاہ آفاقی پہونچ کر مولانا بابا کے ادب کا یہ عالم تھا کہ دوزانوں بیٹھتے اکثر باب حجرۂ استراحت پر مراقب رہتے کسی سے بات نہ کرتے پھر بوقت واپسی اس قدر حالت اشکباری رہی کہ قطرات اشک ریش مبارک پر آجاتے دہلی سے روانگی کے بعد بھی یہی حالت کچھ دور تک رہی سب کو یہ احساس ہوگیا کہ یہ ظاہری حاضری آپ کی آخری ہے۔ چنانچہ حضرت کا پھر دہلی جانا کسی سے مسموع نہ ہوا فقیر ابو سعید اور مولانا نیاز احمد صاحب فیض آبادی کو قبلہ مولانا احمد صاحب کی ہم رکابی میں چھ با رعرس آفاقی میں شرکت کی سعادت مع نواب مزمل اللہ خاں و حکیم اللہ دیا صاحبان حاصل ہوئی جب دادا میاں علیہ الرحمہ عرس آفاقی میں مولانا شاہ رحمت اللہ میاں صاحب کو بھیجنے لگے تو تین بار یہ شرف ہمراہی و شرکت حاصل ہوا۔

عرس و فاتحہ کا فرق : (۱۲۸)

مولانا حکیم رشید النبی عظیم آبادی مولانا ظہیر احسن شوق نیموی (مؤلف آثار السنن) صاحبان مرید ہونے آستانہ آئے بعد عصر ہر دو صاحبان کو مولانا بابا نے بیعت فرمایا مولانا ظہیر احسن صاحب نے پوچھا کہ عرس سے اگر ایصال ثواب مقصود ہے تو سال وصال کے دن کی قدر کیوں ہے کیا کسی اور دن نہیں ہوسکتا۔ حضرت مولانا بابا نے اول زبانی حدیث سنائی۔ عن رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم انہ کان یاتی قبور الشداء علی رأس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الا ربعة ھکذا یفعلون کہ رسول کل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہدائے اُحد کے سال وصال کے پہلے دن قبور شہدائے اُحد پر تشریف لاتے اور

سلامٌ علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار پڑھتے اسی طرح خلفائے اربعہ بھی یہی معمول بنائے رہے پھر مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تفسیر کبیر کی یہ حدیث سال وصال کے اول دن کی قید سے شہدائے احد کی قبور پر آمد کی کیا وجہ رکھتی ہے سوچو تو لوگ ساکت رہے تو فرمایا کہ لو ہم سے سنو رسول موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس نکتہ کے ماتحت یہ عملی درس دیا کہ روزمرّہ کے فاتحے عام درجہ رکھتے ہیں۔ مگر بزرگوں کی خاص مسرت وصل الٰہی اور الطاف ربانی سے سرشاری کا دن چونکہ یہی روز وصل ہے یہ دولت کسی اور دن میں اس یوم وصل کے سوا حاصل نہ ہو سکی اس لئے بزرگوں کے روز وصل کو بارش کرم ورحمت میں شریک ہو کر نذرانہ ایصال ثواب پیش کر کے فیض خصوصی سے فیض یاب ہوئے آتے ہیں۔ یوں سمجھو کہ تم ایسے کسی کے ذریعہ کوئی تحفہ اس کے یوم مسرت میں بھیجو اور تو اس کے باوجود شکایت نہ آنے کی برقرار ہیں۔ لیکن اگر خود کسی کے یوم سرور میں جا کر شریک بھی ہو اور تحفہ بھی دو تو یہ اس کے لئے کتنا قابل قدر و اہم ہوتا ہے پس یہی عرس خاص اور عام فاتحے کا فرق ہے۔ مشائخ نے عمل رسول اور خلفائے اربعہ کے اس فعل کے راز کو سمجھ کر اپنایا۔ یاد رکھو یوم وصال پر جو عرس مقامی آستانہ پر ہو گا وہی حقیقی عرس ہے۔ حاضرین اس تنقیح پر بخود ہو گئے۔

فتویٰ عرس : (۱۲۹)

اس جلسہ میں مولانا حکیم خلیل الرحمٰن فضل رحمانی پیلی بھیتی بھی تھے۔ انھوں نے عرض کیا کہ حضور تحریر فرماویں تو عین نوازش ہے آپ نے فقیر ابو سعید سے قلمدان طلب فرما کر تحریر فرمایا۔ درشرع تخصیص ایام از احادیث کثیرہ ثابت است وتعین روز عرس بنا بر حدیث تشریف ارزانی رسالت مآب برقبور شہدائے احد بہ اول روز وصال واز عمل خلفائے اربعہ متفق علیہ شدہ معمول مشائخ کبیرہ گشتہ دو ہمعات ملا شاہ ولی اللہ دہلوی

نوشتہ ازیں جاست حفظ اعراس مشائخ ومواظبت زیارت ایشاں والتزام فاتحہ خواندن وصدقہ دادن برائے ایشاں واللہ اعلم بہ ید فضل رحمٰن محمدی ۔ چہارم شعبان ۱۳۰۵ھ'' حاضرین اور فقیر ابوسعید نے اس فتوے کو نقل کرلیا ۔(۱۳۰) ایکبار حضرت تذکرہ بزرگان فرمارہے تھے ۔مولانا ذوالفقار احمد صاحب ادیب بھوپالی جو مرید ہو چکے تھے نے سوال کیا کہ اکابر اولیا کی ارواح عالیہ بھی کیا عرس بزرگان میں شرکت کیا کرتی ہیں ۔مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ارواحِ مومنین بحکم الٰہی جہاں چاہیں آنے جانے کی مختار رہا کرتی ہیں چونکہ عرس کا دن بہت بابرکت ہوا کرتا ہے ارواح قدسیہ یہاں بھی شرکت کیا کرتی ہیں ۔ چنانچہ ایک بزرگ نے دیکھا (جو نام فرمایا وہ یاد نہ رہا) کہ حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ وحضرت اویس قرنی وحضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند وحضرت جنید بغدادقدس سرہم تشریف لئے جارہے ہیں ۔دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت اعظم قدس سرہٗ کے عرس میں جارہے ہیں ۔اور ملا شاہ ولی اللہ دہلوی نے انفاس العارفین میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ خردصاحب حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب قدس سرہم کا عرس کیا کرتے تھے ۔نیز قبلہ ٔ عالم شاہ محمد زبیر صاحب کے عرس میں حضرت شاہ غلام رسول صاحب خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی صاحب قدس سرہم جایا کرتے تھے ۔ جو خصوصی برکات صاحب آستاں کے مزار پر عرس کے مخصوص ہوا کرتے ہیں وہ اور جگہ حاصل نہیں ہوتے اس لئے یہ بزرگان بھی شرکت کیا کرتے ۔(۱۳۱) مولانا محمد فاروق صاحب رحمانی دربھنگوی نے قصیدہ ٔ غوثیہ سقانی الحُبُّ کاساتِ الوصال ۔وقعہ کی مناسبت سے پڑھنا شروع کیا ۔مولانا بابا علیہ الرحمہ کے آنسو ٹپکتے رہے پھر آہ آہ دوبار بلند آواز سے جوش میں فرمایا اور ارشاد کیا اسی لذت وصل کے لئے عاشق راہ حق اپنا نذرانہ جان دینے گلا کٹوانے لٹنے مٹنے پر بخوشی تیار ہوتا ہے ۔کسی نے سوال کیا کہ یہ مخصوصان حق کا حصہ ہے مولانا بابا قدس سرہ نے بگڑ کر فرمایا

کہ شریعت کا حکم مخصوص اور منحوس سب کے لئے یکساں ہے کہ تم کیا سمجھ سکتے ہو کہ اس موت کے پل سے جو حبیب کو محبوب سے ملاتا ہے گذرنے والا خدا کے وہاں کس منزل میں ہے اور اس کا وصل کس منزلت کا ہے۔ تم کو یہ سمجھنا چاہیے کہ زیارت قبور سنت ہے انفرادی طور پر ہو یا اجتماعی طور پر ہو اسی طرح قرآن خوانی مسنون ہیں۔ ویسے ہی ایصال ثواب سنت ہے اس خاص یوم وصل کے دن کی زیارت سنت ہے۔ ایسی بیش بہا چار سنتوں کے مجموعہ کا نام عرس ہے (۱۳۲) چودھری عبدالصمد صاحب رحمانی رئیس سندیلہ نے کہا کہ عرس میں لوگ دکانیں وغیرہ لگا لیتے ہیں۔ منفعت اٹھانے کے لئے مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جامع مسجد دہلی کے عام جمعہ کو اور جمعتہ الوداع کو خاص طور سے لوگ جامع مسجد کے باہر ضروریات وفضولیات کی دکانیں لگا لیتے ہیں۔ ان کی وجہ سے تمہارے ادیگی جمعہ میں کوئی فرق جب نہیں آیا تا خواہ تم بعد جمعہ کچھ خریداری بھی کرلو تو عرس میں فرق کیسے آسکتا ہے۔ اتنے میں حاجی عبدالغفور خانصاحب رحمانی رئیس بسرامپور ضلع گیا حاضر آئے مولانا بابا قدس سرہ نے ان سے پوچھا کہ تم حج کو گئے تھے وہاں ضروری اور غیر ضروری اشیاء کی لوگ دکانیں لگائے رکھتے ہیں تم نے حج بھی کیا اور کھانے پینے اوڑھنے کی چیزیں یا تحائف خریدے تو حج میں کیا فرق آ گیا۔ اسی طرح عرس ہے کہ زائر زیارت قبور و قرآن وکلمہ خوانی وایصال ثواب کے لئے حاضر آیا اب اگر اس نے فراغت کے بعد کھانے پینے یا تحفتاً دینے کو کچھ خریدا تو اسے کون روک سکتا ہے۔ سوال ہوا کہ لوگ بلا وجہ کا مجمع کر لیتے ہیں۔ مولانا بابا قدس سرہ فرمایا تمہارا سوال خود ہی جواب بلا وجہ کا مجمع اگر تم لگاتے ہو تمہارا قصور ہے قرآن وکلمہ درود خوانی کے لئے اجتماع جس تعداد میں ہوگا اتنا ہی زائد ثواب تم کو ہے اور صاحب قبر کو بھی ہے ایصال ثواب وزیارت کا بھی مجمع امر مسنون کے لئے مسنون ہی رہیگا۔ (۱۳۳) سوال ہوا کہ بعض لوگ سیر وتفریح کے لئے آتے ہیں۔ مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایہ کہ جیسی

نیت ویسا پھل اگر زائر قرآن خوانی وایصال ثواب وزیارت قبر کے لئے آیا ہے بلا شبہ یہ مسعود ومحمود ہے اگر کوئی صاحب مزار کے بجائے تفریح وسیر بازار کے لئے آیا ہے مردود ہے۔(۱۳۴)چودھری عبدالصمد رحمانی سندیلوی نے پوچھا کہ آپ کے بعد سیوم و چہلم اور آپ کا عرس ہوگا۔مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ فاتحہ کی پہچان کے لئے تیسرے دن کے فاتحہ کو سیوم کم وبیش چالیس دن کے فاتحہ کو چہلم نصف سالہ فاتحہ کو چھ ماہی اور پورے سال کے فاتحہ کو سالیانہ یا برسی کہتے ہیں۔یہ فاتحہ کے تقسیمی ٹکڑے ہیں اصل شے فاتحہ ہے وہ مسنون تو یہ بھی مستحب تم کو کیوں تکلیف ہو۔چودھری صاحب نے کہا۔کہ لوگ قرض لیکر ان ایام میں فاتحہ دسویں بیسویں چالیسویں کا کرتے ہیں۔مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا شریعت کی پابندی بڑی چیز ہے صحابہ کو دیکھو جان تک نثار کردیتے تھے۔ مگر شریعت کے لحاظ سے اتنا ہی کرتے جتنی مقدرت ہوتی اگر مقدرت ماکولات ہوتو کھانا کرے ورنہ قرآن خوانی سے ایصال ثواب کردے۔مقدرت نہ ہونے پر قرض لے کر سیوم و چہلم کرنا فعل صحابہ نہ تھا۔بدعت ہے ہم نے وزیر علی شاہ بانگر موی کو یہی حکم شریعت بتایا تھا۔ان کے بیٹے نے مقدرت نہ پاکر فاتحہ سیوم قرآن خوانی سے کرلیا مگر کسی سے نہ سوال کیا نہ قرض لے کر کیا گنجائش طعام کی ہوتو ہمارے ورثا مختار ہیں ورنہ قرآن خوانی فاتحہ سیوم و چہلم میں ہمارے لئے کردیں پھر فرمایا کہ لوگوں کی عادت ہے کہ جا بجا اپنے پیر کا عرس کرنے لگتے ہیں۔یہ نہ ہو جب کوئی سنے فضل رحمٰن کا انتقال ہو گیا۔چاروں قل پڑھ کر بخش دے وہ اس سے زائد کچھ نہ کرے کیونکہ عرس کا حق صاحب آستانہ کے سجادہ کا ہے پھر دوسرے کیوں کریں ایسا عرس جس میں لہو ولعب کا خطرہ ہو ہمارے وہاں نہ ہو مولانا احمد صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اور بزرگوں کی طرح آپ کا بھی عرس ہوگا مولانا بابا قدس سرہ نے فرمایا زیارت قبور قرآن خوانی ایصال ثواب کے سوا کچھ نہ کیا جائے۔اور مقامات کی طرح ہمارے وہاں میلہ ہرگز نہ ہو۔

مولود شریف سنت الاصل ہے : (۱۳۵)

فقیر ابوسعید اور بھائی شاہ نیاز احمد صاحب فیض آبادی حاضر تھے۔ دادا میاں علیہ الرحمہ درس حدیث دیکر فارغ ہوئے تو قاضی حب حسن صاحب رحمانی بدایونی نے مولود شریف کا استفتا پیش کیا دادا میاں قدس سرہ نے یہ جواب تحریر فرمایا۔ مولود شریف کا تخصیص ایام و تقسیم شیرینی و طعام کے ساتھ مع باادب قیام سلام میرے اور میرے مشائخ کبار کا متفقہ معمول ہے۔ تفسیر روح البیان میں حافظ حدیث امام ابن حجر علیہ الرحمہ کا فتویٰ منقول ہے۔ و قد استخرج لہ الحافظ ابن حجر اصلا من السنّة وکذا الحافظ السیوطی وَرَدَّ علی انکارھا ان عَمَل المولد بدعة مذمومة ۔ علامۂ ابن حجر اور حافظ حدیث امام سیوطی نے اس قول کو کہ مولود شریف کرنا بدعت مذمومہ ہے باطل کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ مولود شریف سنت الاصل ہے۔ دویمش سیرت شامی میں ابوعبداللہ بن ابومحمد نعمانی سے منقول ہے کہ میں نے شیخ ابوموسیٰ زرہونی قدس سرہ جیسے ابدال وقت کو یہ فرماتے سنا کہ انھوں نے محبوب رب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ کر مولود شریف کی باتیں پوچھا تو آنحضرت نے ارشاد فرمایا۔ مَنْ فَرِحَ بِنَا فَرِحنا بِهِ جس نے ہم سے فرحت وسرور کیا ہم نے اس سے فرحت وسرور کیا۔'' امت کے لئے یہ فرمان خضر راہ ہے واللہ اعلم شاہ احمد میاں محمدی سجادہ نشین چار رجب ۱۳۱۶ھ قاضی حب حسن صاحب نے شاہ نیاز احمد صاحب سے بھی بھی فتوے پر لکھنے کو کہا شاہ صاحب کو مانع ہوا دادا میاں صاحب نے فرمایا میاں نیاز احمد تم اور حافظ سید ابوسعید بھی لکھ دو۔ تعمیل حکم میں شاہ صاحب نے لکھا حضرت قبلہ کا یہ فتویٰ موجب تقویٰ باعث فلاح دنیا و عقبیٰ وجہ حصول حسنات عظمیٰ سبب مسرت صاحب شفاعت کبریٰ ہے۔ نیاز احمد فضل رحمانی فیض آبادی پھر میں نے لکھا والجواب ھوالصواب آفتاب آمد دلیل آفتاب سید ابوسعید فضل رحمانی ایرایانی۔'' (۱۳۶) ایک

بار مولوی وحید احمد صاحب رحمانی ردولوی نے عرض کیا کہ ردولی میں بعض لوگ مولود شریف پر معترض ہیں آپ کچھ لکھ دیں دادا میاں قبلہ علیہ الرحمہ نے لکھا فاضل بریلوی برادر گرامی مولانا احمد رضا خان صاحب مولانا بابا نے فرمایا کہ پہلے تم بتاؤ خود بھی عالم ہو فاضل بریلوی صاحب نے کہا کہ میں تو مولود کو مستحب جانتا ہوں کیونکہ صحابہ کرام اپنے گھروں میں اہل وعیال قوم والوں سے یہی تو کہا کرتے تھے۔ کہ آنحضور ایسے عالی خاندان میں پیدا ہوئے اس طرح پیدا ہوئے اس دن پیدا ہوئے خدا نے آپ پر قرآن اتارا یہ یہ فضائل عطا کئے اپنا محبوب بنایا معراج سے نوازا۔ اسی ذکر اجمالی کی تفصیل اب ہم مولود میں بیان کرتے ہیں۔'' یہ ارشاد خود مشعل راہ ہے فقیر احمد میاں سجادہ نشین پانچ شعبان ۱۳۷۱ھ یہ نقول فتاویٰ میں نے محفوظ کر لیں۔

تخصیص یومی سے ذکر ولادت :(۱۳۷)

ایک بار کچھ خواص علماء کا مجمع مثل مولانا ظہور الاسلام ومولانا نور محمد صاحباب فتح پوری مولانا التفات احمد صاحب بسواں فتح پور شیخ احمد مکی عرب مولانا احمد حسن صاحبان کانپوری وغیرہ کا تھا کہ مولانا محمد اکرم صاحب ومولانا سعادت حسین صاحب مدرس اول مدرسۂ عالیہ کلکتہ دونوں مریدین ہونے آگئے۔ خواہش بیعت کی تو مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ پہلے اپنی دنیاوی بھوک مٹالو اور گھر سے ماش کی دال باجرے کی روٹی منگا کر کھلائی بات بھی یہی تھی یہ لوگ راستہ سے بھوکے آرہے تھے۔ اس پر یہ حضرات اور بھی معترف ہوئے پھر ان دونوں کو حضرت نے مرید فرما کر درس بخاری شریف دیا مولانا احمد میاں صاحب نے پڑھا بعد فراغت شاہ محمد خاں قائم گنج ضلع فرخ آباد نے کہا کہ دور رسالت میں یوں تو ذکر ولادت اور بیان واقعات رسالت ہوتا رہا مگر خاص یوم پیدائش میں ذکر ولادت جو اس دور میں رائج ہے کوئی ثبوت نہیں رکھتا کچھ علماء ان کو

سمجھانے لگے یہ اطلاح مولانا بابا علیہ الرحمہ نے پا کر فرمایا کہ علم صحیح کی کمی خود بڑی گمراہی ہے ۔پھر آپ نے زبانی یہ حدیث سنائی ۔ عَنْ اَ بِی الدَّرْدَاءِ اَنَّهُ مَرَّمَعَ النَّبِی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی بَیْتِ عَامِرِ الاَ نْصَارِی وَکَانَ یُعَلِّمُ وَقَائِعَ وَلَادَتِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامِ لِاَبْنَائِهٖ وَعَشِیْرَتِهٖ وَ یَقُوْلُ هٰذَا الْیَوْمُ هٰذَاالْیَوْمُ فَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وُالسَّلَامُ اِنَّ اللّٰہَ فَتَحَ عَلَیْکَ اَبْوَابَ الرَّحْمَةِ وَالْمَلَائِکَةُ کُلُّهُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ مَنْ فَعَلَ فِعْلَکَ نَجٰی نِجَاتِکَ (امام جلال الدین سیوطی اپنی جامع التنویر میں راوی کہ حضرت ابو درداء آنحضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عامر انصاری کے گھر سے اس حال میں گذرے کہ عامر انصاری اپنے خاندان اورقوم والوں کو واقعات ولادت علیہ الصلوٰۃ والسلام سنا رہے تھے۔اور یوں آگاہی دیتے جاتے تھے۔کہ وہ مبارک یوم ولادت آج کا دن ہے وہ مبارک یوم ولادت آج کی دن ہے پس سراج منیر صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر رحمت کے دروازے کھول دیئے اور تمام ملائکہ تمہارے واسطے خدا سے مغفرت طلب کرتے ہیں جو کوئی تمہارا جیسا کام کریگا وہ تمہاری جیسی نجات پائے گا۔نیز فقیر ابوسعید کو حکم دیا کہ جامع التنویر لا کر سناؤ۔مولانا احمد حسن کانپوری صاحب نے یہی حدیث سنائی ۔ مولانا بابا نے فرمایا میاں احمد حسن وسعادت حسین وسید ابوسعید تم نے بہتروں کو پڑھایا ہے اس قائم گنجی افغان کو نہیں پڑھاتے ہمارے امام تو ایک ایک آیت یا حدیث سے نہ جانے کتنے مسئلہ نکال لیتے تھے۔یہ جامع حدیث پر جتنا غور کروا سکے اسرار کھلتے انوار ملتے ہیں۔یہاں ذات رسالت کی موجودگی بھی ہے تخصیص یوم ولادت کا ذکر بھی ہے ذکر اتفاقی بھی نہیں خاص کر ذکر ولادت ہو رہا ہے۔انصاری صحابی کا فعل بھی ہے قوم انصار کا مجمع سامعین سے ہے اسمیں کتنے ہی صحابی ہو نگے۔اس مجلس انصار و پیدائشی اذکار کو احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملاحظہ فرما کر حسن قبول بخشتے نوید رحمت و مغفرت

دیتے پھر کوکوئی تمہارا جیسا کام کریگا۔تمہاری جیسی نجات پائیگا کی ضمانت دینی سنگ میل اور باعث نجات ہونے کی دیتے ہیں کون امتی اس فرمان پر سب کچھ قربان نہ کرڈالے گا۔حضرت کی اس توجیہہ سے حاضرین بیخود تھے کہ شاہ محمد خاں نے قدمبوس ہوکر معافی مانگی پھر مرید ہوکر کہا کہ میں لوگوں کہ بہکانے سے بہت بڑا پاجی ہو چکا ہوں دعا فرمائیے ناجی بن جاؤں مولانا بابا نے ذرا دیر مراقب ہوکر فرمایا جس قدر رہو محبت رسول بڑھاؤ ہم نے دعا کردی ہے خدا پاجی کے بجائے حاجی کردیگا۔اس کرامت کا دوسرے سال یہ ظہور رہوا کہ شاہ محمد خاں نے حج کرلیا۔مجھ کو مبارکباد لکھی۔

فرائض عشق ومحبت : (۱۳۸)

اس جلسہ میں مولانا سعادت حسین صاحب مذکور نے علماء سے کہا کہ احکام و مسائل کی احادیث کے علاوہ ہر ہر معمول رسول کی اس کثرت سے احادیث پر پیر ومرشد کو حفظ وعبور ہے کہ ورق ڈیڑھ ورق زبانی معمولات کے سنا دیتے ہیں۔یہی مولانا بابا کی واحد فضیلت محققوں پر ہے اتفاق سے مولانا بابا علیہ الرحمہ نے یہ سن لیا حاضرین سے فرمایا کہ اگر تم محبت کے مدعی ہو گے تو محبوب کی ہر ہر بات کا پتہ تمہارا فرض عشق ومحبت رکھے گا پس ہم بھی اپنے محبوب خدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ہر ہر بات کی کھوج رکھکر فرائض عشق ومحبت ادا کرتے ہیں ورنہ اس کے بغیر عشق کہاں فسق ہے۔

موجودگی روحانیت وجہ قیام ہے: (۱۳۹)

حضرت مولانا بابا علیہ الرحمہ تفسیر قرآن کا درس دے رہے تھے۔کہ تفسیر روح البیان میں آیا۔ **وَعِنْدَ ذِكْرِ وَلَادَتِهِ الشَّرِيفَةِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْضُرُ رُوْحَانِيَّتُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔** مولانا بابا نے فرمایا کہ بوقت ذکر ولادت کھڑے ہوکر باادب سلام پیش کرنے کی ایک وجہ بھی ہے کہ مفسرین کا متفقہ فیصلہ ہے

کہ بوقت ذکرولادت آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روحانیت موجود رہا کرتی ہے۔
(۱۴۰) اسی ذکر میں مولانا بابا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ خطبۂ دلائل الخیرات میں یہ حدیث مرقوم ہے۔ **اَسْمَعُ صَلٰوۃَ اَھْلَ مُحَبَّتِی وَاَعْرِفُھُمْ وَتُعْرَضُ عَلَیَّ صَلٰوۃُ غَیْرِھِمْ** ۔ (نورمن نوراللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اپنے اہل محبت کو جانتے اوران کے درودوسلام خود سنتے ہیں۔اورغیرمحبت والوں کے درود ہم کو ملائکہ پیش کرتے ہیں۔) پھرغیرمحبت والا بنا کون مسلمان گوارا کریگا۔اس لئے محبت وعظمت سے درود وسلام سے پیش کیا کرونا کہ اہل محبت میں داخل رہوغیرمحبّ نہ ٹھہرسکو۔

سلام پرنکتہ لطیفہ : (۱۴۱)

فقیرابوسعید کو سعادت درس قرآن میں آیت آئی کہ سلام ہو اُن پر جس دن وہ حضرت یحیٰی پیدا ہوئے تو مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ کچھ سمجھے عرض کیا حضوراعلیٰ ہی ارشادفرمائیں آپ نے ارشادکیا کہ قرآن دیگرانبیاء کے تذکرے سنا کراسی طرح تعلیم دیتا ہے کہ اہل اسلام اس دستورتکریمی کو اپنے رسول کے لئے اوربھی حسن احترام سے معمول بنائیں پھرآیت میں اللہ نے تین حالتوں میں سلام بھیجا ہے پیدائش پروصال پر پھرحشر میں اُٹھنے پر ہم بھی اپنے رسول کی پیدائش پرقیام سلام کرتے ہیں۔کیونکہ سلام میں پیدائش کا خاص رُخ خدا کا اختیارکرنا ہی اصل عظیم ہے۔تم کہہ سکتے ہو کہ وصال پر بھی قیام کرومگر یہ اس لئے غلط ہے کہ ہمارے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رو پوشی کے بعد بھی آنحضورکوخدا نے اسی حیات کاملہ سے متصف اورانتظام عالم پرخدا نے مامورکررکھا ہے اس لئے بہ ہرحالت درودوسلام بھیجتے ہیں اورمدینہ طیبہ کی حاضری میں اورذکرولادت میں کھڑے ہوکرخصوصی سلام پیش کرتے ہوئے۔تعمیل ربانی کرتے ہیں۔رہا حشر میں اٹھنے پرسلام توبتوفیق الٰہی یہ سعادت حشر میں ملے گی۔

قیام سلام سنّت ملائکہ ہے : (۱۴۲)

درس حدیث قیام میں حاجی مختار صاحب رحمانی بلاسپوری (ڈاکٹر جمیل احمد صاحب رحمانی بلاسپوری) (ڈاکٹر جمیل احمد صاحب رحمانی بلاسپوری) نے پوچھا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر قیام ایسا ہی ضروری ہے تو جب آنحضور کے آنے جانے کا ذکر آئے قیام کیوں نہیں کرتے مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ بھائی سمجھ کی خرابی کا علاج کیا سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عالم موجودات میں تشریف لانا چونکہ تمام جہانوں کے لئے نعمت عظمیٰ ورحمت کبریٰ ہے اس لئے آپ کے قدم کلّی پر بوقت ذکر ولادت قیام وسلام سے توقیری نذرانہ پیش کرتے ہیں ہاں آپ کے قدوم جزوی پر اس لئے ایسا نہیں کرتے کہ قدوم جزوی کی سعادت تعظیم قیام ان لوگوں کے نصیب میں رہی جن میں آنحضور نے بودوباش ونشست وبرخاست رکھی۔ اسکو یوں سمجھو کہ خانۂ کعبہ میں باوجودیکہ تقاضائے تعظیم کی علت ہمہ وقت ہے۔مگر کسی آنے جانے پر یا ادائے ارکان پر تعظیم کعبہ نہیں کرتے لیکن فقط طواف رخصت میں کعبہ کی طرف بلا پشت کئے الٹے پاؤں پھرنا خاص عمل رسول سے معمول ہوا اور اب تک اسی آنحضور کے قدوم کلی کی شان وخصوصیت ہی عظیم ہے علماء نے قیام وسلام مستحب رکھا۔(۱۴۳،۴۰) پھر مدارج النبوۃ لانے کا حکم دیا وہ لائی گئی آپنے پڑھا کہ علامۂ شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ بیان ولادت میں راقم کہ شب ولادت میں بی بی آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازے پر کھڑے ہو کر بوقت ولادت مقدسہ ملائکہ نے صلوٰۃ وسلام پیش کیا قیام سلام یہی سنت ملائکہ ہے۔

فتوےٰ استحباب قیام : (۱۴۴،۴۱)

کیا فرماتے ہیں محققان دین کہ معترضین قیام شامی کا حوالہ دیتے ہیں۔وَھٰذَا الْقِیَامُ

بِدْ عَۃٌ لَا اَصْلَ لَھَا جواب کافی مرحمت ہو چودہری نصرت علی رحمانی (تعلقدار سندیلہ)
الجواب امام برہان الدین حلبی انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون میں وضاحت کرتے ہیں کہ یہ قیام بدعت ہے اس کی اصل نہیں (وَھٰذَا الْقِیَامُ بِدْعَۃٌ لَّا اَصْلَ لَھَا اَیْ لٰکِنْ ھِیَ بِدْعَۃٌ حَسَنَۃٌ لِاَ نَّہٗ لَیْسَ کُلّ بِدْعَۃٌ مَذْمُوْمَۃٌ) اس قول کا مطلب یہ ہے کہ یہ قیام بدعت حسنہ ہے کیونکہ ہر بدعت مذموم نہیں ہوا کرتی معترض نے جو اصل عبارت کی جان تھی وہ اڑادی ورنہ فقہاء کے قول کی فقہا ہی سے تشریح موجود ہے۔ دو لیش انسان العیون میں یہ بھی مرقوم ہے کہ امام تقی الدین سکی جلسۂ علماء میں بیٹھے تھے کسی نے نعت کے دو اشعار پڑھے تو امام سکی نے قیام کیا بس اس قدر پیروی کو کفایت کرتا ہے بس مسلک مختار یہ ہے کہ علامۂ برزنجی علیہ الرحمہ عقدالجواہر میں فتویٰ دیتے ہیں۔وَقَدِاسْتَحْسَنَ الْقِیَامُ عِنْدَ ذِکْرِ وَلَادَتِہٖ الشَّرِیْفَۃُ اَئِمَّۃُ ذُوْرَوایَۃٍ وَّرِوَایَۃٍ. اہل درایت وصاحبان روایت اماموں نے ذکر ولادت بابرکت کے وقت قیام سلام مستحب قرار دیا ہے۔باقی رہا یہ کہ جو امر قرآن ثلاثہ میں ہوا وہی صرف جائز ہو اور جو قرون ثلاثہ کے بعد کوئی امر ہوا وہ بدعت ہے، ایسی ہوائی ہے جس کی نظیر نہیں پیرو مرشد سیدی خواجہ شاہ محمد آفاق صاحب والد ماجد مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب (قدس سرہما) اور فقیر احمد میاں خود مولود شریف مسنون الاصل اور اس کا قیام سلام مستحب مانتے ہیں معمول رکھتے ہیں واللہ اعلم۔شاہ احمد میاں محمدی گنج مرادآبادی چار ربیع الاول ۱۳۱۱ ھ" یہ فتویٰ چودھری نصرت علی صاحب نے مولانا بابا کی خدمت میں پیش کیا آپ نے تحریر فرمایا قیام سلام مستحب و در معمول فقیر ومشائخ کبیر است موجب فیض و برکات می باشد۔فضل رحمٰن محمدی" میں نے اور دیگر حاضرین نے اسکی نقلیں کرلیں۔

آنحضور کی اپنے مداحوں سے مسرت: (۱۴۵/۴۶)

نواب ارشاد علی خاں رئیس بھدیہ ضلع گیا نے سوال کیا کہ عام وخاص دونوں

حالتوں کا ہمارا درود وسلام کیا آنحضور کی خوشی کا سبب ہوتا ہے مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جو کوئی محبت سے رسول کل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف بڑھتا مدحت سرا ہوتا ہے۔آنحضور بھی اپنے موافق کرم اسکی طرف بڑھتے اور کافی مسرور ہوتے ہیں ہمارے مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی علیہ الرحمہ نے اسکو فیوض الحرمین میں صاف کردیا ہے۔پھر حکم دیا کہ ہمارے نیاز احمد فیض آبادی سے کہو کتاب لاکر سنائیں انھوں نے سنا یا بَلْ كُلُّ ذِی كَبَدٍ يُشْتَاقُ اِلیٰ شیئٍ وَيَتَوَجَّهُهُ اِلَيْهِ بِقَصْدِهٖ وَشَوْقِهٖ فَاِنَّهٗ يَتَدَلّٰى اِلَيْهِ وَرَأَيْتُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْشَرِحُ اِنْشِرَاحًا عَظِيْمًا لِمَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَدَحَهٗ ۔شاہ صاحب دہلوی اپنا مشاہد بیان کرتے ہیں میں نے صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اس سے جو آپکی مدح کرے صلوۃ وسلام کے نذرانے پیش کرے بہت زائد خوش ہوتے ہیں۔"

مولوی محمد اسحٰق صاحب کا قیام: (۱۴۶)

سید شاہ کمال صاحب فضل رحمانی رئیس پٹنہ سٹی نے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ مولوی محمد اسحٰق صاحب قیام نہ کرتے تھے۔اگر چہ آپ کے ساتھ بھی مولود شریف میں گئے ہیں مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ دو بار ہمارے ساتھ مولوی محمد اسحاق دہلوی مولود شریف میں گئے یہ وقت ان کی طالب علمی کا تھا۔اگر شاہ اسحاق صاحب نے قیام نہیں کیا تو قیام مستحب کیسے نہ رہ سکے گا جبکہ ملا ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمہ نے واضح کردیا۔ پھر حکیم عظمت حسین صاحب رحمانی موتی ہاروی حجتہ اللہ البالغہ منگوا کر یہ عبارت سنا کر کہ یہ قیام مباح ٹھہرا بدعت سیئہ نہ ہوا بلکہ بہ سبب مقرون ہونے نیت تعظیم شان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مستحب ہو گیا۔" فرمایا کہ یہ سند کو کافی ہے۔فقیر سید ابو سعید رحمانی نے یہ ذخیرۂ معلومات اس لئے محفوظ کیا کہ پیر ومرشد کی اصلاحی تعلیم وتبلیغ

تفقیح کے مجددانہ پہلو سے واقفیت عامہ فضل رحمانی برادری کو ہو سکے۔
نوٹ فی الحال اس مرتبہ مسودہ سے یہ تینتالیس کوائف پیش ہیں۔

سلام پر مشاہدۂ تھانویہ: (۱۴۷)

رسالہ النور میں مولانا اشرف علی صاحب تھانوی خودراوی ایک شخص نے مولود کے سلام پر اعتراض کیا حضرت مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا ہاں بھائی قرآن کریم میں حضرت یحیٰی وحضرت عیسیٰ علیہما السلام پر اللہ تعالیٰ کو سلام پڑھنے کیا ضرورت تھی وہ معترض لاجواب رہ گئے۔

شہادت تجمل حسین صاحب: (۱۴۸)

کمالات رحمانی مطبوعہ رحمانیہ پریس محلّہ مخصوص پورہ مونگیر ۱۳۱۵ھ صفحہ انہتر ۶۹ سطر انیس ۱۹ پر مولوی تجمل حسین صاحب بہاری راقم ایک بار فقیر نے حضرت قبلہ سے جواز مولود وقیام میں جودریافت کیا تو فرمایا کہ اگر کوئی محبت سے قیام کرے تو اٹھنے دو چنانچہ ہم نے مونگیر میں مولودشریف کی مجلس قائم کی اور خود ہم نے مولود پڑھا لفظ محبت کا جو حضرت نے فرمایا تو فقیر کو جس شعر پر لطف آیا اٹھ کھڑا ہوا شاید گیارہ بار ہم کھڑے ہوئے قوم کو بار بار اٹھنا جبر ہوا شعر اس مثل کے تھے۔

دشت یثرب میں ترے ناقے کے پیچھے پیچھے
دھجیاں جیب وگریباں کی اڑاتے جاتے

(۱۴۹) کتاب فضل رحمانی صفحہ ۱۳۹ شاہجہانی پریس بھوپال میں بہاری صاحب راقم کہ جواز مولودشریف وقیام میں عرض کیا فرمایا کہ اگر کوئی محبت میں آنحضرت رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اٹھ کھڑا ہونے دو مت روکو۔(۱۵۰) کمالات رحمانی صفحہ ۱۳۹

پھر جب ہم خود حاضر ہوئے حضرت قبلہ نے معجزات آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان فرمائے اس وقت ہم نے مثنوی جامی علیہ الرحمۃ سلسلہ الذھب جو ہم نے پڑھا تو آپ نے جوش وخروش میں آکر فرمایا کہ ایک مصرعہ پڑھیں ایک تم پڑھو ؎

یَانَبِیَّ اللہِ سَلامٌ عَلَیْکَ　　　اِنَّماَ الْفَوْزُوَاَ لْفَلاَ حُ لَدَیْکَ

درسلام آمدم جوابم دہ　　　مرھمے بر دل خرابم دہ۔

(۱۵۱) کتاب فضل رحمانی مطبوعہ انوار احمدی پریس لکھنؤ ۱۳۱۷ھ صفحہ ۳۸ ملفوظ چہل و چہام نورمیاں (بھوپالی) نے ایک صاحب سے نقل کیا کہ غلام امام شہید صاحب مرحوم کی جب وضع خلاف شرع تھی چھلے ہاتھوں میں اور حنا لگی ہوئی داڑھی بہت مختصر تھی اس زمانہ میں حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ان سے ملاقات ہوئی حضرت نے ان کی وضع پر اعتراض فرمایا او رزجر کیا انھوں نے عرض کیا کہ میں کچھ پڑھتا ہوں سن لیجئے آپنے فرمایا پڑھو انھوں نے خوش الحانی سے مولود شریف پڑھا حضرت نعت سن کر بیتاب ہو گئے اور اسقدر روئے کہ وہاں کی زمین تر ہو گئی جب وہ پڑھ چکے تو آپ ان سے بہت خوش ہوئے (۱۵۲) کمالات رحمانی صفحہ انچاس اس سطر چھ بہاری صاحب راقم کسی نے مولانا بابا سے کہا کہ مولود مروجہ میں بہت واہی تباھی مضامین پڑھ کر روتے ہیں آپنے فرمایا کہ ہم رب العالمین سے عرض کرینگے کہ الٰہی یہ تیرے حبیب کی محبت میں مولود پڑھتے تھے ان کے قصور (غلطی مضامین) کو معاف فرمادے۔ (۱۵۳) کمالات رحمانی صفحہ انہتر سطر سات بہاری صاحب راقم ایکبار جناب مولانا سید محمد علی صاحب مونگیری نے فرمایا کہ مسجد (گنج مرادآباد) میں دو مولوی جھگڑ رہے تھے کہ اس قسم کی جو مولود پڑھتے ہیں ہرگز جائز نہیں اور بہت تشدد کے الفاظ تھے حضرت قبلہ کو یہ تشدد نا پسند ہوا اندر مسجد کے مولانا مونگیری سے فرمایا کہ میں قیامت کے روز خداوند عالم سے عرض کروں گا الٰہی ان لوگوں نے تیرے حبیب کا ذکر محبت سے کیا ہے بخش دے۔''

(ارشاد رحمانی ۱۳۱۶ھ مطبع شاہی لکھنؤ میں واحد مضمون ہے)

خواجہ غریب نواز کا قیام:(۱۵۴)

چودھری فتح علی صاحب رحمانی رئیس سندیلہ نے بیان کیا کہ دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہمارے خواجہ بختیار کاکی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ غریب نواز صاحب قدس سرہٗ مریدین کو تعلیم سلوک دے رہے تھے جب بھی وہ اپنے داہنے کی طرف ملاحظہ کرتے فوراً کھڑے ہو جاتے تمامی درویش آپ کی اس کارروائی سے حیرت زدہ تھے مگر ادب سے کوئی دم نہ مار سکا آخرش ایک نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیا راز تھا خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ نے فرمایا کہ میرے داہنی طرف میرے مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ کی قبر شریف ہے جب اس پر میری نظر پڑتی تو قیام کرنا اپنے لئے واجب خیال کرتا اس لئے قیام کرتا رہا'' پھر دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ پیر کے لئے خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ یوں قیام لازم سمجھیں تو تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیام اور بھی افضل واہم ہے(۱۵۵) سلطان المشائخ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ مجمع احباب میں بیٹھے تھے کہ کئی بار اٹھ کر کھڑے ہوئے حاضرین بھی کھڑے ہوتے رہے حاضرین نے پوچھا تو فرمایا کہ ہمارے پیر کی کی خانقاہ میں ایک کتا رہا کرتا تھا اسی صورت وشکل کا یہ کتا سامنے گلی سے کئی مرتبہ آیا گیا جب وہ گذرتا میں اس کی تعظیم میں کھڑا ہوتا رہتا۔'' دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا محبت وعقیدت کے یہ اسباق ایسے بزرگوں ہی سے حاصل ہوا کرتے ہیں۔

جواز ندائے غیر اللہ:(۱۵۶)

عبدالحمید خاں صاحب فضل رحمانی علوپور ملیح آباد نے بیان کیا کہ ایک بار ہیضہ کی وبا ایسی پھیلی کہ مرزا گنج خالص پور ملیح آباد میں کافی لوگ مرے۔علوپور میں بھی دو چار اموات ہوئیں تو میں گھبرایا ہوا آستانہ پہونچا ماجرا عرض کیا مولانا بابا علیہ الرحمہ نے

فرمایا کہ مغرب بعد اور فجر بعد پانچ پانچ بار یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک یا حبیب سلام علیک صلوات اللہ علیک صحن مکان میں کھڑے ہو کر سب گھر والوں کے ساتھ پڑھ لیا کرو بفضلہٖ تعالیٰ ہر بلا سے محفوظ رہو گے میں نے اس پر جس روز پہلا عمل کیا اسی دن کوئی کالرے کا کیس علوپور میں نہیں ہوا دوایک کو اور ربتایا تیسرے دن پورا علاقہ وبا سے پاک ہو گیا ایک بار دبائے طاعون چلی میں نے یہی یا نبی سلام علیک والا عمل کیا تو دوسر دن ہی رحیم آباد کی طرف وہ وبا چلی گئی ایک بار گھر سے دفع بلیات کیلئے پڑھا میرا گھر ایسا پاک ہوا کہ اب تک محفوظ ہوں (۱۵۳) عبدالحمد خانصاحب مذکور نے بیان کیا کہ ایک بار میں نے عرض کیا کہ اولاد نرینہ سے محروم ہوں توجہ فرمایئے مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ **لا الہ الّا اللہ محمّد رسُول اللہ** یا شاہ محمد آفاق اَلْمَدد۔ پڑھتے رہا کرو میں نے یہی کیا ٹھیک نویں ماہ یہ عبدالرزاق ملیح آبادی پیدا ہوئے۔

ندائے غیر پر حکم رسالت:(۱۵۷)

قاضی حب حسن صاحب فضل رحمانی بدایونی نے بیان کیا کہ سوال ندائے غیر اللہ پر مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ علامہ طبرانی عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ جب تمہاری کوئی چیز گم ہو اور تم طالب ہو اور وہ ایسی جگہ جہاں کوئی مونس نہ ہو تو یوں ندا کرو یا عِبَادَ اللّٰہِ آعنیوانی یا عِبَاد اللہ اعینوانی فَاِنَّ لِلّٰہِ عِبَادً الَّا یَرِاھُمْ: یا عباد اللہ میری مدد کرو یا عباد اللہ میری مدد کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے بھی ہیں جن کو وہ نہیں دیکھ پاتا پھر ارشاد کیا فرمان رسول ندائے غیر اللہ مسنون قرار دیتا ہے تو اس فرمان سے انکار کیوں ہو پھر تم خدا پر بھی کیا اعتراض جڑ دو گے کہ قرآن میں یَا حَسْرَۃً عَلَیَ الْعَباد خود فرمایا اور اپنے محبوب سے فرمایا کہ میرے بندوں کو اپنا بندہ کہہ کر قُلْ یاعَبَادِیَ الَّذِیْنَ آسرفُوا پکاریئے۔

آستانہ پر مولود شریف:(۱۵۸)

چودھری نبی جان صاحب فضل رحمانی رئیس سندیلہ نے بیان کیا کہ میں اپنے علاقہ کے ایک اہم مقدمہ میں جس میں وکلا بھی مایوس تھے مولانا بابا علیہ الرحمہ کے پاس دعا کیلئے حاضر ہوا آپ نے ہاتھ اُٹھا کر دعا فرمائی پھر کہا جاؤ فضل رحمانی کا تماشا دیکھو دراصل خلاف امید مجھے پوری کامیابی ہوئی تو آستانہ پر بطور شکرانہ مولود شریف کی اجازت چاہی حضرت مولانا بابا نے فرمایا کہ ہمارے احمد میاں بعد عشاء مولود پڑھ دیں گے چنانچہ دادا میاں صاحب ممبر پر رونق افروز ہو کر واقعات رسالت بتاتے ہوئے جب ذکر ولادت پر آئے تو مولانا بابا پر عجیب کیفت تھی حتیٰ کہ بوقت سلام خود مولانا بابا کھڑے ہو کر مولانا جامی والا السلام یا نبی اللہ سلام علیک پڑھا تو اور رہی سماں ہو گیا۔

مولود شریف اور روشنی:(۱۵۹)

چودھری محمد عظیم صاحب فضل رحمانی تعلقدار سندیلہ نے بیان کیا کہ بارھویں ربیع الاوّل تھی عرض کیا کہ مولود شریف کی اجازت مرحمت ہو مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہمارے حکیم نیاز احمد فیض آبادی مولود شریف پڑھ دینگے تم بستی میں خبر کردو۔ میں نے مسجد کے بارہ طاقوں میں بارہ چراغ روشن کئے ایک صاحب اعتراض کر بیٹھے کہ اتنے چراغ جلانا اسراف ہیں۔ اتفاق سے مولانا بابا کو علم ہو گیا آپ نے ان معترض سے فرمایا تمہارے خیال میں اگر کسی نے اسراف کیا ہے تو جن چراغوں کو تم ضرورت سے زائد سمجھو جا کر بجھادو شیر محمد فرخ آبادی گئے اور پہلا چراغ بجھا کر دوسرے کو بجھا پائے تھے کہ پہلا خود بخود جل پڑا وہ اس کو بجھا کر چلے تو دوسرا خود جل پڑا غرضیکہ جس کو یہ بجھا کر آگے والا بجھاتے پچھلا جل اٹھتا چند بار یہی ہوا تو تھک ہار کر بیٹھ گئے۔ اور ایک چراغ بھی نہ بجھا سکے مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اب بولو تمہارا اسراف کہاں گیا ہاں اگر تم

نے اخلاص کا منظر نہ دیکھا ہوتو اب دیکھ لو شیر محمد مزکور ایسے نادم ہوئے کہ اسی وقت مرید ہو گئے اور دیر تک روتے رہے ادھر مولانا بابا علیہ الرحمہ کو ایسا جوش آیا کہ ممبر پر کھڑے ہو کر نعت و ذکر ولادت فرمایا کر رقت انگیز لہجہ میں سلام پڑھا۔ امرتی پر فاتحہ دیکر ایک خود نوش کی اور خود دو، دو امرتی حاضرین کو تقسیم فرمائیں۔"

کسی کے نام پہ نام رکھنا: (۱۶۰)

نسیم خاں صاحب رحمانی ملیح آبادی نے سوال کیا کہ نبی بخش ۔پیر بخش ۔ غلام دستگیر ۔غلام محی الدین وغیرہ نام رکھنا بعض لوگ سخت ناجائز بتاتے ہیں حضرت مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یاد کرو ہمارے آقا و مولا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جد امجد کا نام عبد المطلّب تھا باوجودیکہ خدا کا نام مطلب نہیں ہے آنحضور نے نہ اپنے جد امجد پر اس کا اعتراض کیا نہ اپنی نسبت سے احتراز فرمایا بلکہ میدان جہاد میں بڑے سورماؤں کو اس رجز سے للکارا۔ اَنَـا النَّبِـی لَا کَـذِبْ اَنَـا ابْـنُ عَبْـدِ الْمُطَّلِبْ اور خود کو ابن عبد المطلّب سے موسوم کیا اسی طرح اکابرین امت کے نام سے یہ نسبت جائز ہے ۔

چھٹا باب

اثر خامہ نواب صدر یار جنگ:

مولانا حبیب الرحمٰن خاں صاحب شیروانی فضل رحمانی نواب صدر یار جنگ نے یہ چند کوائف حصہ اوّل کے لئے تحریر ہو گئے جو تاخیر سے وصول ہونے پر اب حصہ دویم میں انھیں کی عبارت میں درج ہوتے ہیں بشرف نظر رہبر عصر طریقت مآب مولانا شاہ رحمت اللہ میاں صاحب زاد مجدکم پس از تحیات مسنونہ مسرت دل میں سمانہیں پاتی کہ آستانہ عالیہ سے سوانح عمری شائع ہو رہی ہے ادھر میرے ضعف و علالت نے اور بھی تاخیر کر دی جس کے لئے معذرت خواہ ہوں ایک وجہ تاخیر یہ بھی ہے کہ جب لکھنے کا ارادہ کرتا تو یہ کش مکش آ گھیرتی کہ لکھوں تو کیا لکھوں جس پر فضل رحمان ہی فضل رحمان ہو اس کی کون ادا غیر منتخب گردانے کی جرأت کروں حضرت مولانا بابا صاحب قدس سرہٗ کی طرف بالآخر رجوع ہوا تو یہ خیال دل میں جم گیا کہ فقیر شیروانی کو بہ الطاف مرشدی نکات شریعت و اسرار طریقت کے جو مجددانہ و محققانہ پہلوؤں سے روشناسی کے مواقع حضوری نصیب ہوئے جن پر خواص کی رسائی نظر بھی مشکل ہے کیونکہ وہ محدود اشخاص تک ہی محدود رہے وہ ایک طرح امانت قوم ہیں کیوں نہ ان کو اپنی قوم کے سپرد کر کے سبکسار ہو جاؤں **فالحمد لِلّٰہ** کہ تائید فضل رحمانی آپ کے سامنے ہے۔

حسن توکل: (۱۶۱/۱)

حکیم الحکماء محمود خاں صاحب فضل رحمانی دہلوی مولانا بابا علیہ الرحمہ کی خبر علالت سن کر علی گڈھ آئے تو نواب سر مزمل اللہ خاں فضل رحمانی بھی تیار ہو گئے فقیر شیروانی کو بھی یاد مرشد نے اکسایا ہمراہ ہو کر قبل عصر آستانہ آئے حکیم جی نے مزاج پرسی کے بعد نبض دیکھنے کی استدعا کی حضور اعلیٰ نے فرمایا کہ نبض اس سوز و گداز کو کب بتا سکتی ہے ۔

دلم چو قبلہ نما فارغ از طپیدن نیست
بہ عالمے کہ منم رسم آرمیدن نیست

پھر ارشا کیا کہ نبض دکھانے میں اس لئے تکلیف ہے کہ بلا ضرورت نبض دکھانے سے توکل الٰہی میں فرق آتا ہے پھر درس قرآن دیکر فرمایا الحمد للہ طبیعت بحال ہوئی ۔

معراج جسمانی: (۱۶۲/۲)

پھر حضور اعلیٰ نے پوچھا کہ راستہ میں کیا گفتگو در پیش رہی حکیم جی نے عرض کیا کہ شیروانی صاحب معراج جسمانی ثابت کرتے ہیں اور مزمّل اللہ سلمہٗ معراج روحانی ثابت کرنے ہیں تو حضور اعلیٰ نے فرمایا کہ بیٹا شروانی ہم تمہاری حسن لیاقت سے خوش ہیں یاد رکھو واقعہ معراج کو ماجرائے خواب سمجھنا خطائے صریح ہے دیکھو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واقعہ معراج سنتے ہی بلا پس و پیش تصدیق کی تو صدیق اکبر ہو گئے ورنہ روحانی معراج میں تصدیق کی ضرورت نہ تھی (۱۶۳/ ۳) پھر آپ نے فرمایا میاں حبیب الرحمٰن سرور عالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلامان غلام خدا کو بلا دیکھے سجدہ نہیں کرتے تو ان نمازوں کو بھی کیا حالت خواب کہہ دیا جائے گا جانتے ہو کہ تمہاری نگاہ کا نور خواہ ضعیف ہو یا قوی شیشے سے فوراً آر پار ہو جاتا ہے رنگ و دبازت شیشہ

روک نہیں سکتی یہ ایں کثافت تمہاری نگاہ کے نور کی تو یہ طاقت جو کہ نور رسالت کا ایک بے مقدار ذرہ ہے پھر اس نور الٰہی کی نورانی طاقتوں کے سامنے یہ راضی و سماوی طاقتیں اس لئے ہیچ و نابود ہیں کہ اُسی نور الٰہی سے طاقت اور وجود پائے ہوئے ہیں (۴/۱۶۴)

نواب مزمل اللہ خانصاحب نے عرض کیا کہ حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بعض دلیل بناتے ہیں کہ آپ کا جسم مطہر کبھی غائب نہیں ہوا حضور اعلیٰ نے فرمایا کہ چونکہ بفیصلہ محدثین واقعہ معراج حضرت صدیقہ کے قبل نکاح ہوا اس لئے انکا کہنا بھی صحیح ہے کہ ان کے سامنے ایسا نہیں ہوا اور جسم مطہر سے جانا بھی صحیح کہ قبل نکاح معراج ہوئی۔ (۵/۱۶۵) زیر آیت **يَامُوْسىٰ اِنِّي اصْطَفَيْتُهُ** مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام رسالت وشرف کلام الٰہی سے اصطفا پاتے ہیں اس جسم کے ساتھ اگر صاحب معراج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس جسم نورانی سے عرش پر جانا شرف ہمکلامی و مازاغی نگاہوں سے دیدار الٰہی وقربت قاب قوسین سے مشرف و مصطفیٰ نہ مانو گے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام افضل اور افضل الرسل مفضول و متبوع ہو کر مصطفیٰ نہ رہیں گے اسی کو شہادت قرآنی باطل کرتی ہے سطحی نظر والے یہیں دھوکا کھا گئے۔

(۶/۱۶۶) زیر آیت **لَنْ تَرَانِىْ** ارشا فرمایا کہ جسم آنحضور سراپا نور آپ کی بشریت نور سے معمور آپ ظاہراً و باطناً نوری نور تو جسم کثیف والے عوارض وموانع کا یہاں سوال ہی کافور ہے۔ یہی وجہ حضرت علیہ السلام سے **لَنْ تَرَانِىْ** فرمایا گیا انکی نورانیت نور مجسم نہ تھی اور نور مجسم سے **حَبِيْبِىْ اُدْنُ مِنِّىْ** نے اپنے نور مشتق کو کھینچا پاس بلایا تو خدا کو کون روک سکتا ہے۔ **زیغ و طیغی بصر** (۷/۱۶۷) زیر آیت **لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ** مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ آیت میں عام قانون قدرت کا اظہار ہے کیونکہ عظمت حسن حقیقی کا بھرم جاتا رہے۔ عابد ومعبود میں حائل اگر پروانہ ہو ورنہ مستثنیات کا خدا خود جواب عنایت کر رہا ہے **مَازَاغَ بَصَرُ وَمَاطَغٰى** کہ بصارت انسانی کو اگر

زلیغ وطغی بصر سے مستثنیٰ ومحفوظ ہم کردیں تو ہمارا دیدار ہو گا کیونکہ لطافت نورانی زلیغ وطغی سے مستثنیٰ شے ہیں خدا نے یہ تو فرمایا نہیں کہ ہم خود اپنے کو دکھانا و پاس بلانا چاہیں تو دکھایا نہ بلاسکیں نواب مزل اللہ پر ایسی بیخودی دی تھی کہ فوراً بڑھ کر ہاتھ پکڑ لئے اور مرید ہو گئے۔

کمالات رسالت:(۱۶۸/۸)

زیر آیت فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ مدار الوہیت کے علاوہ جتنے بھی کمالات ہو سکتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ ہی سے جاری فرما کر پھر وہ سب آپ ہی پر بلاشرکت غیرے اس لئے ختم کر دیئے کہ آپ کا ہر کمال امتیازی اور بلاشرکت غیرے براہ راست تعلق الٰہی سے خدا دادہ رہے یاد رکھو یہی تو قیر رسالت بفرمان قرآن ہے(۹/۱۶۲) پھر ارشاد فرمایا کے مَاۤ اَوۡحٰی کو مبہم فرمانے میں یہی بلاغت قرآنی ہے کہ ان امتیازات نادرہ وکمالات منفردہ کے سمندر لا متناہیہ کو انسانی عقل کا محدود پیمانہ ادراک کرنے سے نابلد محض ہے کہ کیا خدا نے دے ڈالا کیا کیا محبوب نے پایا پھر آپ نے درود شریف پڑھنا شروع کیا بعد فراغت والہانہ لہجہ میں فرمایا کہ یہ اہل محبت سمجھ سکیں گے کہ ایسے موقع پر محبّ اپنے محبوب پر نثار کرنے کے لئے کچھ رکھ بھی چھوڑتا ہے۔"

رازروپوشی مزار اقدس:(۱۰/۱۶۹)

اسی سلسلہ میں مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہمارے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مزار مبارک میں روپوش رہنا دراصل اُمت مرحومہ پر احسان عظیم ہے تاکہ تا قیامت آپ کی زیارت آپ کی امت کرتی اور مستفیض ہوتی رہے ورنہ حضرت عیسیٰ و حضرت ادریس علیہما السلام کی طرح آسمان پر اٹھا لئے جانے سے یہ استفاضہ ختم ہو جاتا۔

ـــ زمین کے اندر عذاب کیساو ہاتو رحمت نبی کی ہوگی ۔ نیز ارشاد کیا دوسرا احسان تمامی مخلوقات پر زمین میں قیام فرمانے سے یہ ہوا کہ سابقہ امتوں کی زمین شق ہونے یا طبقہ لوٹ دینے کے عذاب سے اہل زمین محفوظ ہو گئے ۔

ایمان والدین ماجدین:(۱۱/۱۷۰)

دو زائرین بحث کرنے لگے ایک نے کہا کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین ماجدین مشرف بہ ایمان تھے دوسرے نے کہا با ایمان نہ تھے کہ مولانا بابا نے فرمایا کہ یہ کون غل مچائے ہے میاں شیروانی ان کو بلاؤ جب وہ آئے آپ نے فرمایا کہ تم نے کیا چوپٹ کرنے کے لئے لکھا پڑھا تھا یاد کرو خطیب بغدادی وابن عساکر بروایت امام مالک اور وہ حضرت عروہ سے وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے راوی کہ خاتم الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی استدعا پر خلاق عالم نے آپ کے والدین ماجدین کو قبر میں زندہ فرما کر آپ کا کلمہ پڑھا کر پھر جام موت پلا دیا ۔(۱۳/۱۷۳) پھر فرمایا کہ بیٹا شیروانی تم بھی ان عقل سے کورے لوگوں کو نہیں سمجھاتے کہ قرآن وحدیث میں اپنی رائے نہ ٹھونسا کریں ۔ اتنا بھی شعور نہیں کہ جو احادیث آگ میں ہونے پر وارد ہوئی ہیں وہ حجۃ الوداع سے قبل کی ہیں اور زندہ ہو کر مشرف بہ اسلام ہونے کا واقعہ حجۃ الوداع میں ہو کر ناسخ اور سابقہ احادیث آگ منسوخ ہو گئیں ۔'' فقیر شیروانی نے حکماً ان لوگوں کو فہمائش کی ان لوگوں نے تفسیر روح البیان دیکھی تو مفسرین کا یہ فیصلہ تھا جو حضور اعلیٰ کا فتویٰ موجب فلاح وتقویٰ تھا ۔(**۱۳/۱۷۳**) پھر ارشاد فرمایا کہ تفسیر اُمُّ المعانی میں ہم نے یہ حدیث دیکھی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ سے رسول کل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حجۃ الوداع میں رات کو میں نے حلقہ کیا اور اپنے ماں باپ اور ابو طالب کی مغفرت کی التجا کی خدا نے فرمایا کہ یہ ہمارا آخری فیصلہ ہے کہ جو میری

وحدانیت اور تمہاری نبوت پر ایمان نہ لائے گا بتوں کو باطل نہ جانے گا اس کو دوزخ سے نجات نہ دونگا فلاں ٹیلہ پر جا کر تم اپنے ماں باپ اور ابو طالب کو آواز دو تو وہ زندہ ہو کر تمہارے پاس آجائیں گے تم ان کو اسلام کی دعوت دو اور اگر وہ ایمان لے آئے تو ان کو دوزخ سے نجات عطا کردوں گا پس میں نے یہ ہی کیا تو میرے ماں باپ و ابو طالب سر سے خاک جھاڑتے میرے سامنے آکر کھڑے ہو گئے میں نے ان سے کہا کہ خدا نے مجھ کو جس مقصد کے لئے معبوث کیا اس کی حقیقت تم پر کھل چکی، میں تم کو دعوت دیتا ہوں کہ خدا کی وحدانیت اور میری نبوت کا اقرار کرو انھوں نے اقرار کیا اور ہنسی خوشی اپنے قبور میں چلے گئے۔"

ترجمہ قل انما انا لبشر: (۱۴/۱۷۴)

میرے دل میں آیا کہ آج مجھے پڑھنے کا شرف ملتا کہ بعد عصر کرامت مآب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ بیٹا شیروانی آج تم قرآن پڑھو ہم ترجمہ سنائیں درس ہوتا رہا جب آیت قُلْ اِنَّمَا اَنَا لَبَشَرٌ مِثْلُکُمْ آئی تو آپ نے یہ ترجمہ فرمایا"اے سندیلی آپ کہہ دیں کہ میں تو تمہارا ساتھی ہوں مجھ کو یہ سندلیس کیا جاتا ہے کہ سب کا بس ایک ہی سرجن ہار ہے یہی ہے فلسفۂ اِنَّمَا اَنَا لَبشر خدا کے بعد تو سب کچھ کہو خدا نہ کہو۔

آپ کی تعلیم آپ کی زبانی: (۱۵/۱۷۵)

حضور اعلیٰ نے اپنی تحصیل علمی کا یوں اظہار فرمایا کہ ہم نے درس نظامی و فقہ و اصول و کلام وغیرہ کا تکملہ بحر العلوم مولانا محمد نور صاحب فرنگی محلی (قدس سرہٗ) سے کیا ان کے والد مولانا محمد نور صاحب فرنگی محلی (قدس سرہٗ) نے جانے کیا دیکھا کہ ہم کو اپنی مسند پر بٹھا لیتے اور اپنی خوشی و شفقت سے پوری بیضاوی و کامل قدوری پھر ہدایہ مکمل

پڑھائیں یہ خدا کی دین دیکھو کہ ہم کوان مصنفین کتب سے فیض آتا حتیٰ کہ یوسف زلیخا
پڑھنے تک میں حضرت یوسف علیہ السلام سے فیض آتا اور تفسیر وفقہ کا ڈیڑھ کبھی دو
جزایک وقت میں بآسانی ہم پڑھ لیتے (۱۶/۱۷۶) مولوی محمد احسن صاحب بہاری
فضل رحمانی نے فقیر شیروانی سے بیان کیا کہ مولوی محمد یحییٰ صاحب رحمانی لکھنوی کہتے
تھے کہ مولانا محمد انوار صاحب علیہ الرحمہ لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ اس لڑکے فضل رحمٰن
کا رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خون ملا ہوا ہونے سے خاص قربیت وفیوض
حاصل ہیں یہ اسی کا شرف ہے کہ یہ خود سب پڑھتا جاتا ہے اسی وجہ سے میں اس کو چاہتا
ہوں۔(۱۷/۱۷۷) مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہم جب پہلی بار ۱۲۲۱ھ میں
حضرت مرشد دہلوی کی خدمت میں مرید ہونے گئے تو بعد بیعت خواہش تعلیم بیان کی
آپ نے دعائیں دے کر اجازت بخشی اور دن میں اپنے وہاں کھانا کھانے کی ہدایت
بھی فرمائی ہم جب اوّل روز حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث علیہ الرحمہ کے پاس
درس کو گئے تو موصوف نے عام توجہ رکھی بعد درس اس شب کو تو ہم بھوکے پڑ رہے مگر اسی
رات حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے نہ جانے کیا دیکھا کہ مجھ کو صبح ہی بلانے ایک
آدمی بھیجا مگر میں بعد مغرب مرشد قبلہ سے اجازت لے کر گیا تو شاہ صاحب قدس سرہٗ
بکمال شفقت پیش آئے ہدایت کی کہ آج سے شام کا کھانا میرے پاس کھایا کرو اس
شب ہم نے عشاء بعد سے تہجد تک پڑھا یہی معمول ہو گیا کہ عشاء سے تہجد تک درس اور
تہجد کو خدمت مرشد میں آکر وضو و کلوخ وغیرہ کا نظم کرنا دن بھر خدمت میں رہنا کبھی دن
میں بھی شوق اکساتا تو مرشد قبلہ کشف ہو جاتا بہ شفقت فرماتے فکر مندی کا ہے کی فیض
مصطفائی سے تم خود پڑھ جاؤ گے، ایک بار شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اگر تم پسند
کرو تو ہم اپنے داماد سید ظہیر الدین شہید (علیہ الرحمہ) کو شریک تمھارے درس میں کرلیا
کرلیں میں نے کہا اتنا شرمندہ نہ کیجئے آپ مختار ہیں جسے چاہیں شریک کرلیں مگر

حضرت شاہ صاحب نے سوا اپنے داماد کے کبھی کسی اور کو شریک میرے درس میں نہیں کیا جن کتب کو لوگ سال اور ڈیڑھ سال میں پڑھتے بتوفیق الٰہی ہم دس پندرہ دن میں پڑھ لیتے بخاری شریف اٹھارہ پارہ ایک وقت میں پڑھ کر ختم کی تو شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے بہت دعائیں دیں پیرو مرشد کی اس شان علم وکمال کا اندازہ مذکورہ واقعہ تعلیم سے آپ بخوبی کر سکتے ہیں (۱۷۸/۸) حکیم الحکماء محمود خان صاحب فضل رحمانی دہلوی نے بیان کیا کہ مجھے حضور اعلیٰ کی خبر ملی تو پتہ لگاتے شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے وہاں گیا۔سید شاہ مولوی ظہیر الدین صاحب شہید علیہ الرحمہ نے دوران تذکرہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ سے کہا۔کہ عشاء سے تہجد تک کے بجائے مولانا فضل رحمٰن کو سب سے علحدہ پڑھانے میں یہ راز ہے کہ وہ تو جہالر رسالت سے پڑھتے ہیں ان کو برابر حضوری رسالت حاصل رہنے کی وجہ سے میں بھی یہ پسند کرتا ہوں کہ میری راتیں بھی حضوری رسالت میں حدیث وقرآن خوانی کے ساتھ گزریں اسی سعادت یابی کے لئے صرف تم کو اس درس میں بٹھا لیتا ہوں۔تم کبھی کبھی شریک ہوتے ہو میں چاہتا ہوں کہ تم ان سے علم حاصل کرو کیونکہ مولوی فضل رحمٰن کو بعض مصطفائی وہبی علوم عطا ہو رہے ہیں۔سب کچھ وہ آنحضرت سے پالیتے اور پوچھ لیتے ہیں۔ورنہ اس طرح نہ کوئی پڑھا سکتا ہے نہ پڑھ سکتا ہے'' اس چیز نے مجھے اور بھی عاشق بنا دیا اور حضرت کی جستجو کر کے مکان لایا مریدی کی خواہش کی تو آپ نے فرمایا اس مرتبہ نہیں دوبارہ آمد پر رکھو بعض لوگوں سے یہ بات اور مشہور ہوئی تو مولانا بابا علیہ الرحمہ گھر واپس ہو گئے پھر جب دوبارہ آپ کی دہلی تشریف لائے میں اور حکیم اللہ دیا صاحب دہلوی مرید ہوئے۔

(۱۷۹/۱۹) مولانا بابا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ابھی ہم نے صحاح سے قرآن کریم و تفسیر کبیر تین ماہ میں پڑھ پائے تھے کہ ایک طرف شاہ صاحب نے لوگوں سے بہت کچھ کہہ دیا دوسری طرف مرشد قبلہ قدس سرہما نے فرمایا دیا کہ میاں فضل رحمٰن تمہارا کام

تو کبھی کا انجام پا چکا اب جا کر خلق اللہ کو فائدہ پہونچاؤ تو ہم شرما کر گھر واپس آ گئے مگر ایک عزیز کو والدہ کی خبر گیری کو رکھ کر بلا کسی کو بتائے گیارہ بارہ یوم میں چند رشتہ داروں کیساتھ دہلی آ گئے اور تین ماہ میں دیگر کتب تفسیر نیز احادیث جیسے ہر دو موطا مسند امام اعظم قرطبی، دارمی، دار قطنی، معجم کبیر وغیرہ شاہ صاحب قدس سرہٗ نے ختم کر لیں دو چار کے سوا اس سفر کا کسی کو پتہ بھی نہ ہوا کہ کب گئے اور کیا پڑھ آئے ہمارا دوسرا سفر ۱۲۲۲ھ دہلی کا پھر ہوا اس وقت بھی مستدرک وغیرہ کتب احادیث ارفقہ اکبر جامع صغیر وقسطلانی وغیرہ ڈیڑھ ماہ میں پڑھیں شاہ صاحب علیہ الرحمہ بہ شفقت کچھ اور دن ہم کو روک کر اپنی صحبت میں رکھنا اور اپنے سامنے درس دلوانا چاہتے تھے۔ مگر وہ جائے ادب تھی ایسا نہ کر سکتے تھے۔ ادھر مرشد قبلہ نے پھر ہم کو حکم واپسی دیدیا ہم کو گھر آنا پڑا۔'' اصل حقیقت فرمودۂ حضرت واضح ہے ۱۲۲۱ھ کے سفر کو چونکہ آپنے پوشیدہ رکھا تھا۔ اس لئے تذکرہ عام میں یہ دوسرا سفر مشہور رہا جس سے لوگوں کو مکمل تحصیل حدیث نہ ہو سکی۔

مولوی محمد اسحاق صاحب : (۱۸۰)

پھر مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تیسرا سفر ۱۲۲۵ھ میں دہلی کا ہوا مولوی مرزا حسن علی صاحب لکھنوی (محدث) کا ساتھ تیسرے سفر میں آگرہ کی ایک سرائے سے دہلی تک ہم سے رہا مرزا صاحب نے جب ارادہ اوّل میں کیا تھا۔ اس وقت ہمارے پاس زادِ سفر نہ تھا۔ اس لئے مرزا صاحب ہمارے تیسرے سفر سے پہلے پڑھ آئے حکیم محمود خاں کے وہاں ہم ٹھہرے تو مرزا صاحب جدا ہو گئے۔ مولوی حسین احمد صاحب ملیح آبادی سے دہلی میں ہم سے دو ایک ملاقات ہوئیں وہ جب پڑھنے گئے ہم کو والدہ کی تنہائی سے جانے کا موقع نہ ہوا نیز اس تیسرے سفر میں مولوی محمد اسحاق صاحب علیہ الرحمہ ہم سے بڑے تپاک سے ملے پھر ہم کو اپنے گھر لے جا کر اپنے داماد مولوی شاہ

نصیرالدین صاحب قدس سرہٗ کواوران کی اہلیہ (دختر کلاں مولوی محمد اسحاق صاحب) کوہم سے مرید کرایا اصرار کیا کہ ہم ان کے پاس ٹھہریں۔ مگر ہم نے معذرت کرلی مگر مولوی نصیرالدین صاحب (علیہ الرحمہ) اکثر ہم سے توجہ لیا کرتے بڑی محبت رکھتے رہے لیکن اس مرتبہ بھی مرشد دہلوی قدس سرہٗ نے بارہ تیرہ یوم میں ہم کوواپسی کا حکم دیدیا چوتھی بار ۱۲۲۹ھ میں ہم دہلی گئے اس بار بھی بارہ تیرہ روز میں مرشد دہلوی علیہ الرحمہ نے ہم کوگھرواپس کردیا۔(۱۸۱) پانچویں سفر ۱۲۲۹ھ میں دہلی جانا ہوسکاتو شاہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ کاوصال ہوئے تین ماہ ہوئے تھے۔ہم کوآگرہ سے ایک مرید نے پیٹھے کی مٹھائی دی تھی وہی لئے ہوئے ہم نے شاہ صاحب کے مزار پر فاتحہ کی اور ان کے گھر والوں کوپیش کردی مولوی محمد اسحاق صاحب (علیہ الرحمہ) نے ہم سے دورۂ حدیث کی خواہش کی تو ہم نے اپنے استاد شاہ صاحب کی روحانی خوشی کیلئے بخاری و مسلم کاباہمی دورہ کیا کبھی وہ سنتے ہم پڑھتے کبھی وہ پڑھتے ہم سنتے بیس یوم میں کیااتنے میں مرشد دہلوی علیہ الرحمہ نے ہم کوپھرواپس مکان بھیج دیااس کے بعد بس دوبارہ پھر اورحیات مرشد علیہ الرحمہ میں دہلی گئے مگر ہفتہ سے زائد مرشد قبلہ نے نہ ٹھہرنے دیا'' اس باہمی دورۂ حدیث کو چونکہ ایک دوسرے سے سنکر نقل کیا گیا۔اس لئے کوائف مرتب کنندہ ایک ہی طور نقل کرتے چلے آئے اوروں کے اشتباہی معنے سمجھ بیٹھے جس کو تفصیل فرمودۂ حضرت مولانا باباغلط ٹھہرتی ہے۔

ڈاکٹر محمد اقبال :

(۱۸۲) وزیر بھوپال منشی امتیاز علی صاحب فضل رحمانی کی کوٹھی لکھنؤ میں فقیر شیروانی سے ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب سے ملاقات ہوئی ہم اور منشی صاحب آستانہ عالیہ آرہے تھے ڈاکٹر اقبال صاحب کوبھی شوق بڑھا سب نے ہمراہ ہوکر آستانہ آئے

بوقت حاضری ڈاکٹر اقبال صاحب نے کہا کہ حضور اعلیٰ کوئی ایسا وظیفہ ارشاد فرمائیں جس سے زیارت رسالت ہو جائے (مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ والہانہ محبت خود سبب دیدار ہے تم اپنے میں وہ بات پیدا کرلو کہ آنحضرات کی نگاہ مبارک خود تمہاری طرف اُٹھ جائے یہی سب سے بڑا وظیفہ ہے۔

نویں صدی کے مجدد ملت: (۱۸۳)

علماء کرام کی بہ متفقہ تصریح ہے کہ مجدد وہی ہے جس کے علم وفضل کی ایک صدی کے آخر اور دوسری صدی کے اوّل میں شہرت رہی ہو ورنہ وہ مجدد کی تعریف پر صادق نہ آئے گا سیدی علامہ مخدوم شاہ محمد عرف مصباح العاشقین صاحب چشتی بہاری متوطن ملاواں ضلع ہردوئی نویں صدی کے مُجدّد بے بدل محدث وغوث ملّت ہیں۔حضرت مخدوم سات ماہ کے جب شکم مادری میں تھے۔تو پانی پت کے مشہور ولی ملا محمد سعید صاحب قدس سرہٗ نے خواب دیکھ کر یہ بشارت دی کہ مخدوم صوفی مگن شاہ صاحب بہاری قدس سرہ وارد حال پانی پت کے گھر وہ مادرزاد ولی پیدا ہونے والا ہے جس سے بے حد مخلوق فیضیاب ہوگی چنانچہ حضرت مخدوم انیس ۱۹ محرم ۸۱۰ھ کو پانی پت میں ولی مادرزاد پیدا ہوئے۔ ۸۲۹ھ میں ایک سوانتیس برس کی عمر میں بوقت چاشت غرّہ رجب کو واصل بحق ہوئے ملا محمد سعید اولیا نے حضرت مخدوم قدس سرہما کی بسم اللہ بھی کرائی پھر درس نظامی وبعض کتب فقہ پڑھائیں پھر علامہ محمد حسین صاحب محدث ملتان سے تکمیل فقہ وحدیث کے بعد اولاً فریضۂ حج مخدوم صاحب نے ادا کیا جس طرح حضرت مخدوم کے پر دادا قطب بہار مولانا شاہ شہاب الدین (ثانی) زاہد شہید ملقب بہ حق گو نے اور حضرت مخدوم کے جدّ اعلیٰ امام شہاب الدین اول (مکی) قدس سرہم جن کو مصلائے شافعی کی امامت حرم سپرد تھی اولاد رسول واولاد صحابہ سے تحصیل علم حدیث

کی اور سند لے کر آئے اسی طرح حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ کو بھی یہ فضیلت خصوصی حاصل ہوئی کہ ایک سال مکۃ مکرمہ رہ کر اور ڈیڑھ سال مدینہ منورہ رہ کر اولاد رسول واولاد صحابہ سے کسب روحانی وخصوصی علم حدیث کے بعد سند حدیث لی خدمت حرمین کی پھر اپنے وطن بہار محلّہ کافوری سرائے تشریف لائے یہاں سے اجمیر شریف جا کر چلہ کشی وریاضت میں مصروف رہے پھر اپنے مرشد شاہ تاج بخش حضرت شاہ جلال صاحب گجراتی قدس سرہ مقیم پنڈوہ میں آکر بیعت وخلافت سے سرفراز ہوئے تا حیات خدمت مرشد میں رہے پھر بعد وصال مرشد مع اقربا اپنے وطن بہار شریف آگئے یہاں سے کچھ عرصہ بعد بحکم ربی منتقلی وطن بہ فہمائش مرشد ۸۸۷ھ فرمائی اور ملاواں ضلع ہردوئی کو وطن ثانی بنایا یہ منتقلی وطن بہار سے اس بنا پر تھی کہ حضرت مخدوم کی صلب سے اس دیار سے فرد الافراد حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب محمدی قدس سرہ کا ظہور مقدرات ربانی سے تھا حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کے تبحر علمی و بلند پایہ محدث و غوثیت مآبی کے شہرے ۸۸۷ھ سے قریب و دور ہوئے حضرت مخدوم نے بڑے حسن تجدید سے طریقہ چشتیہ میں پیشتر سے اور زائد اتباع سنت سمو کر درس قرآن وحدیث سے تجدید شریعت واصلاح عقائد کا سخت ترین مرکز کفر میں پھریرا بلند کیا ادھر کے تمامی خطہ کو مشرف بہ اسلام کرنے کے دولہا حضرت مخدوم علیہ الرحمہ ہیں۔خاص ملانواں نیز ملحقہ علاقوں میں آپ نے جمعہ قائم کئے مخدوم شیخ سعد صاحب خیر آبادی اور آپ کے خلیفہ و شیخ عبد الصمد عرف مخدوم صفی صاحب صفی پوری قدس سرہم نیز ایسی ہی دیگر ہستیاں حضرت مخدوم سے فیض یافتہ رہیں اور بہتر ے آپ سے کمال ولایت کو پہنچے حتی کہ جناتوں میں بادشاہ جنات شاہ سکندر صاحب علیہ الرحمہ بھی اپنے گروہ کے ساتھ مرید آپ سے ہوئے آپ کی حرم اوّل سے اولاد نہ تھی۔حرم دوئم سے صاحبزادے مخدوم عبد الرزاق صاحب انیس ذی الحجہ ۸۵۶ھ کو پیدا ہوئے آپکی حرم سوئم دختر محمد منعم

صاحب بہاری برادر محمد امین صاحب نبیرگان شیخ شہاب الدین شہید حق کو بہاری سے سات رمضان مبارک ۱۱۶۵ھ کو مخدوم حافظ شاہ عبدالرحیم بندگی میاں صاحب پھر مخدوم زادہ عبدالملک صاحب پھر مخدوم زادہ عبدالحلیم صاحب پھر ایک دختر حافظ بی بی پیدا ہوئیں۔ پھر دو صاحبزادگان محمد عبداللہ و محمد عبدالہادی ہیں جو لاولد رہے مخدوم صاحب کی چوتھی حرم سے مخدوم جلال صاحب ایک فرزند ہوئے شاہ جلال صاحب اور اول الذکر چار صاحبزادگان شاہ عبدالرزاق شاہ حافظ عبدالرحیم بندگی میاں و شاہ عبدالحلیم صاحبان بلند پایہ اولیائے وقت و عالمان عصر گزرے ہیں۔

بارہویں صدی کے مجدد ملت : (۱۸۴)

بارہویں صدی کے مجدد ملت خواجہ خواجگان مولانا شاہ محمد آفاق صاحب محمدی دہلوی قدس سرہ ہیں آپ حضرت مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہ کی دعاؤں و بشارت سے مرصع صلبی قطب ۱۱۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور بہ عمر شریف اکیانوے سال سات محرم ۱۲۵۱ھ بروز چہارشنبہ بعد مغرب واصل بحق ہوئے بہ عنایت ایزدی ۱۱۷۵ھ سے آپ کے فضل و کمال خصوصی کے شہرے پھیل کر کربل تک آپ کے زیر نگیں اور خان شاہ زماں خاں بادشاہ کابل آپ کے مرید ہوئے مجدد یہ روشنی میں تجدید شریعت و تصوف کے آپ نے گلشن کھلا دیئے دہلی کے جراثیم تخریب ملّت کو بڑی سنجیدہ تبلیغ و تجدید نو سے فنا کر دیا۔ معرفت کا اس خوبی سے درس دیا کہ سیکڑوں کاملین بنا دیئے سلسلۂ نقشبندیہ کے روح رواں رہے۔ آپ کا زہد و توکل بہت ہی مثالی ہے۔ لیکن آپ اپنے کو بہت پوشیدہ رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ کا خیال ہوا کہ بعد وصال بھی خفیہ مقام رہے تا کہ لوگوں کو آپ کے مقام استراحت کا علم نہ ہو سکے مگر رسالتمآب صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو اس کی اجازت نہیں دی پس مسجد آفاقی کے عقبی حجرے میں آرام فرما ہوئے آپ کے

فضائل و کمالات کا یا تو حضور اعلیٰ گنج مرادآبادا ظہار کر سکتے ہیں۔یا آپ کی عقیدت حسب ظرف سمجھ سکتی ہے۔آپ خاص اولاد مجدد صاحب کے فرزند حضرت خازن الرحمت سے ہیں۔

تیرہویں صدی کے جامع المجدد دین : (۱۸۵)

تیرہویں صدی کے جامع المجدد دین امام طریقت حافظ الحدیث مجتہد دوراں حضرت فردالافراد مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب محمدی قدسرہ' گنج مرادآبادی ہیں۔یکم ماہ رمضان بوقت صبح صادق ۱۲۰۸ھ میں خدا نے آپ کو پیدائشی قطب پیدا فرمایا بائیس ربیع الاوّل ۱۳۱۳ھ مابین عصر ومغرب بروز جمعہ ایک سو پانچ برس کی عمر میں داغ مفارقت بخشا (۱۸۶) جب آپ کو علم ہوتا ہے کہ حضرت مرشد دہلوی کے پیر بھائی مولانا شاہ محمود خانصاحب قندھاری قدس سرہم نے فرمایا کہ ''مولانا'' فضل رحمٰن صاحب جیسی ہستی کئی صدیوں بعد پیدا ہوئی ہے۔جب آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ قطب دوراں مولانا شاہ مخدوم عبدالرحمٰن صاحب لکھنوی مخدوم شاہ اہل اللہ میاں صاحب قدس سرہما سے فرماتے ہیں''پروردگار عالم تم کو ایسا فرزند عطا فرما رہا ہے جو آفتاب کی طرح روشن ہوگا جس کا فیض مشرق سے مغرب تک روشن کردیگا۔ان کا نام فضل رحمٰن رکھنا۔'' جب آپ جان لیتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ مولانا شاہ غلام رسول صاحب قدس سرہ مولانا بابا علیہ الرحمہ کو دیکھ کر مسرت سے فرمایا اُٹھے یہ وہ نور ہے جو مشرق سے مغرب تک روشن کردے گا۔'' (۱۸۷) جب آپ سنتے ہیں کہ سید قبلہ حاجی شاہ وارث علی صاحب قدس سرہ دیوہ شریف نے اپنے خلفا سے فرمایا کہ مولانا فضل رحمٰن صاحب کو ایسی خاص قربت و مستقل حضوری رسالت حاصل ہے کہ جو چاہتے ہیں آنحضور سے پا لیتے ہیں جسے چاہتے ہیں حضوری رسالت پہنچا دیتے ہیں اور نہ بلا اجازت رسالت کوئی کام

کرتے ہیں نہ بلا آنحضور کے پوچھے مرید کرتے ہیں۔''تو ماننا پڑتا ہے کہ ہمارے فضل رحمٰن پر کس قدر فضل رحمٰن ہے مختصر یہ کہ یہ مادرزاد قطب تیرہ برس کی عمر میں تکمیل ظاہری سے فارغ اور باطنی سرفرازی ربانی سے منصب قطب الارشاد پر فائز ہوتے ہیں۔ (۱۸۸) یوں تو شیر خواری ہی سے آپ کے کمالات وکرامات مشہور ہوتے رہے مگر آپ اپنے کو پوشیدہ رکھنے میں بڑی احتیاط رہے ملانواں سے منتقل ہو کر ۱۲۴۲ھ میں گنج مرادآباد شریف کو بحکم مرشد قبلہ دہلوی وطن بناتے ہیں یہ آپ کا دور غوث قبولیت ہے یہاں قیام فرماتے ہی عام مقبولیت ورجوع خلقت کا سمندر پھوٹ پڑتا ہے لیکن ۱۲۵۱ھ سے خدائے منعم آپ کو منصب فرد الافراد عطا فرماتا ہے۔اور آپ کے تجدیدی وتعمیری نمونے منظر عام پر آتے ہیں۔

بخاری کی مجددانہ اصلاح : (۱۸۹)

مولانا احمد حسن صاحب (محدث) سہانپوری علیہ الرحمہ مولانا بابا قدس سرہ' کی خدمت میں فائز ہوتے ہیں کافی محنت سے عمدہ کاغذ پر خوشخط بخاری شریف موصوف نے جو اپنی نگرانی میں چھپوائی تھیں اس کا ایک نسخہ دونوں ہاتھوں پر رکھ کر مولانا بابا علیہ الرحمہ کو پیش کیا آپ سے مولانا بابا نے اپنے دست مبارک میں بخاری کی وہ جلد لے کر بلا کسی انداز کے ورق الٹنا اور غلطیاں بتانا شروع کر دیں کہ یہاں یہ غلطی ہے مولانا سہانپوری کہتے تھے۔کہ میں بہت ہی متعجب رہ گیا اول تو یہ غلطیاں اس طرح بیان فرمادیں جیسے پہلے سے جدید بخاری دیکھی ہوئی ہو دوسری حیرت اس پر ہوئی کہ خود میں ۸/برس سے پوری محنت بخاری کی درستی میں کر رہا ہوں لیکن مجھے یہ واقعی غلطیاں نظر نہ آئیں۔چنانچہ سہارنپور پہنچ کر مولانا بابا کی بیان کردہ غلطیاں' غلط نامہ کے بطور طبع کراتے ہیں مولانا نور محمد مولانا ظہور الاسلام مولانا سید ابو سعید صاحبان فتحپوری ایک

کیف میں کہہ پڑتے ہیں کہ پیرومرشد جیسا محدث گر تو دیکھا ہی نہیں۔طباعت غلط نامہ کے بعد بھی لوگوں کو یہ علم نہ ہو سکا کہ بخاری شریف کی اس اصلاح کا اصل دولہا اور محسن ملت مولانا بابا جیسی ہستی ہے اس نادر تجدید کے احسان سے ملت ادا نہیں ہو سکتی کہ علمائے وقت بھی ممنون آئندہ کو بھی سب مامون ہیں۔

مجتہدانہ اصلاح : (۱۹۰)

بحرالعلوم مولانا عبدالحیٔ صاحب فرنگی محلی علیہ الرحمہ فائز خدمت ہوئے تو لکھنؤ سے سندیلہ آئے پھر سدیلہ سے گنج مرادآباد آئے دونوں سفر علیحدہ سمجھ کر قابل قصر نہ سمجھے مولانا بابا علیہ الرحمہ نے کشف سے معلوم فرما کر یوں درستی فرمائی کہ اگر دو سفر جوڑنے سے مسافت قصر کے قابل ہوں تو مفتی بہ یہ ہے کہ قصر فرض ہے مولانا فرنگی محلی صاحب علیہ الرحمہ نے کتابوں میں پھر جو دیکھا فرمودۂ حضرت ہی پایا تو مولانا بابا کے اس تفقہ مجتہدانہ کو اس حسن عقیدت سے مانا کہ خود مرید ہوئے۔اپنی اہلیہ و رشتہ داروں کو مرید کرایا۔'' گروہ محققین میں ایسی ہی اصلاح اجتہاد پر مجتہدوں نے بھی مولانا بابا کو مجتہد ساز مانا یہی وہ حقیقی رہبری آپ کی ہے جس سے علم و عالم دونوں آپ کو سچا مہا گرو مانے ہوئے ہیں۔

کجروی چھڑانا معافی دلانا : (۱۹۱)

مولوی محمد ابراہیم صاحب فضل رحمانی ساکن آرہ فائز خدمت ہوئے پہلے وہ سخت غیر مقلد تھے۔نماز میں اکہری تکبیر کہی تو لوگوں نے غل مچایا کہ یہ فتنہ باز غیر مقلد ہے مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ بدگوئی سے کیا فائدہ بس خود دیکھ لینا پھر دوبارہ دوہری تکبیرات اقامت کہلا کر نماز ادا فرمائی دو دن میں ایسا فیض صحبت ہوا کہ مرید ہو کر مقلّد ہو گئے بعد ازاں صوفی مشرب رہے۔مولانا بابا نے روانگی مکان کا حکم دیدیا گھر آئے تو

صوفی ابراہیم صاحب نے سیّد محمد علی صاحب فضل رحمانی قدس سرہ مونگیری سے اپنا یہ واقعہ بتایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ دربار رسالت میں حاضر ہوں۔ امام اعظم قدس سرہٗ بھی وہاں فائز ہیں کہ محبوب رب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابراہیم تم امام صاحب سے معافی مانگو تو میں نے امام صاحب کے قدموں پر گر کر رو معافی مانگی'' یہ مختصر مثالیں اس حقیقت کی شاہد عادل ہیں کہ شمع رسالت کی روشنی میں ایسی دل پذیر یا اصلاح خلقت یا اچھوتی تجدید ملّت نیز اخلاق مسنونہ سے یہ صیقل عقائد اور اپنے فیوض عالیہ سے ضلالت و کجروی سے چھڑانا اور دربار رسالت میں معافی دلانا مولانا بابا کا وہ شرف امتیازی ہے جس سے نقادان فن بھی حیران ہیں کہ آپ نے صحیح معنے میں عالم بنا دیئے اور اپنے پرائے سب آپکو مان بیٹھے۔ دوسرے شریعت وتصوف باہم ساتھ رکھنا جتنا اہم ہے۔ آپ نے بڑے سہل طور پر رفتار و گفتار واطوار ولی کامل کردار سے محبت رسول واتباع سنت کی لازمی شرط سے پیش فرمایا اور دوسروں کو بھی اپنی اس نادر رہبری سے مرصع کرتے ہوئے ہزاروں کو ولی کامل بنا دیا تیسرے قادریہ سہروردیہ چشتیہ نیز اویسیہ جو آپ کو مخصوص طور پر بخشا گیا سب میں بہ طریق نقشبندیت زینت تجدید بخشی چوتھے تصوف میں یہ آپ کی انمول تجدید کر اتباع سنت ہی قطبیت وغوثیت ہے۔ اور خود اتباع سنت کا سراپا بن کر سب کچھ کرنا اور اسی سے سب کچھ پا کر دکھانا اور ایسے طالبین کو دلا کر بھی دکھانا واقعی مخصوص فضل رحمٰن ہے ہندوستان ہی نہیں عرب بھی عجم بھی نیپال بھی یوروپ بھی آپکی اقلیم فردیت میں زیر نگین اور آپ کی تبلیغ سے مخمور ہو کر آپ کو شاہ ولایت بخش اور اولیا گر کے خطاب سے پکار اُٹھتے ہیں۔

زہد وتقویٰ طریقت: (۱۹۲)

پانچویں تقویٰ طریقت میں یہ کمال کہ آپکی نظر متقی حضرات سند بنائے ہیں زہد وتو

کل کے وہ مثالی کردار پیش فرماتے ہیں کہ زہد وصوفیت بھی عقیدت ریز ہے تمام عمر آپ کا متاع دنیاوی باوجود ہر سہولت کے فقط ایک بوریہ ایک بدھنا رہا سب سے خاص امر یہ کہ ستر برس کامل صرف ایک غذا مونگ کی کھچڑی اتباع مرشد میں کھانے کے سوا دوسری غذا ہی نہ چھونا ہے پھر بقیہ عمر میں باجرے و مکا کی روٹی پر قناعت فرمانا اور یہی زائرین میں تقسیم کرنا جس سے بڑے موذی امراض دور ہوتے رہتے تھے۔ ہر دور میں آپکی امتیازیت اجاگر کئے ہیں چھٹے اصلاح وتبلیغ کا یہ عالم پُر شوق کہ قرآن کریم کی اوّل خود درستی فرما کر پھر اس کی تقسیم سے تلاوت قرآن پر مائل کرنا پھر خود پابندی سے درس قرآن وحدیث صوفیاء وعلماء کو دینے کے سوا کوئی دوسرا مشغلۂ حیات تمام عمر نہ رہنا آپ کا واحد کمال بے مثال ہے بلکہ یہ خلقت انسانی ہی تک محدود نہیں بلکہ خلقت جنات بھی آپ سے سیراب ہے۔(۱۹۳) یہی وجہ تھی کہ مولانا بابا اپنے محبوب فرزند مولانا شاہ احمد میاں صاحب قدس سرہما کو علٰحدہ درس ہی اس لئے دیتے تھے کہ اس خاص وقت میں گروہ نیک جنات شریک درس قرآن وحدیث ہوا کرتا جناتوں کی وارفتگی کا یہ عالم کہ کوئی تعلیم کا بیتاب کوئی بسم اللہ کرانے کا مشتاق کوئی مرید ہونے کو بیقرار رہتا تھا۔''(۱۹۴) خود مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ایک جن صحابی کی بلا واسطہ ہم کو رویت ہوئی یہ بھی فرمایا کہ ہمارے ایک دوست کو جن صحابی سے حدیث پہنچی پھر ان سے وہ حدیث ہم کو پہنچی اس واقعہ سے آپ کی جستجوئے حدیث فیض صحبت صحابہ اور اتباع سنت رسول کا اشتیاق بے پایاں ظاہر ہے حتی کہ آپکا عمل مرصّع اس حسن وشان سے ممتاز رہا کہ مُستحبات تک پر خصوصیت سے عمل فرماتے بلکہ سنت ائمہ بھی آپ کے عمل سے نہ چھوٹ سکنا آپ کا نادر وصف ہے' ساتویں آپ کا یہ ارشاد کہ عالم سنبھلا تو عالم سنبھلا تو عالم بگڑا تو عالم بگڑا'' کس قدر بلیغ و دقیق ومجددانہ ہے کہ ہر دور میں درس دے رہا ہے۔ یہ بھی آپ کا وصف خصوصی ہے کہ مختلف خیالات رکھنے والے جب حاضر

آتے تو صرف آپکی صحبت سے ہی انکو وہ فیض اصلاحی ہوتا کہ وہ خود کجروی سے تائب ہی نہیں صحیح العقیدہ اور صوفی مشرب ہو جاتے مولانا بابا خود ایسے اخلاق مسنونہ سے اپنے وپرائے کی فہمائش فرماتے کہ وہ قائل ہی نہیں بلکہ فریفتہ اور وابستۂ دامن ہو جاتا آٹھویں آپ کا مکاشفہ اتنا قوی ہوتا کہ صاحبان کشف بھی آپکی صحت مکاشفہ کے معترف رہے۔ مُستجابُ الدعوات کا یہ عالم کہ ادھر فرمایا اُدھر ہوا۔ بحمداللہ آپکے دور میں جدّت فکر وندُرت تحقیق اور تجدید وتعمیر ملّت کے وہ گہر آبدار ملتے ہیں جو نادرالوجود ہیں نویں آپکا جو ترجمہ آیات قرآن یا تشریح تفسیر وتوضیح حدیث ہوتی وہ بڑا کیف آور نکات ودقیقہ سے بھرپور تحقیق کا نچوڑ لطف بیانی سے مخمور ہونا یہ وصف آپ پر ختم تھا۔ دسویں قرآن و حدیث کے درس میں فیض مصطفائی خواص کو بہت کچھ عطا کرتا عوام کو محسوس ہوتا ہماری حد ادراک اتنی ہی ہے کہ پیارے فضل رحمٰن جدھر سے بھی دیکھئے سراپا فضل رحمٰن ہیں۔

قطب ابن قطب مجدد ابن مجدد: (۱۹۵)

مقتدائے طریقت امام ملت قبلہ مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب قدس سرہٗ پر خدا کی یہ بارش کرم دیکھئے کہ آپکی گنج مرادآبادی والی حرم دویم سے دو فرزند اول مولانا شاہ احمد میاں صاحب کو اللہ تعالیٰ نے پیدائشی قطب اور چھوٹے صاحبزادے حضرت شاہ سید محمد عرف سیدو میاں صاحب کو بانسبت سالک مجذوب پیدا فرمایا دادا میاں صاحب کا تکملہ حضرت مولانا بابا نے فرما کر حضرت مرشد دہلوی قدس سرہم کے سپرد فرما دیا پس دادا میاں کو یہ دو خصوصیتیں حاصل رہیں کہ خود مرشد دہلوی دادا میاں کو محبوب رکھتے اور اپنی توجہات سے سرفراز کئے رہتے دوسرے مولانا بابا دادا میاں کو از حد محبوب رکھنے پر بارگاہ رسالت سے بھی سفارشی رہتے اس لئے دادا میاں کو خصوصی الطاف رسالت حاصل رہتے۔(۱۹۶) رسول موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حضوری بچپن ہی سے

دادامیاں کوحاصل رہی ایک بار بچپن میں حضوری رسالت سے دادامیاں کوایسا استغراق ہوگیا کہ کامل پندرہ یوم نہ کچھ کھایا نہ پیا اور نہ کسی سے کلام کیا پھر خود افاقہ ہوگیا۔ دادا میاں علیہ الرحمہ جب مولانا بابا کے پاس درس کوآتے مولانا بابا فرماتے خبر پڑھ لو بفضلہٖ تم یوں ہی پڑھ جاؤ گے نیز مولانا بابا نے اپنے دور حیات ہی میں علماء صوفیاء کو درس حدیث و تکملۂ باطنی کے لئے دادامیاں کے سپرد کرنا شروع کردیا تھا۔ دادا میاں علیہ الرحمہ کا بھی تمام عمر واحد مشغلہ درس قرآن وحدیث اور تبلیغ وتجدید وقَالَ اللّٰہ وقَالَ الرَّسُوْل رہا آپ بھی قرآن کریم کی غلطی کتابت اپنے قلم سے درست فرما کر لوگوں میں تقسیم کیا کرتے آپ بھی عملاً وقولاً اتباع سنت کا حسین نمونہ تھے۔ انسان جس طرح آئینہ دیکھ کر خود اپنے حسن وقبح کو درست کرلیتا ہے اسی طرح دادا میاں کی صحبت میں آتے ہی اپنی درستی آنیوالا خود کرلیا کرتا (۱۹۷) دادامیاں پر اس حد تک نوازش ربانی ہیں۔ کہ ایک بار آپ نے فرمایا کہ ہم کس لائق ہیں۔ مگر یہ خدا کا کرم کہ اس نے ہم کو معاملات حشر ونشر وغیرہ سب دکھلائے۔ مولانا بابا علیہ الرحمہ کی تعلیمات وخصوصی نظر توجہات سے یہ اوصاف دادامیاں صاحب علیہ الرحمہ میں بڑی ندرت کے ساتھ تھے مختصر جملوں میں دقیق نکتے لطیف پیرایہ میں ترجمہ قرآن وحدیث اور خلاصۂ تحقیقات بیان فرماتے۔ فنِ قرأت میں ماہر قاری علم حدیث میں بلند پایہ محدّث ومحدّث گر تحقیق فقیہانہ میں مجتہد وقت اسرار طریقت میں ولی گر دادا میاں علیہ الرحمہ ملتے ہیں آپکی توجیہہ مجتہدانہ اور تنقیح محدثانہ کا علمائے وقت لوہا مانتے فتنۂ قادیانی اور تثلیث عیسائیت کا بڑی خوش مذاقی سے آپنے استیصال فرمایا آپ کی ولایت احسانی سے ہزاروں کمال علم اور مرتبہ ولایت پر فائز ہوئے صاحبان نسبت کی نسبتیں آپ کی نسبت جلیلہ کے سامنے کم اور مجذوبوں کا جذب آپ کے سامنے آکر معدوم ہوجاتا ایک ہند ہی نہیں عرب اور یورپ تک آپکی حدود ولایت میں ہے۔ خلقت انسانی ہی نہیں بلکہ خلقت جنات کی

فیض رسانی قرآن وحدیث ومکتب نشینی ومریدی کی فراوانی سے رہتی رہی۔آپ بھی بڑے صاحب کشف وکرامات اور ولی گرہستی ہیں۔آپ کا بھی یہ وصف امتیازی ہے کہ اپنے پھر اپنے ہیں پرائے بھی آپ کو اپنا پیشوا مانتے ہیں۔تحقیقی ندرت فکری جدت وتجدید قوم وملت کی آپ انمول معدن ہیں۔

بعض کوائف خصوصی : (۱۹۸)

حضرت مولانا بابا علیہ الرحمہ کے نسبی شجرہ سے ثابت ہے کہ آباءواجداد میں بعض ایسے بزرگان ہیں جو اپنے والد کی طرف سے اولاد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ اور والدہ کی طرف سے اولاد رسول ﷺ ہیں لیکن حضرت مولانا بابا میں یہ نسبت اس طرح اجاگر ہو جاتی ہے کہ آپ اپنے والد صاحب سے اگر اولاد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں تو آپ کی والدہ ماجدہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ موصوفہ دادھیالی اولاد سید نصیر الدین چراغ دہلوی علیہ الرحمہ سے ہیں اور موصوفہ اپنے قریبی نسبت نانہتالی (نانی کی طرف سے) طور سے اولاد خاص خواجہ خواجگان سیدی بہاء الدین محمد نقشبند اور اپنے نانا کی طرف سے اولاد شیخ الشیوخ سیدی شہاب الدین سہروردی قدس سرہم ہیں۔چنانچہ گیارہویں شریف کے موقعہ پر یوسف علی بیگ صاحب سے مولانا بابا فرماتے ہیں کہ ہاں ہاں شیرینی لے آؤ ہم فاتحہ کردیں غوث اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تو ہمارے پرنانا ہیں یہی وہ مادری نسبت ہے جو سب پر حاوی ہو کر آپ کو طریقہ نقشبندیہ وقادریہ کا تاج پہنائے خونی نسبت رسالت سے پرنور کئے ہے۔(۱۹۹) یہ حقیقت ہے کہ جس نے مولانا بابا کو نہ دیکھا ہو وہ دادامیاں قدس سرہما کو دیکھ لے یہ ہر دو حضرات لازم وملزوم وہبی نسبت کے دولہا ولایت احسانی کے تاجدار ہیں آپ مرشد دوراں مولانا بابا اور دادامیاں صاحبان قدس سرہم کو اُویس دوراں غوث زماں وغیرہ جو بھی آپ کی

عقیدت وبصیرت فیصلہ کرے کہہ لیجئے لیکن اصلیت یہ ہے کہ اس کے باوجود خود آپ کی تسلی نہیں ہو پاتی۔ جب آپ یہ سنتے ہیں کہ بحر العلوم مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی مولانا جان علی صاحبان محدث بہاری مہاجر مکہ مکرمہ مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواری وغیرہم علیہم الرحمہ کا اکثر وبیشتر یہ کہنا تھا کہ ''جس نے نسبت محمدی اور شان صحابہ نہ دیکھی ہو وہ مولانا بابا اور دادا میاں کو دیکھ لے۔'' جب آپ جان لیتے ہیں کہ سید محمد نور شاہ عرف مدنی شاہ رحمانی علیہ الرحمہ دیار پاک میں پنج وقتہ مولانا بابا قدس سرہ کو نماز ادا کرتے دیکھتے مگر مل نہیں پاتے ہیں۔ جب آپ نسخۂ قرآن شریف پر یہ لکھا پاتے۔ کہ ''ایں کلام پاک را بر مزار رسول الثقلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بفضلہٖ ہفت بار از اول تا آخر خواندہ ایم بہ ید فضل رحمٰن محمدی۔'' جب آپ معلوم کرتے ہیں کہ دادا میاں صاحب ظاہری طور سے نہیں گئے مگر حرمین شریفین میں لوگ آپ کو نمازوں میں پاتے تو ان وقتی تسکین والے خطابات سلوک سے کہیں بلند وبالا ہمارے مرشدین آپ کو نظر آتے ہیں۔

ولایت جاریہ: (۲۰۰)

حضرت مولانا شاہ احمد میاں صاحب علیہ الرحمہ پر عداوتاً ایک فرضی الزام کا مقدمہ کہ آپ نے دانت سے ناک کاٹ لی جس میں اللہ تعالی نے موصوف کو باعزت بری ۱۸۹۴ء میں کر دیا تھا۔ فقیر شیروانی واستاد الحکماء حکیم محمود خاں وحاذق الحکماء حکیم اللہ دیا صاحبان دہلوی اس مسرت میں گنج مراد آباد آئے تو مولانا حکیم شاہ نیاز احمد صاحب فیض آبادی نواب ظل کریم صاحب نواب ڈھاکہ اور نواب مرشد آباد وغیرہ مریدین بھی آئے ہوئے تھے۔ اس فتح حقانی سے دشمن پھر فکر شورش میں تھے کہ نواب خورشید جاہ صاحب فضل رحمانی جو باون لاکھ کے معافی دار تھے، بھی آ گئے نواب ظل کریم صاحب نے ان سے یہ سب ماجرا کہا بوقت حاضری نواب خورشید جاہ صاحب نے عرض کیا کہ

اگر حضور اعلیٰ کی اجازت ہوتو ہم سب خادمان ایک وفد میں گورنر یوپی سے مل کر یہ حال بتائیں اور مولانا احمد میاں صاحب کو طرح طرح سے ستانیوالوں کو وہ سبق دیں کہ تاعمر رویا کریں۔ مولانا بابا علیہ الرحمہ نے بڑے جلال میں فرمایا کہ اپنے گورنر کو تم جانو ہم کو ہمارا رسول کافی ہے میاں نیاز احمد تم کو معلوم ہے کہ لوگ پہلے ہم کو ستاتے رہے کہ ہم یہاں نہ رہیں۔ ملاواں یا سندیلہ چلے جائیں مگر بہ فیض رسالت ہمارا کچھ نہ کر سکے بلکہ خدا نے ہم کو آل اولاد سے بڑھایا تو اب ہمارے احمد میاں کو ستاتے جھوٹے مقدمات میں پھنساتے ہیں تاکہ وہ گھبرا کر ترک وطن کر جائیں مگر خدائے قدوس احمد میاں کو اس طرح آباد کرتا اور بڑھاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سفارش سے احمد میاں اور انکی اولاد در اولاد کا جب تک سلسلہ باقی رہیگا ان میں خدا نے سلسلہ ولایت جاری رکھنا منظور فرمالیا ہے۔ پھر ہم کیوں کچھ فکر کریں۔ پھر آپ نے دست دعا اٹھا کر یوں دعا فرمائی بارالہا اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سفارش سے تو نے کرم فرما کر ولایت جاریہ بخشی تو احمد میاں کو میرے مثل بنا اور ان کی اولاد سے اپنی شان کرم کے مطابق درگذر فرماتے رہنا فضل رحمٰن ہے تو اس سب کو تیری ضمانت میں دیتا ہے آمین ثم آمین۔"

فقیر شیروانی اگرچہ بعض اکابر ملت سے اس خصوصی انعام ولایت جاریہ کو سنا تھا۔ مگر اس وقت نہ یوں جلال آتا نہ یہ پردہ اُٹھتا۔ چنانچہ ایک بار مولانا بابا علیہ الرحمہ نے قرض خواہوں سے فرمایا ہم نہ ہونگے تو ہماری قبر قرض بھی ادا کر دے گی اور وہی فیض بھی بفضلہ جاری رہیگا۔

فضل بالائے فضل: (۲۰۱)

فقیر شیروانی کی نظر صرف یہی محسوس کر سکی کہ مولانا بابا کی ولایت احسانی مطلق

ترک دنیاوی کے ساتھ رہی اور مولانا شاہ احمد میاں جیسی ولی گرہستی کی ولایت احسانی با حشمت ملتی ہے باوجودیکہ دادا میاں بے حد سادہ وضع بہت نرم دل وخلیق وانتہائی سخی ذات تھے۔مگر ہیبت حق کے علاوہ آپ پر خدا کا یہ مزید کرم رہا سادہ کرتا پاجامہ میں ایک بادبد بہ سلطان وقت معلوم ہوتے تھے۔اور دربار فقیرانہ توکل زاہدانہ میں شوکت شاہانہ رہا کرتی یہ فضل رحمانی دادا میاں کے بڑے صاحبزادے مولانا شاہ محمد رحمت اللہ میاں صاحب میں اسی شوکت ودبدبہ سے رہتا اور آپ کو منصب ابدال بخشتا ہے موصوف میں قبلہ مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب سب کو جلوہ گر نظر آتے ہیں۔تو دوسری طرف دادا میاں کے چھوٹے صاحبزادے مولانا شاہ محمد نعمت اللہ میاں صاحب قدس سرہم میں ہر نگاہ مولانا شاہ احمد میاں صاحب کو اسی طرح پارہی ہے خدا آپ کو منصب ولی عارف عطا کرتا ہے ہر دو برادران ولی ابن ولی ہوکر فیض بخش قلوب طالبان ہیں اس فضل ربانی کا اختتام یہیں نہیں ہو جاتا بلکہ فضل بالائے فضل یہ کہ مولانا شاہ محمد رحمت اللہ میاں صاحب کی تعلیم وتوجہات سے مرصّع فضل رحمانی بار امانت کے حامل مخدوم زادے مفتی شاہ بھولے میاں صاحب میں مولانا بابا کا رنگ اور مولانا شاہ محمد رحمت اللہ میاں صاحب کی جلوہ گری۔رفتار وگفتار میں نمایاں ہے تو چھوٹے مخدوم زادے مولوی محمد میاں سلمۂ میں مولانا شاہ محمد نعمت اللہ میاں صاحب قدس سرہم واضح ہیں۔فقیر شیروانی یقینی بے حد خوش قسمت ہے کہ مجھ کو خدا نے اپنے مرشد کی چوتھی پشت تک سے امید سے زائد فیض یابی بخشی۔

مناظر عداوت: (۲۰۲)

فضل رحمانی نے اپنے فقیر شیروانی کو یہ مواقع مسرت دکھائے تو مناظر عداوت بھی حصہ میں آنا تھا۔ایک وہ وقت رہا کہ حضرت مولانا بابا علیہ الرحمہ کو گنج مرادآباد نہ

رہنے دینے کی شورشیں اٹھیں مگر تائید ربانی نے شورش پسندوں کو پنپنے ہی نہ دیا تو اس عناد کو دادا میاں صاحب علیہ الرحمہ سے فرضی مقدمات چلا کر فتنہ نیابت اٹھا کر پورا کیا جانے لگا۔ مگر وہ فیض مصطفائی حضرت پر رہا کہ معاندین کو رسوا ہی نہیں بلکہ مطیع بھی ہونا پڑا۔ پھر ایک وہ وقت آیا کہ بڑے بابا و چھوٹے بابا صاحبان سے یہ قدیم عداوتیں بنا وٹی مقدمات ۱۹۲۷ء میں اولاً پھر ۱۹۲۹ء میں دوبارہ نکالنا چاہیں۔ مگر ایسے الطاف رسالت رہے کہ آگ کو ہوا دینے والے پتے نہ رہ پائے پھر وہ وقت آیا کہ فقیر شیروانی کو دو سال میں سات ماہی حصہ مواقع حضوری میں بدفعات گذرا تو مفتی شاہ بھولے میاں صاحب کی جدت فکر و تحقیق وسعت کو فقیہانہ علم حاضر کو مختلف طور سے بحکم مولانا محمد رحمت اللہ میاں صاحب تو لنا و پر کھنا پڑا حتّی کہ مفتی بھولے میاں صاحب کی دستار فضیلت کے وقت اعتراف حقیقت کی بنا پر خطاب فقیہ العلماء کا سپاسنامہ پیش کرنے کا شرف بھی حاصل رہا کیا خبر تھی کہ قدرت ابھی اور ادائے فضل رحمانی دکھانا چاہتی ہے ہمارے بھولے میاں صاحب کا یہ خدا داد اعروج قدیمانہ عداوت کو ایک منظم اسکیم سے ایک تیر سے دو شکار کرنے اٹھا لایا کہ مفتی بھولے میاں نے گولی سے مار دینے کا آرڈر دیا۔ حتیٰ کہ وہ لمحہ آتا ہے جب دنیائے عقیدت سسکنے لگتی ہے تو ہمارے فقیہ العلماء بھولے میاں اپنی پرواہ نہ کرتے ہوئے بڑے بابا صاحب کا یوں حق ادا کرتے ہیں کہ بابا اولاد تو ہوتی اس لئے ہے کہ باپ پر نچھاور ہو جائے اور باپ پر آنچ نہ آنے دے آپ بچے تو ہم پہلے بچے۔''ادھر بڑے بابا صاحب فرماتے ہیں'' بھائی شیروانی صاحب بھولے میاں نے ابھی سے سب ہم سے چھین لیا۔''(۲۰۳) شب گذرتے ہی دوسرے دن راجہ کگرا راجہ عبدالرحمان خاں رحمانی مع راجہ محمود آباد محمد امیر احمد خاں رحمانی صاحبان فائز ہوتے ہیں بیان کرتے ہیں کہ ایک بہت تیز نور پھیلا دیکھتا ہوں معلوم کیا گیا تو بتایا کہ مولانا فضل رحمٰن صاحب کا نور ہے وہ آ رہے ہیں اتنے میں آپ تشریف لے آئے

عرض کیا کہ آج آپ بڑی عجلت میں ہیں مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ لوگوں کا میری اولاد کو ستانا برداشت کی حد سے باہر ہو چکا ہے اب میں رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شکایت کرنے جا رہا ہوں۔" اسی دن وہ فضل رحمانی ہوتا ہے جس کی نہ نظیر ہے نہ شنید ہے کوشش تھی۔ سرائے موت کی مگر ہمارے بھولے میاں صاحب کو خدائے تعالیٰ سب سے زندہ شہید کہلوا تا ہے۔ عقیدت نے بھی بہت بعد میں سمجھا کہ پرانی عقیدت پر صیقل اور جدید ارادت کو درس استقامت و محبت کے لئے یہ ادائے فضل رحمانی تھی۔" سردست یہ تینتالیس کوائف جو فضل رحمانی برادری کی امانت ہیں سپرد قلم کرتے ہوئے۔ آپ کا شیروانی سبکدوش ہوتا ہے۔

فقیر فضل رحمانی حبیب الرحمان خاں شیروانی۔ حبیب گنج۔

ساتواں باب

کوائف مرتبہ فیض آبادی صاحب:

مولانا حکیم شاہ نیاز احمد صاحب فیض آبادی حکیم حاذق عالم بے بدل تھے۔حضرت مولانا بابا سے بیعت ہوئے اتباع مرشد میں متاع دنیاوی کو خیر آباد کہہ دیا ایک لوٹا ایک دری و مصلا کے سیوا کچھ نہ رہتے شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی امتیازیت اور خلوص محبت پر دادا میاں علیہ الرحمہ نے آپ کو اپنا خلیفہ مجاز بہ مرضی مولانا بابا بنا دیا شاہ صاحب علیہ الرحمہ بڑے متوکل کامل طریقت صاحب نسبت قوی الکشف قطب وقت ہیں آپ نے کچھ کوائف جمع کئے۔مگر وہ تلف ہوگیا جو ہم کو ملا اسکا انتخاب پیش ہے۔

فضیلت وخصوصیت مسجد: (۲۰۴/۱)

بعض لوگوں نے فقیر نیاز احمد سے پوچھا کہ یہاں بھی کوئی جنتی کھڑکی یا مقام ہے ادھر مولانا بابا کو کشف ہوا فرمایا میاں نیاز احمد سب سے بڑی جنت یہ ہے کہ کرم رسالت شامل حال رہے پھر فرمایا اس مقام پر جہاں سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد میں نمازیں ادا فرماتے رہے ہیں ۔اس مقدس جگہ جو کوئی نماز ادا کرے وہ دوزخ سے محفوظ رہے گا اور جو مسجد کے دیگر اطرف میں نماز ادا کرے بطفیل رسالت اسکی عاقبت بخیر ہو۔

(۲۰۵/۲) ایک بار مولانا بابا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اس مسجد کے شمالی وجنوبی دونوں

گوشوں میں جہاں سے دعا مانگو خدا قبول کرے یہ سب شرف اس لئے ملا ہے کہ حضرت شیر خدا و امام حسین و حضرت عیسیٰ روح اللہ و حضرت خواجہ خضر ہمارے رسول معظم صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اکابر اولیا جیسے حضرت غوث اعظم حضرت مجدد الف ثانی و محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء دہلوی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین یہاں تشریف لاتے نمازیں پڑھتے ہیں۔

نوید کرم و بخشش: (۲۰۶/۳)

فقیر نیاز احمد سے میرے پیر بھائی مولانا قادر بخش صاحب فضل رحمانی سہرامی نے بیان کیا کہ مولانا بابا نے فرمایا کہ ایک بار ہم کو عقبیٰ کا بڑا خیال دامن گیر ہوا تو ہم نے حضور پر نور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا فرماتے ہیں کہ تم تو خیر تم ہو جو محبت سے تمہارا وابستہ ہوگا اس کا انجام بخیر ہوگا۔ پھر ہمارے مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے ہم کو بشارت دی ہزاروں آدمی تمہارے سبب سے بخشے جائیں گے۔'' **(۲۰۷/۴)** مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ کبھی کرم ہوتا ہے کہ ہمارے مرشد قبلہ دہلوی قدس سرہٗ کے دعا کرنے سے رب العالمین کا یہ الہام ہوا کہ تمہارے خاص سلسلہ فضل رحمٰن کے جتنے مرید ہونگے بخشے جائیں گے۔

سلسلۂ جاریہ: (۲۰۸/۵)

ایک روز مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہم کو یہ خیال ستانے لگا کہ دیگر اولیا کی طرح ہمارا بھی سلسلہ منقطع آئندہ نہ ہو جائے مگر الطاف رسالت کا شکر کس طرح ادا ہو رحمت کے دولہا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سفارش سے احمد میاں اور ان کی اولاد کا جب تک سلسلہ باقی رہیگا۔ اُن میں سلسلہ ولایت و فیض جاری رکھنے کو خدا نے منظور فرما لیا ہے۔ کبھی اس طرح بھی کرم سے نوازا جاتا ہے۔

دعاہائے جاریہ: (۲۰۹/۶)

اسی جلسہ میں مولانا بابا علیہ الرحمہ نے دعا فرمائی بار آلہا اپنے حبیب صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عنایات وسفارش سے جب تو نے خاص کرم سے ولایت جاریہ بخشی تو احمد میاں کو میرے مثل بنا اور انکی اولاد در اولاد سے اپنی شان کریمی کے مطابق درگذر فرماتے رہنا بے نوا فضل رحمٰن ان سب کو تیری ضمانت میں دیتا ہے قبول فرما آمین ثم آمین۔ (۲۱۰/۷) نواب خورشید جاہ فضلِ رحمانی حیدرآبادی نواب ڈھاکہ کے نواب ظل کریم صاحب فضل رحمانی دادا میاں کے فرضی مقدمہ کی باعزت بریت کی خوشی میں آئے ہوئے تھے۔فقیر نیاز احمد نے نواب محمد اسحاق صاحب میرٹھ والے (نواب محمد اسماعیل صاحب کے والد) اور نواب دکن اور نواب مرشد آباد کو پیش کیا مولانا بابا نے تینوں حضرات کو مرید کیا تو نواب خورشید جاہ نے نواب محمد اسحاق صاحب سے کہا کہ اس وقت پیر ومرشد جوش مسرت میں ہیں ہم مریدوں کے لئے بھی کچھ دعا ہو جاتی مولانا بابا علیہ الرحمہ کو کشف ہوا فرمایا کہ ہمارے مرشد قبلہ دہلوی کی دعا کے بعد ضرورت کیا رہ جاتی ہے۔تم نہیں مانتے تو سب آمین کہو پھر دست دعا اٹھا کر فرمایا میرے مولا فضل رحمان کو اپنا بنا لے تیرے کلمہ خوانوں کو تیرا نام لینا مسکین فضل رحمٰن بتاتا رہا ہے اس کا بھرم رکھنا مجھ بے بضاعت کے مرد عورت مریدین موجودہ وآئندہ ہونے والوں کو توفیق طاعت دیکر سب کا انجام بخشش پر فرما آمین ثم آمین ۔(۲۱۱/۸) بائیس ربیع الاوّل جمعہ بوقت فجر ۱۳۱۳ھ یوں مولانا نے دعا فرمائی ۔یارسول اللہ (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) آپ کا غلام فضل رحمٰن احمد میاں اور ان کی اولاد در اولاد کو آپ کے دامن رحمت میں دیتا ہے قبول ہو۔

ہم او چھے ہر بات کے تم ہو پورے مراج
اپنی اور نبا ہیو کہ ہاتھ گئے کی لاج

یاالٰہ العالمین تیرے بندے جب تک مجھ سے تیرا نام تیری یاد کو سیکھتے رہے اس وقت بھی تیرے حوالے تھے اب بھی تیرے حوالے ہیں آج تک کے اور آئندہ داخل سلسلہ ہونیوالے مرد وعورت مریدین کو بخش دے یہ سب رحمانی بنے ہیں۔ اپنے تقاضائے رحمانیت سے ان کو نواز جوار عطا کر آمین۔

نسبت محمدی: (۲۱۲/۹)

فقیر نیاز احمد سے کئی بزرگوں نے بتایا کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ ہماری حدیث جاننا ہوتو فضل رحمٰن سے حاصل کرو۔(۲۱۳/۱۰) ایک بار مولانا بابا علیہ الرحمہ پر عجیب کیفیت طاری تھی۔ اور آپ انتہائی مودب بیٹھے درود شریف پڑھ رہے تھے۔ پھر میرے پوچھنے پر آپ نے وضاحت کی کہ ممبر کے پاس حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور اکابر اولیا مثل حضرت نظام الدین اولیا دہلوی وغیرہ قدس سرہم اس جلسہ میں شریک تھے۔"(۲۱۴/۱۱) ایک مرتبہ مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ پاس ایسے بڑے مجذوب آئے جن کے جذبے کی نسبت کو حضرت مجدد الف ثانی صاحب کے خلیفہ اور حضرت شاہ غلام رسول صاحب قدس سرہما بھی مانتے تھے۔ پھر ہم نے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا فرماتے ہیں کہ تمہاری نسبت کے آگے انکی کیا حقیقت نسبت ہے پھر ان مجذوب نے ہمارے پیچھے وضو کرکے نماز پڑھی اور انکا سارا جذب بھی جاتا رہا۔

نسبت خونی: (۲۱۵/۱۲)

فقیر نیاز احمد کو درس حدیث کا شرف ملا۔ حدیث وصال سیدنا ابراہیم ابن محمد رسول اللہ صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہم پر مولانا بابا قدس سرہٗ کے آنسو جاری ہوگئے اور آپ نے اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون پڑھ کر غمگین آواز سے فرمایا جانتے بھی کچھ ہوا گر بطور تعزیت اس

وقت بھی آنسو جاری ہوں اور انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پڑھے تو ایسے شخص کو وہی ثواب ہے جو اس وقت تھا۔ باقی ہم کیوں نہ روئیں ہمارا اور ان کا خون ملا ہوا ہے اور ہمارا پیشوا بھی ہیں۔ یہ خوبی اور وہبی نسبت سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصوصی کرم کا خزانہ اور پیارے فضل رحمٰن کو سراپا فضل رحمٰن بنائے ہے۔ نوازش کرم کی فراوانی یہاں تک کہ حضرت سیدہ جنت علیہا السلام مولانا بابا کو اپنا فرزند بنائے آغوش مادرانہ سے لگائے۔ شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ اندرون خانہ گھر کے بچوں کی طرح آنے جانے کا مجاز فرمائے رہیں۔ نوازشیں رکھیں مولانا احمد میاں صاحب فضل رحمٰن علیہ الرحمہ کے فرضی الزام دانت سے ناک کاٹنے میں شیر خدا و امام حسین کرم اللہ تعالیٰ وجہما مولانا بابا سے فرمائیں کہ تم کیوں فکر کرو احمد میاں کو ہم چھڑائے لاتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما محبت و کرم فرما رہیں تشریف ارزانی فرماتی رہیں۔ حضرت خلیل اللہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام حضرت بی بی ہاجرہ و حضرت بی بی سارہ علیہا السلام الطاف و محبت فرمائیں حضرت عیسیٰ روح اللہ و حضرت خواجہ خضر علیہما السلام شرف تشریف آوری و معاونت سے نوازیں آنحضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ وسلم اپنے بچوں کی طرح جلوت و خلوت میں تشریف لاتے ہیں۔ شرف حضوری دوامی سے مولانا بابا کو سرفراز رکھیں تو بقول مولانا بابا علیہ الرحمہ کے آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی جب نوازیں کرم درکرم رکھیں تو خدا کی اس دین کا کچھ ٹھکانا ہے۔"

خصوصی قرب رسالت : (۲۱۳/۱۳)

فقیر نیاز احمد کے پیر بھائی مولوی حبیب اللہ صاحب فضل رحمانی ساکن ٹانڈہ فیض آباد (جو شیخ دیوبند حسین احمد صاحب ٹانڈوی کے والد ہیں۔) نے ہم سے یہ بیان کیا کہ انھوں نے دیکھا کہ دربار رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوں مگر پیرو

مرشد مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب قدس سرہٗ وہاں نظر نہیں آتے تو بڑی کوفت گذری اتنے میں بکمال شفقت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیوں مضطرب ہو عرض کیا۔ میرے مرشد کیا یہاں نہیں تو سردار موجودات صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مقام عام میں ان کو کیسے پا سکتے ہو اتنے میں ایک پردہ اٹھا تو مولانا بابا صاحب اس حریم خاص میں تھے۔ کئی دن مولوی حبیب اللہ صاحب پر وجد طاری رہا۔

(۲۱۶/۱۴) ایک عالم نے فقیر نیاز احمد سے کہا کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ حقہ مکروہ لکھتے ہیں۔ اور مولانا بابا علیہ الرحمہ حقہ پیتے ہیں۔ تو میں نے سمجھایا کہ قسم مکروہ اور ہے۔ جس میں کیٹ اور نئے میں سیاہی جم جاتی ہے بدبو آنے لگتی ہے۔ لیکن حضور اعلیٰ جدید نیچہ ہر بار تازہ کرنے اور پانی بدلنے کے التزام سے خوشبودار تمباکو کے ساتھ پیتے ہیں۔ اسکو کوئی مکروہ نہیں لکھتا اتنے میں حضور اعلیٰ کو کشف ہوا بلا کر فرمایا کہ میاں وہ اور لوگ ہیں جن کے لئے شاہ صاحب دہلوی علیہ الرحمہ حقہ مکروہ لکھتے ہیں۔ ہم تو اس رحمت تمام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے حقہ پی لیتے ہیں۔ تمہارے معترض آنحضور پر نور علیہ والسلام سے منع کرا سکتے ہوں۔ تو منع کرا دیں پھر تو وہ عالم بہت شرمندہ ہوئے۔"

تواریخ پیدائش ووصال: (۲۱۸/۱۵)

حضرت مولانا بابا علیہ الرحمہ کی ولادت شریف یکم رمضان مبارک ۱۲۰۸ھ بوقت صبح صادق ہوئی آپ نے اس وقت سے تمام دن تا غروب آفتاب والدہ کا دودھ نہ پیا اسی طرح ایام شیر خواری میں جب ماہ مبارک پڑا اور طفلی میں بھی ایام صیام میں کبھی نہ دودھ پیا نہ کھایا چوتھی برس سے تو آپ مکمل روزہ رکھنے لگے۔ اپنے بچپن کے تذکرے میں مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ خدا کا ہم پر کرم ہے کہ ہم تین برس کی عمر سے وضو

کرکے نماز پڑھتے سات برس کی عمر ہوئی تو ہوش سے نماز ادا کرتے رہے۔ اور دس برس کی عمر سے اب تک با جماعت بفضلہٖ نماز ادا کرتے رہے۔ آپ کا وصال شریف بروز جمعہ بعد عصر قبل غروب بائیس ربیع الاوّل ۱۳۱۳ھ بعمر شریف ایک سو پانچ برس ہوا۔

آمد گنج مراد آباد و عقد: (۲۱۹/۱۶)

حضرت مولانا بابا علیہ الرحمہ نے ملاواں سے ہجرت فرما کر دو محرم ۱۲۴۶ھ کو گنج مراد آباد وطن بنا دیا۔ نواب غوث محمد صاحب علوی سب سے پہلے آپ کے اہل بستی سے مرید ہوئے اور مانند فرزند چاہنے و جاں نثاری کرنے لگے سولہ ربیع الاول ۱۲۴۳ھ کو آپ کا دوسرا عقد شہنشاہ عالمگیر علیہ الرحمہ کے دیوان ریاست میر کریم شیر صاحب علوی جو نواب اور خان صاحب کا خطاب شاہی پائے ہوئے تھے۔ اور مزار شریف وسط مقبرہ فضل رحمانی میں ہے۔ کی بھتیجی صاحب سے ہوا۔ (۲۲۰/۱۷) موصوفہ پیرانی بی بی سے قیوم دوراں مولانا شاہ احمد میاں صاحب قدس سرہٗ بائیس محرم ۱۲۴۴ھ کو پیدائشی قطب پیدا ہوئے اور یکم صفر ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹۱۶ء یوم جمعہ بعد فجر بعمر اکیانوے سال واصل بحق ہوئے جملہ اکہتر برس مولانا بابا کی زیر صحبت اور بائیس برس زینت سجادہ فضل رحمانی رہے مولانا بابا کی حرم ثانی کا وصال ۱۳۰۲ھ میں ہوا دادا میاں علیہ الرحمہ کی خانہ آبادی نواب کریم شیر صاحب علوی کی پوتی دختر نواب مظفر علی صاحب علوی سے ۱۲۸۲ھ میں ہوئی۔ موصوفہ سے مولانا شاہ محمد رحمت اللہ میاں صاحب انتیس رجب ۱۲۹۹ھ کو پیدا ہوئے موصوف پندرہویں برس میں تھے۔ جب مولانا بابا علیہ الرحمہ کا وصال ہوا آپ دادا میاں صاحب علیہ الرحمہ کے زیر صحبت ساڑھے چھتیس برس رہ کر یکم صفر ۱۳۳۵ھ کو صاحب سجادہ ہوئے دادا میاں کے دوسرے صاحبزادے مولانا نعمت اللہ میاں صاحب چار ربیع الاوّل ۱۳۰۵ھ کو پیدا ہوئے۔ بوقت وصال مولانا بابا آپ آٹھ برس کے تھے

نوٹ: چھوٹے بابا صاحب علیہ الرحمہ دادا میاں صاحب کے زیر صحبت تیس برس رہے۔ اور دس ربیع الآخر ۱۳۷۵ھ بہ عمر ستر سال مطابق ۲۵ نومبر ۱۹۵۵ء یوم جمعہ بوقت فجر نماز فجر ادا کرتے سر بہ سجدہ واصل بحق ہوئے بڑے بابا صاحب کا چھ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۹۶۲ء بروز جمعہ دو بجے دن بیاسی برس میں وصال شریف ہوا موصوف چھیالیس برس زینت سجادہ رہے۔ **ھدایت** : جلد اول افضال رحمانی میں غلطی طباعت سے اعداد وشمار غلط ہو گئے ہیں۔ اس کی صحت مکتوبہ تواریخ سے کرلیں اس مجموعۂ رحمت ونعمت سے قبل کی سابقہ کتب کوائف میں یہ تفصلی اعداد وشمار صرف معتبر ہیں جن کو فیض آبادی صاحب نے بڑی تحقیق سے فراہم کیا ہے۔

قیوم دوراں علیہ الرحمہ: (۲۲۱/۱۸)

خادم نیاز احمد کو نہ جمع کوائف کا شوق ہے۔ نہ کوائف نویسوں کی صف میں آنے کی حرص ہے۔ لیکن جب میری نظر میں غلط روایات زبانی بھی اور سنی سنائی روایت تحریری بھی آئیں تو مجھے بڑا دھکا لگا۔ دوسری اہم بات یہ دیکھ رہا ہوں کہ حضرت قیوم دوراں مولانا شاہ احمد صاحب قدس سرہٗ کا وہ ضروری ذکر جو جان سوانح ہے کتب کوائف میں ندارد ہے۔ تو حیرت اور بھی ہوئی کیونکہ حضرت مولانا بابا قبلہ کا صحیح ترجمہ اور صیقل کردہ آئینہ دادا میاں صاحب قدس سرہم تھے۔ میں نہیں بلکہ مجھ سے بہتر و برتر یہ فرما گئے کہ جس نے مولانا احمد میاں کو نہیں سمجھا اس نے مولانا بابا کو سمجھا نہیں۔ اس بنا پر فقیر نے کچھ اذکار جمع تو کر لیئے لیکن اشاعت کا جب بھی خیال آیا یہ امر برابر مانع آتا رہا کہ اگر خود مولانا بابا کو تشہیر روایت ناپسند نہ ہوتی تو آج ان کے تذکروں کا ایک بڑا کتب خانہ علحدہ قائم رہتا خود مولانا بابا علیہ الرحمہ نے سلیس بھاشا میں قرآن کریم کا ترجمہ نادر تحریر فرمایا مگر خود ہی اسکی تشہیر نہ دیکر دفن کردیا۔ چند اوراق لوگوں کے ہاتھ لگ گئے کہ وہ منظر عام

پر آئے پس فقیر بھی اسی اتباع مرشد میں خاموشی پر اکتفا کرتا ہے۔خادم نیاز احمد سے وہ بزرگان خود بیان کرتے تھے جنھوں نے آنحضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مولانا بابا علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد پوچھا کہ کس سے مرید ہوں تو آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ احمد میاں سے مرید ہو۔(۲۲۲) دادا میاں علیہ الرحمہ جب پڑھنے آتے تو مولانا بابا علیہ الرحمہ فرماتے خیر پڑھ لو تم تو جہات رسالت سے پڑھ بھی جاؤ گے گڑھ بھی جاؤ گے بلکہ دادا میاں کو مولانا بابا صاحب قدس سرہما علیحدہ درس ہی اس لئے دیا کرتے تھے کہ دادا میاں کے درس میں ابرار جنات واخیار ارواح بابرکات کی شرکت رہا کرتی اس وقت سب کی آمد و رفت بند کردی جاتی تھی۔چار پانچ بار فقیر نیاز احمد کو اس مشاہدہ کا موقعہ صرف مل سکا ورنہ یہ اسی طرح راز رہتا۔(۲۲۳) دادا میاں صاحب علیہ الرحمہ کے درس میں بھی یہ مشاہدہ فقیر کو مولانا ظہور الاسلام مولانا نور محمد و مولانا حافظ سید ابو سعید صاحبان فتحپوری جیسی ہستیوں کو بھی ہوا کہ خود حضوری رسالت کا کبھی فیوض رسالت کا شرف پاتے عموماً انوار حدیث محسوس ہوا کرتے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ مولانا بابا علیہ الرحمہ نے جب شروع ہی سے دادا میاں صاحب علیہ الرحمہ کو تعلیمات آفاقی کے سپرد اور توجہات رسالت سے سرشاری بہم پہنچادی تو خود وہ ذات کیا سے کیا ہوگی۔(۲۲۴) نواب نور الحسن خان صاحب فضل رحمانی بھوپالی نے بھی اس کو نقل کیا ہے کہ دادا میاں صاحب کو مولانا بابا قدس سرہما نے صحاح ستہ کے علاوہ مشکوٰۃ شریف اور ہر دو مؤطا بھی پڑھائیں۔(نکات سلوک صفحہ ۸۹ پر یہ مرقوم ہے۔)(۲۲۵) مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میں نے شب قدر میں دعا کی یاالٰہی احمد میاں میرے مثل ہوں (رسالہ زوائد فوائد میں) نواب نور الحسن خان صاحب بھوپالی نے اس کو بھی لکھا ہے۔چنانچہ اس دعا کو خدا نے مستجاب فرمایا اور وہی سب کچھ عطا فرمادیا نیاز احمد کو بڑے کافی مواقع حضوری خلوت وجلوت میں مولانا بابا اور دادا میاں صاحبان کی حاصل رہے کاش وہ

مشاہدہ کاغذ پر یہ قلم کھینچ سکتا۔مختصر یہ کہ آپ کا نیاز احمد خود حضرت احمد میاں صاحب کی چند توجہات کا نتیجہ ہے۔(۲۲۶) حضرت دادامیاں قدس سرہٗ کو بھی بڑی خاص مستجاب الدعواتی بے حد کشف جلی اور اللہ والی نسبت جلیلہ خدا نے عطا فرمائی تھیں با نسبت حضرات بھی دادا میاں کی نسبت کے سامنے اپنی نسبتوں کو گم پایا کرتے علمائے وقت آپ کی قیومیت کے زیر نگیں تھے۔حضرت مرشد دہلوی علیہ الرحمہ نے منصب قیومیت کی دادامیاں کو بشارت دی تھی۔

دردست نہ تیر است نہ بردوش کمان است
ایں سادگی اوست کہ بسمل دو جہان است

فاتحہ سیوم وسجادہ نشینی: (۲۴/۲۲۷)

۱۸۹۵ء میں ایک ڈاکٹر گوالیار کا رنگا ہوا چار گز کپڑا لائے مولانا بابا علیہ الرحمہ نے اپنے درزی مسمی کاشوخیاط کو بلا کر تاکید کی کہ ہمارا انگرکھا سی لاؤ باقی جو کپڑا بچے اسے نعمت اللہ میاں کا انگرکھا بنا دو مگر جلد تیار کرو۔کاشوخیاط نے دوسرے روز قریب عصر انگرکھا تیار کردہ پیش کیا مولانا بابا علیہ الرحمہ نے اس انگرکھے کو پہن کر نماز عصر پڑھائی بعد عصر میں اور عبدالغفار صاحب فضل رحمانی آسیونی دونوں آپ کی خدمت میں حجرہ کی طرف آئے حجرہ میں مولانا بابا پر جو عالم انوار دیکھا تو دیر تک اپنے آپے میں نہ رہے ادھر وحید احمد صاحب فضل رحمانی دونوں کا بھی یہی حال آپ پر نظر پڑتے ہوا جب افاقہ ہوا تو عرض کیا کہ حضور پر بہت اچھا انگرکھا لگتا ہے۔مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ہاں اچھا معلوم ہوگا۔'' اسی وقت اس کو اتار کر اپنی کٹھری میں جس میں ایک جوڑا کپڑا رکھا ہوا تھا۔بند کر کے رکھدیا میں اور عبدالغفار خانصاحب ہاں اچھا معلوم ہوگا پر کچھ چونکے اور دونوں نے اس واقعہ کو محفوظ کرلیا۔پھر جب آپ کا وصال ہوا تو اس

آ پکی گٹھری میں وہ کپڑے کا جوڑا تو نہ ملا صرف مذکورہ انگرکھا موجود ملا حضرت مولانا احمد میاں شاہ صاحب قدس سرہٗ کو سجادہ نشینی میں وہ انگرکھا پہنایا گیا تو ناظرین کا عجب حال ہوگیا یہی معلوم ہوتا تھا کہ مولانا بابا ہیں اگر چہ خواص مریدین سے مولانا بابا حضرت احمد میاں کی سجادہ گی کا اظہار فرما چکے تھے۔مگر اس طرح خرقہ سجادگی تک محفوظ کر جانے اور رہاں اچھا معلوم ہوگا کا راز سجادہ نشینی پر کھلا چنانچہ پچیس ربیع الاول ۱۳۱۳ھ کو اول مولانا بابا علیہ الرحمہ کا فاتحہ سیوم ہوا پھر حضرت مولانا شاہ احمد میاں صاحب علیہ الرحمہ بہ اتفاق مریدین وہ انگرکھا پہن کر سجادہ نشین ہو گئے چوبیس ربیع الاول ۱۳۱۳ھ کو جناب امجد شاہ صاحب صفی پوری جو بحالتِ حیات جناب صوفی امیر اللہ صاحب سجادہ نشین ہوئے تھے صفی پور سے تشریف لائے اور پچیس ربیع الاول ۱۳۱۳ھ کو فاتحہ سیوم میں شرکت کے بعد بوقت سجادہ نشینی دادا کو نذر بھی پیش کی۔

مولانا بابا کا چہلم وتقسیم نقد وما کولات: (۲۲۸/۲۶)

مورخہ بائیس ربیع الاول ۱۳۱۳ھ سے خود دادا میاں علیہ الرحمہ بھی نقد و ملبوسات و ماکولات تقسیم فرماتے رہے اور مریدین بھی تقسیم اسی طرح کرتے رہے۔تیس ربیع الاول ۱۳۱۳ھ کو مولوی حبیب اللہ صاحب فضل رحمانی ساکن ٹانڈہ فیض آباد مقبرہ میں بیہوش ہوکر جدائی مرشد پر گر پڑے بڑی حالت زاری رہی بہت دیر بعد ہوش آ س کا اسی طرح جناب مولانا سید محمد علی صاحب فضل رحمانی مونگیری علیہ الرحمہ بھی بہت دیر تک مدہوش رہے کافی پنکھا جھلا گیا پانی چھڑ کا گیا ان تدابیر سے موصوف کو افاقہ ہوا۔قبل فاتحہ سیوم مولانا مونگیری علیہ الرحمہ نے حقائق فضل رحمانی کے بیان سے اشکبار کر دیا۔بعد فراغت سجادہ نشینی نیاز احمد و بھائی عبدالغفار صاحب آسیونی ومولانا ابوسعید صاحب و مولانا ظہور الاسلام صاحب فتحپوری وغیرہ مریدین نے دادا میاں صاحب سے عرض کیا

کہ ہزار ہا مریدین محروم شرکت ہیں۔ حضور والا کسی تاریخ کا تعین فاتحہ چہلم کے لئے فرما دیں تا کہ سب کی شرکت ہو سکے بعض لوگوں نے بائیس ربیع الآخر ۱۳۱۳ھ کی تجویز کی مگر دادامیاں کو جمعہ کا دن مرغوب تھا۔ میں نے یہ سمجھ کرا ٹھائیس ربیع الآخر یوم جمعہ ۱۳۱۳ھ پیش کی دادامیاں صاحب نے اسی تاریخ کا اعلان فاتحہ چہلم کے لئے فرما دیا چنانچہ چھتیسویں روز بعد وصال اٹھائیس ربیع الآخر ۱۳۱۳ھ کو فاتحہ چہلم ہوا دو سو پچاس ختم کلام مجید علاوہ کلمہ درود شریف کے اور دس ہزار اشخاص ماکولات فاتحہ اور پانچ سو جوڑا ملبوسات تقسیم کیا گیا۔ ستائیس ربیع الآخر ۱۳۱۳ھ کو مولانا بابا علیہ الرحمہ کے اوپر لوگوں نے جو نو ہزار قرضہ بتایا تھا۔ راجہ ممتاز علی خاں صاحب فضل رحمانی راجہ اتر ولہ نے قبر شریف پر وہ نو ہزار روپیہ فاضل ملا دیا کہ بھولا چوکا جس کا بار قرض ہو قبر شریف سے اُٹھا لے بعد میں نام نہ لے۔

بعض خصوصی واقعات وصال : (۲۲۹/۳۰)

اٹھارہ ربیع الاوّل ۱۳۱۳ھ بوقت چار بجے شام مولانا بابا علیہ الرحمہ نے اپنا داہنا ہاتھ اس طرح دراز فرمایا جیسے کسی سے مصافحہ کے واسطے بڑھاتے ہیں۔ اور اٹھ بیٹھے یہ فرماتے ہوئے کہ آتے ہیں کپڑے تو پہن لیں۔" (۲۳۰/۳۱) وصال شریف سے چند روز قبل مولانا بابا علیہ الرحمہ آرام فرماتے اٹھ بیٹھتے اور فرمایا یہ بہشت یہ بہشت یہ بہشت اسی طرح قبل وصال چند بار فرمایا رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ (۲۳۱/۳۲) یہ کرامت حضرت مولانا بابا علیہ الرحمہ کی بڑی نادر ہے کہ آپ کے وصال کے بعد سے جسم اطہر سے بے حد خوشبو آتی تھی یہاں تک کہ جس زائر کا کپڑا جسم اطہر سے چھو گیا اس سے خوشبو آنے لگی (۲۳۲/۳۳) اٹھارہ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ کی فجر تک باوجود ضعف وعلالت مولانا بابا علیہ الرحمہ باجماعت نماز دادامیاں کی اقتدا میں ادا

فرماتے رہے۔اس روز ظہر سے قبل فرمایا کہ ہم مر گئے ۔کوئی ہمارے جنازے کی نماز پڑھ دو پھر فرمایا اگر کوئی نہیں پڑھتا تو ہم خود پڑھے لیتے ہیں ۔اور اللہ اکبر بلند آواز سے کہہ کر نیت کی طرح ہاتھ باندھ لئے خادم نیاز احمد اور حکیم عظمت حسین صاحب فضل رحمانی رئیس موتیہاری حکیم عبدالغفار صاحب گنج مراد آبادی تو ہمہ وقت تیمارداری وخدمت تمامی کے لئے موجود رہا کرتے بلکہ اسی جائے قیام پر تینوں اشخاص کو جماعت بنا کر نماز کا مولانا بابا حکم دے چکے تھے ۔ہم لوگوں کی موجودگی میں اکیس ربیع الاوّل ۱۳۱۳ھ کی صرف ظہر سے تنہا مولانا بابا علیہ الرحمہ نے وصال تک نماز ادا کی بقیہ نہ کوئی نماز ترک ہو سکی نہ وقت سے موخر ہوئی پھر یہ کیسے تذکرہ نویس لوگ ہیں جو موجود بھی نہ تھے ۔مگر الٹا سیدھا لکھ گئے ۔

مولانا بابا کا عرس اول: (۲۳۳/۳۰)

اکیس ربیع الاوّل ۱۳۱۴ھ کو حضرت مولانا بابا علیہ الرحمہ کا اوّل عرس شریف علماء ومشائخ وقت کی شرکت سے دادا میاں علیہ الرحمہ نے کیا۔جس میں پانچ سو ختم کلام پاک علاوہ کلمہ درود شریف کے اور بائیس ہزار بیرونی زائرین کو کھانا تقسیم ہوا۔۲۳ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ کو دادا میاں صاحب نے پھر تین ہزار اشخاص کو کھانا تقسیم فرمایا اس روز یہ کرامت بھی سب نے دیکھی کہ باوجودیکہ آم کی فصل کا کہیں پتہ نہ تھا۔لیکن خانقاہ کی طرف ایک آم کا پیڑ تھا۔دادا میاں علیہ الرحمہ نے اس درخت سے دس بارہ سو آم زائرین عرس میں تقسیم فرما دیئے دوسری کرامت سب نے یہ دیکھی کہ مولانا بابا علیہ الرحمہ کے روز وصال سے پہلے عرس شریف کے وقت تک جو بھی بلند آواز سے رو پڑتا اس کو فوراً غشی آجاتی اور بلند آواز سے رونہ پاتا۔اللہ تعالےٰ نے مولانا بابا کی اتباع سنت کا بھرم اس حد تک سب سے دکھایا۔''

معمولات قیوم دوراں: (۲۳۴/۳۱)

حضرت مولانا بابا اور دادا میاں صاحب قدس سرہما کے معمولات یکساں تھے۔ زنانہ مکان سے ملحق حصہ میں اوّل وقت تہجد مسجد آ کر پڑھتے بعد تہجد ذکر و مراقبہ کبھی مریدین کو توجہ کبھی اذکار رہتے چند منٹ ادائے سنت میں لیٹ کر پھر اذان فجر بھی اوّل وقت کہلاتے بعد فجر کبھی حلقہ کبھی توجہ کے بعد کبھی مسجد ہی میں بسا اوقات حجرہ میں وظائف پڑھتے پھر اشراق پڑھکر مرید کرتے اندرون خانہ جا کر کچھ کھاتے پھر اوّل وقت ہی چاشت کی نماز پڑھتے۔ درس قرآن و حدیث دیتے کبھی جلدی درس شروع ہو جاتا تو بعد درس چاشت پڑھ لیا کرتے پھر مریدین کے آئے ہوئے خطوط و مسائل کا جواب دیتے شرف ملاقات بخشتے پھر زائرین میں تقسیم طعام فرماتے خود بھی خواہش ہوتی تو کھاتے ورنہ حجرہ میں قیلولہ فرماتے ظہر کی ادئیگی کے بعد ضرورت ہوتی تو درس ورنہ علمی تبصرے اور زائرین کو وقت ملتا بعد عصر کلمہ خوانی اکثر اور درس مقررہ دیا کرتے بعد مغرب حسب ضرورت توجہ ورنہ فراغت اوراد کے بعد اوّل شام کھانا کھا کر زائرین کو بھی تقسیم کرا کے عشاء ادا کرتے کچھ دیر نشست گاہ ٹھہر کر مردانہ مکان تشریف لے جاتے۔ چار پانچ بار حقہ دن ورات میں نوش کرتے سادہ غذا کھچڑی یا دال موٹی روٹی۔ عمامہ انگرکھا دو پلی ٹوپی کرتہ پاجامہ ملبوسات رہتے۔ اوّل وقت فرض پنجگانہ ادا کرنا، احترام مسجد آداب مزار مسجد کے کنوئیں سے پانی نکالنے وغیرہ کی سخت احتیاط رکھتے۔ ان کی فروگذاشتوں پر ننگے سر آنے والوں پر تنبیہہ فرمائے رہتے، زائرین کو مسجد میں سونے، کھانا کھانے و قیام کرنے نہ دیتے۔ عشا بعد ارواح مقربین اور جنات کے خصوصی اوقات ہوتے اس وقت وہاں کوئی رہ نہ پاتا تھا۔ وقت تہجد تک یہ جنات ہر خدمت ادا کرتے رہتے۔

خلقت کا والی مگر خود ہاتھ خالی : (۲۳۵/۳۲)

حضرت مولانا علیہ الرحمہ کا یہ دستور تھا۔ کہ آپ درویشوں کے لئے ایک مقررہ تعداد میں سہ روزہ کسی کو ہفتہ واری وظیفہ کے بطور دیا کرتے اور دوسرے مستحقوں کو ان کی مطابق ضرورت نقد و جنس اور کپڑا دیا کرتے جب آپ صبح مسجد سے گھر جاتے تو چرند و پرند آپ کو گھیر لیا کرتے اور آپ بقال سے دو تین سیر غلّہ ان کو ہی دلوا دیا کرتے آمدہ نذرانہ جب تک مستحقوں کو تقسیم نہ کرلیا کرتے آپ پر بوجھ سا رہا کرتا گھریلو خرچہ کے لئے جب سوال ہوتا تو بقال سے جنس وغیرہ منگوا دیتے مگر اس رقم میں سے نہ دیتے تھے۔ جب سب تقسیم کرلیتے الحمدللہ کہہ کر اٹھ جاتے لیکن دادامیاں قبلہ علیہ الرحمہ کے دور میں یہ سلسلۂ سائلین بہت دراز ہوگیا تو آپ نے خاص مستحقوں کے لئے یہ صورت اختیار کی کہ ایک شخص کو مشاہرہ پر ملازم اس کام کے لئے رکھا۔ وہ غیرت مند اہل حاجت و بیوہ و یتیموں کی ضروریات کا خفیہ پتہ لگا کر دادامیاں کو پوشیدہ اطلاعات دیا کرے اس ملازم کی حسب اطلاع دادامیاں ضرورت مندوں کو ان کی امداد شخص مامور کے ہاتھ بھجوا کر پھر شب کا کھانا نوش کیا کرتے۔(۲۳۶) اہل بستی مولانا بابا اور دادا میاں کی اس حسن سخاوت کو جان کر طرح کے حیلوں سے مانگ سے زائد امداد لیجایا کرتے ایک بار نیاز احمد فیض آبادی نے ایک ایسے ہی سائل کو فہمائش کی اس سائل نے مجھے الٹا یوں سمجھایا کہ آپ درویش صفت لوگ ان باتوں کو نہ سمجھ سکیں گے آپ کے نزدیک تو واقعی اہل حاجت جو لوگ ہیں امداد کے مستحق فقط وہی ہیں۔ مگر ہمارے نزدیک فضل رحمٰن کی ہر شخص کو ضرورت ہے فرق بس اتنا ہے کہ آپ فضل رحمٰن سے عقبیٰ سنوارتے ہیں۔ اور ہم فضل رحمٰن سے دنیا سنوارتے ہیں۔(۲۳۷) ایک بار دادامیاں صاحب قبلہ سے ایک رئیس نے مرید ہوکر دس گنیاں نذر گذاریں کچھ مستحقوں کو دینے

کے لئے آپ نے ان گنگیوں کو خوردہ کرایا یہ خبر پا کر گھاٹ میں لگے رہنے والے آ پہنچے نیاز احمد فیض آبادی نے ان کو سمجھایا کہ یہ طریقہ نا مناسب ہے اہل حاجت کا اس طرح نقصان نہ کیا کرو بلکہ سچائی سے مانگو جب بھی دادا میاں سوال پورا کریں گے۔ بس یہ ہوگا کہ شاید اتنا نہ دیں جتنا تم چاہتے ہو وہ بولے کہ شاہ صاحب پڑھنے پڑھانے کا ڈھنگ اور ہے۔ اور کھانے کمانے کا ڈھنگ اور ہے۔ جس طرح پھلدار درخت کو زور سے ہلانے پر ایک دو روز بعد تک پکنے والے پھل بھی گر جایا کرتے ہیں۔ نگران کی پرواہ کسے ہوتی ہے اسی طرح ہم جتنی زور سے دادا میاں کو بلاتے ہیں۔ اتنا ہی پا لیتے ہیں۔ باوجودیکہ نہ کوئی جائداد تھی نہ کچھ وقف تھا۔ اس پر کثرت زائرین اور ان کا لنگر پھر خادموں کے اور گھریلو مصارف کے اخراجات کا بوجھ کے عزیزوں تک کے کھانے کا اپنی طرف سے بندوبست رہنا ایسے اہم ہیں کے مقروضیت پیدا کر دیتے علاوہ مستحقین کے طرح طرح کے سائلوں کا تانتا رہتا کچھ ایسے بھی سائل آتے کہ جب مولانا بابا نقد نا ہونے کی مجبوری ظاہر کرتے وہ کہتے نقد نہیں تو کیا ہوا آپ دکاندار سے کپڑے لینے کی اجازت دے دیں۔ ہم اتنے روپیہ کا سامان لے لیں چنانچہ ایک خانصاحب نے سات روپیہ کا کپڑا دو کاندار سے لینے کی اجازت مولانا بابا سے مانگی اجازت لیکر دکاندار سے ساٹھ روپیہ کا کپڑا لیا۔ دکاندار نے حاضر ہو کر ماجرا بتایا۔ مولانا بابا نے فرمایا کہ اگرچہ ہم سے سات روپیہ کی اجازت لی تھی مگر یہ ساٹھ روپیہ خدا نے چاہا ہم جلد ادا کر دیں گے۔ (۲۳۹) ایک بار ایک خانصاحب دادا میاں سے سائل ہوئے آپ نے فرمایا آج ہم مجبور ہیں لیکن کل تک تم کو دے سکیں گے۔ خانصاحب نے کہا لڑکی سسرال جا رہی ہے نو روپیہ ہی کی بات ہے۔ اس کی بقال سے کپڑا اور جنس لینے کی اجازت آپ دے دیجئے کل آپ اس کو ادا کر دینا۔ دادا میاں نے فرمایا جاؤ لے لو خانصاحب نے دکاندار سے سو روپیہ کا کپڑا اور جنس لے لیا۔ دو کاندار سامان دے کر فوراً عرض حال کو

حاضر آیا ساتھ ہی خانصاحب بھی آ گئے۔ دوکاندار نے کیفیت بتائی کہ سو روپیہ کا لیا ہے۔خانصاحب بولے کہ یہ جھوٹ بولتا ہے۔ یہ دیکھئے نو روپیہ فی کس کے حساب سے دس نفر کا کپڑا اور دس روپیہ کا غلہ لیا ہے دادامیاں نے بقال سے فرمایا جیسے نو ویسے سو۔ ہم بفضلہٖ دو دن میں ادا کر دیں گے۔(۳۷/۲۴۰) اکثر یہ صورت ہوتی مولانا بابا اور دادا میاں کو قرض طلب کرنے پر بھی کہیں سے نہ مل پاتا تو یہ ہر دو حضرات مسند سجادہ کے نیچے خالی ہاتھ ڈالتے جب ہاتھ باہر نکالتے ضرورت کے مطابق رقم ہاتھ میں ہوتی۔ دیکھنے والے یہ سمجھتے مسند میں کوئی رقم رکھنے کا خانہ ہے۔ جب یہ حضرات مسند سے اٹھتے یہ لوگ اس کو الٹتے پلٹتے مگر وہ ایک جانماز کے سوا کچھ نہیں نکلتی تو دم بخود رہ جاتے۔ان سب سے قطع نظر دو کانداروں کا عالم یہ کہ ان کی جتنی بھی ادائیگی کر دی جاتی سو ڈیڑھ سو انکی بقایا باقی ہی رہتی۔ چنانچہ حضرت مولانا بابا پر بعد وصال نو ہزار روپیہ کا قرض دکانداراں نے بتایا اور مولانا بابا کے ارشاد کے موافق کہ ہم نہ ہونگے تو ہماری قبر فیض بھی دے گی قرض بھی ادا کر دے گی۔ راجہ ممتاز علی خانصاحب رحمانی والی ریاست اترولہ نے قبر شریف پر نو ہزار روپیہ رکھ دیا کہ جسکا جتنا قرض ہے وہ اتنا اٹھالے۔اس طرح دادا میاں قبلہ کے وصال کے بعد دوکانداروں نے گیارہ ہزار روپیہ قرض خود ساختہ اپنا بتایا جس کو مولانا شاہ رحمت اللہ میاں و مولانا شاہ نعمت اللہ میاں صاحبان نے بحصہ مساوی سیوم کے دن ادا کیا۔مولانا بابا کے انتقال کے بعد دادا میاں قدس سرھم کا یہ قاعدہ رہا کے صبح جو ملبوس آپ پہنتے وہ شام کو مولانا بابا کے نام پر خیرات کر دیا کرتے۔ ارزانی کا وہ دور اعلیٰ سے اعلیٰ اشیاء کی افراط سائلوں کی یہ نوچ کھسوٹ اس پر مولانا بابا اور دادا میاں کی یہ دریا دلی کہ خلقت کے والی مگر خود خالی ہاتھ حسن فقر و عنائے نفسی کو بھی عقیدت ریز کئے ہیں۔

بڑی پیرانی و بی بی صاحبہ (۲۴۱/۳۸)

یہ حسن سخاوت مولانا بابا و دادا میاں کی طرح مستورات میں بڑی پیرانی صاحبہ (والدہ مولانا احمد میاں صاحب) بھی فیاضانہ دستور رکھتی تھیں۔سائل عورتیں آپ کو گھیرے رہا کرتی تھیں اور آپ سب کے سوال پورے کرتی تھیں۔بعد عشا پیرانی صاحبہ کی خدمت گیری جنات کیا کرتے سب کی آمد و رفت بند رہا کرتی تھی۔اسی طرح ملّت بی بی صاحبہ (اہلیہ مولانا احمد میاں صاحب) بڑی فیاض بے حد غنی دل ہستی تھیں۔عورتیں بی بی صاحبہ کے کی اس حسن سخاوت کو جانتی تھیں کے اگر ملبوسات بھی کوئی مانگتا ہے بے دریغ موصوفہ اتار دیتی تھی۔ایک دفعہ بی بی صاحبہ ہاتھوں میں پیتل کے کڑے پہنے تھیں،دوعورتیں ان کوسونے کا سمجھ کر مانگنے پر ڈٹ گئیں اگر چہ بی بی صاحبہ نے سمجھایا کہ تم شام سے قبل تمہارا انتظام بفضلہٖ کر دینگے مگر وہ عورتیں نہ مانیں پیتل کے کڑے ہونے کی وجہ سے بی بی صاحبہ کو دینے میں تکلف اگر چہ تھا مگر مجبور ہو کر آپنے اتار دئے دونوں عورتیں بہت خوش سنار کے پاس گئیں سنار نے کڑے دیکھ کر اس کی قیمت ہم ادا نہ کر سکیں گے وہ اور زیادہ خوش اپنے گھر آئے بتایا کہ آج بھاری مال ہاتھ لگا دیگر عورتوں نے دیکھ کر کہا کہ تم نے جیسا دھوکا سوال میں کیا ویسا دھوکا تم سے مال نے کیا پیتل کی قیمت سنار دیتا کہاں سے کچھ ہی دیر میں جعفر خاں ملازم کی والدہ آئیں کہا کہ بی بی صاحبہ نے تم ہر ایک کو پندرہ پندرہ روپیہ بھیجا ہے۔مرید رئیس زادیاں آتیں بی بی صاحبہ کو ہلکی سادہ طلائی ایک ایک بالی کان میں اور ہاتھوں میں چاندی کے جھمکے پہنے دیکھ کر تعجب کرتیں کوئی کڑے کوئی بندے کوئی بالیاں پیش کرتا لیکن وہ دیکھتیں کہ ذرا دیر بعد ہی عزیز دار مرد عورتیں آکر کوئی بندے کوئی کڑے کوئی بالیاں بی بی صاحبہ سے لے لیتا اور موصوفہ اپنی والدہ کی نشانی سادہ بالی و چھلے پہنے شام کو نظر آتیں اس وجہ کوئی ان کا سوال نہ کرتا تھا۔

نمازی بنانے کی دادودہش: (۲۴۲/۳۹)

مولانا بابا نیز دادا میاں پنجوقتہ نمازی بنانے کے لئے حیثیت دارا فراد کو پاؤ بھر شیرینی فی نماز مقرر کرتے مگر یہ لوگ ایک وقت نماز پڑھ کر حلوائی سے سوا سیر مٹھائی وصول کر لیتے اور نماز کو نہ آتے جب اوسط طبقہ کو نماز روزہ کی ہدایت فرماتے کوئی کہتا جو آپ نے دیا تھا وہ بیوی بچوں کے اھانے میں صرف ہوگیا کپڑا کہاں ہے اس کو جدید کپڑا دلایا جاتا اپنے ملبوسات کو دیدیا جاتا کوئی کہتا کہ ننگے پیر تھے۔ مسجد کیسے آتے اس کی جوتہ دلادیا جاتا روزوں میں کہتے کہ فاقہ پر فاقہ کرتے ہیں۔ روزہ کیسے رکھیں کسی کو پندرہ یوم کسی کو پورے ماہ کی جنس بقال سے دلادی جاتی یہاں بھی اس نیاز احمد فیض آبادی سے یہ حیلہ گری ضبط نہ ہوسکی اس کیفیت کو عرض کیا مولانا بابا نے فرمایا ہمارا کام بندگان خدا کی امداد کرنا ہے ان کی سچائی یا حیلہ ان کے ساتھ ہے۔ چنانچہ یہی ہوا بھی کہ اس فتوریت نے اہل بستی کو خستہ حال و پریشان ہی رکھا ورنہ مولانا بابا اور دادا میاں قدس سرہم کی اس دریا دل امداد پر اہل بستی قاعدے سے عمل کرتے اور فضولیات میں اڑانے کے لئے یہ حیلے نہ کیا کرتے تو بلا شبہ بڑی اچھی حیثیت میں ہوتے کیونکہ مولانا بابا اور دادا میاں نے یہاں تک اپنی بستی والوں کی امداد کی کہ کسی کے گھر کی مرمت کسی کی شادی اپنے صرف سے کرادی کسی کو ٹھہرنے کے لئے مکان میں مدد دی کسی کو مع اہل و عیال اپنے شامل مدد رکھ کر پورا بار کفالت اپنے ذمہ رکھا یہی امداد مولانا رحمت اللہ میاں و مولانا نعمت اللہ میاں صاحبان نے اپنے دور میں رکھی۔

فتنۂ دفن و سجادگی: (۲۴۳/۴۴)

کہاں تو نیاز احمد نے مذکورہ مناظر دریا دلی دیکھے کہاں مولانا بابا کے سامنے بھی

آنکھ بند ہونیکے بعد ہی خلاف امید بے وفائی کے نظارے بھی دیکھے میں پندرہ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ کو حاضر آستانہ ہوا تو حضور اعلیٰ کی ناسازی مزاج سے علاج و تیمارداری کی سعادت بخشی گئی جانے کیا، نگاہ مرشدی نے کہہ دیا کہ پھر مبارک قدموں سے جدا ہونا ہی نہ بھا سکا ادھر مولانا بابا قدس سرہٗ کا پردہ ہوا ادھر شورش ہوئی کہ مولانا بابا یہاں دفن نہیں ہو سکتے بلکہ ملاواں اپنے باپ دادا کی جگہ میں لیجا کر دفن کئے جائیں فتنہ اٹھایا جا رہا ہے کہ مولانا احمد میاں صاحب قبلہ سجادہ نشین نہیں ہو سکتے ایک طرف دعویٰ کہ سجادہ نشینی اولاد اکبری کا حق ہے۔ دوسرے کا یہ دعوی کہ سجادگی کے حقدار اب وہ ہیں۔ جن کو اپنی حیات میں مولانا بابا قبلہ اپنی نیابت لکھ کر دے گئے کوشش ہے مولانا احمد میاں قبلہ کا فضل رحمانی پھریرا لہرانے کے بجائے ہمارا اقتداری پرچم بلند ہو مردانہ مکان سے اتنے میں اس نیاز احمد کی طلبی ہوئی حاضر خدمت ہوا تو دادا میاں نے اپنے ہدایات میں مجھ کو اور حکیم عظمت حسین صاحب رئیس موتی ہاروی کو مولانا بابا کو غسل دینے کی ہدایت کی بعد غسل ایک لنگی ایک قمیص ایک چادر میں جو حضرت مرشد دہلوی قدس سرہم کا خاص عطیہ تھی۔ ان تین کپڑوں میں کفنایا پھر دادا میاں نے مولانا بابا قبلہ کے سر مبارک پر حضرت مرشد دہلوی قدس سرہم کا عمامہ مبارک باندھ کر اوپر سے چادر اُڑھادی پھر دادا میاں مسجد تشریف لائے تو اس فتنہ کا علم ہوا شدت ملال ابنائے وطن سے دادا میاں کو جلال آ گیا فرمایا کہ ہم ویرانے میں رہ لیں گے مگر اب یہاں نہ رہیں گے اور اٹھ کھڑے ہوئے سارا مجمع مریدین غل کرنے لگا کہ آپ ہی ہمارے سجادہ ہیں۔ جہاں جائیں گے ہم کو بھی ساتھ لے چلنا ہو گا۔ خان صاحب نواب غوث محمد علوی رئیس ججمراداآباد کھڑے ہوئے عرض کیا کہ احاطہ اور مقام میری واحد ملکیت ہے جب مولانا بابا قبلہ یہاں تشریف لائے تو میں نے پورا احاطہ تا حویلی مردانہ حضور اعلیٰ کی نذر کر کے مرید ہوا تھا۔ اس لئے جب میرا خود کوئی حق نہیں تو اور کسی کا حق ہو کیسے سکتا ہے۔ مولانا بابا کو میں نے

مثل فرزند مانا اور خدمت کی ان کے بعد مولانا احمد میاں صاحب اب میرے فرزند اور اس پورے احاطہ کے مالک کامل ہیں اور دادا میاں کو اپنے مسند پر بٹھا دیا خدا بھلا کرے برادرم حکیم عظمت حسین صاحب مذکورہ کا کہ انھوں نے مجمع مریدین سے کہا کہ آپ لوگوں نے شروع سے مولانا بابا کا مختار کل ومحبوب سوائے مولانا احمد میاں صاحب قبلہ کے کسی دوسرے کو بھی سنا متفقہ آواز آئی کہ آج تک نہیں سنا حکیم عظمت حسین صاحب نے کہا کہ یہ ہم مریدین دیکھے اور جانے ہیں کہ مولانا بابا نے اپنی اول بیوی کی اولاد کو ملاواں ہی میں متوطن رکھا اس لئے تھا کہ گنج مرادآباد سے انکا تعلق نہ رہے اور دوسری بیوی کی اولاد کو یہاں اپنے پاس رکھا دوسرے یہ کہ جو صاحب نیابت تحریری کے مدعی ہیں ۔وہ پردہ نشینی چھوڑ کر ہم مریدین کو اپنی زیارت کا موقعہ کیوں نہیں دیتے اور وہ حقداری کی تحریر ایسے وقت کس لئے پیش نہیں کر سکتے اور اگر ایسی تحریر اس ضروری موقعہ پر بھی پیش نہیں کی جاتی تو اس شخص کا فریب وفساد خود واضح ہے ۔مولانا سید ظہور الاسلام رحمانی فتح پوری اور مولانا سید صاحب رحمانی ایرایاں نے دادا میاں قبلہ سے عرض کیا کہ فرضی حقداری کا خدا نے خود بھانڈا پھوڑ دیا باقی آپ کی نیابت سے کون مرید بے خبر ہے ۔آپ کا کام ہماری دستگیری وسجادگی ہے ۔زبانی جمع خرچ والوں سے نپٹنا ہمارا کام ہے نہ کہ آپ کا یہ سنتے ہی سارا مجمع دست بوسی کو ٹوٹ پڑا دادا میاں نے مسند سجادگی پر مولانا بابا کا عمامہ رکھدیا خود پاس بیٹھ گئے ۔بعد سیوم سجادہ پر رونق فرما ہوئے ۔

ارواح عالیہ کی شرکت دفن: (۴۵/۲۴۴)

پھر مردانہ مکان سے ایک طرف دادا میاں ومولانا رحمت اللہ میاں اور مولانا رحمت اللہ میاں کے بڑے بہنوئی جناب حکیم نیاز احمد صاحب ملاواں وحکیم عبدالغفار صاحب رحمانی گنج مرادآبادی دوسری طرف پیتیا نے یہ یہ نیاز احمد فیض آبادی اور حکیم

عظمت حسین صاحب موتی ہاری و حکیم اللہ دیار رحمانی دہلوی جیسے جنازہ مبارکہ باہر لائے غیر آشنا صورت حضرات عمامہ باندھے لابنے کرتے پہنے اکدم نمودار ہوئے اور اپنے کاندھوں پر جنازہ مبارکہ مسجد لے چلے ان حضرات کے جنازہ کاندھے پر رکھتے ہی پہلی چیز یہ ہوئی کہ اب فقط دادا میاں کا ہاتھ جنازہ تک پہنچتا اور کاندھا لگتا ہے۔ باقی ہم لوگوں میں کسی کا ہاتھ بھی جنازہ تک نہیں پہنچ پاتا یہ کیا اسرار ہے۔ سب سوچنے لگتے ہیں۔ دوسری چیز یہ کہ بعض جگہ ایک آدمی بھر جگہ خالی نظر آتی ہے مگر جب کوئی شخص بڑھتا ہے تو جس طرح کوئی کسی سے ٹکرا کر بڑھ نہیں پاتا اس خلا میں یہی حال ہوتا ہے ہم لوگ اس کو محسوس کر کے ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھتے اور دادا میاں کو مؤدب چلتے دیکھ کر احتیاط اور ادب سے چلنے لگتے ہیں۔ تیسری چیز یہ کہ ان حضرات سے کچھ ایسی لطیف خوشبو پھوٹ رہی ہے کہ انسان از خود رفتہ اور گم سم ہو کر فقط ہوتے چلا آ رہا ہے چوتھی یہ چیز ہے کہ یہ ڈھیلی پوشاک والے تقریباً سوا سو کی تعداد میں ہوتے ہوئے۔ نہ آپس میں خود کوئی بات کرتے ہیں نہ ہم لوگوں سے گفتگو کرتے ہیں۔ نہ ہم کو لوگوں کی ان سے آنکھ ملاتے بنتی ہے نہ ہمت کلام پڑتی ہے یہاں تک کہ مسجد کے دروازے نیب کے درخت کے سایہ میں یہ حضرات جنازہ رکھتے ہی اول صف بندی کر لیتے ہیں۔ دادا میاں نے نماز جنازہ پڑھاتے ہی یہ حضرات پھر جنازہ اُٹھا کر تربت پر لاتے ہیں یہاں ایک محترم بزرگ سب سے پہلے نعش مبارک اتارنے کو ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ فوراً دادا میاں بھی اپنا ہاتھ لگاتے ہیں۔ اتنی جلد یہ حضرات جنازہ قبر مقدس میں اتار کر سب درستی کے بعد تین بار مٹی دیکر ایسے غائب ہو جاتے ہیں جیسے کچھ بات ہی نہ تھی دادا میاں آواز دیتے ہیں۔ نیاز احمد سے تم ادھر سے مٹی ڈالو بھائی ظہور الاسلام تم ادھر سے ڈالو یہ آپ کی آواز سب سے اس کیفیت کو دور کر دیتی اور سب مٹی دیتے ہیں۔ کوئی کہتا یہ عجب خوشبو تھی کہ جو جہاں تھا بیخود ہو گیا کوئی کاندھا نہ دے پانے پر رنجیدہ تھا۔ یہ نیاز احمد فیض آبادی بتائے

بھی تو کیا بتائے اتناہی کہا کہ بھائی جہاں تک ہمارے آپ کے چھونے کا تعلق تھا۔ہم چھو سکے جہاں سے ایسے مخصوص حضرات کا تعلق ہوا ہم نہ چھو سکے باقی مولانا بابا کی جو خوشبو تھی وہ اب بھی پھیلی ہے اور وہ خوشبو دوسری تھی جو اس وقت ندارد ہے۔

نواب صدیق حسن کا اعتراف وتوبہ: (۲۴۵/۴۶)

امیر الملک والاجاہ نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی راقم۔۔۔رہبر ملت محبّ الفقرا حاذق الحکما برادر روحانی مولانا حکیم شاہ نیاز احمد صاحب رحمانی فیض آبادی زاد عرفانکم۔پس از تحیات مسنونہ امید کہ مع الخیر ہو نگے آنجناب کی ہمراہی میں اول حاضری گنج مراد آباد شریف کے فیوض سے جو سرفرازی ہوئی یہ اس کی کشش وحسن عقیدت دوبارہ پھر حاضر آستانہ کرتی ہے۔خیال تھا کہ اس دوبارہ کی حاضری میں بھی آنجناب سے مکرر ملاقات ہوگی لیکن آپ شاید فرصت نہ پا سکے یہ آنجناب کی عنایات ہیں۔جس نے میرے ایسے بینوا کو اس عظیم ہستی سے مشرف کرایا اور آج اس سراپا فضل رحمٰن سے ایک شرف بیعت ہی نہیں بلکہ امیدوں سے زائد پا کر بھوپال واپس آچکا ہوں میری اس حصول سعادت دارین کی مسرت آنجناب کو اور میرے برادر روحانی جناب مولانا سید محمد علی صاحب رحمانی مونگیری کو جس قدر ہوگی خود مجھ کو بھی نہیں ہوسکتی بنا بریں مختصر تفصیل حوالہ قلم کرتا ہوں۔۔۔والی ریاست بھوپال نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ نے اپنا عریضۂ ادب دیکر مجھ کو مامور کیا کہ فرد الافراد جامع المجد دین امام دوراں قبلہ رحمٰن صاحب محمدی دام فیضانہ کو بھوپال تشریف لانے کی دعوت دے کر خود رکابی میں رہ کر بہ آرام تمام لاؤ تا کہ میں بھی شرف بیعت پاؤں اور یہاں کی مخلوق بھی فیضیاب ہو سکے اور گھر سے یہ جنات کی بلا بھی دور ہو جائے قبل عصر میں آستانہ پہنچا خانقاہ میں سامان رکھ کر وضو کر پایا تھا کہ حضرت کے خادم محمد نور تلاش کرتے آئے کہ کون بھوپالی نواب

آ ئے ہیں مولانا بابا یاد فرماتے ہیں ۔میں سمجھ گیا کہ حضور اعلیٰ کے کشف بے پایاں کی حد نہیں حاضر ہوا دو زانو مؤدب بیٹھ کر بیگم صاحبہ بھوپال کا عریضہ ادب پیش کیا اور زبانی بھی عرض کیا مولانا بابا نے وہ خط پڑھا فرمایا کہ تھے آرہے ہو ہم کو بھی تکلیف نزلہ ہے ۔کل بات ہوگی کچھ دیر بعد عصر کی اذان ہوئی قیوم دوراں قبلہ مولانا شاہ احمد میاں صاحب نے عصر پڑھائی اس کیف نماز کا کیا اظہار ہو آپ کی اقتدا میں یہ عالم تھا کہ سارے حجابات دور تھے ۔مولانا بابا عصر پڑھ کر صحن مسجد میں فروکش ہوئے اور دادا میاں کو حکم درس دیا ۔اس وقت جناب مولانا سید محمد علی صاحب رحمانی مونگیری نے بخاری شریف پڑھنا شروع کی دادا میاں ترجمہ وتشریح کرتے جاتے یہ مولانا بابا کی خصوصی توجہ و تعلیم کا نتیجہ تھا ۔کہ دادا کے ترجمے وتبصرے ویسے ہی جامع اور لطیف ہوتے جیسے مولانا بابا کے تھے ۔آمین بالجہر ورفع یدین کی تھوڑی دیر میں حدیث آئی دادا میاں نے فرمایا کہ پڑھ لینا علم نہیں بلکہ علم کو عمل صحیح سے اپنانا ہی صحیح علم ہے ۔اتباع سنت کا حسن یہ کہ ان سنتوں کو معمول رکھے ۔جن پر آنحضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا احکام میں دائمی عمل رہا ہو ۔ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی واسطے احکام میں دوامی عمل کی احادیث کو معمول بنایا ہے ۔مولانا مونگیری نے بڑے کیف میں کہا کہ سبحان اللہ حدیث وعلم صحیح کی کیسی جامع وبلیغ تعریف فرمائی ہے ۔دادا میاں نے فرمایا کہ راستہ میں تم کو کیا خیال تھا ۔میں آپ کے اس کشف جلی پر دنگ رہ گیا واقعی مجھے راستہ میں یہ فکر تھی کہ آمین بالجہر اور رفع یدین ہی پر پہلے بات نہ چھڑ جائے عرض کیا کہ یہ خیال تھا ۔دادا میاں نے فرمایا کہ تم بھی علمداں ہو یہ بتاؤ کہ جب آمین بالجہر ورفع یدین اتنا ہی ضروری تھا تو ان دونوں باتوں کو آنحضور نے اس طرح کیوں ترک فرما دیا کہ پھر کبھی نہ کیا یہی اسکا ثبوت ہے آہستہ آمین کہنا اور رفع یدین نہ کرنا دائمی عمل رسول سے ناسخ ہو کر اس وقتی جواز کو منسوخ کر گیا ۔

حیات النبی :(۲۴۶/۴۷)

یہ بات بھی اتنی ٹھوس تھی کہ سوائے تسلیم چارہ نہ تھا اتنے میں مولانا بابا نے درس قرآن شروع کیا آیت آئی۔فیمسکُ الذی قضیَ علیہا الموت ویرسلُ الاُخریٰ الی اجل مسمّی مولانا بابا قبلہ نے فرمایا کہ خدا روح کے ارسال وتمسک دو حالتوں کو بیان فرماتا ہے کہ روح جسم سے باہر نکال بھی لی جاتی ہے اور چھوڑ بھی دی ہے۔اب اگر روح کوروک کروہ خاص بدنی تعلق خدا منقطع کردے تو موت عارضی ہوگی لیکن اگر روح نکال کروہ خاص بدنی تعلق خدا منقطع کرے تو جسم میں حیاتی صفت بخوبی باقی وساری رہتی ہے پس جن بندوں کے ساتھ روح کا بدنی تعلق خدا باقی رکھتا ہے وہ حیاتی صفت سے بہر حال مالا مال رہتے ہیں۔میں نے بہت ادب سے عرض کیا۔انّک میتٌ وانہم میتوْن کیسے صحیح ہوگا مولانا بابا نے فرمایا کہ تم پڑھے لکھے ہو کر دھوکہ کھاتے ہو موت کہ یہ معنے کہ روح کا تعلق جسم سے منقطع ہو قطعی چیز تو نہیں ہے بلکہ خاصان حق ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہو جاتے ہیں۔پھر یہ حدیث یاد کرو۔ **تنامُ عَیْنِیْ ولا تَنَامُ قَلْبِی** کہ میری آنکھیں سوتی ہیں مگر قلب بیدار رہتا ہے حالانکہ نیند کا عام قانون الہٰی یہ ہے کہ آنکھ اور قلب دونوں سو جائیں احکام بیداری ساقط ہو جائیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس قانون سے خدا اپنے جن بندوں کو مستثنیٰ کرنا چاہتا ہے صفت بیداری قلب کے انعام سے مستثنیٰ کر دیتا ہے۔یہیں سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام احکام بیداری صفت ذاتی ہے ایسی وجہ سے بحالت خواب انبیائے عظام علیہم السلام احکام بیداری یعنی طہارت طہارت جسمانی اور وضو وغیرہ باقی رہتے ہیں۔یہ نیند ان کی ناقص نہیں ہوسکتی پس جس طرح کل انبیاو سردار انبیا صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لئے بیداری صفت ذاتی ہے۔اسی طرح یہ حیات جسمانی بھی

ذاتی صفت ہے جو موت عارض ہونے سے زائل نہیں ہو پاتی ۔ **انك میت** کے یہی معنے ہیں کہ انبیاء کرام وسید المرسلین صلوات اللہ تعالےٰ علیہم کی صفت حیات بس پردۂ موت میں نہاں ہو جاتی ہے۔ **وانہم میتون** عام قانون موت کا اظہار ہے لیکن ان میں جن بندوں کو خدا مستثنیٰ صفت حیات دیکر کردے یہ اس کی کریمی ہے ۔دوسرا ثبوت یہ ہے کہ جسمانی احکام حیات مثلاً آنحضور کی ازواج مطہرات سے ہر ایک کا نکاح حرام ہونا آنحضور کے مال متروکہ میں میراث نہ جاری ہونا بموجب ارشاد ربانی وفرمان رسول حیات النبی ہونے کی وجہ سے ہے یہ حدیث میں نے عرض کیا کہ فرمانِ الٰہی سے **كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ** ۔ ذائقۂ موت ہر نفس کے لئے ہے۔مولا نا بابا نے مسکرا کر فرمایا کہ یہ تو تمہارے دعوے کی تائید کرتی ہے موت کا نفس پر اطلاق خدا نے اس وجہ سے فرمایا کہ نفس مطمئنہ کو **راضیةً مرضیةً** سے نوازا پس نفس امارہ کو ذکر وتزکیہ سے مجلاّ کردیا جائے تو یہی نفس مطمئنہ ہے جو پیکر لطافت ہے، پھر لطیف کو موت سے علاقہ بھی نہیں جیسے روح بوجہ لطافت موت سے مستثنیٰ ہے جب نفس مطمئنہ اور روح کی یہ شان ہے تو آنحضور نورِ الٰہی ہوکر ہر لطیف سے لطافت میں اعلیٰ وافضل لطافت کل ہیں پھر نور سے موت کا کیا واسطہ بلکہ اولیائے حق کے راز حیات کا یہ دوسرا ثبوت ہے کہ ان کا نفس تیغ لا الٰہ سے مقتول اور الا اللہ سے پیکر لطافت ونور ہو کر حسن قبول ورضائے حق پائے ہوئے ہے۔آخری چیز یہ یاد رکھو کہ **اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ** ۔ میں بھی نیز ایسی دوسری آیتیں جن میں آنحضور کے اوصاف خدا نے بیان فرمائے نبی کا لفظ صفت ہے اور اس کا موصوف ذات آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے پس جب موصوف ہی میت ہوگا تو اس کی تمام صفات بھی مر جائیں گی نہ رسالت نہ نبوت دوسری خرابی یہ ہوگی کہ ترجمہ یہ کرنا ہوگا کہ آنحضور نبی تھے یا آنحضور خاتم النبیین تھے یہی آنحضور کو میت سمجھنے والوں کی خدا سے بغاوت وتحریف قرآنی ہے۔

آنحضورؐ حاضر و ناظر ہیں: (۲۴۷/۴۸)

مولانا بابا کی اس تنقیح سے حاضرین علماء مست تھے کہ ارشاد فرمایا کہ میاں صدیق حسن تم نے اپنی کتاب مسک الختام میں جو لکھا ہے وہ سناؤ کتاب مذکور لائی گئی میں نے اس سے سنایا کہ ''التحیات میں السلام علیک سے خطاب اسلئے ہے کہ آنحضور علیہ السلام عالم کے ذرّے ذرّے میں موجود ہیں نمازی کو چاہئے کہ آنحضور کو حاضر و ناظر جان کر التحیات میں سلام عرض کرے کیونکہ نمازی کی ذات میں بھی آپ موجود و حاضر ہیں۔

در رہ عشق مرحلۂ قرب و بعد نیست می بینمت عیاں و درود فرستمت

مولانا بابا نے فرمایا کہ شاباش حق پسندی اسی کا نام ہے خود سوچو کہ جب آنحضور عالم کے ذرّے ذرّے میں موجود حاضر و ناظر اور حیات حقیقی سے کیسے سرفراز نہ ہوں گے مانی ہوئی حقیقت سے روگردانی ایمان کب ہے۔ میری تحریر سے میری اصلاح ایسا تازیانہ تھا کہ سب دعوے سوخت ہو گئے۔

علم ما کان وما یکون: ۷ آیت آئی وَعِنْدَهٗ مَفَاتِيْحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ ۔
مولانا بابا نے فرمایا کہ اس آیت یا ایسی ہی دوسری آیات میں اصل نکتہ یہ ہے کہ خدا نے ان سب آیتوں میں یہی ایک حقیقت واضح کی کہ خدا کے غیب کو خدا کے سوا کوئی جان نہیں سکتا کافروں کا اپنی قوت وکمال سے از خود غیب دانی کا دعویٰ تھا خدا اس کو باطل کرتا ہے اسکے برعکس فرمان ربانی ہے تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَاۤ اِلَيْكَ ۔ یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ پر وحی کرتے ہیں۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ خدا اپنے پسندیدہ رسولوں کو غیب عطا فرماتا ہے خدا نے فیصلہ کر دیا کہ ہم اپنے چنیدہ کو غیب عطا کرتے ہیں تو آیات نافیہ میں نفی اس پر محدود رہ گئی کہ خدا کے بغیر بتائے براہِ راست اپنے بطور کوئی خدا کے غیب کو جان نہیں سکتا ثابت ہوا کہ یہ عطائی علم غیب خدا

کے اس طرح مستثنیٰ کر دینے سے خدا کی صفت بھی یہ عطائی علم غیب نہیں ہے تو خدا سے کسی قسم کی اشتراک صفاتی کا امکان ہی مٹ گیا دوسرا نکتہ یہ دیکھو اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَسُوْلٍ میں رسول کی قید اتفاقی خدا نے اسی واسطے رکھی کہ پسندیدہ رسولوں کے علاوہ جن انبیائے حق کو خدا چاہتا ہے عطائی علم غیب سے نوازتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آنحضور فرماتے ہیں۔ لَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ مولانا بابا نے فرمایا کہ یہ آیت بھی ہماری تائید میں ہے آیت یہ ہو یا دوسری نافیہ آیتیں ہوں یہ کوئی نہیں ثابت کرتی ہیں کہ خدا اپنا علم غیب جسے چاہے نہ بتا سکے یا کسی کو بتاتا نہیں۔ زبان رسول سے خدا نے اس کی وضاحت اس لئے کر دی تاکہ اپنے بطور اپنے کمال واستعداد سے علم غیب جاننے کا وہ باطل خیال آپ کی ذات سے نہ ہو کہ اگر میں بذات خود بلاواسطۂ الٰہی علم غیب جانتا ہوتا تو خیر کثیر جمع کر لیتا آیت میں اس کی بھی وضاحت ہوگئی کہ عطائے علم غیب الٰہی اس لئے نہیں کہ اس سے ذاتی فائدہ اُٹھایا جائے چنانچہ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۔ اس کے باوجود خدا فرماتا ہے کہ میرے محبوب غیب بتانے میں بخیل نہیں۔ یہ جواب خود اس کو بتاتا ہے کہ کاہن ونجومی ذاتی فائدوں کے لئے جو غیب دانی کیا کرتے تھے وہ ڈھکوسلا ہے۔ ان فیصلوں سے یہ بھی فیصلہ ہوگیا کہ یہ عطائے علم غیب اس لئے نہیں کہ سب کو بلاضرورت بتایا جائے بلکہ جس طرح یہ عطائے علم غیب مخصوص ہے اسی طرح مخصوص مواقع پر خدا کی مرضی کے موافق اس کا اظہار ہوا کرتا ہے مصلحت ربّانی کے ماتحت یہ غیب نہ بتانا بخل سے متعلق نہیں پھر مولانا بابا نے تفسیر حسینی سے یہ پڑھ کر سنایا اور ''بحر الحقائق نوشتہ آن علم ما کان وما یکون ہست کہ حق سبحانہ در شب اسریٰ بداں حضرت عطا فرمودہ چنانچہ در حدیث معراج است کہ من در زیر عرش بودم قطرہ من ریختند فعلمت ما کان وما یکون۔'' پھر مولانا بابا نے فرمایا کہ ذرا وہ حدیث بخاری نماز کسوف تو پڑھو مگر حاضرین سے کوئی نہ بتا سکا حضور اعلیٰ نے فرمایا لو

ہم بوڑھے سے سنو اور زبانی یہ حدیث سنا کر عن اسماء بنت ابی بکر الصدیق قَالَ رَسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم مامن شیٔ کنت لم اره الا قدرأیته فی مقامی هذا حتی الجنة والنار۔ (کہ تمام موجودات میں جو کچھ میں نے نہ دیکھا تھا اس قیام (نماز کسوف) میں دیکھ لیا یہاں تک کہ جنت دوزخ بھی) فرمایا کہ بس یہی علم ما کان وما یکون کا عطیہ ہے حضرات فاروق اعظم وابو زید انصاری وابو مریم وابو سعید خدری وغیرہ بن شعبہ وحذیفہ بن یمان رضوان اللہ تعالیٰ علیہم یہ چھ جلیل القدر صحابہ گواہی دے رہے ہیں کہ آنحضور نے ہمارے سامنے ما کان وما یکون فرمایا۔ مولانا امیر احمد صاحب رحمانی محدث سہوانی نے حدیث شروع کی جب یہ حدیث عبدالرحمٰن بن عائش اِیْ رَاَیْتُ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ فَوَضَعَ کَفَّهٗ بَیْنَ کَتْفِیْ فَوَجَدْتُ بَرْدَانَا مِلهِ بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَتُجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْءٍ فَعَرِفْتُ ۔ کہ میں نے اپنے پروردگار کو دیکھا میرے رب نے اپنا دست قدرت میرے شانوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینہ میں پائی چنانچہ مجھ پر موجودات آئینہ ہو گئے اور میں نے پہچان لئے۔'' مولانا بابا نے فرمایا کہ گمراہی کی جڑ یہی ہے کہ جب انسانی فیصلے ذاتی رجحانات سے ہوتے ہیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی اشعۃ اللمعات پڑھو مولانا سید ظہور الاسلام صاحب رحمانی فتحپوری نے اس کتاب سے سنایا کہ عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی وکلی واحاطۂ آں۔'' مولانا بابا نے فرمایا کہ محققین کی تصریحات کی پابندی اسی وجہ سے رکھی جاتی ہے کہ ذاتی رائے بھٹکنے نہ دے سچ تو یہ ہے کہ افضل المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمامی علوم عطا ہوں حاضر و ناظر خدا کرے حیات النبی سے سرفراز کرے یا دیگر انبیاء واولیاء کو اپنی صفات سے مشرف فرمائے وہ سب مخلوق کے لئے عطائی ہوتی ہیں اور خدا کی ساری صفات ذاتی وقدیمی ہوتی ہیں پھر ان عطائی صفات کو خدا کی صفات کا اشتراک بتانا خدا کی ذاتی صفات سے انکار کفر یہ ہے۔

علم حیدری کی حدود (۵۰/۲۴۹):

پھر مولانا بابا نے فرمایا کہ آنحضور کے نام لیواؤں کی شان علمی دیکھو محدث ابن النجار ابوالمعمر مسلم بن اوس وجاریہ بن قدامہ سعدی سے راوی کہ حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں۔ مجھ سے پوچھو قبل اس کے کہ مجھکو نہ پاؤ عرش کے نیچے جس چیز کو مجھ سے پوچھو میں بتادوں گا۔ سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُ وانّی فَاِنِّیْ لَا اَسْئَلُ عَنْ شَیْئٍ دُوْنَ الْعَرْشِ اِلَّا اَخْبَرْتُ عَنْهُ ۔ یہ حدیث مولانا بابا نے زبانی سنا کر فرمایا کہ امیر المؤمنین خلیفہ چہارم نے اپنے علم کی حدود عرش سے فرش تک کے احاطہ کی بتادیں یہ علم آنحضور کے طفیل کا ایک ذرّہ ہے پھر آنحضور کے لامتناہی علوم کا اندازہ کوئی کیسے کرسکتا ہے۔

ہر لمحہ درود خوانی (۵۱/۲۵۰):

زیر آیت اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ ۔ مولانا بابا نے فرمایا کہ آیت میں چند نکتے ہیں آیت میں يُصَلُّوْنَ صیغۂ مضارع خصوصاً اس لئے استعمال فرمایا کہ یہ استمرار اور دوام کا ثبوت ہو کہ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ہمیشہ و مسلسل محبوب خدا پر درود خوانی کرتے ہیں اس استمرار اور دوام کو ہر احتمال سے بری رکھنے کے لئے اِنَّ سے ابتدائے کلام فرمائی کہ بات مصدقہ رہے پھر یہ آنحضور پر ہر لمحہ درود وسلام بندوں کو بڑی خاص تعلیم الٰہی ہے کہ بندگان خدا اس مسلسل سنت ربانی سے ذرا غفلت نہ کریں اپنی زندگی کے ہر لمحات درود وسلام سے آپ کی یاد سے آپ کے ذکر سے بھرے تا کہ آنحضور کے غیر محدود حقوق کا حیات حقیقی کی صورت میں کچھ حق ہی ادا ہوتا رہے۔ (۵۲/۲۵۱) کچھ درود خوانی مع حاضرین فرما کر مولانا بابا نے فرمایا کہ یہ تو عام قانون الٰہی ہے بہ حیثیت محبوب فلسفۂ درود وسلام مسلسل میرے نزدیک یہ ہے کہ

جو قرب الٰہی جو حضوری حق دائمی طور پر آنحضور کو حاصل ہے وہ موجودات میں کسی کو ممکن نہیں پس صلوٰۃ الٰہی ہو اور آنحضور پر صلوٰۃ نہ ہو خدائی یاد ہو ذکر ہو اور آنحضور کی یاد اور ذکر نہ ہو تو وہ صلوٰۃ الٰہی ہے نہ ذکر یادِ الٰہی ہے کیونکہ اس ذات گرامی کا جوان انعامات ربانی و حق شناسی کا سبب نبی اس کا حق کب ادا ہوا پس آنحضور کی محبوبیت مستقل و قربیت و حضوری مسلسل اور بطور حیات سابق حیات حقیقی سے سرفراز ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ جس طرح آنحضور ایک پل کے لئے خدا سے جدا نہیں مخلوقات کے ذرّے ذرّے میں موجود حاضر و ناظر بہر حال ہیں تو آنحضور پر کسی وقت سلسلۂ درود و سلام موقوف نہ ہو سکے ہر لحظہ نئے پیار سے ہر لمحہ نئی رحمت سے رحمت الٰہی کا نزول بھی رہے۔'' میری اس درس عشق و مستی پر بیساختہ چیخ نکل گئی۔ مولانا بابا نے بڑے کیف میں نعتیہ اشعار پر پڑھ کر فرمایا کہ آیت میں نبی کا لفظ خاص طور پر استعمال فرمانا اور رسول کا لفظ یہاں نہ استعمال کرنا اس بلاغت قرآنی پر ہے کہ نبی کے معنے خبر دار و آگاہ کے ہیں آیت نے بتا دیا کہ آنحضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب خدا کے عطائی غیب سے خبر دار ہیں تو احوال امت درود و سلام کے نذرانہ دینے والوں سے اہل محبت و خلوص سے اور بھی خبر دار ہیں۔

آنحضور کے کمالات انفرادی (۵۳/۱۵۲):

میں نے عرض کیا کہ نبی بمعنی خبر دار و آگاہ ہے تو ہر نبی اس سے متصف ہو کر شریک اوصاف رسالت مآب ہوگا خصوصیتِ مصطفائی کیا ہوگی مولانا باب نے فرمایا افسوس ہے تم نے کیا الٹی باتیں گڑھنے کے لئے پڑھا ہے یہ بھی اعتراض کر دو کہ نبوت سے ہر نبی متصف ہے اور آنحضور بھی ہیں بحیثیت نبی سب اس وصف نبوت میں شریک تو خصوصیت نبوت مصطفائی کیا ہوگی' اب میں نے بہت سنبھل کر عرض کیا کہ نبوت اگر چہ وصف مشترک سہی مگر مدارج نبوت چونکہ جدا جدا ہیں اسی اصول سے امتیاز مصطفائی

ہوگا۔حضرت مولانا بابا نے دیگر حاضرین علماء سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے ان لوگوں نے کہا کہ نواب صدیق حسن خاں نے اپنے جواب سے خود کولا جواب کرلیا مولانا بابا نے فرمایا کہ واہ بھائیو! تم نے یہ کیسا غضب کردیا۔آنحضور کی نبوت کو بلا دلیل وصف مشترک کیسے کہہ دیا۔پہلے ذرا آفتاب ہی پرغور کرو کہ آفتاب سے نور نکلا پھر اس کے نور سے شعاع پھر اس شعاع سے دھوپ پھر دھوپ سے ضیا نکلی فیصلہ ہوگیا کہ ضیاء وروشنی دھوپ میں تھی جب تو اس سے خارج ہوئی اور دھوپ شعاؤں میں تھی جب ہی شعاعوں سے برآمد ہوئی شعائیں نور میں تھیں جب ہی نور سے خارج ہوئیں اور نور آفتاب میں تھا جب ہی آفتاب سے برآمد ہوا پس آفتاب جامع الانوار بھی ہے اور خاتم الانوار بھی ہے اگر نور کے سارے مراتب آفتاب پر ختم نہ ہوتے تو یہ سب مراتب اس میں جمع بھی نہ ہوتے اسی طرح آنحضور جامع کل کمالات بھی ہیں اور خاتم الکمالات بھی ہیں نبوت کے رسالت کے ہر وہ کمالات جہاں جہاں جس جس رنگ میں موجود تھے وہ سب آنحضور ہی سے نکلے اور آنحضور ہی پرختم بھی ہوئے آنحضور کو خدا نے نور من نور اللہ اسی وجہ سے بنایا کہ آنحضور بلاواسطہ سے اللہ تعالیٰ کے نور مجسم ہیں اور ساری خلقت آنحضور کے نور سے پیدا کرنے میں خدا کا نکتہ ہی یہ ہے کہ ساری خلقت تو آنحضور کا فیض ہو کر مگر آنحضور فقط براہِ راست خدا کا فیض مکمل ہوں پس تمامی انبیاء ومرسلین کی نبوت اور ان کی صفات بالعرض اور بہ فیض مصطفائی ہیں لیکن آنحضور بلاشرکت غیرے خدا کا نور خدا سے ہر کمال پائے ہیں پھر آنحضور کے کمالات ورسالت ونبوت میں انبیاء ومرسلین کی شرکت کا وہم بھی عقل ونقل گمراہی قرار دیتے ہیں۔مولانا امیر احمد صاحب رحمانی محدث سہسوانی اشکبار کہہ پڑے کہ سبحان اللہ راز محمد بیت جسے سیکھنا ہو وہ حضورِ اعلیٰ سے سیکھے اُدھر میں اس عشق ومحبت رسالت کے کسب کی تعلیمات سے ایک دوسری ہی دنیا اجاگر کررہا تھا۔

علم کتاب ایمان باللہ (۲۵۴/۵۴):

میں نے عرض کیا مَا کُنتَ تَدْرِیْ مَاالْکِتَاب وَلَا الْاِیْمَانُ کی کیا تطبیق ہوگی مولانا بابا نے فرمایا کہ تم نے اس کو اچھی طرح سمجھا کہاں ذرا حدیث بخاری یاد کرو کہ وحی نازل ہونے سے پہلے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غار حرا میں عبادتیں کیا کرتے اعتکاف وریاضت میں مشغول رہتے اگر ایمان وکفر سے واقف نہ ہوتے تو یہ کیسے صحیح رہتا دوسرے یہ تم سب بھی جانتے ہو کہ شب معراج میں امام المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمیع مرسلین وانبیاء کی بیت المقدس میں امام فرمائی ہے۔

دراں حالی کہ اس وقت تک نماز بھی فرض نہ ہوئی تھی لیکن تم اس امامت کو اس نماز کو صحیح کہنے پر مجبور ہو تو آنحضور کی واقفیت ایمانی پہلے ثابت ہو جاتی ہے آنحضور کو خدا نے نبی پیدا فرمایا ایک نبی ہو کر ایمان باللہ نہ جانے یہ قطعی محال ہے یہ بھی تم جانتے ہو کہ اولیائے حق تک محافظت الٰہی کے ماتحت پروان چڑھتے ہیں پھر انبیائے عظام ومرسلین کرام اس محافظت الٰہی وتوفیق ربانی سے سرفراز نہ ہوں تو نبوت ورسالت کا ہے کی ۔اب آیت کو دیکھو وَمَا کُنتَ تَدْرِیْ یہ نفی خود بتاتی ہے کہ آنحضور اس درایت کو نہ جانتے تھے جو آنحضور کی شریعت کے لئے خدا نے ایمانی وکتابی طور پر مخصوص رکھی تھی دوسرا ارشاد ہے وَمَا کُنتَ تَرْجُوْااَنْ یُّلْقٰی اِلَیْکَ الْکِتَابُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّکَ۔ آپ کو یہ اُمید نہ تھی کہ آپ پر قرآن نازل ہوگا مگر آپ کی رحمت رب سے یہ ہوا۔آیت ہی نے آیت کا جواب اِلَّا وَرَحْمَةً سے دے دیا۔یہ دیکھو کہ آنحضور کے سامنے ایسی مثالیں موجود تھیں کہ بعض رسولوں پر کتاب اُتری بعض پر صحیفے اُترے بعض کو ان کا نائب رکھا جیسے حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ کی وساطت سے اور حضرت یحییٰ کو حضرت عیسیٰ کے ذریعہ نبوت ملی اور حضرت سلیمان کو حضرت داؤد صلوات اللہ تعالیٰ

علیہم کی وراثت سے نبوت ملی دویمش آنحضور نے انبیاء سابقین کے حالات سن کر جو ایمان وعبادت کا راستہ اختیار کرکے جستجوئے حق کی اسی کوخدا نے سراہا اور اپنا راستہ دکھلایا لیکن یہ مخصوص اُمور کہ آپ کو شریعت ملے گی کتاب آخری ملے گی ایمان باللہ حجت آخری ودین آخری ہوگا کس طرح اس کا نفاذ خدا کرے گا اگر آنحضور نہ جانتے تھے تو کیا عیب پیدا معاذ اللہ ہو جائے گا اگر قلوب میں کجی نہ وہ تو آیت بڑی خاص رحمت حق واضح کررہی ہے آنحضور جس ایمان کے مبلّغ ہوئے ہو آج تک کسی نے نہ جانا پھر ایمان بھی کیا جامع کل ایمانیات کہ اس پر ایمان لائے بغیر کسی کو مخلصی نہیں آنحضور کی لائی کتاب سب کتابوں کی مصدّق اور آخری کتاب آنحضور کی شریعت خاتم الشرائع آنحضور کا دین خاتم الادیان خود خاتم الانبیاء والمرسلین یہ سب انفرادی عطیے بلاشرکت غیرے آنحضور کوخدا سے ملنا اسی واسطے ہیں کہ آنحضور خدا کی رحمت مخصوص ہیں یہ نوازش یہ سرفرازی دینی طور پر ہو ایمانی شکل میں ہو کمالاتی صورت میں ہو خود بتاتی ہے کہ آنحضور رحمت ہی رحمت مخصوصہ ہیں ۔آنحضور کے اسی اصطفا واجتبا واختصاص کو قرآن واضح کرتا ہے پھر اس کو جان ہی کون سکتا ہے سوا خدا کے کہ اتنی شریعتوں اتنے نبی ورسولوں کے بعد کیسی کتاب اور کس قسم کے ایمان کوخدا رائج کرکے اپنا پسندیدہ دین اسلام قرار دینا چاہتا ہے ۔چنانچہ مولانا بابا قبلہ نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی کتاب تالیف قلب الالیف (بکتابۃ فہرس التوالیف) منگا کر سنایا ”عالم ارواح میں سارے پیغمبروں نے آنحضور کی روح پرفتوح سے فیض لیا اور علم حاصل کیا اور آنحضور ہی سے سیکھ کر آدم علیہ السلام اسمائے الٰہیہ کے عالم ہوئے آنحضور اس عالم میں بھی سب انبیاء ومرسلین کے رسول کل رہے۔“ پس جو ذات اس طرح خدا کی تعلیم سے براہِ راست مرصّع ہو اس پر یہ اتہام کہ وہ ایمان باللہ بھی نہ جانے تو قانونِ الٰہی ہی باقی نہ رہے گا۔پھر کیا ایک تم جاننے والے رہ جاؤ گے؟ اس کے بعد مولانا بابا نے فرمایا کہ ہاں

بھئی صدیق حسن ایک دوستانہ گفتگو ہوجائے۔ اپنی نوابی کے کاموں میں تم کتنے انگریزوں اور غیر اقوام سے مل چکے ہو یہ بھی تم کو معلوم ہے کہ اخلاقی محاسن کے تین اجزا ہیں تدبیر منزل تہذیب اخلاق سیاست مدن یہ تینوں محاسن نیز اور دوسرے آداب معاشرت و معاملت وخوبیاں تم نے ان میں کس قدر پائیں درحقیقت مجھ کو اعتراف کرنا پڑا کہ مجلس معاشرتی تمدنی تدبیری تہذیبی محاسن خلاف اُمید پا تا رہا ہوں مولانا بابا نے فرمایا کہ کیا ان لوگوں کو علم کتاب اور ایمان باللہ بتانے تمہارے فرشتے گئے تھے پھر بغیر ناواقفیت ایمان و کتاب یہ محاسن ان میں کہاں سے آ گئے کہ تم لوگ بھی ان کے مقابل احساس کمتری میں آجاتے ہو۔'' نہ پوچھئے کہ میرے لئے یہ عقلی تازیانہ کیا تھا اب میرا یہ حال زار کہ آنکھیں اشکبار قلب میں اضطرار غیر مقلدی کی ضلالت کا اقرار کجروی کے گندے عقائد سے انکار ان کے موجدوں سے میرا رویاں رویاں بیزار لب پر بار بار استغفار ہی استغفار بس دل کی ایک ہی پکار کہ جلد توبہ سے اپنے کونکھاو ررو ح کا فقط یہ اصرار کہ جلد مرید ہو کر دنیاو عقبیٰ سنوار چنانچہ اُٹھ کر پروانہ وار قدم بوس ہو کر اپنے عام تحریری و تقریری اقوال وافعال سے توبۃ النصوح کی حضور اعلیٰ نے بکمال وسرور کہ اپنا پتہ نہ رہا مولانا امیر احمد صاحب رحمانی محدث سہوانی نے مجھے اُٹھایا پرجوش مبارکباد دی اتنے میں مولانا بابا نے میری پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو فوراً حالت اعتدال آ گئی اب ارشاد فرمایا کہ آیت میں وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا۔ کا یہ ٹکڑا بھی متعلق مضمون وَمَا كُنْتَ تَدْرِیْ ہے کہ لیکن ہم نے رکھی یہ روشنی (قرآن) اس لئے کہ اس سے راہ دیتے ہیں اپنے بندوں میں جسے چاہیں۔ اب تم دیکھو یہ تفصیل کتاب الٰہی کی تو ہے آنحضور کی طولانی ریاضت وانہاک جستجوئے حق کا انعام یہی تھا کہ جس راہ کی جس کتاب کی جس ایمان کی منشائے الٰہی ہے وہ نور عطا ہو آیت نے اپنے معنی بتادیئے کہ جو کتاب جو ایمان نورِ ہدایت اپنے بندوں کے لئے ہم نے بنایا وہ آپ

جانتے نہ تھے تو یہ اس ذریعہ ہدایت کتاب وایمان کے جاننے پر ہے آنحضور کی اور سب واقفیتوں پر جو یہ تعلیم الٰہی حاصل رہی ہیں یہ آیت کب نفی کرتی ہے۔

اِنَّمَاالْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (۵۵/۲۵۴) : کی آیت پر مولانا بابا نے فرمایا کہ وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا۔ قوم عاد کے لئے حضرت ہود اور قوم ثمود کیلئے حضرت صالح کے لئے اَخَاهُمْ کالفظ اس لئے استعمال فرمایا ہے کہ اے اقوام عاد اور ثمود حضرت ھود اور حضرت صالح جنات وملائکہ کے نہ تھے تمہارے ہم قوم تھے اس سے انبیاء کی اپنی قوم سے اُخوت کا کوئی تعلق نہیں تفسیر مدارک میں فیصلۂ مفسرین مرقوم ہے ۔قَالَ مُجَاهِدٌ كُلُّ نَبِيٍّ اَبُوْاُمَّتِهٖ وَلِذَالِكَ صَارَالْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبُوْهُمْ فِي الدِّيْنِ ۔ محدث مجاہد تصریح کرتے ہیں کہ ہر ایک نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے مؤمنین آپس میں بھائی بھائی اس وجہ سے بنے کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سارے مؤمنین کے دینی باپ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضور کی بیویاں امہات مؤمنین (امت کی ماں ہیں میں نے عرض کیا کہ وہ حدیث جب ایک اونٹ نے آنحضور کو سجدہ کیا تو صحابہ نے کہا یا رسول اللہ آپ کو جانور اور درخت سجدہ کرتے ہیں تو ہم کو ضروری ہے کہ آپ کا سجدہ کریں آنحضور نے فرمایا فَقَالَ اعْبُدُوْ رَبَّكُمْ وَاَكْرِمُوْا اَخَاكُمْ ۔ کیا جواب رکھے گی مولانا بابا نے فرمایا کہ یہ حدیث ہو یا یہ دوسری حدیث کہ اَنْتَ اَخِيْ وَاَنَا اَخُوْكَ فِي الْاِسْلَامِ ۔ آنحضور نے صدیق اکبر سے فرمایا جہاں بھی اخ کو استعمال فرمایا گیا ہے سب ہم قوم کے معنی میں فقط ہے یہ دیکھو کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آنحضور نے نکاح کرنا چاہا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ آنحضور کے مجھکو اخی فرمانے سے بھائی والے احکام نکاح میں حارج تو نہ ہوں گے آنحضور نے یہ وضاحت فرمائی کہ یہ دراصل بھائی بننا نہیں بلکہ اسلامی برادری وہم قومی ہے پھر آنحضور

نے نکاح کر کے اپنے عمل سے بھی یہ تردید فرما دی کہ آنحضور کا خطاب اخوت سے تخاطب بھائی بننا نہیں کیونکہ آنحضور تمام امت کے دینی باپ ہیں اس لئے جنسی اخوت نسبی اخوت وطنی اخوت دینی اخوت سب کا دروازہ خدا نے امت کا باپ قرار دے کر رسولوں ونبیوں خصوصاً خاتم المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بند کر دیا اور بقیہ مؤمنین میں یہ چاروں اخوتیں برقرار رکھیں یہ وجہ ہے کہ صحابہ کرام نے کبھی نسبی وطنی جنسی دینی تعلق کے بعد بھی کسی اخوت کا وہم بھی نہ کیا کیونکہ آنحضور کی عظمت وبزرگی ایسی اہم ہے کہ کسی قسم کی بھائی چارگی اس کی سوخت کر کے بے دینی ہو جاتی ہے۔ پھر مولانا بابا مسکرائے فرمایا کہ دیکھو ہم کو سب بابا کہتے ہیں تو کیا سب ہماری اولاد یا ہم سب کے باپ بھی ہو سکتے ہیں پھر بھائی کے لفظ سے جو مساوات ظاہر ہوتی ہے وہ کسی نبی سے کسی امتی کے لئے جائز نہیں ہے۔

کرامت جاریہ (۵۶/۲۵۵):

دوسرے وقت موقع پا کر بھوپال چلنے کا التماس کیا مولانا بابا نے فرمایا کہ تم بھوپال جلد واپس جاؤ تمہاری وہاں بڑی ضرورت ہے جس لڑکی کے اوپر جن آتا ہے اس کے کان میں کہنا کہ فضل رحمٰن نے تم کو سلام کہا ہے بفضلہٖ تعالیٰ وہ جن بھاگ جائے گا ہم نے تمہارے اور تمہارے گھرانہ والوں کے لئے بہت دور تک دعا کر دی ہے سب مخالفت رشتۂ اتحاد میں بدل جائے گی تمہاری پر خلوص تو بہ کا انعام تم کو یوں خدا دے گا کہ تمہاری خواہش کے مطابق بیگم بھوپال اپنی خوشی سے تم سے عقد کر لیں گی۔'' سبحان اللہ ایسا کشف جلی کہ دل کا ہر خطرہ مکشوف رہے نہ میں نے دیکھا نہ سنا بہر حال تیسرے روز بھوپال پہنچا تو واقعی میرا بے چینی سے انتظار تھا اُدھر ہر جن بھی بہت اُودھم مچائے تھا میں نے اس لڑکی کے کان میں مولانا بابا کا نام وسلام کہا اسی وقت وہ جن ہمیشہ کے

لئے بھاگ گیا شہر بھوپال واس کے اطراف میں اس کرامت جاریہ کا شہرہ ہوگیا کہ جہاں عملیات وحاضرات کرنے والے بھی نا کام رہے وہاں مولانا بابا کے مبارک نام سے اتنا اہم کام اس آسانی سے سرانجام ہو۔

عقد بیگم بھوپال وشرف مریدی (۵۷/۲۵۶):

اتنے میں بیگم صاحبہ بھوپال نے طلب کیا وہاں پہنچا تو شاہجہاں بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ میاں صدیق حسن خاں آپ کو مبارک ہو کہ حضرت مولانا بابا جبکہ آپ مرید ہوئے اُسی دن غریب خانہ پر تشریف لائے فرمایا تمہارے اشتیاق بیعت پر ہم آگئے ورنہ اس طرح آنے سے ہمارے درس قرآن وحدیث میں نقصان ہوتا پھر مولانا بابا نے مجھکو مرید کرکے فرمایا کہ تمہارے صدیق حسن خاں اعتراف حق کے بعد پختگی سے مرید ہو چکے ہیں۔ چونکہ پیر ومرشد مولانا بابا نے تمہارے صدیق حسن کا جملہ فرمادیا بہتر ہے کہ آپ عقد کی تاریخ طے کرلیں چنانچہ اسی ہفتہ میرا عقد ہوگیا۔

تبلیغ حق (۵۸/۲۵۷):

فقیر صدیق حسن نے اپنے بھائی اور والد اور نورالحسن خاں وان کے بھائی بہنوں سے واضح ہدایت کردی کہ میرا سارا گھرانہ مولانا بابا سے بیعت ہو کر پاک اور کجروی سے ہمیشہ کیلئے میری طرح محفوظ ہوآئے تا کہ قبر میں میری پیٹھ آرام سے لگ سکے نیز نواب وقار نواز جنگ وحیدالزماں خاں سلمہٗ کو میں نے سختی سے لکھ دیا کہ اگر صحیح معنی میں اہل حدیث بننا اور پاک ہونا چاہتے ہو تو مولانا بابا سے شرف بیعت حاصل کرکے اتباع سنت اور حدیث سیکھو میری سابقہ اتباع وضلالت غیر مقلدی سے میری طرح توبہ کرلو۔ آنجناب میرے اور متعلقین کیلئے مولانا بابا اور دادا میاں سے سفارشی رہیں۔ ساتھ ہی

میرے اس اعتراف حق کو اپنے زیر تالیف مجموعہ میں سوانح عالیہ کے ختم پر جگہ دے کر مشکور فرمائیں اگر چہ میں خود بھی اس کو شائع کر سکتا تھا لیکن اس لئے ایسا نہیں کرتا کہ جب آپ کی وساطت سے میں ایسے مخزن فضل وسعادت سے سرشار ہوا تو اب بھی آپ کی مصدقہ شہادت سے خادم اولیائے طریقت واہل سنت مشتہر ہوں میری یہ تحریر ذاتی رجحانات وغیر مقلدی کے فریب میں پھنسنے والوں کے لئے حجت اصلاحی بن سکے۔ آج تک میری اس ندانے ۔ع ابن قیم مدد ے قاضی شوکاں مدد ے۔ کچھ دینے کے بجائے چن چن کر میرا سب کچھ لوٹا مگر۔ ے

مرکز فیض رسل ہادیٔ دوراں مدد ے فضل رحمٰن بہ من بے سر و ساماں مدد ے

کی صدائے حق نے صحیح معنی میں مجھے صدیق حسن بناتے ہوئے وہ سب دے دیا جو مجھے باوجود تو پہ میسر ہو نہ سکتا تھا۔ کاشکہ آج ابن تیمیہ وابن حزم وابن قیم وقاضی شوکانی و داؤد بن علی ظاہری وغیرہ میری مٹی پلید کرنے والے ہوتے اور اس ذات سراپا فضل رحمٰن کا فیض پا جاتے تو اپنی اپنی بولیاں بولنا بھول کر راہِ حق اختیار کئے بغیر رہ نہ سکتے تھے میری وسعت نظر کی جہاں تک حدود ہیں میں ہرفن کو مولانا بابا کی شان میں خراج عقیدت پیش کر کے پاتا ہوں فن حدیث اگر آپ کی محدث گری پر نازاں ہے تو مجددیت و مجتہدی آپ پر فخر کر رہی ہے علوم پر اتنا عبور حفظ حدیث اس قدر وسیع میری نظر سے گذرا نہیں باقی آپ کے مدارج علیا ہم سمجھیں بھی تو کیا سمجھیں جبکہ اکابر اولیاء کہیں جسے خدا چاہتا ہے ہم بھی چاہتے ہیں۔ ے

برکف جام شریعت برکفِ سندان عشق ہر ہوسناکے نداند جام وسنداں باختن

ثم السلام خیر ختام خاکپائے فضل رحمانی صدیق حسن بھوپالی بارہ شعبان ۱۲۹۸ھ۔

نواب وحیدالزماں خاں (۵۸/۲۵۷):

فقیر نیاز احمد فیض آبادی نواب صدیق حسن خاں مذکور کی اطلاع پر آستانہ پہنچا وہاں نواب صدیق حسن خاں کے والد اور بھائی آ چکے تھے بعد ظہر ان لوگوں نے مرید ہونا چاہا مولانا بابا نے فرمایا ابھی توقف کرو ہم لوگ اس راز کو نہ سمجھ سکے پھر قبل عصر نواب وقار نواز جنگ وحیدالزماں بھی آ گئے بعد عصر درس شروع ہوا۔ دادا میاں پڑھنے لگے۔ **وجوب تقلید**: تھوڑی دیر بعد آیت فَاسْـَٔلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ مولانا بابا نے اس کا ترجمہ حاضرین سے پوچھا نواب وحیدالزماں خاں نے عرض کیا کہ اہل علم سے پوچھو اگر تم کو جانکاری نہ ہو مولانا بابا نے فرمایا آیت پر غور بھی کیا ہے قرآن نے اہل علم نہیں کہا ہے بلکہ اہل ذکر کا مخصوص لفظ استعمال کیا ہے۔ دادا میاں نے فرمایا کہ بابا ہم ترجمہ کرتے ہیں اگر تم کو معلومات نہ ہوں تو اہل ذکر یعنی صاحبان علم باطن سے پوچھو مولانا بابا نے خوش ہو کر فرمایا کہ شاباش اصل ترجمہ یہی ہے یہ قرآنی بلاغت ہے کہ علوم ظاہری علوم باطنی والوں کے محتاج و تابع ہیں اس لئے اہل علم کو بھی اہل ذکر کی تقلید بحکم الٰہی واجب ہے۔ تقلید واجب کرنے میں راز قدرت یہ ہے کہ ذاتی رائے خود ساختہ رجحانات اور غیر مقلدی کا دروازہ بند رہ کر خدا کے اصولی نظام مستقل کی پابندی سے کسی کو آزادی نہ ہو۔“

اہل حدیث (۵۹/۲۵۸):

سابقہ تحریر وحیدالزماں صاحب کے شبہات کا جواب تھی کہ وحیدالزماں صاحب نے عرض کیا کہ ابن تیمیہ وابن قیم وغیرہ بھی انکار تقلید کرتے ہیں تقلید شخصی پر یہ اعتراض ہے کہ اماموں کو خدا کے برابر کر دیا۔ مولانا بابا نے فرمایا کہ احکام خدا اور رسول کی امام حضرات ایسی وضاحت کر دیتے ہیں جس سے انسان وہ صحیح مطلب پا لیتا ہے جو منشائے

الٰہی ہے اور اپنی ذاتی رائے یا خود اپنی یا دوسروں کی کم علمی کے پر فریب مفہوم سے محفوظ رہ جاتا ہے یہ ائمہ وقت کی تشریحی سند عمل صحیح کی ضمانت ہوتی ہے پھر تشریح احکام شئے دیگر اتباع خدا اور رسول بہر حال تشریح سے بحال تو تشریح کو خدا کی برابری وہی کہے گا جو خود گمراہ ہو کر دوسروں کو بھی گمراہ کرنا چاہتا ہو۔ دویمش داؤد بن علی ظاہری ہو یا ابن تیمیہ و ابن قیم و قاضی شوکانی وغیرہ ان لوگوں کی گمراہیاں ہمارے فقہاء جب ثابت کر چکے پھر ان کی وہی سنے جو گمراہ ہونا چاہے یہ تماشا خود دیکھ لو کہ یہ لوگ تقلید مجتہدین سے تو انکار کرتے ہیں مگر خود ایک دوسرے کی تقلید میں جکڑے ہوئے ہیں پھر ان کی یہ ہی گمراہی کافی ہے کہ یہ لوگ ایسا دروازہ کھول گئے کہ جو چاہے غیر مقلدی کا مدعی ہو کر تقلید فقہاء سے تو منکر ہو جائے مگر ابن تیمیہ وغیرہ کی تعلیم پھیلاتا رہے اتنے میں کچھ اور قرآن ہو کر درس حدیث ترمذی ہونے لگا کچھ احادیث کے بعد حدیث حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دادا میاں نے پڑھی۔ مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِرَاْئِهٖ وَاَصَابَ فَقَدْ اَخْطَأَ۔ ترمذی۔ مولانا بابا نے ترجمہ فرما کر کہ رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی نے قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہا اور اتفاق سے وہ بات صحیح بھی بیٹھی جب بھی وہ شخص خطا کار ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اب بولو کہ صحیح معنی میں ہم اہل سنت کے علاوہ کون اہل حدیث ہے۔ حدیث نے ایک طرف ذاتی رائے کا موافقت مضمون کے باوجود بھی دروازہ چین دیا دوسری طرف حدیث نے راہ صحیح بھی واضح کر دی پس اہل حدیث کے یہ معنی کہ حدیث و قرآن سے جو مفہوم تم سوچو وہ دوست ہو اسی حدیث نے خطا کاری ٹھہرایا۔ بلکہ صحیح معنی میں اہل حدیث وہ ہیں جو مجتہد فی الشرع و مجتہد فی المذہب اماموں کی تفسیر آیات و تشریح احادیث کے ماتحت پابند رہتے ہیں۔ ہمارے پرنانا حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت ہی تو اہل حدیث ہیں اتنے میں دادا میاں نے غنیۃ الطالبین کی عبارت زبانی پڑھ دی۔ وَلَاَهْلِ السُّنَّةِ لَا اِسْمَ

لَهُمْ اِلَّا اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ تو مولانا بابا نے فرمایا کہ شاباش یہی حقیقت ہے۔ اہل سنت کے سوا کسی کو اہل حدیث کہنا ہی غلط ہے۔ اب وحیدالزماں صاحب کے آنسو جاری اور جسم میں اضطراری وہ اٹھے اور مولانا بابا کے ہاتھ چوم لئے اسی وقت مولانا بابا نے ان بھوپالی لوگوں کو بھی وحیدالزماں صاحب رحمانی کے ساتھ نقشبندیہ قادریہ میں مرید کرلیا۔

حمید مجید (۶۰/۲۵۹):

درودِ ابراہیمی پر مولانا بابا نے پوچھا کہ یہاں اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ .کس رعایت سے کہا گیا حاضرین علماء سے کوئی کچھ نہ بتاسکا دادا میاں نے فرمایا کہ بابا ہم بتاتے ہیں کہ مختلف مقامات میں آنحضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مختلف نام ہیں شیاطین آنحضور کو عبدالقہار کہتے ہیں جنات آنحضور کو عبدالقدوس کہتے ملائکہ ہفت آسمانی آنحضور کو عبدالمجید کہتے ہیں جنّات آنحضور کو عبدالقدوس کہتے ملائکہ ہفت آسمانی آنحضور کو عبدالمجید کہتے اور حاملان عرش آنحضور کو عبدالمجید کہتے ہیں مولانا بابا نے مسرت سے فرمایا جزاک اللہ ہم کو ستر برس سے زائد یہ پڑھتے ہوئے ہوا شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ حاملان عرش اپنے رب سے آنحضور کی ثنا وصفت سنتے ہیں پس حمید اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا محبوب محمد ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس لئے حاملان عرش آپ کو عبدالحمید بھی کہتے ہیں ملائکہ ہفت آسمان نے خدا سے آنحضور کی بزرگی وشرف ومجد جانا پس یہ ملائکہ آپ کو عبدالمجید کہتے ہیں اللہ تعالیٰ مجید ہے اور اس کا محبوب مُمجّد ہے۔ یہ نکات سن کر بے ساختہ وحیدالزماں صاحب رحمانی کی زبان تکرار کررہی تھی۔ ایں چنیں زیباروس کم می بود اندر جہاں۔ پھر ان لوگوں نے حدیث پڑھنے کی خواہش کی اور مولانا بابا سے پڑھا کئے۔

نواب نورالحسن خاں (۶۱/۲۶۰):

اسی طرح صفی الدولہ نواب علی حسن خاں صاحب بھوپالی بھی مولانا بابا سے مرید ہوئے پھر رضی الدولہ نورالحسن خاص ولد نواب صدیق حسن خاں مع مستورات واقربا فقیر نیاز احمد کے ساتھ فائز خدمت ہوئے مولانا بابا نے اور سب کو تو مرید کرلیا مگر نواب نورالحسن سے فرمایا کہ تم ابھی حدیث پڑھو چنانچہ وقتاً فوقتاً نورالحسن صاحب آتے اور حدیث پڑھا کرتے یہاں تک کہ مولانا بابا کا وصال ہوگیا چنانچہ ۲۹/ربیع الاوّل ۱۳۱۲ھ میں حضرت دادا میاں سے نواب نورالحسن صاحب مرید ہوئے اور ایسی ترقی باطنی حاصل کی کہ دادا صاحب نے اپنا خرقہ وعمامہ دے کر مولانا بابا کی کلاہ پہنائی اور اپنا دوسرا خلیفہ نورالحسن صاحب کو بنایا نواب نورالحسن صاحب رحمانی کا برابر یہ کہنا تھا کہ مجھ کو خلافت ترقی باطنی بڑھانے کے لئے عطا ہوئی نہ کہ پیری مریدی چالو کرنے کے لئے اور کسی کو تا حیات مرید نہ کیا یہ راز اب کھلا کہ مولانا بابا نے نورالحسن صاحب کو کیوں مرید نہ کیا تھا۔

نــوٹ :۔ دادا میاں کے اوّل خلیفہ مجاز حضرت مولانا حکیم شاہ نیاز احمد صاحب رحمانی فیض آبادی علیہ الرحمہ ہوئے کہ حضرت مولانا بابا کا عمامہ دادا میاں نے فیض آبادی صاحب کے سر پر باندھ کر اپنا خرقۂ مبارکہ پہنایا۔

درود شریف وسیلہ ہے (۶۲/۲۶۱):

قاضی عابد علی صاحب رحمانی رئیس باڑی ضلع سیتاپور نے مرید ہونے کے بعد درود شریف کو پوچھا مولانا بابا نے فرمایا کہ حدیث میں وارد ہے کہ عرش کے ستون پر لکھا ہے کہ جو میرا مشتاق ہے میں اس پر رحم فرماؤں گا اور جو مجھ سے مانگے میں اس کو دوں گا اور جو میری طرف بذریعہ اور بوسیلۂ درود پڑھنے کے محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر

نزدیکی حاصل کرے میں اس کے گناہوں کو بخش دوں گا اگر چہ سمندر کے جھاگوں کے برابر بھی ہوں پس غور کرو کہ درود ایسا وسیلہ ہے جو آنحضور کا قریب بھی بنا تا ہے اور خدا کا قرب بھی عطا کرتا خزانہ مغفرت و ہر کامرانی ہے۔

درود خوان کو جواب آنحضور (۶۳/۲۶۲):

قاضی عابد علی صاحب مذکور نے پوچھا کہ کیا درود خواں کا جواب بھی آنحضور عطا فرماتے ہیں مولانا بابا نے جواب دیا کہ آنحضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب کوئی میرے اوپر درود بھیجتا ہے تو خدا اس کو میری روح تک پہنچا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس پڑھنے والے کو لوٹا دیتا ہوں۔جس کی تشریح یوں ہے کہ جب کسی نے آنحضور پر درود بھیجا تو وہ خدا کا پیار ورحمت آنحضور کو رب تعالیٰ اپنے موافق شان کرم پہنچاتا ہے۔اس پر آنحضور فرماتے ہیں۔اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی فُلَانٍ ۔ اے اللہ فلاں کو اپنی رحمت پہنچا تو خدا اس درود خواں کو رحمت سے نوازتا ہے اس ارشاد کا کہ میں اس پڑھنے والوں کو لوٹا دیتا ہوں یہی وسیلہ ہے کہ خدا آنحضور کو رحمتیں عطا کرتا ہے اور آنحضور ہم کو عطا کرتے ہیں۔

آدمی کے مذہب پر اس کے دوست کا اثر (۶۴/۲۶۳):

ایک بار نواب نورالحسن اور نواب وحیدالزماں صاحبان ساتھ ساتھ آئے وحیدالزماں صاحب ترمذی شریف مولانا بابا سے پڑھنے لگے کہ حدیث آئی مولانا بابا نے ترجمہ فرمایا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کے مذہب پر اس کے دوست کا بھی اثر ہوتا ہے آدمی کو چاہئے کہ اچھی طرح دیکھ لیا کرے کہ کس کو دوست بنانے لگا ہے۔

بُرے بھلے کا فیصلہ (۶۵/۲۶۴):

پھر مولانا بابا نے دوسری حدیث کا ترجمہ فرمایا کہ امام حسن علیہ السلام سے روایت ہے کہ آنحضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ بات چھوڑ دو جس کے متعلق شک بھی ہو کہ یہ کام گناہ ہوگا اور وہ کام اختیار کرو کہ جس کے بُرا ہونے کا شک تک نہ ہو۔ ترمذی۔ مولانا بابا نے فرمایا کہ اماموں کو خاصان حق کو اسی لئے دوست بناتے محبت رکھتے ہیں کہ ان کے حسن اتباع سے خود پر اثر ہو اور ان کی تقلید سے شکوک سے محفوظ اور اعمال حسنہ کو سندر ہے۔

وحید الزماں صاحب نے کہا کہ یہ دونوں احادیث خاص طور سے میری اور نور الحسن سلمۂ کے لئے وسیع نمونہ عمل اور عوام مریدین کیلئے رہبرانہ ہدایت احتیاطی ہے۔

تخصیص یوم وفضیلت دوشنبہ (۶۶/۲۶۵):

پھر وحید الزماں صاحب نے یہ حدیث خاص طور پر حضرت بلال کو ہدایت فرمائی کہ بلال پیر کے دن کا روزہ رکھا کرو کیونکہ پیر ہی کے دن میں پیدا ہوا اور پیر ہی کے دن میرے اوپر قرآن نازل ہوا۔ مولانا بابا نے حاضرین سے فرمایا کہ بتاؤ پیر کے دن کو کچھ اور بھی فضائل خدا نے عطا فرمائے ہیں سب خاموش رہے مولانا بابا نے فرمایا لو ہم سے سنو پیر کے دن خدا نے آنحضور پر قرآن نازل کیا۔ پیر کے دن خدا نے اپنے محبوب کو پیدا کیا پیر ہی دن اپنے وصال حق سے اپنے محبوب کو نوازا پیر ہی کے دن آنحضور نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی پیر ہی کے دن آنحضور مدینہ منورہ میں داخل ہوئے پیر کے دن کعبہ تعمیر ہوا پیر کے دن آنحضور نے کعبہ میں حجر اسود نصب فرمایا۔ اب دیکھو مسلمان کو خدا نے سب سے دو بڑی مسرتیں عطا کی ہیں ہم کو قرآن کریم عطا کرنا اور اپنا

خاص محبوب عطا فرمانا انہیں دونوں خوشیوں کو پیر کی تخصیص سے آنحضور نے بنیاد ٹھہرایا نواب نورالحسن صاحب نے عرض کیا کہ اس سند سے کسی باعظمت بزرگ کی وجہ سے اس دن کی تخصیص یا امر خیر کی وجہ سے تعین یوم مستحسن ہوگا۔ مولانا بابا نے فرمایا کہ امر خیر کی وجہ سے یا دینی عظمت یا دینی بزرگ کے لئے یہ تخصیص ایام ثابت السنّت ہے خواہ وہ مولود میں ہو یا فاتحہ اور عرس میں ہو۔

جمعہ کو کثرت درود (۶۷/۲۶۶):

قاضی عابد علی صاحب رحمانی قصبہ باڑی نے پوچھا کہ جمعہ کو کثرت درود کی کیا وجہ ہے مولانا بابا نے فرمایا حدیث میں بہت سے فضائل ہیں ایک یہ بھی ہے کہ قیامت کا دن یوم جمعہ ہوگا اس جمعہ کے دن آنحضور قبر شریف سے اُٹھیں گے اور آنحضور کی زیارت و ملاقات اس جمعہ کو ہوگی قرآن شریف میں ہے سلام ہو میرے اوپر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں انتقال کروں اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں ۔ پس جمعہ کا دن آنحضور کے اُٹھنے اور زیارت آنحضور کرنے کا دن ہے پیر کا دن وجود پیدائش اور روپوشی کا دن ہے۔ اس پیرو جمعہ میں یہ تینوں مواقع حاصل ہیں اس لئے ان دنوں میں کثرت درود و سلام و آپ کی یادگاری افضل ہے۔

بحق محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (۶۸/۲۶۷):

چودھری عبدالصمد رحمانی رئیس سندیلہ اور نواب التفات رسول رحمانی (تعلق دار موجودہ نواب اعزاز رسول صاحب تعلق دار سندیلہ کے والد صاحب) اور نواب ذوالفقار علی خاں رحمانی رئیس اعظم (جو اہلیہ نواب اعزاز رسول صاحب نواب قدسیہ بیگم صاحبہ کے والد صاحب تھے) تینوں صاحبان مولانا بابا سے مرید ہوئے نواب التفات

رسول صاحب رحمانی نے پوچھا کہ بحق محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا درست ہے، مولانا بابا نے فرمایا کہ یہ تو سنت بابا آدم علیہ السلام ہے بیہقی کی دلائل النبوۃ میں یہ حدیث مرقوم ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی توبہ کو وقت خدا سے عرض کیا یَا رَبِّ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لَمَا غَفَرْتَ لِیْ۔ کہ یا اللہ بحق محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے معاف فرمادے پس خدا نے معاف فرمادیا۔

بحق فلاں و بحرمت فلاں (۶۹/۲۶۸):

نواب ذوالفقار علی صاحب رحمانی نے پوچھا کہ ہم شجرہ میں بحرمت فلاں کہتے ہیں لوگ بے سند کہتے ہیں مولانا بابا نے فرمایا کہ جائز یا ناجائز کسی کے کہنے سے نہیں ہوا کرتا پہلی حدیث تو حضرت آدم علیہ السلام کا بحق محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا اور خدا کا اسے قبول کرلینا کتنی بڑی ضمانت ہے اس سند سے بحق خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند قدس سرہٗ وغیرہ بھی جائز ہے دوسری حدیث حصن حصین کی ہے کہ آنحضور نے یوں فرمایا۔ اَسْئَلُکَ بِنُوْرِ وَجْهِکَ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ لَهُ السَّمَاوَاتُ وَالْاَرْضُ وَبِكُلِّ حَقٍّ هُوَ لَكَ وَبِحَقِّ السَّائِلِيْنَ عَلَيْكَ مکتب نبوت کے شاگردوں نے بحق السائلین سے بحق فلاں و بحرمت غوث اعظم کہنے کی سند لی جو سنت آدم سنت محمدی و عمل رسول ہے پھر ان بزرگوں کی باتیں وہی بے سند ٹھہرانے کی کوشش کرے گا جو خود بے سند ہے۔

مغفرت صدیق حسن صاحب (۷۰/۲۶۹):

میرے پیر بھائی جناب مولانا سید محمد علی صاحب رحمانی مونگیری نے بیان کیا کہ مولانا بابا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ نواب صدیق حسن بھوپالی کے بارے میں پہلے مجھے تردُّد تھا میں ان کے حق میں دعا کرتا رہا پھر میں نے اُن کو خواب میں دیکھا کہ بہت خوش

وشرم ہیں پھر وہ میرے پاس آئے اور میرے پیچھے نماز پڑھی۔''مولانا مونگیری نے یہ اور بتایا کہ خود انہوں (مولانا مونگیری) نے بھی خواب میں نواب صدیق حسن خاں کو اچھے حال میں دیکھ کر یہ خواب مولانا بابا علیہ الرحمہ سے بیان کیا۔ **نوٹ** :۔ صفحہ بچپن ضمیمہ ارشاد رحمانی مطبوعہ ۱۳۲۷ھ شاہی پریس لکھنؤ میں مولانا مونگیری علیہ الرحمہ راقم کو نواب صاحب کے وصیت نامہ اور بعض دیگر رسائل سے واضح ہے کہ نواب صاحب نے پہلے حالات سے رجوع کیا اور تصرف کے پابند رہے یہ واقعہ خواب مغفرت نواب صدیق حسن خاں ۹ / ربیع الاوّل ۱۳۰۸ھ کا ہے۔

پُر کرامت واقعہ (۲۷۰/۷۱):

آپ کا یہ نیاز احمد رحمانی مصروف تحریر تھا کہ اک دم تحریر سے رک گیا سکتہ طاری ہوگیا اتنے میں ایک بزرگ تشریف لائے اور بڑے جلالی انداز سے فرمایا کہ آتا کیوں نہیں میں دم بخود مؤدب کھڑا رہ گیا وہ بزرگ فوراً غائب ہوگئے۔لوگوں کے اصرار پر یہ راز فقیر فیض آبادی کو بتانا پڑا کہ یہ میرے مرشد مولانا بابا علیہ الرحمہ علانیہ تشریف لائے تنبیہ فرمائی کہ آتا کیوں نہیں تیرا انتظار ہے۔ **نوٹ** :۔ اس وقت کے موجودہ حاضرین یہ سمجھے کہ آستانہ پر انتظار ہے۔لیکن اس واقعہ کے تیسرے روز جب مولانا حکیم شاہ نیاز احمد صاحب رحمانی فیض آبادی علیہ الرحمہ کا جب وصال ہوگیا تو وہ لوگ جنہوں نے مولانا بابا کو علانیہ دیکھا تھا اس پُر کرامت واقعہ کو سمجھے۔ یہاں تک کوائف نوشتہ فیض آبادی صاحب کی ترتیب ہم رکھ سکے آئندہ بلاترتیب بیان ہوں گے۔

☆☆☆

آٹھواں باب

فضل رحمٰن نے ہر حدیث کی صحت ہم سے کی ہے (۲۷۱):

مولانا سید حافظ ابوسعید صاحب رحمانی و حافظ سعید محمد رفیع رحمانی و حاجی سید محمد شفیع رحمانی صاحبان ایرایاں اور اندور کے مفتی رضوان الرحمٰن صاحب کے والد صاحب جو کہ مولانا بابا سے مرید تھے یہ سب درس حدیث میں شریک تھے مولانا سید ابوسعید صاحب رحمانی نے کہا کہ ترمذی شریف کی حدیث مندیل یعنی بعد وضو بھیگے ہوئے اعضا رومال سے پوچھنا جب آئی تو حضرت مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ امام ترمذی اگر چہ ہٰذا حدیث ضعیف یہ حدیث ضعیف ہے لکھتے ہیں مگر یہ حدیث ضعف سے بری مکمل صحیح حدیث ہے مولانا ابوسعید اور مفتی رضوان الرحمٰن صاحب کے والد صاحب نے عرض کیا کہ امام ترمذی نے تو اپنی دلیل پیش کر دی کہ بھیگے اعضائے وضو پونچھنا نہ چاہئے لیکن حضور اعلیٰ جس بنا پر ایسا فرماتے ہیں ہم لوگوں پر بھی واضح فرمادیں مولانا بابا نے فرمایا کہ اگر غور سے کام لو تو یہ غلط فہمی خود واضح ہو جاتی ہے کہ رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو کے پانی کی تری کو رومال سے صرف جذب کیا ہے لیکن ان اعضاء سے تری کو پونچھا ہی کہاں ہے آنحضور کے اس وضو کی تری جذب کرنے سے امام ترمذی کو غلط فہمی ہو گئی مولانا بابا کی اس توجیہہ مجتہدانہ پر ہم حاضرین علماء پھڑک اُٹھے اتنے میں حضرت مولانا بابا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ آؤ پوری تصدیق کرا دیں تم سب

لوگ دوزانو مراقب ہو کر آنکھیں بند کرلو۔ہم سب نے آنکھ بند کرتے ہی دیکھا کہ دربار رسالت میں حاضر ہیں پھر صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم سب سے ارشاد فرمایا فضل رحمٰن ہماری جس حدیث کے بارے میں جو کہہ دیں اس کو بلا چون و چرا تسلیم کرلو کیونکہ فضل رحمٰن نے ہر حدیث کی صحت ہم سے کی ہے۔'' ہم سب علماء اس نادر نسبت پر گم سم ہی نہیں رہ گئے بلکہ اپنے ہوش میں نہ رہے دو دن تک عجب عالم کیف ومستی رہا۔ مفتی رضوان الرحمٰن صاحب اپنے والد صاحب کے اس چشم دید واقعہ کو بڑی عقیدت سے بیان کرتے رہتے ہیں مولوی حافظ سید محمد واسع رحمانی سلمہٗ نے بھی مفتی صاحب مذکور سے یہ واقعہ نقل کیا۔

تم خود صحت کرلو (۲۷۲):

مولانا سید محمد فاروق صاحب رحمانی در بھنگوی چنیدہ محققین وممتاز مریدین سے ہیں بیان کرتے تھے کہ ایسے چند واقعات اور بھی ہوئے جس میں حضرت مولانا بابا قدس سرہٗ نے آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحت حدیث کرادی اور بعض کو راوی حدیث سے تصدیق کرائی ایک بار کچھ اور علماء کے ساتھ میں بھی شریک درس تھا کہ ایک صاحب کو حدیث ضعیف ہونے کا شک ہوا مولانا بابا نے کشف سے جان کر فرمایا کہ تم لوگ آنکھیں بند کرلو ہم لوگوں نے آنکھیں بند کرتے ہی دیکھا کہ ایک بزرگ کھڑے فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے ادھر مولانا بابا نے فرمایا کہ حدیث کے راوی تمہارے سامنے موجود ہیں تم خود صحت کرلو۔ یہ سب اس کا مشاہدہ کرنے والے بے ہوش ہوگئے۔

سینکڑوں ھاتھوں میں مرید کا ھاتھ (۲۷۳):

مولانا سید محمد فاروق صاحب رحمانی در بھنگوی نے بیان کیا کہ ایک شخص مرید

ہونے آئے حضرت مولانا بابا ان کو اپنا ہاتھ پکڑا کر مرید کرنے لگے کلمہ وغیرہ پڑھا کر جب یہ کہلایا کہ ہم مرید ہوتے ہیں حضرت خواجہ شاہ محمد آفاق صاحب (قدس سرہٗ) کے تو ان صاحب نے اپنا ہاتھ کھینچ کر کہا کہ ہم تو آپ کو جانتے ہیں فضل رحمٰن کے نام سے ہم کو مرید کرنا ہو تو کیجئے ورنہ ہم مرید نہ ہوں گے مولانا بابا نے قدرے مراقبہ کیا پھر فرمایا لو ہاتھ پکڑو ان صاحب نے ہاتھ پکڑتے ہی دیکھا کہ ان کا ہاتھ سینکڑوں بزرگوں کے ہاتھوں میں ہے یہ دیکھتے ہی وہ بیہوش ہو گئے بعد افاقہ مرید ہوئے۔

ذکر حسینی اور مسرّت امام صاحب (۲۷۴):

جناب مولانا سید محمد علی صاحب رحمانی مونگیری علیہ الرحمہ ارشاد رحمانی صفحہ ترپن میں راقم بارہ ربیع الاوّل ۱۳۰۸ھ دس بجے دن کو میں حاضر خدمت تھا بہت سی باتیں ہوئیں ان میں یہ بھی فرمایا کہ جو محرم میں امام حسین علیہ السلام کا ذکر کرتے ہیں امام حسین ان سے خوش ہوتے ہیں میں نے عرض کیا کہ یہ جو ماتم کرتے ہیں فرمایا وہ نہیں بلکہ جو لوگ ان کی تعریف کرتے ہیں روایاتِ صحیحہ سے ان کا قصہ بیان کرتے ہیں اور جو کچھ دیتے ہیں حضرت امام حسین (علیہ السلام) اُن سے خوش ہوتے ہیں اُن پر رحمت نازل ہوتی ہے بھلا ایسے لوگوں کے ذکر میں خصوصاً ان کے غم والم کے بیان میں کیونکر فیضان نہ ہو' مولوی دلدار علی صاحب مسجد میں حال شہادت بیان فرمایا کرتے تھے میں (مولانا مونگیری) بھی جایا کرتا تھا بیشک اس جلسہ میں ایک قسم کا فیضان ہوتا تھا (۲۹۰) کمالات رحمانی صفحہ چھتیس سطر آٹھ مولوی تجمل حسین صاحب بہاری راقم کہ مولانا بابا لکھنؤ محمد یحییٰ صاحب کی مسجد میں ٹھہرے تھے۔ شب کو اگر مرثیہ کی آواز آتی تو دریافت فرماتے کہ یہ کیوں چلاتے ہیں لوگوں نے کہا کہ زمانہ محرم کا ہے امام حسین کا مرثیہ ہوتا ہے اگر کوئی شعر معرفت کا ہوتا تو آپ نعرہ مارتے دو۔دو۔تین۔تین دن تک وجد و حال رہتا۔

مہینوں کی رخصتی (۲۷۵):

رمضان خان صاحب مرحوم سے مولوی تجمل حسین صاحب بہاری اپنی کتاب فضل رحمانی صفحہ ایک سو چوہتر پر راوی کہ مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ خدا کا فضل ہے کہ ہم سے ہر مہینہ رخصت ہو کر جاتا ہے یعنی اس کی صورت مثالی حاضر ہوتی ہے نیز ماہ رمضان بھی مولانا بابا سے بوقت آمد اور بوقت رخصت ملتے تھے۔

راہ طاعون بند (۲۷۶) :

حسین خاں رحمانی استاد فتح پور حمزہ نے بیان کیا کہ ایک بار میں آم کے باغ سے کافی رات میں واپس گھر آرہا تھا کہ ایک شخص سفید لباس میں کراہتے چلے آتے تھے میرے پاس جب وہ پہنچے تو ان سے میں نے پوچھا کہ بھائی صاحب کچھ آپ کو تکلیف ہے میں ہر خدمت کے لئے حاضر ہوں وہ نووارد بولے کہ اس طرف مولانا فضل رحمٰن بابا ہیں ادھر بھی راہ بند ہے اُدھر فیض اللہ شاہ بابا ہیں اُدھر بھی بند ہے اب تیسری راہ سے بھاگا جارہا ہوں مجھے طاعون کہتے ہیں یہ سنتے ہی چکرا کر گر پڑا دیر میں ہوش آیا۔

فضلِ رحمانی کی نجات (۲۷۷):

وادی الفت صفحہ تین نواب نورالحسن خان صاحب رحمانی بھوپالی راقم ۔ایک بار حضرت مولانا بابا کے ساتھ سواری وعلم معاملات اخروی میں نمایاں ہوا بے شمار خلقت آپ کی سواری کے ساتھ تھی میدانِ حشر میں کسی نے کہا یہ گروہ فضل رحمانی ہے آواز آئی جانے دو۔"

نکیریں پوچھتے ہی تھے کہ اتنے میں ندا آئی
اسے آزاد کردو یہ غلام فضل رحمٰن ہے

مریدوں کو مسافت سفر طے کرادینا (۲۷۸):

فقیر نیاز احمد فیض آبادی سے برادر گرامی جناب مولانا سید محمد علی صاحب (رحمانی مونگیری علیہم الرحمہ) نے بیان کیا کہ مولانا بابا قدس سرہٗ کی خدمت میں آپ کے دومرید کسی موضع سے آئے اور کہا کہ ہم کو ابھی مقدمہ کا سمّن دیا گیا ہے آج ہی ضلع میں مقدمہ ہے اب کوئی صورت پہنچنے کی ممکن نہیں مولانا بابا نے فرمایا اچھا آنکھیں بند کرلو جب انہوں نے آنکھ کھولی تو اپنے کو ضلع کی کچہری میں پایا ابھی عملہ بھی نہ آسکا تھا۔

سر واعضا جدا نظر آنا (۲۷۹):

نظام الدین حسن عرف مستان شاہ رحمانی مرید ہونے کے بعد بجا آوری خدمت میں رہا کرتے تھے اتفاق سے ایک بار نصف رات کے بعد ان کی آنکھ کھل گئی تو مستان شاہ مولانا بابا کے حجرے میں آئے کہ شاید حضرت کو کوئی ضرورت لاحق ہو جب یہ دروازہ کے پاس پہنچے تو دروازہ کی بندش کھلی دیکھی سمجھے کہ مولانا بابا استنجے کو اُٹھ گئے ہیں مسند سجادہ اندر سے لاکر باہر بچھانے کے لئے حجرہ میں گئے تو دیکھا کہ مولانا بابا کا سر مبارک الگ جسم مبارک الگ پڑا ہے الٹے پاؤں سراسیمہ دادا میاں کو اطلاع کرنے بھاگے دادا میاں کے حجرے میں جیسے داخل ہوئے دیکھا کہ دادا میاں کے بدن سے دونوں ہاتھ دونوں پیر الگ الگ پڑے ہیں جسم علیحدہ پڑا ہوا ہے مستان شاہ روتے ہوئے نیاز احمد فیض آبادی کے پاس آئے کہا کہ ہماری بے خبری میں مولانا بابا دادا میاں کو دشمنوں نے بری طرح شہید کرڈالا جلد مولانا رحمت اللہ میاں کو پیرانی کو خبر کیجئے اتنے میں مولانا بابا کی آواز آئی کہ نیاز احمد اس مستان کو یہاں پکڑ لاؤ میں مستان شاہ کو لے کر حاضر ہوا مولانا بابا نے ڈانٹ کر فرمایا کہ تم سے ناوقت آنے کو کس نے کہا تھا پھر بہ نرمی فرمایا کہ کسی سے کچھ نہ کہنا مگر مستان شاہ نے سب سے کہہ دیا اسی وقت سے مستان شاہ نام پڑا۔ مولانا بابا کے فیوض مستان شاہ کمال ولایت کو پہنچے۔

زندہ کا جنازہ (۲۸۰):

مولانا بابا حجرہ میں تشریف فرما تھے اتنے میں اہل بستی مسجد کے دروازے پر ایک جنازہ لائے کہ فلاں کی جوان دختر مرگئی نماز کے لئے جنازہ لائے ہیں حکیم عبدالغفار صاحب گنج مرادآبادی یہ معلوم کر کے اطلاع کو چلے تھے کہ مولانا بابا صاحب نے جلال میں حجرہ کھول کر باہر آکر فرمایا کہ زندہ کی نماز پڑھنا یا کسی کو زندہ دفن کرنا کہاں روا ہے عبدالغفار تم جا کر ان بیوقوفوں کو بتادو حکیم عبدالغفار صاحب مسجد کے باہر آئے دیکھا تو جنازہ میں جنبش تھی گھر والوں سے منھ کھولنے کو کہا تازہ ہوا پاتے ہی وہ لڑکی اُٹھ بیٹھی کہا کہ کوئی میرا گلا دابے تھا سانس رکی تھی اتنے میں یہ دیکھا کہ مولانا بابا آئے اور گلا دابنے والے جن کو ایک تھپڑ مارا وہ چھوڑ بھاگا۔ یہاں تک کہ وہ بی بی صاحبہ کی ملازمہ بنی جعفر خاں ملازم ان سے پیدا ہوئے۔

مہاراجہ دربھنگہ اور مردہ لڑکا (۲۸۱):

مہاراجہ دربھنگہ صاحب اولاد نہ تھے مریدین دربھنگہ سے مولانا بابا قدس سرہٗ کا ذکر سن کر فائز خدمت ہوئے عرض کیا کہ خدا کا دیا سب کچھ ہے مگر گھر کا دیا نہیں ہے جوتشی کہتے ہیں کہ قسمت میں اولاد نہیں ہے مولانا بابا نے فرمایا کہ نعوذ باللہ تم خدا سے بغاوت کرتے ہو اور جوتشی کا کہنا مانتے ہو بھلا جوتشی اللہ تعالیٰ کا حال کیا جانیں جاؤ خدا پر عقیدہ مضبوط رکھنا ہم دعا کرتے ہیں۔ خدا تم کو لڑکا دے گا اس کے سر کے بال یہاں لڑکا لا کر کٹوانا ہمارے پیر کا فاتحہ کر دینا یہ دو بتاشے لے جاؤ ایک تم کھانا ایک اپنی بیوی کو کھلا دینا مہاراجہ واپس گئے بیوی کو ایک بتاشہ کھلایا ایک خود کھایا ٹھیک نویں مہینے لڑکا پیدا ہوا مہاراجہ کی باون برس کی زندگی پھر سے تازہ ہوگئی خوشیاں منائی جانے لگیں پنڈتوں نے پابندیاں لگائیں کہ اتنے ماہ لڑکا آسمان نہ دیکھے اتنے وقت تک دہلیز نہ پھندائی جائے

مہاراجہ کی مہارانی کے سامنے کچھ نہ چل سکی اس چکر میں پانچواں برس تھا کہ لڑکا بیمار پڑا کسی علاج سے اچھا نہ ہو سکا اس وقت مہاراجہ کو مولانا بابا صاحب کی یاد آئی جلد ہی انتظام کر کے مع مہارانی وخدام لڑکا لئے ہوئے سندیلہ آئے یہاں چودھری التفات رسول وچودھری محمد عظیم صاحبان تعلق داران سندیلہ نے ایک روز ٹھہرا کر پالکی وبیل گاڑیوں کو عمدہ انتظام کر کے گنج مرادآباد روانگی کی جبکہ گنج مرادآباد پانچ میل رہ گیا چودھری عبدالصمد صاحب سندیلوی نے کہا کہ اک دم رونے کی آوازوں سے ہم لوگ گھبرائے معلوم ہوا کہ لڑکا مر گیا ساتھیوں نے صلاح دی کہ دربھنگہ واپس چل کر لڑکے کو بہایا جائے مہاراجہ نے چودھری التفات رسول صاحب رحمانی سے پوچھا کہ گنج مرادآباد سے بھی تو دریائے گنگا آٹھ نو میل ہے انہوں نے کہا کہ اتنا ہی فاصلہ ہے مگر مناسب یہ ہے کہ مولانا بابا کی زیارت کرتے ہوئے گنگا جایئے یہ لوگ پھر روانہ ہوئے دو بجے دن آستانہ شریف پہنچے مہاراجہ کی گود میں لڑکا لٹا رہے ہم سب کے ساتھ حاضر آئے سندیلہ نانیہال ہونے کی وجہ سے مولانا بابا اہل سندیلہ کا خصوصاً ہم لوگوں کا مثل اقربا خیال کرتے تھے جیسے ہی مسجد سے مولانا بابا مسند پر تشریف لائے مہاراجہ نے حضرت کے قدم پکڑ لئے عرض کیا کہ حضور اعلیٰ کی تعمیل حکم میں غلطی ہوئی خدارا معاف کیجئے اپنی امانت ملاحظہ کیجئے مولانا بابا نے فرمایا تمہارے وہ مشیر کار کہاں ہیں جن پر تم بھروسہ کر کے خدا کو بھول بیٹھے خدا سے معافی چاہو چودھری عبدالصمد کوئی حکیم ہو اس کو بلاؤ اتنے میں حکیم اللہ دیا صاحب رحمانی دہلوی حاضر آئے مولانا بابا نے اس اکڑے ہوئے مردہ لڑکے پر اللہ شافی اللہ کافی کہتے ہوئے دست مبارک پھیرا اسی وقت اس مردہ لڑکے نے آنکھیں کھول دیں مولانا بابا نے حکیم اللہ دیا سے فرمایا کہ تم اس کو دیکھو بہت گہری غشی کا دورہ ہو گیا تھا مہاراجہ نے عرض کیا کہ مہا گرو چھ گھنٹہ مرے ہوئے بیتے تھے حکیم جی نے عرض کیا کہ حالات اور تھے مگر آپ کے ارشادات سے اور ہیں مولانا بابا

نے بگڑ کر فرمایا کہ ہم تم سے کیا پوچھتے ہیں تم ارشادات میں پڑے ہو تم عبدالصمد ان سب کو لے جاؤ بہ عنایت الٰہی یہ لڑکا جوان ہو کر بیس برس راج کرے گا چنانچہ یہی ہوا کہ وہ جوان ہو کر بیس برس راجہ رہے پھر فوت ہو گئے۔

دعا سے زندگی مردہ (۲۸۲):

پنڈت شیو رتن لال کرپو رعرف کُلّن لالہ کا واقعہ ان کے الفاظ میں سنئے۔میرے دادا پنڈت دلیپ رام چند کا پرشاد گنج مراد آباد کے قدیم باشندے تھے ان کی عرفیت دِلّا لالہ تھی سنسکرت کے ماہر اور بڑے جوتشی تھے وہ بھی حقہ صبح پیتے تھے اور میں ان کے حقہ کا اہتمام کرتا رہتا۔دِلاًّ لالہ کا یہ لازمی دستور تھا کہ صبح سب سے پہلے وہ حضرت مولانا بابا علیہ الرحمہ کا نیاز حاصل کئے بغیر نہ کوئی کام کرتے نہ کہیں آتے جاتے دوسرے یہ کہ مولانا بابا کو دِلاًّ لالہ گیتا بھی سنایا کرتے تھے ایک دن گیتا سے انہوں نے یہ سنایا ایک برمھ دوتیے ناستی کہ خدا ایک ہی ہے دوسرا کوئی خدا نہیں یہ سن کر گیتا اور ہندی وغیرہ جاننے کا مولانا بابا کو شوق ہوا پنڈت دِلاًّ لالہ سے مولانا بابا نے فرمایا کہ تم کو ہم قرآن شریف پڑھایا کریں تم ہم کو گیتا و ہندی بھاشا بتایا کرو۔چنانچہ اسی مہارت سے سلیس بھاشا میں قرآن شریف کا پورا ترجمہ مولانا بابا نے فرمایا مگر اس تشہیر کو پسند نہ کیا اور اس کو دفن کر دیا چند اوراق باقی بچے وہ شائع ہوئے آپ جیسے اعلیٰ و قومی نسبت کے غوث کامل پیدا ہونا مشکل ہیں۔ہم سب گھر والے حضرت کی دعاؤں سے پیدا ہوئے پھلے پھولے میرے دادا دِلاًّ لالہ کی سفارش پر حضرت نے مجھ کو اُردو فارسی پڑھائی دِلاًّ لالہ بیس برس کی عمر میں مولانا بابا سے پہلے کے پیدا ہیں یہ میرا نیز صد ہا ہندو و مسلم اہل بستی کا چشم دید واقعہ ہے کہ میرے دادا کے پرانے ملازم چمار کا اکلوتا لڑکا ڈیلا نامی تھا ایک روز نہ جانے کیسے دم نکل گیا والدہ ڈیلا ہم لوگوں کے پاس روتی آئی کہ پنڈت جی جلد چلو میرے لڑکے کو نہ جانے کیا ہو گیا اکڑا پڑا ہے دادا جی اور ہم لوگ اس کو دیکھنے گئے تو وہ

مر کرا کڑ چکا تھا دلیپ رام بولے کہ یہ تو مر کرا کڑ چکا ہے میرا جوتش علم کہتا ہے کہ اس دور میں دعا سے جان واپس کردینے تاثیر خدا نے صرف مولانا بابا کو دے رکھی ہے تو اُن کے پاس دوڑ جاؤ لڑکے کو کچھ دادا جی نے اڑھا کر اچھی طرح ڈھانپ دیا والدۂ دیلا مولانا بابا کے پاس روتی آئی کہا کہ بابا دِلاَّ لالہ کی میں نوکرنی ہوں انہوں نے آپ کے پاس بھیجا ہے میرے اوپر دیا کرو مولانا بابا علیہ الرحمہ کہ تم نے اور دِلاَّ لالہ نے لڑکے کو ٹھیک سے دیکھا بھی ہے والدۂ دیلا نے کہا واہ بابا ایک گھنٹہ سے زائد ہوا نہ جانے کتنے اہل بستی مراد یکھ گئے مولانا بابا نے فرمایا تم گھر جا کر لڑکے کو غور سے دیکھو تو قدرت الٰہی کا تماشہ خود نظر آ جائے گا اپنے پنڈت دِلاَّ سے کہہ دینا کہ ہم نے دعا کردی ہے مگر آئندہ ایسی باتیں ہمارے واسطے نہ بیان کیا کریں ہم کو رنج ہوا۔ والدۂ دیلا نے واپس آ کر یہ مولانا بابا کا ارشاد ہم لوگوں سے جیسے سنایا ہم سب اس کے گھر دوڑے گئے دِلاَّ لالہ نے جیسے ڈیلا پر سے کپڑا ہٹایا وہ آنکھیں کھولے تھا کمزور آواز سے پانی۔ کہہ سکا پانی گھونٹ گھونٹ دِلاَّ لالہ نے پلوایا چند منٹ بعد ڈیلا اُٹھ بیٹھا بس اتنا بتایا کہ مولانا بابا نے میرے اوپر پھونک ڈالی میں اُٹھ بیٹھا اس وقت بیس برس کی عمر ڈیلا کی تھی پھر شادی ہوئی صاحب اولاد ہوا میں جب آخر مئی ۱۹۶۸ء میں مزار شریف پر حاضر آیا تو ہمارے مخدوم زادے مفتی بھولے میاں صاحب سجادہ نشین اپنے بابا و دادا صاحبان کی سوانح عمری لکھ رہے تھے میں نے یہ واقعہ بتایا اور خواہش کی کہ برائے حصول سعادت میرا بیتا واقعہ درج کریں۔ پھر کلکتہ آ کر مفصل لکھ کر روانہ ۴ جون ۱۹۶۸ء کو کردیا خدا کرے کہ یہ سوانح مجھے دیکھنے کو مل سکے۔ فقط پنڈت شیو رتن لال کرپور عرف لالہ کلن۔ گنج مرادآبادی۔

بیٹا سید مرنے سے ڈرتا ہے (۲۸۳):

سید شاہ کمال صاحب رحمانی رئیس اعظم پٹنہ سٹی کے پوتے حاجی سید اختر اقبال صاحب اقبال منزل پٹنہ سٹی ایسے بیمار ہوئے کہ معالج بھی مایوس صحت ہو گئے گھر والوں

کا عجب حال ہوا شب میں خواب میں دیکھا کہ حضور اعلیٰ بابا صاحب قدس سرہٗ تشریف لائے سید شاہ کمال صاحب بھی ہمراہ ہیں مولانا بابا نے فرمایا بیٹا سید ابھی مرنے سے ڈرتا ہے پھر اختر اقبال صاحب کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا اُٹھ خدا کا شکر کر خدا نے تیری عمر دراز کردی۔ تین روز میں اختر اقبال صاحب بھلے چنگے ہو گئے اب تک بفضلہٖ بقید حیات ہیں۔

لڑکا ھوگا زندہ رھے گا یہ نام رکھنا (۲۸۴):

مولوی محمد ابراہیم صاحب نان پاروی صاحب اولاد نہ تھے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا مولانا بابا نے فرمایا ہم نے خدا سے دعا کردی تمہارے لڑکا ہوگا زندہ رہے گا اس کا نام عبدالرحمٰن رکھنا یہ تینوں بشارتیں حرف بحرف پوری ہوئیں مولوی عبدالرحمٰن صاحب رحمانی نانپارہ اب تک بقید حیات ہیں یہ واقعہ خود مجھ سے بیان کیا (۲۸۵) اسی طرح نواب محمد یوسف خاں رحمانی رئیس نانپارہ اولاد نرینہ سے محروم تھے ٹھاکر عبدالعزیز خاں رحمانی کو لے کر ان کے والد ٹھاکر عبدالغفار خاں صاحب رحمانی رئیس نانپارہ جب حاضر خدمت ہوئے تو محمد یوسف خاں بھی ہمراہ آئے ٹھاکر عبدالغفار صاحب رحمانی مولانا بابا نے ان کی سفارش حصول اولاد کے لئے کی مولانا بابا نے ہاتھ اُٹھا کر دعا کی فرمایا تم کو خدا لڑکا ہی دے گا زندہ رہے گا اس کا نام عبدالرحمٰن رکھنا۔ چنانچہ نویں ماہ عبدالرحمٰن عرف نواب قندھارا خاں پیدا ہوئے اب تک زندہ ہیں۔

راجہ عبدالرحمٰن خاں رحمانی ککرا (۲۸۶):

راجہ عبدالرحمٰن خاں صاحب رحمانی ریاست ککرا کے اتفاق سے ایسے علیل ہوئے کہ اُمید زندگی نہ رہی ان کی والدہ اور والد صاحبان عبدالرحمٰن صاحب کو لیکر حاضر

خدمت ہوئے عرض کیا کہ ڈاکٹروں نے بتایا ہے کہ یہ مرض لاعلاج ہے مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ڈاکٹر کے نزدیک لاعلاج ہوگا فقیر کے نزدیک خدا سب کا شافی ہے لو یہ دو بتاشے کھلا دو ان کی عمر تمہاری اولاد میں سب سے زائد ہوگی بتاشے کھلاتے ہی وہ حالت مرض دور تھی۔ پھر فرمایا درود شریف برابر پڑھتے رہا کرو بلند اقبالی رہے گی۔ راجہ عبدالرحمٰن صاحب رحمانی بہت زائد درود خوانی کے پابند تا حیات رہے اور جو بلند اقبال راجہ صاحب کو حاصل رہی اچھے رجواڑوں کو نصیب نہ ہوئی۔

حج بدل (۲۸۷):

ایک بار راجہ عبدالرحمٰن خاں صاحب رحمانی نے حج کے لئے دعا چاہی مولانا بابا سن کر خاموش رہے۔ راجہ صاحب نے بیان کیا کہ مجھے اس خاموشی پر دوسرے خیال نے گھیر لیا موقعہ پا کر دوبارہ پھر عرض کیا مولانا بابا نے مراقبہ کے بعد فرمایا کہ ظاہراً خود حج نہ کرو گے مگر تم کو حج سے خدا مشرف کردے گا۔ میری حیات کے آخری لحات تک کوئی ایسی صورت نہ پیدا ہوسکی مگر حضرت کے ارشاد سے یقین ذرا کم نہ ہوتا تھا۔" یہاں تک کہ راجہ صاحب کا انتقال ہوگیا اس کے بعد ان کے صاحبزادے حاجی شفیق الرحمٰن خاں صاحب رحمانی ایڈوکیٹ لکھنؤ نے خود حج کیا اور راجہ صاحب کی طرف سے حج بدل ہوا اس طرح یہ ارشاد پورا ہوا۔

انتظار دعائے مغفرت (۲۸۸):

مولوی ذوالفقار علی صاحب رحمانی ادیب بھوپالی مولوی عین الدین صاحب رحمانی واعظ دونوں مولانا ابوالحسن صاحب رحمانی لکھنوی کے پاس لکھنؤ آئے ارادۂ بیعت ظاہر کیا دوسرے روز تینوں ملیح آباد آئے وہاں جناب نسیم خاں صاحب رحمانی رئیس ملیح آباد سے معلوم ہوا کہ مولانا بابا صاحب ایک گھنٹہ ہوا کہ ابھی تشریف لائے ہیں مولانا

ابوالحسن صاحب رحمانی لکھنوی نے کہا کہ میں نے دونوں حضرات کو پیش کیا مولانا بابا نے ان دونوں کو قادریہ سلسلہ میں مرید فرما کر ارشاد کیا کہ ہم تم لوگوں کے انتظار میں یہاں ٹھہر گئے کہ مبادا تم لوگ گنج مرادآباد نہ چلے جاؤ پھر اس طرح جلد اُٹھے جیسے بہت ضروری کام ہو پوچھا کہ خالص پور کا قبرستان کدھر ہے ہم جائیں گے نسیم خاں صاحب رحمانی نشان دہی کرتے چلے ہم سب بھی ساتھ ہو لئے حضرت جب قبرستان پہنچے ایک قبر سے آواز آئی السلام علیکم حضرت اس قبر پر رک گئے اور رہا ہم گفتگو کے طور پر فرمایا کہ ہم اپنی والدہ کی تنہائی سے فرصت نہ پاسکے اس لئے زحمت انتظار آپ کو ہوئی پھر آپ نے ہاتھ اُٹھا کر کچھ پڑھا دعا کی اور واپس ہو گئے ہیں (مولانا ابوالحسن) نے عرض کیا مناسب ہو تو وضاحت فرمایئے مولانا بابا نے فرمایا کہ یہ ہمارے رشتہ دار ہیں راہِ خدا میں جہاد کرتے یہاں شہید ہوئے ایک وجہ سے ان کی مغفرت رُکی تھی اور یہ صاحب ہماری دعا کے منتظر تھے آج چالیس برس کی عمر میں ہم کو موقعہ ملا تو ان کا ملال دور کرنے خود آئے فقیر کی لاج رکھ کر خدا نے ان کی مغفرت فرمادی۔

زمین کی فرماں برداری (۲۸۹):

منشی عبدالحمید خاں صاحب رحمانی علّو پور نے بیان کیا کہ علو پور میں کہیں میٹھا پانی نہ تھا سوائے کھارا پانی کے طبقے کے جب مولانا بابا خالص پور فاتحہ خوانی کی وجہ سے تشریف لائے تو کچھ لوگ مرید ہوئے پانی کی تکلیف بیان کی حضرت مولانا بابا نے زمین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ لوگ عبادتِ الٰہی میں کھاری پانی سے تکلیف پاتے ہیں اس کا تو لحاظ کرو پھر حکم دیا کہ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کا فاتحہ کر کے اس جگہ کنواں کھودو چنانچہ بریانی پر اوّل فاتحہ ہوا پھر کنواں کھودا گیا ایسا شیریں اور ٹھنڈا پانی نکلا کہ آس پاس نایاب ہے منشی عبدالحمید خاں نے وہاں کا نام ہی فضل رحمٰن کھیڑا رکھ دیا۔

اطاعت حیوانات (۲۹۰):

مولانا بابا علیہ الرحمہ کو لوگوں نے شکار پر مجبور کیا فرمایا اچھا چلو ہماری ایک باقی سنت اسی صورت ادا ہو جائے پھر آپ نے تیر اور کمان منگا کر بیل گاڑی پر روانگی کی محمد اسحاق خاں صاحب رحمانی رئیس ملیح آباد امیر مرزا صاحب تعلق دار اورنگ آباد ضلع سیتاپور مولانا احمد میاں صاحب علیہ الرحمہ کے ساتھ چلے چودھری عبدالصمد صاحب رحمانی سندیلوی نے کہا کہ راہ میں وقت ظہر ہو گیا میں پانی لایا حضرت نے وضو کیا حکم دیا کہ اوّل ظہر ادا کرلو مگر ہماری بلا اجازت بندوق کوئی نہ چلائے نماز ہونے لگی ویسے ہی جانوروں کے غول نکلنے لگے حضرت کے سلام پھیرتے ہی امیر مرزا و عبدالصمد صاحبان نے ایک ایک فائر کر دیا مگر نہ ہرن اپنی جگہ سے ہلے نہ فائر لگا اتنے میں اسحاق خاں صاحب نے فائر کیا وہ بھی خالی گیا مولانا بابا نے بگڑ کر کہا کہ تم لوگوں کو اپنے نشانے پر بڑا ناز تھا کیا ہوا پھر حضرت نے ایک تیر کمان سے چلا کر فرمایا الٰہی تیرا شکر ہے اس سنت کی ادائیگی کی توفیق بخشی پھر حضرت نے بلند آواز سے فرمایا دو ہرن ہمارے پاس آ جائیں کیا دیکھتے ہیں کہ دو خوشنما ہرن اچھے سینگوں والے پالتو جانور کی طرح چلے آ رہے ہیں یہاں تک کہ ایک ہرن مولانا بابا کے داہنے ایک بائیں آ کر کھڑا ہو گیا لوگوں نے چاہا کہ زندہ پکڑ لیں حضرت نے فرمایا کہ خبردار پکڑنا مت ان ہرنوں نے تمہاری خوشی پوری کر دی تم ان کی خوشی پوری کر دو کہ یہ اپنے غول میں جا ملیں پھر حضرت نے ہرنوں پر ہاتھ پھیر کر رخصت کر دیا (۳۰۷) قاضی سید عابد علی صاحب رحمانی رئیس باڑی سیتاپور نے بیان کیا کہ جناب محمود خاں صاحب رئیس پورنیہ بازید ضلع گونڈہ کی پھوپھی مولانا بابا سے مرید تھیں آستانہ آئیں عرض کیا کہ ساری فصل بندر اُجاڑ ڈالتے ہیں مولانا بابا نے فرمایا جب تم گھر سے چلی تھیں ہم نے اسی وقت بندروں کو ڈانٹ دیا تھا وہ سب تمہارے علاقہ سے بھاگ گئے مسماۃ کو کچھ شبہ رہا انہوں نے پھر عرض کیا تو

حضرت نے فرمایا کہ آنکھ بند کرو اور ہماری بات کا ثبوت دیکھ لو مسماۃ نے آنکھ بند کرتے ہی دیکھا کہ ان کی آراضی ہی نہیں وہ علاقہ بندروں سے خالی ہے دم بخود رہ گئیں حضرت نے فرمایا خدا کا شکر کرو کبھی جانوروں سے تمہاری فصل خراب نہ ہوگی چنانچہ یہی ہوا۔

بھالو کی اطاعت (۲۸۹):

ایک بار گنج مرادآباد میں ایک مداری بھالو کا تماشہ دکھا رہا تھا کسی وجہ سے بھالو مداری کے کہنے پر کام نہیں کر رہا تھا مداری کو غصہ آیا تو بھالو کو مارنے لگا بھالو کی اچھل کود میں اُس کے منہ پر بندھا ہوا گھیرا ٹوٹ گیا بھالو مداری کو پٹک کر مجمع کی طرف لپکا اور ایک لڑکے کو پکڑ لیا یہ غل سن کر مولانا بابا علیہ الرحمہ باہر تشریف لائے بھالو سے فرمایا کیا کرتا ہے لڑکے کے چھوڑ دے بھالو لڑکا چھوڑ کر چپ چاپ کھڑا ہو گیا لڑکے کو جہاں بھالو نے نوچا تھا حضرت نے تھک تھکا دیا فوری خون بند ہو گیا لڑکا بھی جلد اچھا ہو گیا۔

گنگا میں ڈوبا لڑکا (۲۹۰) :

عزیز الرحمٰن مکیری ساکن بانگرمئو نے کہا کہ قنوج کے رحمت علی ونعمت علی جو مولانا بابا سے مرید تھے حاضر آستانہ ہوئے اور عرض کیا کہ اگر حضور اعلیٰ کی اجازت ہو تو ہم لوگ فتح پور حمزہ نقل وطن کر کے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ سکونت اختیار کر لیں مولانا بابا نے فرمایا کہ تم لوگ قنوج ہی میں قیام رکھو وہاں سے مخدوم اخی جمشید علیہ الرحمہ کی قربت ہے خالی برکت دے گا یہ لوگ قنوج واپس چلے راہ میں کشتی پر سوار ہو کر گنگا ندی پار کرنے لگے مسافر کافی بیٹھ گئے ملاح کے سمجھانے سے بھی نہ مانے کچھ دور کشتی گئی پانی کا بہاؤ جہاں زائد تھا وہاں وزن سے دو تختے ٹوٹ گئے کشتی بے قابو ہو کر بہنے لگی کچھ لوگ اپنے بچاؤ کے لئے پھاند پڑے کشتی وزن برابر نہ رہنے سے ترچھی ہو گئی لوگ پانی میں گر پڑے ملاحوں اور تیراک لوگوں کی مدد سے اور لوگ تو بچ گئے مگر رحمت علی کا آٹھ

سالہ لڑکا پانی میں بہہ گیا۔ گھاٹ پر آ کر رحمت علی وغیرہ ٹھہرے کہ کسی طرح بچے کی لاش ہی مل جائے تھوڑی دیر میں دوسری طرف پار جانے والے مسافر آئے ان لوگوں کو روتا پیٹتا دیکھ کر حال پوچھا ماجرا سن کر وہ بولے کہ رونا دھونا بعد میں وہ سامنے ڈھائی تین فرلانگ پر جو پیڑ نظر آ رہا ہے اس پر ایک لڑکا اتنی ہی عمر کا بیٹھا ہے ہم نے ہر چند اس کو لانا چاہا مگر وہ راضی نہ ہوا یہ کہتا رہا کہ جو ہم کو پیڑ پر بٹھا گئے وہ منع کر گئے کہ جب تک تمہارے ماں باپ اُتارنے نہ آئیں ہرگز نہ اترنا۔ یہ سنتے ہی رحمت علی وغیرہ ادھر بڑھے وہاں جا کر دیکھا کہ واقعی ان کا لڑکا کا شاخ پر آرام سے بیٹھا ہے ان لوگوں نے لڑکے کو اُتارا پوچھا بیٹا درخت پر تم کیسے آ گئے لڑکا بولا کہ مولانا بابا ہم کو پانی سے نکال کر پیڑ پر بٹھا گئے اور کہا کہ جب تک تمہارے باپ ماں نہ لینے آئیں اور کسی کے کہنے سے تم نہ اُترنا۔

ہم تو تم سے اپنا لڑکا لیں گے (۲۹۱):

حضرت مولانا بابا مردانہ مکان میں کھانا کھانے تشریف لائے فقیر نیاز احمد فیض آبادی آپ کے باہر آنے کے انتظار میں کھڑا تھا کہ آفاق احمد فیض آبادی اپنے بارہ سالہ لڑکے اقبال احمد اور اس کی والدہ کو لئے یہاں آ گئے مولانا بابا تشریف لائے تو آفاق احمد نے اپنی اہلیہ کی بیماری کا عرض کیا حضور اعلیٰ نے فرمایا خانقاہ چلو وہیں بات ہوگی سب آپ کے پیچھے چلے کلیا کی موڑ پر ایک اندارا کنواں شاہی دور کا بنا تھا مولانا بابا جیسے وہاں آئے کبوتر مینا، فاختہ بطخ وغیرہ آ گئیں اپنی بولیاں بولنے لگیں حضورِ اعلیٰ نے فرمایا فقیر کے پاس کیا دھرا ہے جو تم کو دیں پھر بدلو حلوائی کو آواز دے کر ان سب کو کچھ غلّہ ڈلوا کر تشریف لے چلے ایک بطخ گردن لانبی کر کے کھانے جھپٹا اقبال احمد سمجھا کہ کاٹنے آتا ہے وہ اندارا کنوئیں پر چڑھا بچوں کی عادت جیسے جھانکنے کی ہوتی ہے اس نے بھی جھانکا اتفاق سے اقبال احمد کنوئیں میں جا تا رہا سب چلا پڑے یہ غل سن کر مولانا

بابا بھی ٹھہر گئے آفاق احمد نے پاؤں پکڑ لئے کہا کہ ہم تو بابا تمہیں سے اپنا لڑکا لیں گے مولانا بابا نے کنوئیں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اقبال احمد کو باہر نکال کیوں نہیں دیتا جو لوگ رسّی وغیرہ ڈالنے والے تھے یہ دیکھتے ہیں کہ اقبال احمد پانی پر اس طرح بیٹھا اوپر آرہا ہے جیسے کسی چیز پر بیٹھا ہوا اور پانی خود اوپر بڑھتا آرہا ہے کہ منڈیر سے باہر بہنے لگا جگت پر آتے ہی وہ کود پڑا باپ سے لپٹ کر بولا کہ تم جن مولانا بابا سے بات کر رہے ہو یہی ہم کو تھامے پانی میں تھے۔

یافضل رحمٰن (۲۹۲):

منشی وزیر علی خاں رحمانی رئیس لکھولا ضلع فرخ آباد (عبدالعزیز خاں رحمانی لکھولا کے والد صاحب) نے بیان کیا کہ میں بہ غرض بیعت گنج مرادآباد شریف حاضر ہوا مسجد پہنچ کر معلوم ہوا کہ کچھ دیر ہوئی کہ مولانا بابا بلّھور کی طرف تشریف لئے جا رہے ہیں چنانچہ میں بھی فوراً روانہ ہو گیا مقام نانامئو گھاٹ کے قریب آپ سے نیاز حاصل ہو سکا تو آپ نے فرمایا کہ تم کہاں پیچھے پیچھے دوڑ آئے کہاں تک ہمارے ساتھ جاؤ گے پھر مجھ کو مرید فرما کر ارشاد کیا کہ تم یہاں ٹھہرو جب کشتی آئے چلے جانا ہم کو جلدی ہے انتظار نہ کر سکیں گے میں نے خوشامدانہ عرض کیا کہ آپ یہاں تن تنہا نہ ملاح نہ کشتی کیسے چھوڑ دوں بس بلہور آبادی گنگا پور تک پہنچا کر ریل سے چلا جاؤں گا۔مولانا بابا نے فرمایا کہ کہاں کا ملاح کیسی کشتی ہمارا کھیون ہار ہمارے ساتھ ہے اور یا اللہ فرما کر گنگا ندی میں تشریف لے چلے میں نے دیکھا کہ پانی گنگا کا اس قدر پایاب کہ حضرت کے ٹخنے برابر رہ گیا میرے دل میں جو پہلے اندیشۂ دریا تھا یہ منظر دیکھ دور ہو گیا عرض کیا کہ حضرت میں بھی آرہا ہوں خیال رکھئے گا حضورِ اعلیٰ نے فرمایا کہ یافضل رحمٰن کہتا پانی میں چلا آ میں یافضل رحمٰن کہتا پانی میں چلا تو گنگا ندی اس طرح مجھے پایاب ملی جیسے

بارش سے کھیتوں میں پانی آجاتا ہے تھوڑی دور چلا تھا کہ شیطان نے مجھے ورغلایا کہ یہ تو سوچو کہ مولانا فضل رحمٰن صاحب خود تو یا اللہ کہتے ہوئے پار ہو رہے ہیں اور تم کو یا فضل رحمٰن کہتے آنے کی تعلیم دیتے ہیں کیا یہ تمہارا بھی وہی خدا نہیں جو مولانا فضل رحمٰن کا خدا ہے تم بھی یا اللہ کہو تو خدا تم کو نہ پار کردے میں نے بھی غور کیا کہ بظاہر بات ٹھیک ہے جیسے ہی یا اللہ کہا دس گیارہ فٹ پانی میں غوطہ کھا گیا پکارا کہ پیر و مرشد بچائیے ڈوبا جاتا ہوں مولانا بابا نے فرمایا کہ خود چکر میں پڑنا چاہتا ہے تو چکر بھی کھاتا رہے گا جو کہتا آرہا تھا وہی کہتا چلا آ۔ میں نے فوراً یا فضل رحمٰن کہا فوراً دریا کا پانی اس طرح ٹخنوں تک پایاب ہوگیا تقریباً ساڑھے سات سو گز پانی میں چل کر پار پہنچے خشکی پر آکر میں نے اپنا چادرہ سایہ میں بچھا کر عرض کیا کہ حضورِ اعلیٰ تشریف رکھیں میں بستی سے حقہ بھرا لاؤں پھر جلدی پہنچ کر حقہ حاضر خدمت کیا۔

مرید کو حاجت پیر (۲۹۳):

حقہ پی کر آپ بہت خوش ہوئے فرمایا تم کافی شعور دار ہو میں نے عرض کیا کہ یہ کیا راز ہے واضح فرمائیے کہ خادم یا اللہ کہے تو ڈوبنے لگے اور آپ یا اللہ کہیں تو پانی پر اس طرح چلیں کہ ٹخنے نظر آئیں حضورِ اعلیٰ نے فرمایا کہ بھائی اللہ تعالیٰ تک پہنچ لینا کیا دل لگی سمجھ رکھا ہے ابھی تم فضل رحمٰن تک تو پہنچے نہیں ہو خدا تو ابھی بہت دور ہے طالب کو شیخ کی مرید کو پیر کی اسی واسطے حاجت ہوا کرتی ہے کہ فنافی الشیخ میں مرید پہنچ کر بوساطت شیخ خدا تک پہنچے یہ نہیں تو خدا تک پہنچنا بھی نہیں خود سوچو کہ یا اللہ یا اللہ سب ہی کہا کرتے ہیں مگر اس طرح کہہ لینے سے خدا تک پہنچا کون ہے پھر آپ نے فرمایا کہ آؤ اس باغ سے چلیں باغ کے باہر ہوئے تو راجگیر مخدوم شیخ اخی جمشید صاحب قدس سرہٗ کے مزار شریف کے سامنے تھے اس پر مجھے پھر حیرت ہوئی مولانا بابا نے فرمایا کہ تم کو

حیرت کیوں ہے راندۂ درگاہ الٰہی شیطان ملعون قوت ناری سے چشم زن میں قطع مسافت کرتا آتا جاتا ہے تو نورانیت حق کے یہ پیکر اس نورِ حق کی طاقت سے بہ توفیق الٰہی جہاں چاہیں پلک جھپکتے آنے جانے سے تصرفات سے سرفراز کیوں نہ ہیں۔

گوگل کنھیا (۲۹۴):

نواب نورالحسن خاں صاحب رحمانی بھوپالی اپنے رسالۂ وادی الفت میں راقم.....ایک برہمن نے گوکل کنہیا کو دیکھا گوکل کنہیا نے کہا کہ ہم مولانا بابا کی زیارت کو آئے ہیں۔'' مختلف مریدین فضل رحمانی سے بھی گنگا ندی پر گوکل کنہیا سے ملاقات پر اپنا سلام مولانا بابا کو کہلایا دیگر اہل بستی نے بھی گوکل کنہیا کو مولانا بابا کے پاس آتے دیکھا۔

ثبوت دھو دینا (۲۹۵):

مولوی محمد علی صاحب رحمانی مرادآبادی صاحب کلمات طیبات نے فقیر نیاز احمد فیض آبادی سے بیان کیا کہ دو مرید حاضر خدمت ہوئے مگر گذارش کا موقعہ نہ پا سکے جب عصر کو مولانا بابا وضو کرنے تشریف لائے تو ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہم سے ایک شخص نے زمین فروخت کی روپیہ بھی ادا کرلیا مگر زمین نہیں دیتا ایک کاغذ پر حیلے سے پہلے ہی انگوٹھے لگوا لئے تھے اسی کو ہمارے خلاف ثبوت میں پیش کئے مقدمہ لڑ رہا ہے ہم بے دست و پا ہو گئے اس چالاکی سے اس نے ہمارا ثبوت کھو دیا۔ مولانا بابا نے اپنے ہاتھوں پر وضو کا پانی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ اس نے تمہارے ثبوت کھو دیا ہم نے مخالف کا ثبوت دھو دیا خدا کاش کر کرو یہ لوگ پیشی کے دن عدالت گئے مخالف نے وہاں بڑے تپاک سے مل کر کہا کہ ہم آپ صلح نامہ داخل کر دیں زمین آپ کے حوالے ہے۔ ان لوگوں نے صلح نامہ داخل کر کے زمین پر قبضہ کرلیا تو مخالف نے کہا کہ میں چند روز ہوئے کہ وہ حیلہ سے دستخط کرایا پرچہ دیکھ رہا تھا کہ آئندہ پیشی پر داخل کرنے کے لئے

اتفاق سے بیوی سے پانی پینے کو مانگا ان سے لوٹا لے کر پانی پینے لگا اک دم اُچھُو ہوجانے سے منہ سے بھی پانی منہ سے بھی پانی اور لوٹے کا بھی پانی اس طرح گرا کہ وہ کاغذ مکمل بھیگ گیا کھانسیوں کے حملے سے فرصت پا کر دیکھا تو کاغذ پانی اور کیچڑ میں لت پت تھا کپڑے سے پونچھا تو سب حروف بھی صاف ہو گئے اور کاغذ بھی گلنے سے پھٹ گیا۔ میں نے فوراً فیصلہ کرلیا کہ مجھے اب یہ زمین فائدہ نہ دے گی پھر تم سے بلاوجہ کیوں بگاڑ کروں۔

پیرانی کا گرنا اور کمال تقویٰ (۲۹٦):

ایک بار بڑی پیرانی صاحبہ (والدہ ماجدہ قیوم دوراں مولانا احمد میاں صاحب قدس سرہم) اندرون خانہ کسی وجہ سے گر پڑیں ماما کھڑکی میں پکارنے آئی دادا میاں اوّل چھپٹے اور مولانا بابا بھی اندر کو بڑھے دادا میاں اس وقت اگرچہ ستر برس کے تھے آپ نے جیسے ہی اپنی والدہ کو اُٹھانا چاہا مولانا بابا نے فرمایا کہ بیٹے احمد میاں تم اپنی والدہ کے ہاتھ نہ لگانا اور خود حضورِ اعلیٰ نے بڑی پیرانی صاحبہ کو اُٹھا کر پلنگ پر لٹا دیا۔ دادا میاں ملول خاطر مسجد میں آ کر بیٹھ رہے تھوڑی دیر میں مولانا بابا مسجد تشریف لائے اور دادا میاں کو طلب فرما کر کہا بیٹا تم کو اتنی جلد نہ ملول ہونا نہ فیصلہ کرنا چاہئے تھا پہلے سمجھ تو لو کہ تم کو اپنی والدہ کو ہاتھ لگانے سے کیوں روکا وجہ یہ تھی کہ مبادا بے خیالی میں کہاں سے کہاں اُٹھاتے وقت ہاتھ پڑ جاتا تو اجازت شرعی بھی گناہ شرعی بن جاتی۔ دادا میاں نے بڑھ کر حضورِ اعلیٰ کے ہاتھ چوم کر فرمایا کہ جس نے تقویٰ سنا ہو مگر دیکھا نہ ہو وہ اپنی آنکھوں سے سراپا تقویٰ دیکھ لے۔

زبان سے فرماتے ہی حافظ ہوجانا (۲۹۷):

حافظ عبدالرحیم خاں صاحب رحمانی ساکن امان آباد ضلع فرخ آباد بڑے مخلص

آستانہ و پابند شرع تھے تین چار یوم وہ ٹھہر کر خدمت مرشد کیا کرتے پھر واپس آجاتے ہفتہ عشرہ بعد پھر حاضر خدمت ہو جاتے ایک دن ان کو یہ تمنا ہوئی کہ اگر چہ بتیس برس کی عمر ہو چکی مگر پیر و مرشد دعا کر دیں تو میں قرآن حفظ کر لوں موقعہ پا کر عرض کیا کہ مجھکو تمنائے حفظ قرآن ہے مولانا بابا سن کر خاموش رہے تھوڑی دیر بعد بلند آواز سے اس طرح پکارا کہ حافظ عبدالرحیم امان آبادی یہاں آؤ میں فوراً حاضر آیا تو مجھے رخصت کی اجازت دے دی امان آباد تو پہنچ کر جب میں نے حسب معمول تلاوت کی تو وہ سب مجھے حفظ رہا اوّل روز میں سمجھ نہ پایا دوسرے دن جمعہ تھا روزانہ تلاوت کے بعد کچھ خاص سورتیں بھی پڑھیں وہ سب بھی حفظ ملیں جب ناظرہ تلاوت ختم کی تو بحمداللہ ایسا قرآن حفظ ملا کہ اچھے حافظوں کو بھی یاد نہ تھا۔

ساٹھ آدمی دو چپاتی (۲۹۸) :

چودھری حشمت علی صاحب رحمانی رئیس لکشام ساٹھ آدمیوں کے ساتھ بیعت کے لئے حاضر آستانہ ہوئے مولانا بابا علیہ الرحمہ نے سب کو بیعت کرنے کے بعد اپنے خادم امام علی سے کہا کہ اندر گھر میں جو کھانے کو ہو لے آؤ امام علی دو چپاتی دو کر لیے لائے کہا کہ بس اس کے سوا کچھ نہ تھا گھر کی ماما کے لئے رکھا تھا مولانا بابا نے اس کھانے کو اپنے رومال سے ڈھانک کر فرمایا کہ سب لوگ بسم اللہ پڑھ کر رومال کے نیچے سے نکال نکال کر کھاتے رہو حتیٰ کہ سب نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا بعد فراغت طعام چودھری صاحب نے عرض کیا کہ رومال اُٹھالوں مولانا بابا نے فرمایا کہ ہاں رومال اُٹھادو چودھری صاحب نے رومال اُٹھایا تو دیکھا کہ دونوں چپاتی دونوں کر لیے بدستور رکھے تھے۔

اصلی قاتل بتا کر ماخوذ مرید چھڑا دینا (۲۹۹):

حافظ عبدالرحیم خاں رحمانی امان آبادی مذکور نے بیان کیا کہ مولانا بابا کا ایک مرید

اس طرح الزام قتل میں پھانسا گیا کہ سب کو اسکے قاتل ہونے کا یقین ہو گیا جب مقدمہ سیشن میں آیا تو اس کی مرید والدہ مسماۃ نیاز ن ساکنہ بلگرام حاضر خدمت ہوئی ماجرا بیان کر کے رونے لگی مولانا بابا کو بہت ترس آیا آپ نے فرمایا کہ جا اپنے لڑکے سے کہہ دے کہ بسم اللہ پڑھ کر جج کو سلام کر لے نیاز ن اپنے وکیل مسٹر جیکسن بیرسٹر جو حضور اعلیٰ کے معتقد تھے کے پاس آئی اور بتایا کہ لڑکے سے یہ بتادیں بوقت پیشی پسر نیاز ن نے ڈسٹرکٹ جج مسٹر اسٹوارٹ کو حسب ہدایت سلام کیا۔مقدمہ شروع ہوا تو خود اسٹوارٹ جج نے اتنی جرح مدعی سے کی کہ اس کو اور اس کے وکیل کو جواب دیتے نہ بن پڑی تو جج نے کاغذات مقدمہ بڑھا کر کچھ دیر بعد کہا کہ آج میرا دل نہیں لگ رہا ہے کل سنیں گے اور بنگلے چلا آیا رات کو جب اسٹوارٹ جج سوئے تو خواب دیکھا کہ مقدمہ مذکور کا مقتول کھڑا کہہ رہا ہے کہ مجھکو فلاں شخص نے قتل کر کے میری لاش اپنے مکان کے فلاں حصہ میں توپ دی ہے جج سوتے سے اُٹھ بیٹھا سوچتا رہا کہ مقدمہ کی وجہ سے یہ تصورات کا کھیل ہے سونے کے بعد پھر دیکھا کہ وہی مقتول کھڑا کہہ رہا ہے کہ یہ خواب وخیال کی باتیں نہیں بلکہ حقیقت ہیں یقین نہ ہو تو میری بتائی جگہ کھود کر دیکھ کیوں نہیں لیتے جج مذکور کی پھر آنکھ کھل گئی اتنے میں اس کی میم (اہلیہ) بھی اٹھ بیٹھی اور بتایا کہ میں نے بھی مذکورہ کیفیت کا خواب دیکھا ہے اب تو جج کو بہت بیتابی ہوئی صبح ہوتے ہی مختصر سا ناشتہ کیا ٹیلیفون سے کچھ افسر و سپاہی مع فریقین کے وکلاء بلائے سب کو ساتھ لے جا کر کالا مئو پہنچ کر وہ جگہ تلاش کی خواب کے موافق اس کا نقشہ پایا مکیں مکان کو بلا کر اپنے قبضہ میں کیا پھر اس جگہ کھدوایا تو مقتول کی لاش وہاں سے برآمد ہوئی اور ساتھ ہی قاتل کا نام لکھا ہوا خنجر بھی برآمد ہوا پولیس سب کو لے گئی قاتل نے بھی اقبال قتل کر لیا اسٹوارٹ جج نے اصلی قاتل کو سزائے موت دیتے ہوئے ماخوذ مرید کو بری کیا اور سفارش کی کہ اس کو حکومت معاوضہ ادا کرے اور وہ پورا تحقیقات سابقہ کا عملہ نوکری سے برخواست کیا جائے۔

مسروقہ بیلوں کو دلادینا (۳۰۰):

حافظ عبدالرحیم خاں امان آبادی مذکور نے بیان کیا کہ ایک شخص کے جنس ہریانہ کے دو بیل کوئی چرا لے گیا مالک بیل نے حکام بالا کو بہت کھٹ کھٹایا جس سے پولیس بہت تلاش میں سرگرم رہی لیکن کچھ سراغ نہ ملنے پر از سر نو ایک حلقہ انسپکٹر سراغ رسانی پر مقرر کیا گیا یہ تاکید ہوئی کہ چالیس یوم میں بیلوں کو حاصل نہ کیا تو برخواست کردیئے جاؤ گے حلقہ انسپکٹر بہت گھبرائے اتفاق سے میں گنج مرادآباد شریف جارہا تھا حلقہ انسپکٹر علی شیر قنوجی مجھے ملے یہ ماجرا بتایا کہ بائیس روز ہو چکے کچھ سراغ نہیں ملا آپ مولانا بابا علیہ الرحمہ سے میری سفارش کردیں چنانچہ ہم دونوں آستانہ پہنچے میں نے واقعہ سرقہ بیان کیا مولانا بابا نے کچھ مراقبہ کے بعد فرمایا کہ اگر تم کو بیل مل جائیں تو تم چور کو گرفتار تو نہ کرو گے علی شیر صاحب نے کہا کہ چور کی گرفتاری قانونی ہے مولانا بابا نے فرمایا کہ تمہیں بیلوں سے مطلب ہے ہم نے دعا کردی بیل تم کو مل جائیں گے مگر چور کو چھوڑ دینا۔ دوسرے روز علی احمد جب واپس ہونے لگے تو مولانا بابا نے فرمایا کہ ریل پر کانپور کا چکر کھاتے کہاں جاؤ گے گنگا ندی کے راستہ قنوج چلے جاؤ۔ ہم دونوں براہ گنگا چلے۔ گنگا ندی پہنچے کچھ دور ریت میں چلنا پڑتا تھا ابھی نصف حصہ ریت چل پائے تھے کہ بڑے زور کی آندھی آئی اندھیرا چھا گیا نصف گھنٹہ بعد اُجالا ہو کر دھول چھٹی تو یہ کرامت ظاہر ہوئی دیکھا کہ ایک شخص بڑے قد آور لانبے کان کے دو بیل تھانے پچاس گز پر گھبرایا کھڑا ہے علی شیر صاحب فوراً بڑھے اور دونوں بیلوں کی ڈور پکڑ لی اس سے پوچھا کہاں رہتے ہو کدھر جاتا ہے اس شخص نے کہا کہ میں جمنا پار اٹاوہ ضلع کا رہنے والا ہوں جمنا کی ریت سے بیلوں کو لئے گذر رہا تھا کہ بڑی طوفانی آندھی آ گئی اب آندھی دور ہوئی تو اپنے کو یہاں پا کر خود حیران ہوں دو روز سے پریشان بھی اتنا ہوں کہ ان بیلوں کو اس کے مالک تک پہنچانے کی فکر میں ہوں علی شیر صاحب نے کہا کہ اب تم چپ

چاپ جہاں چاہو بھاگ جاؤ مگر کسی سے یہ بات ہرگز نہ بتانا مالک بیل میرے قصبے میں رہتا ہے میں اس کو پہنچا دوں گا۔ ہم سرکل انسپکٹر پولیس ہیں پھر علی شیر نے آوارہ گردی میں بیلوں کی یافتگی دکھا کر مالک کو بیل واپس کیئے خود ان کی ترقی ہوئی وہ جا کر مولانا بابا سے مرید ہوئے۔

لکھی سزا لکھ گئی رہائی(۳۰۱) :

احمد علی صاحب رحمانی فرخ آبادی ڈسٹرکٹ جج تھے قبل مریدی کا بیان واقعہ کرتے تھے کہ میں ایک مقدمہ قتل کرنے لگا اتفاق سے دوملزم جو مولانا بابا علیہ الرحمہ کے مرید تھے اور بقیہ چار نفر غیر متعلق تھے استغاثہ کا زائد ثبوت سالار بخش و مدار بخش ساکنان رُودین کے خلاف بموجب شہادت استغاثہ احمد علی صاحب ان دونوں افراد کے لئے ڈامل کی سزا تجویز میں لکھ کر شب میں سوئے ادھر شب کو سالار بخش مدار بخش نے خواب میں مولانا بابا کو دیکھا فرمارہے ہیں گھبراتے کیوں ہو صبح قدرت الٰہی دیکھ لوگے بوقت حکم جب یہ لوگ عدالت آئے تو ان کے رشتہ داروں کو اہیروں سے علم ہوا کہ ڈامل سے کم سزا نہ ہوگی وہ لوگ بہت گھبرائے مگر سالار بخش مدار بخش پر کوئی اثر نہ ہوا ادھر صبح سے احمد علی صاحب کو بخار چڑھا جو بڑھتا گیا اسی حالت میں یہ کچہری آئے مقدمات کئے حکم بذریعہ پیش کار سنائے جانے لگے اس مقدمۂ قتل کا بھی پیشکار نے حکم سنایا کہ سالار بخش ومدار بخش بری کئے جاتے ہیں بقیہ چار افراد کو ڈامل کی سزا دی جاتی ہے۔ وقفہ دوپہر میں جج مذکور کی طبیعت سنبھلی تو پیشکار سے اس قتل والی تجویز منگا کر پوچھا کہ کیا یہ حکم بھی سنا دیا پیشکار نے کہا کہ حضور ہی نے یہ بھی تجویز دستخط کر کے سنانے کو دی تھی اب خود جج صاحب نے جو پڑھا تو چکرا گئے سوچتے ہر چند ہیں کہ میں نے ان دونوں کو سزا لکھی تھی رہائی کیسے لکھ گئی اتنے میں سالار بخش و مدار بخش دستخط کے لئے لائے گئے احمد علی صاحب نے ان سے پوچھا کہ تم دونوں کون ہو ہم نے تم کو سزا لکھی تھی مگر رہائی

لکھی ہے انہوں نے کہا کہ ہم دونوں مولانا بابا علیہ الرحمہ کے مرید ہیں ہم نے حکم کی رات خواب میں مولانا بابا کو دیکھا فرماتے تھے گھبراتے کیوں ہو صبح قدرت الٰہی دیکھ لو گے احمد علی صاحب اسی دن گنج مرادآباد پہنچ کر مولانا بابا سے مرید ہوئے۔

کرامت چورن گولی (۳۰۲) :

سید حسام الدین صاحب رحمانی ڈپٹی کلکٹر کے ایک لڑکے ظہیر الدین صاحب حلقہ انسپکٹر تھے اتفاق سے وہ ایک الزام پر معطلی میں آ گئے یہاں تک کہ اپیل سے بھی بحالی نہ ہوئی گورنر یوپی کے پاس کاغذات گئے اور ظہیر الدین صاحب آستانہ حاضر آئے عرض حال کیا مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تم ہماری چورن گولیاں لے آؤ اور کھاتے ہوئے اپنے گورنر کے پاس چلے جاؤ ان سے ہمارا سلام کہہ دینا۔ ظہیر صاحب گولیاں خرید کر روانہ ہوئے پتہ لگایا تو معلوم ہوا کہ گورنر یوپی نینی تال میں ہیں راہ میں کبھی کبھی گولیاں کھاتے نینی تال پہنچے سوچتے جاتے کہ گولیاں ساتھ لے جانے کا بلا کسی مرض کے کیا راز ہے نینی تال میں مختلف تدابیر عمل میں لائے مگر گورنر سے صورت ملاقات نہ نکل سکی تین روز اسی فکر میں گذر گئے چوتھے روز ظہیر صاحب اس طرف بھی گئے جدھر خانساماں کھانا پکاتا تھا ان کو سخت پیاس لگی تھی خانساماں سے کہا بھائی ایک گلاس پانی پلا سکتے ہو اس نے کہا کہ تم کو اپنی پڑی ہے یہاں پیٹ کے درد کی وجہ سے میری لڑکی کی جان پر بنی ہے ظہیر الدین صاحب نے کہا کہ ہم بھی سرکاری آدمی ہیں گھبراؤ نہیں یہ چند گولیاں ہم سے لے کر چار ابھی کھلا دو چار دس منٹ بعد کھلا دینا خانساماں نے جلدی کرسی بچھائی ٹھنڈا پانی دیا اور گولیاں لے کر اپنے کوارٹر میں لڑکی کو کھلانے گیا پانچ منٹ کے اندر لڑکی نے آنکھیں کھول دیں بتایا کہ بہت آرام ہے پھر بقیہ چار گولیاں اور کھلائیں ذرا دیر بعد لڑکی کو اجابت ہوئی تو لڑکی کے پیٹ سے دو جونک تین تین انچ کی گر پڑیں اب لڑکی کو مکمل آرام تھا خانساماں ایک سینی میں توس مکھن انڈے چائے

لے کر آیا تو دیکھا کہ ظہیر صاحب خود بھی گولیاں کھا رہے ہیں کہا کہ لیجئے ناشتہ کیجئے میں آپ سے کچھ گولیاں اور لینے والا تھا مگر آپ کو خود کھاتے دیکھ رہا ہوں کیا آپ کو بھی یہی مرض ہے ظہیر صاحب نے کہا مجھے بہت بڑی تکلیف ہے بس دو مرتبہ کی گولیاں آپ اور لے لیں پھر خدا کے فضل سے ضرورت نہ ہوگی ہاں میری اتنی مدد کریں کہ گورنر صاحب سے میری ملاقات کا وقت طے کرا دیں یا یہ کہہ دیں کہ پیر پادری کے پاس سے آدمی آیا ہے خانساماں نے کہا کہ میں خود تو ملاقات نہیں کرا سکتا مگر کوشش ضرور کروں گا اس وقت سے آپ میرے مہمان ہیں قیام و طعام آپ کا میرے ساتھ ہے یہ وہاں ٹھہر گئے ڈیڑھ گھنٹہ بعد خانساماں آیا کہا کہ آج گورنر صاحب کے پیٹ میں کچھ درد ہے وہ ربڑ کی بوتل سے سینک رہے ہیں ظہیر الدین صاحب نے کہا کہ آپ گورنر صاحب کو اگر پیر پادری والی میرے پاس کی گولیاں کھلا سکیں تو قدرت خداوندی دیکھ لو گے یا اگر یوں نہ کہہ سکو تو اپنی لڑکی والا ماجرا بتا سکتے ہو کھانا نہ کھانا ان کی خوشی پر ہے خانساماں نے کہا لڑکی والا ماجرا ٹھیک رہے گا خانساماں جب پھر گیا تو اس نے اپنی لڑکی کا ماجرا بتایا گورنر سر لاٹوش نے کہا کہ کون پیر پادری کی بات ہے خانساماں نے کہا کہ گنج مراد آباد والے پیر پادری صاحب پاس سے ایک صاحب آپ کے پاس آئے ہیں انہیں کے پاس پیر پادری کی گولیاں ہیں سر لاٹوش خانساماں پر بہت بگڑے کہ تم نے پیر پادری کے پاس سے آدمی آنے کی اطلاع اب تک کیوں نہ کی اور اپنی لڑکی کا علاج کرانے کی خوب فرصت ملتی رہی لاؤ وہ گولیاں ہم کو دو خان ساماں نے چار گولیاں گورنر کو کھلائیں گورنر نے سکریٹری کو بلا کر کہا کہ پیر پادری صاحب کے پاس ہے آدمی آیا ہم سے ملانا تو در کنار خود تم اتنے بے خبر کہ اس کی پرواہ نہ کی کہ کون کہاں سے آتا ہے اب تم خود پیر پادری کے قاصد کے پاس جاؤ مہمان خانہ سرکاری میں ٹھہرا کر کھانا کھلاؤ اور چار بجے ہمارے ساتھ چائے پینے کے لئے کہو۔ اب ظہیر صاحب دل میں بہت مسرور خدا کے

مشکور بار بار کہتے کہ پیر ومرشد خوب رسائی کرائی وقت مقررہ پر چیف سکریٹری ظہیر صاحب کو لینے آیا ظہیر صاحب نے اوّل دو تین گولیاں کھائیں چیف سکریٹری نے کہا کہ کیا آپ کو بھی کچھ تکلیف ہے انہوں نے کہا کہ آپ اس کو نہ سمجھ سکیں گے یہ ہر کام میں آنے والی گولیاں ہیں پھر ساتھ چلے سر لاٹوش صاحب بڑے تپاک سے ملے اوّل حضور اعلیٰ مولانا بابا صاحب قدس سرہٗ کی اوّل خیریت پوچھی پھر معذرت کی کہ ہم کو دیر میں آپ کی اطلاع ملنے کا افسوس ہے آپ کو تکلیف ہوئی ظہیر الدین صاحب نے کہا کہ میں اپنے لئے دعا کو گیا تھا حضورِ اعلیٰ نے فرمایا کہ تم یہ گولیاں لے کر گورنر صاحب کے پاس جاؤ اور ہماری دعا کہنا آج تین دن سے میں کوشش ملاقات میں رہا گورنر نے کہا کہ یہ اور افسوس ناک بات ہمارے عملہ کی غفلت سے ہے پھر چیف سکریٹری سے حکم دیا کہ آج سے پورا خیال رکھا جائے کہ پیر پادری کی کسی قسم کی اطلاع یا قاصد کی بلا تاخیر ہم سے اطلاع ہوا کرے اور ظہیر صاحب سے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کچھ اور گولیاں بھی ہیں ظہیر صاحب نے کہا کہ پیر پادری نے جب گولیاں آپ کو پہنچانے کا حکم دیا میں نے آپ کے لئے علیحدہ لے لی تھیں وہ یہ ہیں باقی کچھ میرے کھانے کے لئے ہیں۔ سر لاٹوش صاحب نے حیرت سے پوچھا کہ آپ کو بھی کچھ اندرونی تکلیف ہے انہوں نے کہا کہ یہ گولیاں ہر تکلیف کا علاج ہیں انہیں گولیوں سے بہ فیض مرشد ایک معمولی حلقہ انسپکٹر آپ سے مشرف ہے گورنر صاحب نے کہا کہ ایسی بات نہ کہئے بلکہ یہ پیر پادری مولانا بابا کا احسان ہے کہ میرے اور میرے خانساماں کی لڑکی کے لئے آپ کے ہاتھوں قبل سے دوا روانہ کر دی اگر آپ کا کوئی کام ہو تو اس کی انجام دہی میں ہم کو خوشی ہوگی ظہیر صاحب نے کہا کہ مجھے دو سال سے معطل کر رکھا گیا ہے آخری فیصلے کے لئے آپ کے پاس کاغذات آ چکے ہیں گورنر نے اسی وقت میر منشی سے ان کے کاغذات منگائے کچھ دیر دیکھ کر حکم دیا کہ یہ فائل داخل دفتر کر دو ہم کو پورا یقین ہے کہ بابا مولانا

فضل رحمٰن صاحب کا مرید کسی بے ایمانی یا خیانت کو گوارا کر ہی نہیں سکتا وہ تو اپنی ملازمت سے زائد اپنی مریدی خراب ہونے اور اپنے پیر کی ناراضگی سے ڈرتا ہے آپ ہمارا پیر پادری صاحب سے بہت ادب سے جا کر سلام کہئے گا ہم گذشتہ دو برس کی تنخواہ اور آج سے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ مقرر کئے جانے کا حکم دیتے ہیں۔ظہیر صاحب وہاں سے آستانہ آئے مولانا بابا نے فرمایا کہ فقیر کی کولی دیکھی برابر انصاف کرتے رہنا۔

اصلی وائسرائے تو مولانا بابا ھیں (۳۰۳) :

ڈپٹی کلکٹر فریدالدین صاحب رحمانی پہلے تحصیلدار تھے تحصیلی عملے کی غلطی سے کچھ غبن نکلا تین آدمیوں کے ساتھ یہ بھی معطّلی میں آ گئے ہر جگہ ناکامی ہوئی گورنر یو پی کے وہاں کاغذات گئے۔فریدالدین صاحب نے حاضر خدمت ہو کر مولانا بابا سے عرض حال کیا مولانا بابا نے فرمایا تم پر جو غبن کا الزام رکھے گا خود وبال میں پڑے گا ہم ایک خط تم کو دیتے ہیں اپنے لاٹ صاحب کو پہنچا دو یہ لکھا۔''از فضل رحمٰن السلام علی من اتبع الہدیٰ مدام نظر بہ رحمت حق دارند ہراساں نہ شوند برائے حصول مقصد واستقامت شما در یں جا دعا کردہ ایم حامل رقعہ را توجہ دادہ باشند۔''اور ہدایت کی خط کو خود نہ پڑھنا فرید صاحب سوچنے لگے کہ پیلا کاغذ لال شنگرف کی روشنائی بلا لفافہ کا خط کیسے دے سکوں گا اتنا ضرور کیا کہ اس خط کو ایک لفافہ میں بند کر لیا لکھنؤ گورنر ہاؤس پہنچے چیف سکریٹری سے کہا کہ گنج مرادآباد شریف کے پیر پادری کا خط لے کر آیا ہوں۔وہاں سر جان کراستھویٹ گورنر یو پی کو وائسرائے کا حکم ملا کہ وہ فوراً لندن واپس جائیں وہ اس فکر میں تھے کہ کسی کو مولانا بابا کے پاس دعا کے لئے روانہ کریں چیف سکریٹری نے اطلاع کی کہ پیر پادری صاحب کے وہاں سے آدمی خط لے کر آیا ہے گورنر صاحب نے کہا پوچھنے کی کیا ضرورت تھی فوراً لے کر آؤ فریدالدین صاحب کو وہ لے کر آئے تو

سر جان کراسٹھویٹ بڑے تپاک سے ملے کھڑے ہوکرادب سے خط لیا کھول کر دیکھا کہا کہ آپ اس کو پڑھ کر مطلب بتایئے فرید صاحب نے مطلب بتایا تو سر جان کراسٹھویٹ نے کہا کہ اوہ پیر پادری کو میرے پوشیدہ معاملات تک کی خبر رہتی ہے فرید صاحب نے کہا کہ ان باخدا حضرات کو اگر یہ سب مکشوف خدا کی جانب سے نہ رہے تو پھر وہ باخدا کس بات کے اور مخلوق کی دستگیری کیسے ہو گورنر صاحب نے کہا بخدا ایسی بات ہے آپ نے میرے منہ سے یہ بات چھین لی مجھ کو سرکاری کارخاص سے لندن جانے کا حکم ملا ہے وہاں جا کر اگر اس عہدے پر واپس نہ کیا گیا تو میرے لئے بہت برا ہوگا مگر پیر پادری نے اسی اندیشہ پر مجھے مستقل گورنر رہنے کی نوید بخشی آپ مہمان خانہ میں ٹھہریئے ہم کل جواب دیں گے چیف سکریٹری فرید صاحب کو گورنری مہمان خانہ لایا اسی رات آٹھ بجے وائسرائے کا فون آیا کہ تم اپنی گورنری پر مستقل رہو جانے کی ضرورت نہیں سر جان کراسٹھویٹ صاحب نے فوراً فریدالدین صاحب کو بلا کر گرم جوشی سے ہاتھ ملا کر مستقل قیام کی خوش خبری سنائی اور بڑی عقیدت سے کہا کہ واقعی پیر پادری مولانا فضل رحمٰن بابا اصلی وائسرائے ہندوستان کے ہیں ہم لوگ نام کے حاکم ہیں اب آپ واپس جا کر یہ میرا شکریہ کا خط پیش کریں اور بہت ادب سے سلام کہنا پھر پوچھا کہ آپ کیا کرتے ہیں فریدالدین صاحب نے بتایا کہ میں ایک تحصیلدار ہوں عملے کی غلطی سے کچھ غبن ہوا تو جانچ ہوئی تین اشخاص اور میں معطلی میں آئے اب آپ کی آخری تجویز کیلئے کاغذات آئے ہیں گورنر جانکراسٹھوریٹ صاحب نے کہا کہ آج ہی ہمارے پاس اطلاع آئی ہے کہ نائب تحصیلدار اور قانون گو کی غلطی سے یہ غبن ہوا مکان کی تلاشی سے نقد بھی برآمد کرلیا گیا ہے اور وہ دونوں جیل میں ہیں لیکن میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ نہ یہ لوگ آپ پر الزام دھرتے نہ اس کا راز فاش ہوتا اور میرے لئے قبل التماس دعائے قیام ہوتی ہم نے ان لوگوں کے فنڈ بھی ضبط کرنے کا حکم دے دیا ہے۔

ہم آپ کو اوّل یوم مصطفٰی سے فرسٹ گریڈ کا ایس ڈی او اسی تحصیل کا مقرر کرتے ہیں او ر باقی آپ کے تینوں ساتھیوں کو بھی ترقی دیتے ہیں فرید الدین صاحب نے کھڑے ہو کر شکریہ ادا کیا سر جان کراسٹھو ریٹ صاحب نے کہا کہ آپ کیا اس طرح ہم کو شرمندہ کرنا چاہتے ہیں میں نے ایسا اسلئے کیا کہ پیر پادری مولانا فضل رحمٰن صاحب جس ذات پر اعتماد کریں یہ ترقی اس اعتماد کے احترام میں ہم پر واجب ہو جاتی ہے کیونکہ جو ذات لندن تک کے حالات اس طرح دیکھی ہو جیسے آئینے میں شکل دیکھی جائے پھر وہ اس شرکت غبن سے کیسے بے خبر رہ سکتی تھی جو ذات التجائے خیال دعا سے پہلے ہی دستگیری و خوشخبری سے نوازے میری نظر ایسا خدا رس ولی نہیں پاتی فرید الدین صاحب آستانہ آئے گورنر صاحب کا خط دے کر ماجرا سنایا مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا ان باتوں کو الگ رکھو پیلا کاغذ دیکھ لیا کہ تم کو بھی پیلا بنا گیا۔

کیا تم مولانا فضل رحمٰن نہ رہو گے (۳۰۴) :

افضل خاں آفریدی رحیم آباد والے حاضر ہوئے اتفاق سے اس وقت نواب خورشید جاہ حیدر آبادی نواب محمد اسحاق خاں میرٹھ والے نواب مرشد آباد وغیرہ مولانا بابا سے مرید ہو کر اشرفی نذر گذرنے لگے افضل خاں یہ دیکھ کر بہت مایوس ہوئے کہ میرے پاس صرف تین اٹھنی ہیں اتنے میں مولانا بابا نے وہ طلائی سکّے مستحقین میں تقسیم کر ڈالے پھر افضل خاں سے فرمایا کہ ہم کو دو اٹھنی قرض دے دو ہم آج ہی ادا کر دیں گے انہوں دونوں اٹھنی پیش کر دیں حضورِ اعلیٰ نے فرمایا کہ آٹھ آنہ کی ماش کی دال آٹھ آنہ کا باجرہ کا آٹا لے آؤ جب افضل خاں یہ سامان لے کر آئے حضرت نے وہ پکانے کو دے دیا تھوڑی دیر بعد اندرون خانہ گئے باہر جب تشریف لائے تو ایک باجرے کی روٹی اور مٹی کے پیالے میں دال ماش خود لا کر افضل خاں کو کھانے کیلئے دی امام علی خادم

سے فرمایا کہ حاضرین کو کھانا کھلاؤ باجرے کی روٹی دال ماش سب کو تقسیم ہوئی جب افضل خاں کھانا کھا رہے تھے نواب محمد اسحاق صاحب رحمانی میرٹھی نے چاہا کہ مولانا بابا کا لایا ہوا کھانا افضل خاں دے کر ان کے کھانے سے بدل لیں مگر افضل خاں نہ مانے افضل خاں نے تنہائی پا کر عرض کیا مولانا بابا نے فرمایا کہ جب سب مرید ہو رہے تھے اسی وقت تم کو بھی مرید ہو جانا تھا افضل خاں نے کہا میں سب سے جدا قسم سے مرید ہونا چاہتا ہوں حضورِ اعلیٰ نے فرمایا عجب اجڑ افغان ہو مریدی میں یہ کون جدا قسم نکال دی افضل خاں نے کہا کہ نہ تو میں کوئی اقرار کروں گا نہ اور مریدوں کی طرح سے کہوں گا حضورِ اعلیٰ نے فرمایا استغفر اللہ خالق ارواح سے روحوں نے جو قالوابلیٰ کا عہد کیا تھا اس بھولے ہوئے عہد روحانی کی مرید سے پیر از سرِ نو تجدید ایجاب وقبول کی قید سے دست بدست معاہدۂ بیعت سے کراتا اور خود گواہ بنتا ہے یوں سمجھو کہ ہر بندے کیلئے گناہ ہو یا نہ ہو کثرت حسن بندگی ہے کیا مرید ہی توبہ کے پابند ہیں اور جو مرید نہ ہوں وہ ہر بات میں آزاد ترک گناہ وتوبہ سے مستثنیٰ ہو جائیں گے۔ افضل خاں نے کہا یہ فلسفۂ بیعت جاننا آپ کا کام ہے ہم کو بلا کسی قول وقرار کے مرید کرنا ہو تو کر لو یا بتا دو کہ ہم مرید نہیں کرتے مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا عجب گنوار ہو خلاف سنت گفتگو کا ہمارے وہاں کام نہیں ہے افضل خاں نے کہا بابا تم لاکھوں سے یہی اقرار کراتے ہو اور لوگ اقرار کر لیتے ہیں ہم بھی تمہارے غلام ہیں اس مرتبہ تم ہماری طرف سے اقرار کر لو حضورِ اعلیٰ نے فرمایا سخت گھامڑ آدمی ہو بات بھی تو سمجھو افضل خاں قدرے آبدیدہ ہو کر بولے اُو خدا دیکھ مولانا بابا مسئلے پر مسئلہ تو بتاتے ہیں مگر مرید نہیں کرتے مولانا بابا نے جلدی سے افضل خاں کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا فرمایا نعوذ باللہ خدا سے الٹی ہماری شکایت کرتے ہو مگر اپنی خرافات نہیں دیکھتے افضل خاں نے قدم تھام کر کہا کہ بابا تم اتنے اونچے بزرگ ہو کہ بڑے بڑے بزرگ بھی تم کو اپنا پیشوا مانتے ہیں اگر ایک ردوا کھندوا گنہگار

بھی تمہاری بزرگی کی جھولی میں ایک کونہ میں پڑا رہے تو کیا تم مولانا فضل رحمٰن بابا نہ رہو گے یہ سنتے ہی سامعین بھی سکتے میں آگئے اور حضور اعلیٰ نے بھی سر جھکالیا کچھ دیر بعد سر مبارک بلند کیا فرمایا کہ تم کلمہ پڑھتے ہو وہ بولے نہ جانے کتنا پڑھتے ہیں پھر حضور اعلیٰ فرمایا کوئی پوچھے کہ کس سلسلہ میں مرید ہوئے کیا بتاؤ گے جب تک یہ نہ کہو کہ فلاں سلسلے میں داخل ہوئے افضل خاں بولے یہ تو ضروری کہنا ہوگا مولانا بابا نے اپنا ہاتھ افضل خاں کے ہاتھ میں پکڑا کر کہلایا لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ بیعت ہے رسول اللہ کی حضرت خواجہ شاہ محمد آفاق صاحب کے نقشبندیہ سلسلہ میں افضل خاں نے اس کو دوہرایا پھر حضرت شجرہ دے کر اٹھ پڑے۔ حاضرین نے افضل خاں کو پیر بھائی بننے اور اس خصوصی بیعت پر مبارکباد دی افضل خاں بولے کہ تم لوگوں کی مبارکباد واپس کرتا ہوں کیونکہ تم دوسری طرح مرید ہو میں دوسری قسم سے مرید ہوں اتنے میں مولانا بابا نے افضل خاں کو آواز دی یہ حاضر آئے تو فرمایا کہ تمہاری بیوی بھی ہم سے مرید ہو چکی ہیں بتایا کہ تمہارے پاس خرچہ نہ تھا اس لئے ساتھ نہ آسکیں تنہا تم آئے یہ تین روپیہ انہوں نے تم کو دیئے ہیں نیز یہ ایک روپیہ تمہارے قرض والا ہے۔ خان صاحب نے کہا کہ وہ قرض نہ تھا آپ کی نذر تھا پھر دریافت فرمایا کہ تم حُقّہ بھی پیتے ہو وہ بولے کہ دن میں پیتا ہوں آپ نے فرمایا کہ رات میں آنکھ کھلے تو حُقّہ پی لیا کرو سب تکان وخمار مٹ جاتا ہے افضل خاں گھر آئے تو بیوی نے کہا کہ خرچ کی تنگی سے تم مرید ہونے گئے ہم کو چھوڑ کر لیکن مولانا بابا خود تشریف لا کر ہم کو مرید کر گئے افضل خاں بولے کہ پہلے مرید ہونے سے ہوتا کیا ہے ہم تو سب سے جدا قسم سے مرید ہوئے ہیں وہ کیسے حاصل بیوی نے حیرت سے پوچھا کہ تم نے اپنی ٹانگ مریدی میں بھی ٹھونس دی یہ جدا قسم کی مریدی کیسی؟ افضل خاں بولے کہ تم سب وہ اقرار کرتے ہو جو پیر کہتا ہے میں نے اپنی رکھی پیر کی نہیں سنی۔ ہاں اتنی بات اور ہوئی کہ مولانا بابا نے رات کو بھی حقہ

پینے کو فرمادیا ہے بیوی نے کہا اسی واسطے جد اقسم کے مرید ہوئے کہ اب رات کو بھی حقہ بھروایا کرو گے افضل خاں نے کہا کہ ہم بھی مرید اور تم بھی مرید جھگڑا مت اب کرو دن کا حقہ تم بھرتی رہنا رات کا ہم خود بھرلیا کریں گے جیسے میری مریدی الگ تمہاری مریدی الگ ویسے دن کا حقہ الگ رات کا حقہ الگ جب رات کو سوئے تو پچھلے وقت آنکھ کھلی خان صاحب نے اٹھ کر حقہ بھرا پیتے رہے کچھ ہی دیر میں اذان کی آواز آئی اُٹھ کر فجر پڑھی یہی ہونے لگا کہ جب بھی جس وقت کی نماز کا وقت آتا اذان کی آواز سنائی دیتی اور نماز نہ چھوٹتی ایک شب فجر سے پہلے افضل کی آنکھ کھلی تو حقہ بھر کر پیتے رہے وہ ختم بھی ہوگیا مگر اذان نہ ہوئی بیوی سے بولے کہ آج اذان کہنے والا یا بیمار ہوگیا یا سو گیا ہم فجر پڑھے لیتے ہیں بیوی نے آسمان دیکھ کر کہا ابھی فجر کا وقت نہیں ہوا یہ تہجد کا وقت ہے تم چار رکعت پڑھ لو افضل خاں نے کہا کہ تمہاری مریدی پابندی والی ہے یہ تہجد تم پڑھو ہم بس فجر پڑھیں گے بیوی نے کہا کہ تم الٹی بات برابر کرتے ہو وقت نہ ہونے پر کوئی بھی نماز نہیں پڑھتا ہم مولانا بابا سے تمہاری یہ دخل در معقولات کہیں گے خان صاحب نے کہا کہ تمہاری خود الٹی بات ہے جبکہ تم میری مریدی سمجھ نہیں سکتی ہو بیوی نے کہا اچھی بات ہے ہم تو تہجد ضرور پڑھیں گے اور وضو کر کے تہجد شروع کر دیا خان صاحب خاموش دیکھتے رہے جب بیوی چھ رکعات پڑھ چکی تو خود وضو کر کے بارہ رکعات تہجد پڑھا بیوی نے پوچھا کہ اب تم نے کیوں تہجد پڑھا خان صاحب نے کہا کہ مریدی کی وجہ سے تہجد نہیں پڑھا ہے بلکہ بات یہ ہے کہ اگر تم تہجد پڑھو گی تو ہم سے بڑھ جاؤ گی مرد ہو کر خان کی بدنامی ہو گی کہ عورت سے پیچھے رہ گئے تم نے چھ پڑھیں تو ہم نے بارہ پڑھیں چند دن بعد عصر کے وقت جو اذان ہوئی افضل خاں بیوی سے بولے کہ بس اس گھر سے جلد نکل بھاگو یہ گھر خراب ہوگیا دوسرا گھر لے کر رہیں گے بیوی نے کہا خدا خیر کرے ہو کیا گیا خان صاحب نے کہا کہ تم کو بھی یاد ہے کہ کبھی اس گھر میں اذان

کی آواز نہیں آتی تھی اب پانچوں وقت برابر اذان کی آواز آتی ہے بیوی نے کہا تجھ سٹھیا گئے ہو ہم یہ خاندانی گھر ہرگز نہ بدلیں گے یہ تو مولانا بابا کا فیض مریدی ہے کہ اذان سنائی دے جاتی ہے اور نماز نہیں چھوٹ پاتی۔ شام کے کھانے کے بعد خان صاحب نے کہا بہت غور کے بعد یہ سمجھ میں آسکا کہ یہ گھر کی خرابی نہیں بلکہ میری مریدی خراب ہوگئی ہے کیونکہ ہم سب وہی کرنے لگے جو عام طور سے سب مرید کرتے ہیں یہ جدا قسم کی مریدی کب رہی برباد ہوگئی بس تم دو روپیہ قرض ہم کو دے دو تین روپیہ ہمارے پاس ہیں پیر صاحب کے پاس جا کر اپنی مریدی صحیح کرآؤں۔ چنانچہ چار سیر باجرے کا آٹا نصف سیر تمبا کو لے کر حاضر خدمت ہوئے یہ سب نذر دے عرض کیا کہ بابا بہت افسوس ہے کہ میری مریدی سب خراب ہوگئی۔ مولانا بابا نے مسکرا کر پوچھا کہ خان صاحب مریدی کیسے غلط ہوگئی جواب دیا کہ ہم کوئی قول وقرار نہ کرتے تھے مگر رات کے حقہ پینے کے بچن دینے سے پھنس گئے نہ رات کو حقہ پینے کا وعدہ کرتے نہ مریدی غلط ہوتی اب جبکہ پھنس ہی گئے تو جس طرح تم چاہو قول وقرار کرالو مریدی تو صحیح ہو جائے حضور اعلیٰ مسکرا کر بولے کہ بس جو کر رہے ہو یہی پابندی نماز قائم رکھو صحیح مریدی کی یہی پہچان ہے اتنے میں کھانا تقسیم ہوا افضل خاں نے کہا کہ ہم باجرے کی روٹی ماش کی دال اب نہیں کھا سکتے پہلی بار کھائی تو سب مریدی غلط ہوگئی۔

مرید کا پیر سے ناز و نیاز (۳۰۵):

ایک دن ایک بڑھیا عورت دروازہ ہی سے غل کرتی آئی کہ مولانا بابا کہاں ہو حاضرین نے سمجھایا کہ غل نہ کرو مولانا بابا حجرہ میں ہیں ابھی باہر آئیں گے مگر وہ نہ مانی اور حجرے کے پاس آکر تیز آواز سے بولی مولانا بابا کہاں ہو ذرا اپنے مرید کی خبر تو لو۔ اتنے میں آپ حجرہ سے باہر تشریف لائے فرمایا کیوں غل مچائی بڑھیا بولی ارے واہ بابا

ناسمجھوں کی طرح تم بھی اس کو غل کہتے ہو یہ تو اپنے پیر کو پکارنا ہے ہمارے لڑکے کو پھانسی کا حکم ہو گیا ہے لاٹ صاحب کے یہاں آخری اپیل ہے حضور اعلیٰ نے فرمایا کہ خدا سے ہم دل سے دعا کرتے ہیں بفضلہٖ تمہارا لڑکا چھوٹ جائے گا بڑھیا بولی کہ بابا اس وقت تم اپنی دعا اپنے پاس رہنے دو بس ایک ایسا تعویذ لکھ دو کہ لڑکا چھوٹ جائے آپ نے فرمایا عجب سڑی ہو ہم کہتے ہیں دعا کر دی تم کہتی ہو اپنی دعا اپنے پاس رکھو بوڑھی بولی واہ بابا یہ بھی اچھی زبردستی ہے ہم کو جس بات کی ضرورت ہے وہ جب تک نہ ملے کیسے مان لیں حضور اعلیٰ نے حاضرین سے فرمایا کہ اس بدعقل جاہل لٹھ کو تم ہی سمجھاؤ مولانا ابوالحسن رحمانی لکھنوی نے سمجھایا بوڑھی بولی کہ تم لڑکوں کے پڑھانے والے مولوی اس کو کیا سمجھو یہ تو ہم سمجھیں گے کہ ہمارے لئے کیا کافی ہے کیا نا کافی ہے یہ تم بیچ میں دخل دینے والے کون ہم جانیں اور ہمارے پیر جانیں مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ بھوت کی طرح پیچھا لینے والی قوم ہے نہ مان سکتی ہے نہ پیچھا چھوڑ سکتی ہے بڑھیا بولی یہ خوب رہی تم تو دنیا میں پیچھا چھڑائے لیتے ہو آخرت میں تو اور بھی بھاگو گے مولانا بابا نے بہ نرمی فرمایا کہ تمہارے اس پاگل پن پر کہتے ہیں کہ بات نہیں مانتی ہو بڑھیا بولی کہ سڑی پاگل بدعقل جاہل بھوت تو بنا چکے اب جو کسر بُرا کہنے میں باقی ہو وہ بھی پوری کر لو پھر چپکے سے ایک عمدہ تعویذ لکھ دو مولانا بابا علیہ الرحمہ اس جملے پر مسکرائے قلم دان طلب فرما کر لکھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

در کوئے نیک نامی مارا گذر نہ دارند
گر تو نہ می پسندی تغیر کن قضارا

پھر بوڑھی کو تعویذ بنا کر دے دیا۔مولانا ابوالحسن لکھنوی وغیرہ نے اس کو لکھ لیا اور منتظر رہے کہ پھانسی سے بچنے کی خبر دینے کب بڑھیا آتی ہے۔ٹھیک چھٹے روز پھر وہی بوڑھی ایک جوان کے ساتھ آئی کہا کہ بابا تمہارے غلام دیکھو تعویذ پہنتے ہی

چھوٹ گیا اسی واسطے تعویذ مانگا تھا اب اگر ایک بات کہیں تو مانو گے آپ نے فرمایا کہو کیا بات ہے بڑھیا بولی کہ برا بھلا جتنا چاہے اتنا کہہ لیا کرو مگر مریدوں کو تعویذ دینے میں ناز نہ دکھایا کرو۔ حضورِ اعلیٰ پھر مسکرائے حاضرین سے فرمایا کہ یہ ہماری پہلی بیوی کی سہیلی ہیں اس لئے شوخ بہت ہیں بڑھیا بولی ہاں بابا اب وہ ہماری ناز بردار کہاں اگر وہ ہوتیں تو تم اتنی خوشامد کیوں کراتے اچھا بابا ایک بات اور مان لو حضورِ اعلیٰ نے فرمایا کہ تمہاری سب بات پوری ہو چکی اب جاؤ اذان ہونے کو ہے بوڑھی بولی اور لیجئے کیا ہم کوئی شیطان ہیں جو اذان سے بھاگ جائیں گے۔ حضورِ اعلیٰ نے فرمایا کہ اچھا وہ باقی بات بھی کہہ ڈالو بوڑھی نے کہا ذرا ٹھنڈے دل سے سن لو کہ میرے بعد میرے گھرانہ والے اگر مقدمہ میں پھنسیں تو یہ ہی جلد چھوٹ جانے والا تعویذ انہیں دینا اس لئے اپنے پاس حفاظت سے رکھ لو گم ہونے یا بدلنے نہ پائے مولانا بابا نے فرمایا **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ** یہ کیا لگا رکھا ہے بوڑھی تیز آواز سے بولی غضب ہو گیا جب مرید پر خود پر لاحول پڑھے تو پھر مرید کا کہاں ٹھکانا ہے حضورِ اعلیٰ نے فرمایا کہ کس الٹے دماغ سے پالا پڑا ہے یہ تمہارے اوپر کب پڑھا ہے بلکہ تمہاری بات پر پڑھا ہے بوڑھی بولی ہماری بات پر پڑھا جب بھی ہم پر ہو گیا اب تم بابا اپنی زبان سے پکڑ گئے بس دل سے دعا دے ڈالو آپ نے فرمایا جیسے تم بتاؤ اس طرح دعا کریں بوڑھی بولی اتنی دیر بعد تم راہ پر آئے ہو یہ دعا کردو تمہارے بچے پھولے پھلیں دشمن روسیاہ اور ہم مصیبتوں سے محفوظ رہیں کمائی میں برکت رہے آپ نے یہی الفاظ ادا فرما کر ارشاد کیا کہ بس اب جاؤ بوڑھی بولی کہ بابا یہ تمہاری عادت بھگانے کی کیوں پڑ گئی۔ ابھی کیسے جائیں ہماری بات کہنے سے باقی ہے آپ نے فرمایا کہ کیا یہ تمہاری باتیں نہیں تھیں بوڑھی بولی کہ یہ تمہاری باتوں سے باتیں نکلتی چلی آئیں تم نے ہم کو اپنی بات کہنے کہاں دی۔ مولانا بابا نے فرمایا نعوذ باللہ تم ہم پر الزام رکھ رہی ہو اور سب کہتی چلی جاتی ہو آخر تمہاری وہ کون سی بات

ہے بڑھیا بولی معمولی بات ہے میرا اخیر وقت ہے اپنی کوئی چیز دیدو کفن بنائیں گے آپ نے خادم نور سے اپنا پونے دوگز والا رومال منگا کر دے دیا اور اٹھنے لگے۔بوڑھی جلدی سے بولی پھر اُٹھ کر بھاگنے لگے ایک بات اور مان لوحضورِ اعلیٰ نے فرمایا ایک بات اور ایک بات اور آخران دور سے آئے آدمیوں سے بھی ہم کو بات کرنی ہے بڑھیا بولی یہ کسی اور کو پٹی پڑھانا ان آدمیوں سے تو دن بھر رات بھر بات کرتے ہو اپنی مرید عورتوں کو انہیں مرد لوگوں کی وجہ سے وقت نہیں دیتے پھر تم عورتوں کو مرید کیوں کرتے ہو مولانا بابا نے فرمایا تم اُپدیش خوب دے لیتی ہو مگر کہتی کچھ نہیں ہو بڑھیا بولی تم ہی دوسرا ذکر نکال دیتے ہو اچھا اب ہمارے لئے دعا کردو حضرت پھر اس جملے پر مسکرا پڑے فرمایا کیا ابھی تمہارے لئے ہم نے دعا نہیں کی بڑھیا نے کہا پھر وہی بات کہہ دی میرے لئے دعا کرتے تو ہم کہتے کیوں وہ دعا تو ہمارے بچوں کیلئے تھی مگر ہم باقی رہ گئے بس اچھے دل سے یہ دعا کردو خدا ایمان کے ساتھ اُٹھائے بخشش فرمائے آپ نے یہ ہی الفاظ دو ہرا دیئے بڑھیا بولی کہ بابا بس ایک بات اور مان لو نہیں تو سب کیا دھرا برباد ہو جائے گا حضورِ اعلیٰ نے فرمایا تم سے جیتنا مشکل ہے جلدی بتاؤ کیا بات ہے بوڑھی نے کہا اصل بات جس کے لئے آئی وہی باقی ہے تم نے اپنے غلام کو مرید تو کیا نہیں آپ نے اس لڑکے کو مرید کیا بڑھیا بولی کہ ایک بات اور مان لو حضورِ اعلیٰ نے فرمایا اب کوئی بات نہیں رہی پھر آ جانا بڑھیا بولی واہ بابا اتنی خوشامد پر تو ایک بات پوری ہوئی آئندہ پھر نہ جانے کتنے پاپڑ بیلنا پڑیں اس لئے اپنے غلام کو ایک تعویذ دے دو حضورِ اعلیٰ نے وہ پہلے والا تعویذ دے دیا بڑھیا غل کرنے لگی کہ بابا تم نے یہ کیا ستم کر دیا پھانسی سے چھڑانے والا تعویذ دے دیا کیا پھر لڑکا پھانسی تک جا کر چھوٹے گا۔حضورِ اعلیٰ نے دوسرا تعویذ ۷۸۶ بنام آنکہ نامش حرز جاں ماست۔'' لکھ کر دے دیا بوڑھی بولی اللہ تمہارا سایہ دونوں جہان میں ہم مریدوں پر رکھے اچھا ایک بات اپنے غلام کی اب مان

لو آپ نے فرمایا کہ اب غلام کی طرف سے تم نہ جانے کب تک بھیجا چاٹو گی۔ بوڑھی بولی بابا ایسا نہ کہو تمہارا نیا مرید ہے اس کا دل ٹوٹ جائے گا تمہارے غلام کے بارہ برس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی حضورِ اعلیٰ نے فرمایا کہ اگر مرید کا پیر سے پختہ ربط ہو تو سب مراحل مرید ہونے ہی سے فتح ہو جاتے ہیں اور ہاتھ اُٹھا کر دعا فرمائی الٰہی بحق حبیب اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس لڑکے کو صاحب اولاد کر۔ بوڑھی بولی دیکھو بابا اس طرح خالی دعا پر ہم ٹلنے والے نہیں۔ ہماری بہو ہم سے لڑے گی کہ لڑکے کے لئے تعویذ لائیں بہو کے لئے نہ لائیں۔ اب تم پیر ہو کر بہو کو اپنے مرید سے لڑانا چاہتے ہو تو تعویذ نہ لکھو۔ حضورِ اعلیٰ نے ایک اور تعویذ لکھ کر دے دیا بوڑھی اُٹھ کھڑی ہوئی دو چار قدم چل کر لوٹی کہا بابا ایک بات اور مان لو بڑی بھول ہوگئی آپ ن فرمایا اب اس طرح یاد کر کر کے تم دماغ کھاؤ گی بوڑھی بولی کہ اس بات کے بغیر نہ دعا کام آئے گی نہ تعویذ اثر کرے گا حضورِ اعلیٰ پھر مسکرائے پوچھا ایسی کون سی بات ہے وہ بولی سب سے بڑی یہی بات ہے کہ ہم سے جو بے ادبی ہوگئی ہو دل سے معاف کر دو مرید کی حق اور ہے مرشد کی حق اور ہے آپ نے فرمایا ہم خوش ہیں تم بھی خوشی کے ساتھ گھر جاؤ۔

ججی چھوڑو یا ماخوذین چھوڑو (۳۰۶):

عبدالحق صاحب رئیس اسیون اناؤ میں ڈسٹرکٹ جج ہو کر آئے گنج مرادآباد کے چالیس مسلمانوں پر بلوہ ولوٹ مار کر مقدمہ سشن سپرد ہوا۔ ختم ثبوت پر جج صاحب چالیسواں ملزمان کو سزا لکھ کر رات کو سوئے خواب دیکھا کہ ایک بزرگ انگرکھا پہنے گول ٹوپی لگائے ایک طرف کان کی کپیا چپکی گول منور چہرہ عصا ہاتھ میں لئے تشریف لائے اور فرمایا کہ ماخوذ لوگوں کو چھوڑ دو۔ جج صاحب کی آنکھ کھلی خواب پر غور کرتے سوچا کہ اثرات مقدمہ دماغ پر ہیں پھر لیٹ رہے کچھ سوئے تھے کہ خواب میں پھر وہی بزرگ تشریف لائے فرمایا ہمارے کہنے کو خواب وخیال سمجھتے ہو ہم کہتے ہیں کہ سب ماخوذین

چھوڑ دو۔ ورنہ نوکری سے ہاتھ دھولو عبدالحق صاحب فوراً اُٹھ بیٹھے اپنی اہلیہ سے یہ واقعہ بتایا اور شب ہی میں اناؤ سے چل کر مزار شریف پر حاضر دی۔ فوراً واپس اناؤ ہو کر جوتا ریخ حکم تھی بڑھا دی اور پیش شدہ شہادتوں پر اب جو غور کیا حقیقت دیگر پا کر تجویز لکھی تو قلم عبدالحق بالکل حق لکھتا اور باطل کا پردہ چاک کرتا گیا یہ ایسا ناطق فیصلہ چالیس اشخاص کی بریت کا تھا کہ اس کے خلاف اپیل چیف کورٹ لکھنؤ بھی خارج ہوئی ۱۹۲۹ء میں حضرت مولانا شاہ رحمت اللہ میاں صاحب اس وقت سجادہ نشین تھے جج صاحب آکر بڑے بابا صاحب سے مرید ہوئے بڑے بابا صاحب نے دعا دی کہ بفضل رحمانی اب آپ کی ججی جاری رہے گی گورنمنٹ سے ریٹائرمنٹ کے بعد جے پور میں تاحیات جج رہے۔

جان لینے والے خود چھوڑ بھاگے (۳۰۷):

محمد اسماعیل رحمانی ساکن عبداللہ پور ضلع جالون ایک بوڑھے شخص ہیں بیان کیا کہ رات میں دو تندرست جوان میرے گھر میں گھسے اور دونوں نے چاقوؤں سے مجھ پر وار کرنا شروع کئے میرے منہ سے یہ نکلتا رہا کہ بابا پیر مولانا بابا کس وقت مدد کرو گے یا امام حسین اب نہیں تو اپنے خادم کو کب بچاؤ گے ان دشمنوں کا ہر وار میرے ہاتھ سے ٹکرا کر اِدھر اُدھر پڑتا رہا آخر کو وہ خود بولے کہ اس بڈھے میں اتنی طاقت کہاں سے آ گئی کہ ہم تھک گئے ادھر بوندیاں پڑنے لگیں ان کی بہن اُٹھی تو غل مچایا یہ دونوں بھاگے مگر اجیتاپور میں پکڑ لئے گئے ایک نے اس میں اقبال کرلیا سزایاب ہوا۔

قاتل کی معافی (۳۰۸):

محمد سلطان رحمانی ولد محمد یٰسین رحمانی ساکن حمید پور ضلع جالون سولہ سترہ سال کا لڑکا ہے اپنی اہلیہ پر اس کو کچھ شک ہوگیا رات کو سلطان رحمانی نے اپنی بیوی کو گلا داب کر مار ڈالا۔ صبح سب سے بتا بھی دیا۔ پولیس نے پوسٹ مارٹم کے بعد مقدمہ چالو کیا

سلطان رحمانی اس بیچ میں آستانہ شریف حاضر ہوا بہت معافی مانگی فقیر راقم الحروف بھی اس کی نوعمری پر متاثر رہا اس کو اطمینان دلایا کہ خدا بڑا غفار ہے نا اُمید اس کے کرم سے نہ ہو۔ چنانچہ سلطان رحمانی پر وہ فضل رحمانی ہوا کہ عدالت سے بے داغ بری ہوا۔

جسٹس سروزیر حسن اور مرید (۳۰۹) :

سروزیر حسن جو چیف کورٹ لکھنؤ کے جسٹس ہوئے اپنے دورِ ججی کا ایک واقعہ بیان کرتے تھے کہ میرے سامنے ایک مقدمہ قتل پیش ہوا۔ چار ملزمان قتل پر جب میں ارتکاب قتل کا خیال کرتا میرے بدن میں ناقابل ضبط تکلیف ہونے لگتی جب یہ خیال کرتا کہ یہ لوگ پھنسائے گئے ہیں بڑی فرحت وتسکین ملتی بحث کے پوائنٹ میں اسی عالم تکلیف وسکون میں لکھتا رہا قریب لنچ جب اُٹھنے کو تھا تو میری نظر ان ملزمان پر پڑی تو ان ہونٹ ہلتے ہوئے آرام کمرہ میں آ کر اردلی سے کہا کہ تم ان ملزموں سے ملکر معلوم کرو کہ یہ لوگ کچھ پڑھتے رہتے ہیں اردلی نے واپس آ کر بتایا کہ وہ لوگ اپنے کو مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب کا مرید بتاتے یا فضل رحمٰن مدد دے عام طور سے پڑھتے رہتے ہیں یہ سنتے ہی میرے دل پر عجیب اثر ہوا اور یہ خیال کہ اصلی ملزمان ماخوذ نہیں کیے گئے بلکہ عدالت والوں پر ڈھال دیا گیا دل میں جمتا چلا گیا میں نے طرفین کے لکھائے پوائنٹ پر جو نظر کی تو بے قصوری کے پوائنٹ میں زیادہ وزن وپختگی پائی تجویز لکھنے میں میرا یہ عالم سوچتا کچھ ہوں مگر لکھتا اور کچھ ہوں ختم تجویز کے بعد جو نظر ثانی کی تو بہت مُدلّل بریّت لکھ چکی تھی اور دل ودماغ پر بڑا لطیف سکون تھا چنانچہ چاروں ملزمان کو حکم رہائی دے کر مکان آیا تو خلش حاضری نے ایسا گھیرا کہ شب کاٹنا مشکل ہو گئی مولانا ابوالحسن صاحب رحمانی لکھنوی کو لے کر فائز آستانہ ہوا مولانا بابا سے شرف بیعت حاصل کیا تو حضورِ اعلیٰ نے فرمایا کہ تمہارے اس انصاف سے خدا تم کو بڑا جج بنا دے گا واقعی خلاف اُمید میں جسٹس ہو گیا۔

نواں باب

جوہر طریقت (۳۱۰):

حضور دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ بادام میں پوست ومغز وروغن ہوا کرتا ہے جس طرح پوست کا خلاصہ مغز اور مغز کا خلاصہ روغن ہے اسی طرح شریعت مانند بادام ہے شریعت کا جوہر طریقت اور طریقت کا جوہر حقیقت ہے۔(۳۱۱) ایک بار دادا میاں نے فرمایا کہ ہمارے پرنانا صاحب غوث اعظم قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ شریعت بال کی مانند اور طریقت مانگ کی مانند ہے پس جس کے سر پر بال نہ ہوں وہ مانگ نکالنے سے محروم ہے ایسے ہی شریعت پر عمل کے بغیر طریقت حاصل نہیں ہو سکتی۔

غسل شریعت و طریقت (۳۱۲):

دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ غسل کی چند قسمیں ہیں اوّل غسل نظافت گرد وغبار یا گرمی کی وجہ سے نہالینا دوسرے غسل صحت تیسرے غسل طہارت جنابت وگندگی سے پاک ہونے کیلئے نہانا۔ چوتھے غسل عبادت مخصوص عبادتوں کے لئے خاص طور پر نہانا پانچویں غسل شریعت باطنی ناپا کی اعمال حسنہ روزہ نماز واتباع سنت کی پابندی سے دور کرنا چھٹے غسل طریقت ہاتھ پیر کان آنکھ کو برائیوں اور ممنوعات سے بچا کر اتباع سنت

سے مجلّا کرنا۔ ساتویں غسل حقیقت دل سے ماسویٰ اللہ کو دھو دینا۔ آٹھویں غسل عشق اپنی آرزوؤں کا خون کرکے آرزوئے حق میں غرقاب رہنا۔

مراتب سماع (۳۱۳):

ذکر سماع پر دادامیاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ صاحب وجد کا دل اگر بالکل حق تعالیٰ کی جانب ہے تو اس کو سماع حلال ہے اگر صاحب وجد کا دل زائدتر حق تعالیٰ کی جانب ہے اس کو سماع مباح ہے اگر صاحب وجد کا دل بالکل مجاز کی طرف ہے اس کو سماع حرام ہے اگر صاحب وجد کا دل مکمل طور پر مجاز پر مائل نہیں لیکن زائدتر مائل بہ مجاز ہے تو اس کو سماع مکروہ ہے ایسا ہی ہمارے نظام الدین اولیاء صاحب قدس سرہٗ بھی فرماتے ہیں (۳۱۴) اسی جلسہ میں دادامیاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہمارے ابوالفتح صدرالدین سید محمد حسینی گیسودراز قدس سرہٗ نے وضاحت کردی کہ صوفیاء حضرات خیالات کو یکسو اور دل کو تمام تر ذات واحد کی طرف متوجہ کرنے کے مقصد سے سماع سن لیا کرتے تھے۔

مسئلہ اشراق وچاشت (۳۱۵):

کسی نے چاشت کی نماز کا وقت پوچھا دادامیاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ انسانی سہولت کے لئے چاشت کی نماز میں وقت کی وسعت رکھی گئی ہے لیکن اشراق پڑھ کر وقت اشراق ختم ہوتے ہی اوّل وقت چاشت پڑھنا افضل ہے حضرت نصیرالدین چراغ دہلوی علیہ الرحمہ کا خود بھی یہ ہی معمول تھا اور مریدوں کو بھی ہدایت کرتے تھے۔

قریب ودور سے سننا (۳۱۶):

مولانا عبدالحئی صاحب رائے بریلوی حضور اعلیٰ مولانا بابا سے مرید ہوئے انسان کے قریب دور سننے پر سوال کیا مولانا بابا نے فرمایا کہ خدائے نعیم نے اپنی صفات انسان

کوعطا فرمانے میں یہ راز رکھا ہے کہ انسان صفات الٰہیہ کا مظہر جامع ہو خدا نے انسان کو سمیع وبصیر کی جب صفت وقوت بخشی تو قریب و دور سے سننا سماعت میں داخل رہا فرق یہی ہے کہ انسان کو یہ عطائی صفات سمع وبصر وتصرف کتنی ہی وسیع کیوں نہ دے دی جائیں فانی ومحدود بہر حال رہیں گی پھر خدا کی صفات ذاتی وغیر محدود سے مشارکت ہوہی نہ سکے گی یادکرو طبرانی میں یہ حدیث مروی ہے کہ مَا مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّيْ عَلَيَّ اِلَّا بَلَغَنِيْ صَوْتُهُ حَيْثُ كَانَ ۔ رسول آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی میرے اوپر درود بھیجے مجھکو اس کی آواز سنائی دیتی ہے خواہ وہ کسی مقام سے پڑھے پھر قریب ودور سے سننے پر اعتراض کیوں ہے۔

آنحضور هم کو رحمتیں کرتے هیں (۳۱۷) :

درود شریف پڑھنے کی جب مولوی عبدالحیٔ صاحب رحمانی رائے بریلوی نے اجازت چاہی تو اس کی اجازت دیتے ہوئے مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حدیث میں وارد ہے کہ عرش کے ستون پر لکھا ہے کہ جو میرا مشتاق ہے میں اس پر رحم فرماؤں گا جو مجھ سے مانگے میں اس کو دوں گا اور جو میری طرف بذریعہ درود اور بوسیلۂ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزدیکی حاصل کرے میں اس کے گناہوں کو بخش دوں گا اگر چہ سمندر کے جھاگوں کے برابر اس کے گناہوں پھر قاضی عابد علی صاحب رحمانی رئیس باڑی سیتاپور نے سوال کیا کہ کیا آنحضور بھی سلام اور درود کا جواب مرحمت فرماتے ہیں مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حدیث ہے کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب کوئی میرے اوپر صلوات الٰہی بھیجتا ہے تو خدا میرے اوپر رحمتیں نازل کرتا ہے اور میں اس پڑھنے والوں کو لوٹا دیتا ہوں۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ جب کسی نے کہا کہ یا اللہ اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اپنا پیارو رحمت نازل فرما تو خدا وہ پیارو رحمت

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرماتا ہے اس پر آنحضور فرماتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی فُلَانٍ۔ یا اللہ فلاں شخص کو اپنی رحمت پہنچا یہ مطلب ہے اس ارشاد کا کہ میں اس پڑھنے والے کو لوٹا دیتا ہوں یہی وسیلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آنحضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی مخصوص رحمتیں عطا فرماتا ہے اور آنحضور ہم کو رحمت عطا کرتے ہیں اسی طرح آنحضور اپنے اوپر سلام پڑھنے والے کو اس کی حیثیت کے موافق جواب سلام بھی عنایت فرماتے ہیں۔

حصولِ اولاد کا خزانہ (۳۱۸) :

مولوی عبدالحیٔ صاحب رحمانی رائے بریلوی مذکور نے حصول اولاد کے لئے دعا چاہی مولانا بابا صاحب نے فرمایا کہ حدیث میں سب کچھ تدبیر بتا دی گئی ہے مسند امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یہ حدیث مروی ہے کہ کسی نے آنحضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اولاد سے محرومی کی شکایت کی آنحضور نے فرمایا اَیْنَ اَنْتَ مِنَ الْاِسْتِغْفَارِ وَالصَّدَقَةِ کہ تم استغفار اور صدقات سے کیوں دور رہے انہوں نے استغفار و صدقہ زیادہ کیا تو ان کے تو اولاد ہوئیں۔

نواب رامپور اور منظر توکل (۳۱۹) :

نواب حامد علی خاں صاحب رحمانی نواب رامپور نے قیوم دوراں مولانا شاہ احمد میاں صاحب علیہ الرحمہ کی پہلی بھیت میں خبر آمد سن کر رام پور بیعت ہونے کے لئے تکلیف دی چنانچہ حضرت رامپور تشریف لے گئے فقیر نیاز احمد فیض آبادی کو بھی حکم ہمراہی اور لوگوں کے ساتھ ہوا کمال عقیدت سے نواب صاحب اسٹیشن سے استقبال کر کے محل تک لائے اوّل خود مرید ہوئے پھر اپنی بڑی و چھوٹی دونوں بیگمات کو زنانہ محل ایک پالکی پر سوار کر کے لے چلے خود نواب صاحب خلوص عقیدت سے دادا میاں کی

نعلین ہاتھ میں لئے پالکی کے ہمراہ مؤدبانہ یہ کہتے چلے کہ آج حامد علی اپنی اصلی شکل میں حامد علی ہے دونوں منکوحہ بیگمات مرید ہوئیں تو تین چاندی کی سینی خوان پوش قیمتی ڈھانکے تین ملازم سر پر اُٹھائے لائے نواب صاحب نے کہا کہ اوّل سینی میں حضور عالی کا نذرانہ مع نقد و جوڑا دوسری سینی میں آپ کے دونوں صاحبزادوں کے جوڑے اور دونوں بہوؤں کے جوڑے اور گلے و ہاتھ و کان و پیر کے جڑاؤ زیورات ہیں تیسری سینی میں آپ کی اہلیہ صاحبہ اور تینوں دختران کے جوڑے مع ہاتھ پیر کان و گلے کے جڑاؤ زیورات و نقدی کے ہیں شرف قبول بخشا جائے دادا میاں نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم کو دارین میں جزائے خیر عطا کرے خادموں نے فرمایا سینی رکھ دو پھر اسی وقت حاضرین دربار نواب صاحب میں ان اشیاء کی تقسیم شروع کر دی کہ یہ تم لڑکیوں کی شادی کرنا کسی سے فرمایا یہ تم لو اپنا قرض ادا کرنا کسی سے ختنہ و عقیقہ کے نام پر کسی سے لڑکوں کی خانہ آبادی پر وہ جڑاؤ زیور و نقدی بانٹ دی جب سب تقسیم کر چکے تو سینی برداروں سے فرمایا کہ اب تو کچھ فقیر کے پاس رہا نہیں تم تینوں ایک ایک سینی مع خوان پوش تقسیم کر لو۔ پھر یا اللہ تیرا شکر و احسان ہے فرماتے اُٹھ کھڑے ہوئے قیام گاہ تشریف لائے سارا محل اس منظر توکل و استغنا دیکھ کر گم سم رہ گیا نواب صاحب کے لب پر بار بار یہی تکرار کہ درویش ہو تو ایسا توکل ہو تو ایسا۔ ماحضر کے بعد نواب صاحب نے فقیر نیاز احمد رحمانی فیض آبادی اور مہدی حسن شاہ رحمانی لکھنوی سے کہا کہ حضورِ عالی نے یہ ڈیڑھ لاکھ کے قریب نذرانہ تو سب تقسیم کر دیا زادِ راہ کی اب کیا شکل ہوگی میری بڑی موٹر سے سفر مناسب ہوگا یہ گیارہ ہمراہی بھی آسانی سے جا سکیں گے فقیر نیاز احمد نے دادا میاں سے نواب صاحب کی یہ خواہش بتائی حضورِ عالی نے فرمایا کہ فقیر کو نہ آرام کی فکر نہ تکلیف سے تم آگے روانہ ہو کر دو ٹکٹ دوسرے درجہ کے باقی دس تیسرے درجہ کے حاصل کرو ہم آ کر دام دیتے ہیں جب نواب صاحب حضورِ عالی کو اسٹیشن پہنچانے لائے تو اسٹیشن

ماسٹر علی حیدر زیدی رحمانی مرید ہوئے اور جملہ بارہ ٹکٹ پیش کر کے ملتجی ہوئے کہ یہ خادم کی طرف سے نذر قبول ہو نواب صاحب خدا خود میرا سامان ست اصحاب تو کل را کہتے رہ گئے اور ریل آپ کو لے چل دی۔

پنڈت جواھر لال نھرو (۳۲۰) :

مولانا حکیم شاہ نیاز احمد صاحب رحمانی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ وزیر بھوپال منشی امتیاز علی صاحب رحمانی کا کوروی سے ملنے پنڈت موتی لال نہرو آئے منشی صاحب گنج مراد آباد شریف کے لئے تیار تھے حضرت مولانا احمد میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کا تذکرہ سن کر موتی لال جی کو بھی شوق زیارت ہوا دوسرے روز اسٹیشن سے ساتھ ہونے کا وعدہ کر کے وہ چلے گئے دوسرے دن موتی لال جی جب اسٹیشن پر ملے تو ان کے ہمراہ پنڈت جواہر لال نہرو جو اس وقت تعلیم ختم کر چکے تھے بھی آئے یہ سب آستانہ پہنچے نیاز احمد فیض آبادی نے سب کی پیشی کرائی موتی لال جی نے ایک بیش قیمت جیبی گھڑی دادا میاں کو نذر کرتے ہوئے عرض کیا کہ حکومت سے اتنے اختلافات بڑھ گئے ہیں کہ رہنا سہنا اجیرن کر دیا ہے دادا میاں کچھ دیر ساکت رہے پھر فرمایا یہ تو غلط ہے کہ تمہارا رہنا سہنا اجیرن کیا گیا بلکہ تم کو اس کا خطرہ جن سے ہے ان کا رہنا سہنا خود دیکھ لینا اجیرن ہو چکا ہے موتی لال جی نے کہا کہ یہ تو یقین ہے کہ حضور عالی کی دعا سے خدا ایسا ہی کرے گا یہ میرا بچہ جواہر لال نہرو بھی ہمراہ آیا ہے اس کی حفاظت و ترقی کی دعائے خاص فرمایئے کیونکہ حالات بڑے خلاف ہیں دادا میاں علیہ الرحمہ نے جواہر لال نہرو جی کو کچھ دیر غور سے دیکھا پھر فرمایا میاں امتیاز علی فقیر کے یہاں ہندوستان کے وزیر کو کہاں لے آئے؟ موتی لال جی نے کہا کہ حضور عالی وزارت تو بہت دور کی بات ہے حفاظت و معاشرت مشکل ہو رہی ہے دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حالات خلاف ہونے سے کیا ہوتا ہے بس خالق کائنات خلاف نہ ہو تمہاری خواہش پر ناچیز فقیر

نے بہت دور تک تمہارے بچے جواہر لال کے لئے دعا کردی ہے جواہر لال کو بھی وزیر ہند خدا بنائے گا اور ان کی اولاد میں سے بھی وزیر ہند بنائے گا۔" جب میں (راقم الحروف رحمت ونعمت) اپنے ہم زلف سید نورالحسن صاحب ایڈوکیٹ کٹرہ الٰہ آباد کے لڑکے سید انوارالحسن سلمہٗ کے عقد میں جو ڈاکٹر سید محمود صاحب بہاری دہلوی سابق منسٹر کی دختر سے ہوا شریک ہوا تو ڈاکٹر سید محمود صاحب نے اپنے اسلاف کی پرانی وابستگی آستانہ پر کمال عقیدت سے مجھ کو نکاح پڑھانے کے لئے منتخب کیا جب میں نے نکاح پڑھا کر اپنے دستخط بھولے میاں گنج مرادآبادی نکاح نامہ پر کئے تو اپنے بچپن کے ساتھی کے بطور پنڈت جواہر لال نہرو چیف منسٹر اور صدر ہندوستان راجندر پرشاد جی نے بہ حیثیت گواہان نکاح اپنے اپنے دستخط نکاح نامہ پر کئے تو گنج مرادآباد کے نام پر پنڈت نہرو کچھ یاد کرنے لگے یہ دیکھ کر ڈاکٹر سید محمود صاحب نے میرا تعارف پنڈت نہرو اور پریسیڈنٹ صاحبان سے کرایا حافظ محمد ابراہیم صاحب رحمانی گورنر نے مولانا بابا اور دادا میاں کی وضاحت کی پنڈت نہرو کو وہ بشارت یاد آگئی اس کرامت کو مذکورہ بالا طور دوہرا کر کہا کہ میں تو اس دعائے وزارت اور وسعت دعا سے سرفراز ہوں اور ہمارا رہنا اجیرن کرنے والوں کا رہنا اجیرن بھی دیکھ چکا لیکن میری اولاد کی وزارت کا حصۂ دعا باقی ہے دیکھیں کہ کب وقت آتا ہے پھر شری اوما شنکر جی دیکچھت ایم۔ پی ۱۹۶۹ء ماہ فروری میں آستانۂ گنج مرادآباد آئے اور یہ تذکرہ دوہراتے ہوئے کہا کہ وہ باقی دعا اندرا گاندھی کی وزارت سے کرامت در کرامت ہوگئی۔

گورنر حافظ محمد ابراھیم صاحب (۳۲۱) :

حافظ محمد ابراہیم صاحب گورنر بھارت حکومت نے بیان کیا کہ میرے والد صاحب مولانا شاہ قبلہ فضل رحمٰن صاحب قدس سرہٗ سے مرید تھے ان کے وصال کے بعد جب وہ حاضر آستانہ ہوئے تو مجھ کو بھی ہمراہ لائے حضرت مولانا شاہ احمد میاں صاحب قبلہ

قدس سرہٗ سے مجھکو مرید کرانے کے بعد عرض کیا کہ محمد ابراہیم سلمہٗ کو حفظ کرانے کے لئے بٹھا لا ہے دعا فرمائیں کہ خدا حافظ کامل کر دے دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ایک حفظ کلام ربانی ہی نہیں بلکہ حفظ نظام دنیاوی میں بھی ترقی دے کر خدا گورنری دے گا۔موصوف کی دعا سے مجھے بلا محنت حفظ ہو گیا لیکن دعا کے دوسرے حصہ کا انتظار رہا یہاں تک کہ موصوف کی دعا سے گورنر بھی ہوا اس وقت سب پر آپ کی بلندی مراتب وقوت کشف ظاہر ہوئی۔

آپکی یاد ھی سے مطلب حاصل (۳۲۲) :

مہاراجہ سرکشن پرشاد کسی وجہ سے نظام دکن کے عتاب میں آ گئے مختلف تدابیر سے بھی کچھ نہ ہوا نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی رحمانی نے بتایا کہ آپ قیوم دوراں مولانا شاہ احمد میاں صاحب کے پاس دعا کے لئے جایئے وہ دادا میاں کو یاد کرتے گنج مراد آباد روانہ ہوئے یہاں آستانہ پر علامہ شیخ احمد مکی سے دادا میاں نے فرمایا کہ کشن پرشاد حیدرآبادی سے تو تمہاری ملاقات ہوگی ہم نے ان کے لئے دعا کر دی خدا نے ان کا کام بنا دیا تم ان سے مل کر بتاؤ کہ یہاں اب آنے کی ضرورت نہیں بلکہ جتنی جلد حیدرآباد واپس پہنچ سکیں ان کے لئے اس میں بہتری ہے احمد مکی عرب یہ وقت نوٹ کر لیا۔ادھر حیدرآباد سے مہاراجہ کی روانگی کے کچھ دیر بعد نظام دکن ان سے خوش ہو گئے قاصد بلانے کو بھیجا پتہ چلا کہ سوا گھنٹہ ہوا کہ وہ گنج مراد آباد گئے نظام دکن نے کہا ایک خاص آدمی تیزی سے جائے جہاں بھی مہاراجہ ملیں ساتھ واپس لے کر آئے چنانچہ دوسرے گھنٹہ میں قاصد خاص روانہ ہوا یہ وقت ۹ بجے دن کا تھا اور اسی وقت احمد مکی عرب سے دادا میاں نے آستانہ پر یہ فرمایا تھا۔مہاراجہ لکھنؤ ہو کر گنج مراد آباد آئے اور قاصد کانپور سے سیدھا گنج مراد آباد آیا اس لئے مہاراجہ کو تلاش کر رہا تھا کہ مہاراجہ آ گئے قاصد نے نظام دکن کا پیام سنایا مہاراجہ دادا میاں سے ملاقات کرنا

چاہتے تھے کہ عرب صاحب احمد مکی نے دادا میاں کی ہدایت بتائی مہاراجہ قاصد کے ہمراہ حیدر آباد پہنچے تو نظام دکن نے ان کو پہلے سے زائد نوازا۔

مرید کی منتقلی سے اپنی تنزلی (۳۲۳):

حیدر علی قنوجی تحصیل صفی پور کے جمعدار چپراسی تھے ان کو افسروں سے اجازت ملتی جب بھی نہ اجازت ملتی تب بھی وہ گنج مراد آباد شریف نماز جمعہ کے لئے دادا میاں صاحب کی اقتدا میں آیا کرتے دادا میاں صاحب نے حیدر علی کو بتادیا تھا کہ بستی کے کونہ پر جو باغ ہے اس سے پگڈنڈی کی راہ پیدل شکل میں آیا جایا کریں حیدر علی رحمانی کا چدرہ میل فاصلہ تحصیل نصف گھنٹہ میں آنے پر نصف گھنٹہ جانے میں طے ہوجایا کرتا ایک نئے تحصیل دار آئے دوسرے چپراسیوں نے ان کو حیدر علی کی یہ بات بتائی تو تحصیلدار حیدر علی پر بہت بگڑے حیدر علی نے کہا بھی کہ میں صرف جمعہ کی نماز اپنے پیر کے پیچھے پڑھنے جاتا ہوں اور اس کا بدلہ اتوار کو کام کرکے پورا کردیتا ہوں اسی وجہ سے افسران مجھ کو نہیں روکتے تحصیلدار نے کہا کہ یہ ہم کچھ نہیں جانتے اگر ایسا آئندہ کیا تو جمعداری سے اُتار کر اٹاوہ تبادلہ کردوں گا۔ آئندہ جمعہ کو حیدر علی پھر بلا بتائے گنج مراد آباد جمعہ پڑھنے آئے بوقت رخصت دادا میاں نے فرمایا کہ تم گھبراتے کیوں ہو جو تم سے عنادر کھے گا بھاؤ بھگتے گا۔ حیدر علی جیسے ہی تحصیل آئے فوراً دوسرا چپراسی آیا کہ تحصیلدار نے بلایا ہے یہ گئے تو تحصیلدار نے کہا کہ کل تحصیل کھلتے ہی دس بجے چارج دے کر عدالت بند ہونے سے پہلے اٹاوہ ضلع میں حاضری لکھا کر حکم تبادلہ وتنزلی جمعہ داری کے منتظر رہو۔ دوسرے روز سنیچر کو ناشتہ سے فارغ ہوکر حیدر علی کے خلاف کاغذات مرتب کئے جیسے ہی وہ تحصیل میں آئے ضلع اٹاوہ کا چپراسی حکم نامہ لے کر آیا کہ تم اپنی سابقہ نائب تحصیلداری پر واپس کئے جاتے ہو چونکہ کل اتوار کی تعطیل ہے اس لئے پیر کو تحصیل کھلنے پر چارج دے کر دفتر ضلع حاضری دو اور اٹاوہ تبادلہ کا حکم نامہ حاصل کرو۔

تحصیلدار بہت پریشان ہوئے لوگوں نے کہا یہ حکم ملتوی ہونے کی کوئی تدبیر اب نہیں رہی کچھ دیر بعد کسی نے کہا کہ اگر حیدر علی جمعدار اپنے پیر صاحب سے دعا کرادیں تو سب ممکن ہے۔تحصیلدار نے حیدر علی کو بلا کر بہ نرمی کہا کہ نہ تمہارا تبادلہ کرنا ہے نہ درجہ کم کرنا ہے یہ تو سب کے سامنے قانونی پابندی رکھنے کیلئے کہا تھا تم شوق سے اپنے پیر صاحب کے وہاں جمعہ پڑھنے جایا کرو مگر اتنا کام ہمارا بھی کردو کہ ہمارے لئے اپنے پیر صاحب سے دعا کرادو۔حیدر علی نے کہا دیکھ لیجئے مجھکو بخار ہے کل اتوار ہی کو صبح روانہ ہوکر دعا کرالاؤں گا۔سنیچر کو ساڑھے تین بجے دن پھر ضلع سے خاص چپراسی حکم لے کر آیا کہ فی الحال وہیں تحصیلداری پر کام کرو۔اس واقعہ کے بعد سے کوئی افسر حیدر علی کو کہیں آنے جانے پر نہ روکتا۔

عبدالغنی صاحب (۳۲۴) :

عبدالغنی صاحب رحمانی ڈسٹرکٹ جج (جوسر غلام حسن بٹ جسٹس چیف کورٹ لکھنؤ کے خسر ہیں) اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میرے سامنے چار ملزمان قتل کا مقدمہ پیش ہوا حالات ان کے بہت خلاف تھے مجھکو ایک ملزم بہت سیدھا معلوم ہوا برابر نظر جھکائے خاموش کھڑا رہا کرتا بحث کے خاتمہ پر شب میں دونوں طرف کے لکھائے ہوئے ہوا ئنٹ پر غور کررہا تھا کہ نیند کا غلبہ ہوا کاغذات رکھ کر سو گیا تھوڑی دیر بعد خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک خوشنما قطعہ ہے پہلے کچھ لوگ آئے انہوں نے فرش بچھایا داہنے اور بائیں دو اور بیچ میں ذرا اونچے پر ایک مسند لگائی اتنے میں لوگ آکر بیٹھنے لگے ان کے بعد دو تین بزرگ آکر بائیں جانب مسند پر بیٹھے کچھ وقفہ سے دو تین بزرگ داہنی جانب تشریف فرما ہوئے مختصر وقفہ میں ایک بزرگ گول چہرہ گول داڑھی سفید انگرکھا پاجامہ پہنے عمامہ دو چار حضرات کے ساتھ آکر بیچ والی مسند پر بیٹھ گئے حاضرین سب کھڑے استقبال میں ہوئے وہ ساتھ والے بھی اپنی اپنی نشستوں پر جا بیٹھے کچھ خدام کچھ لوگوں کو

لاتے جاتے اوران کے معاملات فیصل ہوتے جاتے کچھ قتل اورڈکیتی کے ملزمان بھی لائے گئے کسی کوسزاکسی کورہائی ہوئی پھر یہ چاروں ملزمان مذکورلائے گئے جن کو میں نے پہچان لیااس ملزم سے جومیرے سامنے خاموش نظر نیچے کئے رہتا تھا صدرنشین بزرگ نے خفگی سے فرمایا تو نے اپنا جرم ان تینوں آدمیوں پر کیوں ڈھال دیا وہ مجرم بولا کہ میرے پاس پیروی کو پیسہ نہ تھا کچھ لوگوں نے کہا کہ ہمارے دشمنوں کواگر پھنسا کرالزام قتل ان پر رکھوتو ہم اپنے خرچہ سے مدددے کرتم کو چھڑالیں گےاور بیوی بچوں کاخرچہ بھی مقدمہ بھراٹھالیں گےصدرنشین بزرگ نے اس کوسزائے موت سنا کرباقی تینوں کو بری کردیامیری آنکھ کھلی تو یہ واقعہ محفوظ اوردل میں اس کا خوف کہ ظاہری حالات سے غلط فیصلہ ہوجاتا تو کیا ہوتا۔صبح سب سے پہلے تجویز لکھنے بیٹھااورخودبخود اس مجرم کیلئے سزا کے دلائل لکھتا گیاعدالت آکراس مجرم پرنظرڈالی تو اس کونظریں چراتے پایااوربقیہ تین افرادکوپرسکون دیکھا خواب کی صداقت اورپختہ ہوئی اس مجرم کوسزائے موت بقیہ تینوں افرادکورہائی کا حکم دےکراردلی سے میں نے کہا کہ تینوں بری شدہ لوگوں کو بنگلہ پرلے کر آؤ۔بنگلہ پر یہ لوگ ملےتو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کون ہیں کہاں رہتے ہیں انہوں نے بتایا کہ ہم لوگ مولانا فضل رحمٰن صاحب کے صاحبزادے مولانا احمد میاں صاحب گنج مرادآبادی سے مرید ہیں اعظم گڑھ ہی میں رہتے ہیں مجھے ایسی کشش ہوئی کہ میں لکھنؤ آیاوہاں سے گنج مرادآباد آیا دیدار ہوتے ہی صدرنشین بزرگ والی صورت میرے سامنے تھی بےاختیارقدمبوس ہوکرمرید ہوگیا۔

صحیح فرماں روائی (۳۲۵) :

گورنر یوپی سرہارکورٹ بٹلردادامیاں صاحب کی خدمت میں فائز ہوئے بتایا کہ شاہ برطانیہ نے مجھکو پابند کیا ہے کہ آپ سے خصوصی دعا کی التجا کروں بڑی سخت لڑائی درپیش ہے تاکہ آپ کی دعا سے فتح مندی ہو دادامیاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہم تم

لوگوں کی فتح مندی کے لئے دعا کرتے ہیں تم برابر وَافۡتَحۡ لَنَا فَاِنَّکَ خَیۡرُ الۡفَاتِحِیۡنَ۔ پڑھتے رہنا ۱۹۱۴ء میں جب لارڈ بٹلر جنگ عظیم میں فتح یاب ہوکر آئے تو چودھری محمد عظیم صاحب رحمانی تعلق دار سندیلہ سے اہمیت جنگ بتاتے ہوئے کہا کہ خدا نے صحیح فرمانروائی تو مولانا احمد میاں صاحب قبلہ کو عطا کی ہے ہم لوگوں کو فرماں روا بنا کر بھی حضرت قبلہ کا فرماں بردار رکھا ہے حضرت قبلہ کے ارشاد کے مطابق ہم کو مثالی فتح حاصل ہوئی ہے اب آپ خود بھی میرے ایڈوائزر کے ساتھ جا کر میرا عریضہ ادب تاج برطانیہ کی طرف سے شکریہ میں پیش کریں نیز یہ کہ وہ دعا ہم اب بھی برابر پڑھتے ہیں ریٹائرڈ ہونے پر بھی لندن سے تا حیات تحریری سلسلہ رکھا۔

ڈوبتی کشتی (۳۲۶) :

ایک روز دادا میاں علیہ الرحمہ حجامت بنوا رہے تھے اک دم آپ نے حجام کو روکا اور حجرہ میں تشریف لے گئے حجام سمجھا کہ آپ کسی چیز کو لینے گئے ہیں پانچ چھ منٹ بعد حجرہ سے باہر تشریف لا کر حجامت بنوانے لگے حجام نے سر مبارک پر خون کا جما ہوا دھبہ دیکھ کر سوچا کہ ہم سے تو استرہ یا قینچی کہیں لگی نہیں آخر کو پوچھا کہ حضور عالی آپ کے یہ کچھ لگ گیا ہے آپ نے فرمایا تم صرف پونچھ دو اور اپنا کام کرتے رہو اسی دن دو بجے ظہر کو کچھ مرید قنوج کے آئے بتایا کہ کشتی پر مسافر زائد سوار تھے کچھ دنوں سے کچھ سوراخ ڈھیلے ہونے سے پانی بھرا کشتی بیٹھنے لگی ملاح ناکام رہا ہم لوگوں نے دادا میاں کو پکارا یکا یک دیکھا کہ آپ پانی پر تشریف لائے اور کاندھا لگا کر کشتی کو ڈھکیلا کشتی ایک جھٹکے سے ابھر کر گھٹنوں تک پانی میں آگئی ان شکستہ تختوں سے آپ کو ایک کیل لگ گئی۔ اسی طرح کا واقعہ ہے کہ سمندر سے ایک ڈوبتا جہاز مولانا بابا علیہ الرحمہ نے نکالا تھا۔

کوئی کچھ نہ کرسکے گا (۳۲۷) :

منشی سید انعام حسین صاحب رحمانی ڈپٹی کلکٹر کی بابت کلکٹر ایٹہ مسٹر جوالا پرشاد نے

بداعمالی وتنزلی کی رپورٹ کردی کمشنر نے بھی اس سے اتفاق کیا دادا میاں صاحب جب بھیکم پور نواب حبیب الرحمٰن خاں صاحب رحمانی شروانی کے وہاں سے ایٹہ تشریف لائے تو انعام حسین صاحب نے یہ ماجرا عرض کیا دادا میاں نے فرمایا کہ میرے انعام کا کوئی کچھ نہ کرسکے گا میں انعام کو اپنے پاس بلالوں گا چنانچہ یہی ہوا کہ انعام حسین صاحب ایٹہ سے بدل کر اناؤ ضلع میں حاکم تحصیل صفی پور ہو گئے اور شکایتی رپورٹ لاپتہ ہوگئی۔

ایک ابدال وقت کی گواهی (۳۲۸) :

قاضی فدا حسین صاحب رحمانی ایٹہ نے بیان کیا کہ ایک ابدال وقت بزرگ نے ہم سے حضرت مولانا بابا قدس سرہٗ کے بے حد اوصاف و مدارج خصوصی بیان کئے حقیر نے پوچھا کہ جو مرتبہ حضرت مولانا بابا کا ہے وہ ان کے بعد کسی اور کو بھی خدا سے مرحمت ہوا ابدال وقت نے فرمایا کہ خود مولانا بابا کی چونکہ دعا تھی اس لئے مولانا احمد میاں صاحب کو یہ درجہ مرحمت ہوا ورنہ ان کو بھی نہ ملتا۔

میرے پیرابھی مرے نہیں جاتے (۳۲۹) :

پیرارام چندر تحصیل اُتر ولہ کے کچھ مریدین آستانہ آنے لگے حاجی شرافت اللہ خاں رحمانی کی والدہ بھی یہ سن کر آمادہ ہوئیں مگر وہ مقررہ پروہ روانہ نہ ہوسکیں ہمراہیوں کو بھی ٹھہرنا پڑا جب دوسرے دن بھی روانگی نہ ہوئی تو ہمراہیوں نے شکوہ کیا والدۂ حاجی جی نے کہا کہ کوئی میرے پیرابھی مرے نہیں جاتے جو ہرج ہوجائے گا تیسرے دن وہ سب روانہ ہوکر آستانہ پہنچے دادامیاں نے حاجی جی کی والدہ سے فرمایا ابھی کیوں آئی ہو سب کو روکے رکھا ہوتا تمہارے پیرابھی کوئی مرے نہیں جاتے۔ وہ بہت نادم ہوئیں۔

مردم خور گھوڑا (۳۳۰) :

نواب مظہر علی صاحب گنج مراد آبادی کا راسی گھوڑا بدمعاش ہو کر دو تین آدمیوں کی کھوپڑی چبا چکا تھا اتفاق سے گھوڑے نے بستی کے نیاز علی کی کھوپڑی پھر منہ سے پکڑ لی اور لے کر بھاگا ادھر حویلی سے دادا میاں صاحب علیہ الرحمہ مسجد تشریف لارہے تھے یہ منظر سامنے آیا آپ نے گھوڑے سے فرمایا یہ کیا کرتا ہے چھوڑ دے گھوڑے نے فوراً اس کو چھوڑ دیا۔ آپ نے اسکو بلا کر دیکھا جہاں دانت لگے تھے اپنا لعاب دہن لگا دیا فوراً خون بند ہو گیا اور وہ شخص جلد اچھا ہو گیا ساتھ ہی گھوڑا بھی اسی وقت سے ایسا سیدھا ہو گیا کہ بکری کی طرح لڑکے کے لئے پھرا کرتے۔

جنّات کا پیام سے فرار (۳۳۱) :

فریداحمد خاں فیض آبادی نے کہا کہ میرے گھر میں جناتوں نے ایسا ستایا کہ نہ جانور زندہ بچے نہ اولاد بھی بچی جب سات نفر مر گئے تو صرف ایک لڑکا اور بیوی رہ گئے میں نے مولانا شاہ نیاز احمد صاحب رحمانی سے کہا انہوں نے فرمایا سوائے مولانا احمد میاں صاحب کے کوئی فتح نہ پاسکے گا میں نے گنج مراد آباد شریف حاضر ہو کر ماجرا عرض کیا دادا میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تم یہاں سے جا کر اتنا کہہ دینا کہ سیدھی طرح بھاگتے ہو تو بھاگ جاؤ ورنہ ہم کو آنا پڑا تو کیا رہ جائے گی میں نے یہی پیام کہا سب طرح امن ہو گیا پینتالیس برس کے بعد پانچ اولادیں بھی آپ کی دعا سے خدا نے دیں اور جانور بھی خوب بڑھے پلے۔

پالکی پر سفر دریا (۳۳۲) :

حکیم عبدالغفار صاحب رحمانی گنج مراد آبادی نے کہا کہ ایک بار دادا میاں صاحب

نے اک دم تیاری سفر فرمادی حکم دیا کہ جلد کہاروں کو لاؤ ہم سندیلہ جائیں گے چودھری فتح علی کی طبیعت بہت خراب ہے میں اور دو خادم ساتھ ہوئے غوث گنج ندی میں برساتی پانی کی زیادتی سے پار جانا مشکل تھا ناوقت آمد سے ملاح وغیرہ بھی نہ تھے میں نے صورت حال عرض کی دادا میاں نے فرمایا تم بھی کس بکھیڑے میں پڑے ہو میرا ناخدا میرے پاس ہے اور بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا فرما کر کہاروں کو حکم دیا کہ پالکی لے چلو ہمراہیوں سے فرمایا پالکی تھامے چلے آؤ ایک فٹ سے زائد پانی ندی بھر میں کہیں نہ پڑا کہار اور ہمراہی معمولی پانی کی طرح پار ہو گئے پالکی کے بھی پائے نہ بھیگے۔

واقعہ امام علی رحمانی (۳۳۳) :

دادا میاں علیہ الرحمہ کے وصال شریف کے بعد امام علی رحمانی جو مولانا بابا کے بچپن سے خادم تھے ایک شب اپنے گھر سے مسجد کو پچھلے حصہ شب میں آرہے تھے اتفاق سے مٹھائی کی دوکان کے پاس ان کو دو سفید پوش شخص ملے ان کے پاس شیرینی بھرا ایک ٹوکرا رکھا تھا ان حضرات میں سے ایک نے امام علی سے کہا کہ یہ ٹوکرا تربوز والے باغ تک مزدوری پر پہنچا دو گے امام علی نے ٹوکرا سر پر رکھا اور ہمراہ چل دیئے باغ پہنچ کر کچھ اندرونِ باغ جا کر ایک سفید پوش نے ٹوکرا اُتار کر رکھا یا اور امام علی کو چار روپیہ دے کر واپس کرنا چاہا امام علی نے کہا کہ نہ میں روپیہ لوں گا نہ ساتھ چھوڑوں گا تاوقتیکہ جہاں شیرینی تقسیم ہوگی وہاں مجھکو بھی نہ لے چلیں ہر چند ان سفید پوشوں نے سمجھایا لیکن امام علی نہ مانے تو ایک سفید پوش نے فرمایا بھائی یہ حضرت مولانا کے خادم ہیں اس لئے آپ جا کر اطلاع کریں میں ان کے پاس کھڑا ہوں دوسرے سفید پوش اندرونِ باغ گئے اور یہ ماجرا وہاں بتایا ان کو اجازت ملی کہ امام علی کو ساتھ لیتے آؤ امام علی پھر ٹوکرا اُٹھا کر باغ کے گنج شہیدان پر آئے جہاں حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ کے

خلیفہ صاحب کا مزار شریف ہے امام علی نے دیکھا کہ زمین پر فرش بچھے ہیں جابجا گاؤتکیہ لگے ہیں متعدد بزرگان گاؤتکیوں سے لگے بیٹھے ہیں یکا یک ان کی نظر دادامیاں اور مولانا بابا صاحبان پر پڑی تو امام علی چلا پڑے کہ ہائے مولانا بابا ہائے دادا میاں تم سب کو چھوڑ کر یہاں آ گئے ہم سب تمہارے فراق میں مرے جاتے ہیں اتنے میں ایک سفید پوش بڑھے اور امام علی کو قریب لے جا کر بٹھا دیا تھوڑی دیر تک وہاں جو گفتگو مجلس میں ہوئی وہ امام علی کی سمجھ میں نہ آئی پھر سب کو شیرینی تقسیم ہوئی امام علی کو جب شیرینی ملی تو یہ اس کو لے کر اور رونے لگے کہ ہم تو آپ دونوں کو بغیر ساتھ لئے گھر نہ جائیں گے نہیں تو جان دے دیں گے اتنے میں دادا میاں نے فرمایا امام علی ایسی باتیں نہ کرو ہم اور بابا تمہارے ساتھ چلتے ہیں امام علی بھی مولانا بابا اور دادا میاں کے ساتھ چلے۔ دیکھا کہ مسجد میں امام علی کھڑے اور مولانا بابا و دادا میاں اپنی اپنی نشست گاہوں پر بیٹھے ہیں امام علی خوش ہو کر زور زور سے کہہ رہے ہیں کہ دیکھو ہمارے مولانا بابا اور دادا میاں زندہ سلامت موجود ہیں کون کہتا ہے کہ پردہ کر گئے امام علی کی طرف جب حاضرین مسجد مخاطب ہوئے کوئی وہاں نہ دکھائی دیا نہ امام علی کو اب یہ منظر دکھائی دیا۔ امام علی نے رونا شروع کر دیا اور ایسی حالت بے خودی طاری رہی کہ اس واقعہ کے تیسرے روز ۲۷/ ربیع الاوّل ۱۳۳۷ھ کو امام علی کا انتقال ہو گیا۔

نظر سے صحت کوڑھ (۳۳۴):

احسان علی ساکن سرائے میراں (قنوج) حاضر خدمت ہوئے سلطان علی رحمانی لکھنوی باربر نے بیان کیا کہ میں دادا میاں کی حجامت بنا رہا تھا کہ اطلاع ہوئی کہ ایک شخص احسان علی کوڑھ میں مبتلا آئے ہیں ہاتھ اور پیر کی انگلیاں گر چکی ہیں گندہ پانی ٹپکا کرتا ہے دادا میاں نے فرمایا کہ خانقاہ کے کونہ میں ٹھہرا دو بعد مغرب ان کو کھانا بھیجا

پھر عشاء پڑھ کر دادا میاں احسان علی کے پاس گئے ان کو غور سے دیکھا فرمایا چادر اوڑھ کر سو جاؤ کسی سے بات نہ کرنا۔ تقریباً چار بجے شب سے پہلے احسان علی کی آنکھ کھلی تو ہاتھوں اور پیروں کی سب بھلے چنگے طور پر انگلیاں موجود ہیں کچھ دیر احسان علی ساکت رہے پھر سجدۂ شکر میں گر پڑے جب دادا میاں مسجد تشریف لائے تو احسان علی قدموں پر گر پڑے مرید ہوئے دادا میاں نے فرمایا نماز کی پابندی اور شکر خدا کبھی نہ بھولنا۔

پیدائشی نامرد کی مردمی (۳۳۵) :

سلطان علی رحمانی مذکور جو دادا میاں کی خدمت خصوصی میں رہا کرتے تھے یہ بھی بیان کیا کہ میری برادری کے لوگوں سے واجد علی ساکن ردولی آستانہ آئے مجھ سے ملے کہا کہ پینتیس برس ہو چکے پیدائشی نامرد ہوں علاج سے عاجز جینے سے تنگ ہوں آخری اُمید پر آیا ہوں میں نے ان کو تسلی دی جب میں دادا میاں کے سر پر تیل لگانے لگا تو عرض کیا کہ برادری والوں میں میرا منہ سامنے نہیں ہوتا وہ چوٹ کرتے ہیں کہ خدمت میں رہ کر بھی اتنا نہ کر سکے دادا میاں نے ایک پان منگا کر اوّل کچھ چبایا پھر واجد علی سے فرمایا کہ اس کو کھا جاؤ۔ واجد علی گھر روانہ ہوئے گھر پہنچنے سے پہلے ہی صحیح قوت مردانہ پائی ٹھیک نویں ماہ لڑکا پیدا ہوا اس کو لے کر حاضر خدمت ہوئے عقیقہ کیا اس طرح تین اولادیں ان کے اور ہوئیں سب کے عقیقہ آستانہ پر کئے۔

مردہ کی زندگی (۳۳۶) :

غالب علی رحمانی ساکن پپلی بھیت نے دادا میاں صاحب کی خبر آمد پائی تو محمد ابراہیم صاحب رحمانی جیلر کے مکان پر ملنے والے تھوڑی دیر بعد ان کے قریبی مکان سے رونے کی آواز آئی حاضرین متعجب ہوئے کہ ایک شخص روتا آیا اور غالب علی سے کہا کہ تمہارا سولہ سالہ لڑکا کوٹھے سے گرا کچھ دیر بعد مر گیا غالب علی کو سنتے ہی غش آ گیا بڑی

دیر بعد ان کو ہوش آسکا تو دادا میاں کے قدم پکڑ لئے کہا کہ میرا لڑکا خدا سے دلایئے دادا میاں غالب علی کے گھر لڑکا دیکھنے گئے جس کو ایک چادر اُڑھا دی گئی تھی دادا میاں نے چادر ہٹا کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر ہاتھ پیر اتو لڑکے نے آنکھ کھول دی کچھ دیر دیکھا کیا پھر اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ یہاں تک کہ اس کی شادی ہوئی صاحب اولاد ہو کر انتقال ہوا۔

نابینا کی بینائی (۳۳۷) :

خورشید علی رحمانی ساکن تھلینڈی کے حاضر خدمت ہوئے عرض کیا آنکھ کے ڈاکٹر نے بھی جواب دے دیا ہے تین برس سے بینائی جاتی رہی دادا میاں نے فرمایا کہ ڈاکٹر وں کے کہنے سے کیا ہوتا ہے خدا جو چاہتا ہے وہ ہوتا ہے بعد عشا آپ نے خورشید علی کو بلایا شہد میں سلائی ڈبو کر لَاإِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ و بحق عیسیٰ روح اللہ پڑھ کر سلائی پر دم فرمایا اور ان کی آنکھوں میں لگوا دی پھر ایک پٹی باندھ کر سو جانے کا حکم دیا صبح جب خورشید علی اُٹھے تو پیشتر سے قوی بینائی موجود تھی بڑی خوشی میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوئے دادا میاں نے فرمایا شہد آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی دوا ہے۔

مال مسروقه کی واپسی (۳۳۸) :

امداد علی رحمانی ساکن شاہ آباد ضلع ہردوئی اپنی بیوی اور ہمشیرہ کو دادا میاں سے بیعت کرانے روانہ ہوئے بیوی نے کہا اتنا بڑا گھر یہ سب سامان ایک ملازم پر چھوڑنا مناسب نہیں امداد علی نے کہا اوّل تو ایک شب کی بات ہے دو پہر تک دوسرے روز آجائیں گے باقی ہم جب پیر کے پاس جا رہے ہیں وہ خود اس کی نگرانی رکھیں گے یہ لوگ آستانہ آئے دادا میاں نے امداد علی کی ہمشیرہ و بیوی کو مرید کیا لیکن فجر میں اوّل وقت واپسی کا حکم دے دیا مجبوراً امداد علی تڑکے روانہ ہو گئے گھر جو آئے نوکر بہت بدحواس ملا کہا کہ زیور و نقدی چوری ہوا کچھ امداد علی بھی پریشان ہوئے ایک رشتہ دار نے

چوٹ کی کہ بیوی اسی لئے منع کرتی تھی مگر تم نے نہ مانا۔رات کو جب سوئے تو امداد علی نے خواب میں دیکھا کہ ایک چور نقدی وزیوارات قریبی باغ میں ایک بیری کے درخت کے نیچے گڑھا کھود کر دبا رہا ہے اور دادا میاں علیہ الرحمہ فرمارہے ہیں تم کو اسی لئے جلد واپس کر دیا تھا اپنا مسروقہ مال اٹھا لے جاؤ۔امداد علی جلدی سے اُٹھے اور بتائی ہوئی جگہ سے کھود کر اپنا مال مسروقہ گھر لائے جس طرح پہلے رکھا رہتا تھا اس طرح نقد وزیورات رکھ کر باہر آ کر سو رہے عورتیں بیدار ہوئیں تو کوٹھری میں کچھ نکالنے گئیں دیکھا کہ زیور ونقدی سب موجود ہے امداد علی کو بلا کر ماجرا بتایا وہ بولے کہ ہم نہ کہتے تھے کہ پیر صاحب خود نگرانی کریں گے۔

چور کا خود مال واپس کرنا (۳۳۹) :

کرم علی خاں رحمانی قائم گنج نے کہا کہ دادا میاں صاحب قبلہ فرخ آباد تشریف لائے میں بھی مع اہلیہ ودختران مرید ہونے حاضر ہوا۔مرید ہونے کے بعد دادا میاں نے فرمایا کہ کرم علی ہمارے پاس لیٹنا میں اس شرف پر بہت خوش ہوا بعد عشاء پیر دبا کر سوگیا۔نصف رات بعد آنکھ کھلی تو اپنے آپ کو مکان مسکونہ کے عقبی حصہ پر پایا اس عالم حیرت میں جیسے موڑ پر پہنچا مکان کے پیچھے حصہ میں نقب کا گھیراؤ دیکھ کر اور بدحواس ہوگیا اتنے میں چور کو نقب سے نکلنے کی آہٹ پا کر دبک کھڑا ہوگیا کچھ منٹ بعد چور نکلا اور مجھکو مسروقہ پلندہ دے کر کہا کہ تم اِدھر سے بھاگو میں اُدھر سے بھاگتا بڑے باغ پہنچتا ہوں وہاں حصہ تقسیم کرلیں گے۔میں مال لے کر گھر میں آیا سب کو جگا کر حال پوچھا ہر طرح خیریت بتائی گئی کرم علی نے وہ نقدی وزیورات مسروقہ سب کے سامنے ڈال دیئے کہا کہ تم لوگوں نے ہم کو تباہ کرا دیا تھا مگر پیر ومرشد نے بچالیا۔نقب بند کرائی اور صبح فرخ آباد حاضر خدمت ہو کر ماجرا بتایا۔

چور مع مال مقید (۳۴۰) :

انیس احمد رحمانی ساکن پہانی ضلع ہردوئی کچھ افراد خاندان کے ساتھ آستانہ دادا میاں سے مرید ہونے آئے اور دو یوم کا حفاظتی بندوبست کر دیا دادا میاں نے شب آمد میں مرید فرما کر صبح ۹ بجے دن سب کو رخصت کر دیا تاکید کہ راستہ میں کہیں نہ ٹھہریں یہ لوگ یہاں سے روانہ ہو کر بیلوں کو آرام دینے کچھ ملاواں ٹھہرے مگر بلگرام پہنچ کر رشتہ داروں کے اصرار پر اور لوگ ٹھہر گئے مگر انیس احمد کسی طرح نہ ٹھہرے تقریباً گیارہ بجے شب کے بعد اپنے گھر آئے ان کے مکان میں ایک چور یہ سمجھ کر کہ آج شب واپسی نہ ہوگی چوری کو گھسا کوٹھری میں زیور و نقدی باندھ کر رکھے تھے کہ اک دم کوٹھری کا دروازہ بند ہو گیا چور بہت پریشان ہوا کہ خود بخود قید ہو گیا اتفاق سے انیس احمد اپنا اسلحہ رکھنے کوٹھری میں آئے کنڈی گری دیکھ کر گھبرائے کوٹھری کا دروازہ کھول کر جیسے اندر گھسے فوراً چور نے قدم پکڑ کر کہا کہ پہلے میری بات سن لیجئے پھر جو جی چاہے کرنا میں واقعی چوری کے ارادے سے آیا یہ مال باندھا اتنے میں ایک بزرگ آئے فرمایا کہ مال واپس رکھ دے تو رہائی پائے گا ورنہ یہیں بند رہے گا یہ فرماتے ہی دروازہ باہر سے بند ہو گیا اب میں انہیں بزرگ کی قسم کھاتا ہوں کبھی چوری نہ کروں گا چھوڑنا نہ چھوڑنا آپ کا کام ہے انیس احمد نے کہا وہ میرے پیر ہیں میں بھی تم کو چھوڑے دیتا ہوں۔

شرکت ابدالان شام (۳۴۱) :

منشی امتیاز علی صاحب رحمانی کاکوروی وزیر بھوپال ریاست تھے نواب بھوپال کے ساتھ مصر و شام کی سیر کو گئے ہوئے تھے اتفاق سے شام کے شہر باہر کچھ مقامات دیکھنے گئے نماز مغرب کا وقت ہونے لگا تو منشی جی پانی کی تلاش میں چل پڑے کہ وضو کر کے پھر ساتھیوں سے مل جاؤں گا تلاش پانی میں نصف میل نکل گئے مگر پانی نہ ملا منشی جی

واپس ہونے والے تھے کہ دیکھا کہ دو بزرگ صورت حضرات اک دم نمودار ہوئے ریت کے ایک تودے پر سے ایک نے کچھ ریت سرکائی کہ پانی کا فوارہ چلنے لگا وہ دونوں حضرات وضو کرنے لگے یہ دیکھ کر منشی جی بڑھے کہ میں بھی وضو کرلوں پاس آ کر سلام کر کے کہا میں بھی پانی کی تلاش میں سرگرداں تھا اجازت ہو تو پانی پی کر وضو کرلوں ایک بزرگ بولے کہ تم کہاں سے آ ٹپکے ہم کو یوں ہی دیر ہوگئی ہے حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب کا گنج مرادآباد میں قبل مغرب ابھی وصال ہوگیا ہے ہم کو جلد پہنچنا ہے لو جلد وضو کرلو اگر تم بھی چلنا چاہو تو ہم ساتھ لئے چلیں۔ منشی جی نے عرض کیا کہ میں حضور کے ساتھ تو نہ جاسکوں گا کیونکہ دوسری پابندی میں آیا ہوں بس وضو کئے لیتا ہوں منشی جی نے جیسے ہی وضو ختم کیا ایک بزرگ نے دوبارہ اس پانی پر ریت ڈالی وہ بند ہوگیا اور وہ دونوں حضرات ایک دم غائب ہوگئے۔ منشی جی نے کہا کہ میں نے یہ تاریخ اور وقت خیمہ پر آ کر نوٹ کرلیا اور پیر ومرشد کے وصال کو سن کر دعا کرتا رہا کہ جلد خدا واپس کرادے اتفاق سے دوسرے روز ہی نواب صاحب بھوپال واپس بھوپال ہوگئے میں بھوپال سے رخصت لے کر آستانہ شریف چلا اور وصال کے دسویں روز پہنچا تو آستانہ پر فاتحہ دسواں میں شریک ہوا پھر دادا میاں سے تصدیق وقت کی تو وہی بائیس ربیع الاوّل ۱۳۱۳ھ قبل مغرب کا وقت تھا۔

مرید کی قوت نسبت (۳۴۲) :

نبی دادا خاں صاحب رحمانی فرخ آبادی نے بیان کیا کہ مجھے شکار کا بہت شوق تھا خصوصاً پرندوں کے گوشت کے بغیر پیٹ نہ بھرتا امیر علی خاں رحمانی رئیس گڑھی کہنہ فرخ آباد کے ساتھ بھی اور کبھی ان کی بندوق لے کر پرند مار لیا کرتا اتفاق سے ایک دن میں امیر علی خاں رحمانی کی بندوق لے کر ہریل پکڑنے گیا ایک پیڑ پر دو ہریل دیکھے میں

نے فائر کیا ایک وہیں گرا جس کو ذبح کر لیا دوسرا اُڑ کر ایک پیڑ پر پھر بیٹھ رہا میں یہ سمجھ کر کہ اس کے کچھ چھرے لگے ہیں دوبارہ اس کو مارنے پہنچا فائر کیا وہ گرا ذبح کر کے لایا دونوں کو پکوا کر کھانے بیٹھا پہلا لقمہ کھایا تو معلوم ہوا کہ آنتیں الٹی نکلی پڑی ہیں وہ گوشت کھانا چھوڑ دیا۔ اتفاق سے بلّی نکلی میں نے دو تین بوٹیاں اس کے آگے ڈال دیں بلّی نے جیسے ہی اس میں سے کھایا لوٹنے پوٹنے لگی آخرش بلّی نے بوٹی اگل دی تو کچھ دیر میں ٹھیک ہو کر بھاگ گئی یہ ماجرا دیکھ کر میں نے وہ گوشت ایک کونہ میں پھینک کر سو گیا خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ آئے فرمایا کہ جب تم نے ایک ہریل مار لیا تھا تو دوسرا وہاں سے اُڑ کر ہماری پناہ میں آ گیا تھا تم نے کیوں مارا مجبور ہیں کہ تمہاری نسبت مریدی بہت قوی ہے ورنہ یہی حال تمہارا ہوا ہوتا میں گھبرا کر اُٹھ بیٹھا اور شکار سے ہمیشہ کی توبہ کر لی۔ دوسرے روز آستانہ حاضر آیا تو مولانا بابا نے فرمایا مثنوی مولانا روم سے دل بہلایا کرو اس روز سے میں نے مثنوی کا شوق کر لیا۔

(۳۴۳) ریاض احمد صاحب رحمانی فیض آبادی ڈسٹرکٹ جج تھے بیان کیا کہ مجھے شکار کا بے حد خبط تھا دورے پر میں قریب مغرب چہل قدمی کر رہا تھا کہ کچھ طاؤس دکھائی دیئے میں جلدی بندوق لے کر پہنچا اور فائر کر دیا۔ ایک خوشنما مور گرا جلد پہنچ کر اس کو اُٹھایا ٹیلے پر سے جیسے نیچے اُترا میرے ہاتھ سے مور غائب سامنے ایک شخص زخمی ٹانگ پر پٹی باندھے لیٹا تھا۔ میں بہت ڈر گیا یا فضل رحمٰن المدد پڑھنے لگا کچھ دیر بعد وہ منظر غائب ہوا نہ وہ زخمی شخص تھے نہ خوف باقی تھا سامنے خیمہ نظر آیا جلد وہاں پہنچا اور اسی وقت شہر کی طرف صبح آنے کا وعدہ کر کے چلا آیا رات کو سویا تو خواب دیکھا کہ وہی زخمی شخص آئے فرمایا کہ تمہاری مریدی کی نسبت فضل رحمانی کی قوت سے مجبور ہیں ورنہ تمہاری بھی ٹانگ توڑ دیتے۔ میں نے اسی وقت شکار سے عمر بھر کی توبہ کر لی۔

(۳۴۴) مرغوب عالم صاحب رحمانی ڈپٹی کمشنر بلند شہر والے اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں

کہ مجھکو بچپنے سے شکار کا سوق تھا تقریباً پندرہ برس کی عمر میں اپنے والد اور والدہ کے ساتھ آستانہ فضل رحمانی آکر حضور اعلیٰ مولانا صاحب گنج مرادآبادی قدس سرہٗ سے مرید ہوا۔ حضور اعلیٰ نے بیعت کرنے کے بعد فرمایا کہ جمعرات کے دن اور جمعہ کو قبل جمعہ شکار نہ کھیلنا چاہئے۔ حتی الامکان میں اس کا پابند رہا اتفاق سے میرے ایک دوست فضل رحمٰن خاں ڈپٹی کمشنر شاہجہانپوری جن کا نام محرومی اولاد سے حضور اعلیٰ کی دعائے ولادت سے آپ کے نام نامی پر رکھا تھا آگئے اور شکار کا پروگرام بنا دیا میں نے بتایا کہ مجھکو یہ ہدایت مرشدی ہے شاہجہانپوری صاحب نے کہا کہ اتفاقاً ایسا کر لینے سے کیا ہرج ہو جائے گا۔ مجبور ہو کر شکار کو گئے۔ پیلی بھیت کا علاقہ شیر پور جیسی مشہور شکار گاہ میں صبح سے عصر تک پرند بھی نہ ملا۔ عصر کی نماز و ناشتہ سے فارغ ہو کر پھر شکار کو چلے تھوڑی دور پر چیتل کا ایک غول ملا زچھاگ چھانٹ کر انہوں نے فائر کیا دوسرے پر میں نے فائر کیا دونوں نر چیتل گرے ایک حفاظ بھی ساتھ تھے وہ بڑھے جیسے ہی ذبح کرنے کو جھکے نہ جانے کیسے اس طرح جیسے کسی نے اوپر سے پھینک دیا ہو شاہجہاں پوری صاحب کی پہلے نظر پڑی ہنستے ہوئے بولے کہ وہ دیکھئے چیتل نے دولتی ماری حافظ عبدالکریم خود چیتل بنے پڑے ہیں اب وہ خود بڑھے میں بھی چلا وہاں پہنچا تو دیکھا کہ دو شخص کفن پہنے پڑے ہیں اور دونوں کی ٹانگوں پر زخم ہے خون لگا ہے حافظ جی بیہوش پڑے ہیں سخت سراسیمہ ہوئے واپسی کو جیسے قدم اُٹھایا وہ لاش سامنے آگئی اور دوسری شاہجہانپوری صاحب کے سامنے آئی جس طرف ارادہ روانگی کرتے اُدھر لاش حائل ہو جاتی میں نے حضور اعلیٰ کو یاد کرنا شروع کیا دیکھا تو شاہجہانپوری صاحب بھی مدہوش گرے پڑے تھے۔ میں نے ملازم کو آواز دی وہ اور ڈرائیور آئے اب جو دیکھا تو حضور اعلیٰ کو پکارتے ہی نہ وہاں کفنائی دونوں لاشیں تھیں نہ دونوں چتیل تھے حافظ جی اور خان صاحب کو اُٹھا کر موٹر میں لادا جائے قیام آنے پر ان کو ہوش آیا تو وہ لاش وہ لاش کہہ کر

وہ بدحال ہوجاتے بہ مشکل کپڑے بدلا کر میں ان دونوں کے ساتھ گنج مرادآباد شریف روانہ ہوا اپنے ساتھیوں کو افاقہ دیکھا مگر گم سم حال باقی تھا آستانہ پہنچا حضورِ اعلیٰ سے پیشی ہوتے ہی آپ نے فرمایا تم یہاں کیوں آئے اتفاقاً ایسا کر لینے سے کیا ہرج ہوجائے گا۔ میں نے بے حد معذرت کی سب لوگ ٹھیک حالت میں ہوئے واپسی پر رات کو میں نے اور خان صاحب نے ایک ہی خواب دیکھا کہ ہم دونوں اسی جنگل میں ہیں وہ دونوں لاشیں پڑی ہیں اور حضورِ اعلیٰ قدس سرہٗ زخموں پر پٹی باندھ رہے ہیں اس کے بعد آپ روانہ ہوئے ایک لاش نے فرمایا اپنی فضل رحمانی نسبت سے آج تو بچ گئے مگر اب شکار ان دنوں میں نہ کھیلنا ہم لوگوں نے ان سے عہد کرلیا۔ آنکھ کھلی تو اپنا اپنا خواب ایک پایا پھر سخت پابندی رکھی۔
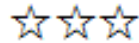
دسواں باب

مولانا شاہ محمد نعمت اللہ میاں صاحب

کوڑھ سے شفائے کامل (۲۴۳):

محمد شیر خاں رحمانی کے بھائی جنگی خاں رحمانی بھیکم پورہ فرخ آباد کوڑھ میں مبتلا ہو کر بُری حالت میں آ گئے ہاتھوں پیروں کی انگلیاں غائب بدبودار مادہ بہتا رہتا اتفاق سے چھوٹے بابا صاحب ہدایت میر خاں رحمانی کے وہاں تشریف لائے مگر جنگی خاں کی بابت کہنے کی ہمت نہ ہو سکی ہدایت میر خاں نے جنگی خاں کو یہ ترکیب بتائی کہ جب چھوٹے بابا صاحب جمعہ پڑھا کر باہر نکلیں تم سلام کر لینا چنانچہ جب چھوٹے بابا صاحب جمعہ پڑھا کر باہر آئے جنگی خاں نے سلام کیا آپ فوراً ٹھہر گئے اور ہدایت میر خاں سے فرمایا تم نے ہمارے ساتھ بہت برا کیا پھر کچھ دیر خاموش رہ کر فرمایا جنگی خاں سے پوچھو اچھے ہونے پر نماز کی پابندی رکھو گے جنگی خاں نے وعدہ کیا آپ نے فرمایا جاؤ خدا جو کرے گا وہ دیکھ لو گے مولوی عبدالغفار عرف مکو خاں رحمانی بڑا خیل بزریہ نے کہا کہ ایک ہفتہ پورا نہ ہو پایا کہ جنگی خاں بالکل اچھے ہو گئے ہاتھوں پاؤں کی انگلیاں

تندرستوں کی مانند موجود تھیں کچھ عرصہ تو جنگی خاں نے نماز کی پابندی رکھی لیکن پھر چھوڑ دی تو وہ کوڑھ اس بُری طرح شروع ہوا کہ دونوں ہاتھ کلائی سے دونوں پیر ٹخنوں سے ٹپک گئے بالآخر مر گئے۔

اجابت دعائے فریقین (۳۴۴) :

چودھری محمد سلیم اللہ صاحب رئیس بلاسپور رہیا گھاٹ دادامیاں علیہ الرحمہ سے مرید ہیں اس وجہ سے چھوٹے بابا صاحب قدس سرہٗ ان کا بہت خیال رکھتے تھے ایک بلاسپوری شخص سے ایک غیر مقامی کا مقدمہ تھا چودھری صاحب نے اس بلاسپوری کے لئے سفارش کی چھوٹے بابا صاحب نے فرمایا جاؤ خدا تم کو کامیاب کرے ہم نے دعا کردی بلاسپور سے جب چھوٹے بابا صاحب دربھنگہ کے اطراف میں گئے دوسرا فریق مقدمہ کا مرائی مقدمہ کے لئے خواہش مند ہوا حضرت نے فرمایا خدا کامیاب کرے مقدمہ میں یہ فریق عدالت اوّل سے کامیاب ہوا بلاسپوری ہار گئے چودھری صاحب نے عرض کیا کہ ہم تو ان کے لئے دعا چاہی تھی یہ ہار گئے چھوٹے بابا صاحب کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا کہ فلاں جگہ ایک شخص طالب دعا ہوا تھا مگر یہ راز نہ بتایا تھا اگر چھوٹی عدالت سے وہ جیتا ہے تو اب بڑی عدالت سے بلاسپوری جیت جائیں گے چنانچہ یہ ایسے جیتے کہ پھر اپیل ان کے خلاف نہ ہوسکی۔

حضرت مخدوم دانیال ستاری (۳۴۵) :

ڈاکٹر سید محمد رضوان رحمانی کے عقد میں ان کے والد مولوی عبدالرحمٰن رحمانی درگاہ بیلا نے چھوٹے بابا صاحب کو مدعو کیا وقت مقررہ حضرت تشریف لائے جبکہ وکیل اور شاہد آچکے تھے اور ان سے تصدیق ہوچکی تھی ایک دم چھوٹے بابا صاحب برآمدہ سے اُتر کر حضرت مخدوم دانیال ستاری علیہ الرحمہ کے مزار شریف کی جانب کچھ قدم بڑھ کر

چند منٹ خاموش کھڑے رہ کر پھر واپس آئے اور خطبہ دے کر ایجاب وقبول کرایا بعد نکاح پوچھا کہ حضرت یہ کیا اسرار تھا چھوٹے بابا صاحب نے فرمایا تم لوگ مخدوم دانیال ستاری قدس سرہٗ کی اولاد سے ہو وہ فقیر کے پاس ملاقات کو آئے تو میں استقبال کو بڑھا۔ کچھ حاضرین نے کہا کہ اوہ۔ یہ وجہ تھی جو باوجودن ہونے کے ہم لوگوں نے بھی ایک لائٹ جیسی چمک دیکھی تھی۔

خلاف ہوتا مقدمہ موافق ہوگیا (۳۴۶) :

ڈاکٹر سید محمد جمیل صاحب رحمانی بلاسپوری نے چھوٹے بابا صاحب سے عرض کیا کہ ہمارے ایک دوست کی کل تاریخ فیصلہ ہے پیش کار سے خفیہ علم ہوا کہ مقدمہ کا فیصلہ خلاف ہورہا ہے بابا لاج رکھ لیجئے یہ سن کر کچھ دیر چھوٹے بابا نے سکوت کیا کیفیت میں جھومتے رہے پھر فرمایا کہ جاؤ کل فضل رحمانی دیکھ لینا اور فیصلہ فتح کی اطلاع تار سے دینا ہم نے خدا کی عدالت میں تمہاری اپیل کردی ہے جب صبح ہوئی ایک دوسرے شخص سے فرمایا کہ تم پوسٹ آفس جاؤ فتح کا تار آرہا ہے میرے پاس لے کر آؤ چنانچہ موافق فرمودۂ حضرت تار آیا کہ مقدمہ بھی فتح ہوا اور ڈگری بھی ملی حضرت نے فرمایا میرے معبود تیرا شکر ہے کہ فقیر کی لاج رکھ لی حاضرین اس کرامت پر دنگ رہ گئے۔

سرکش جنات جوتا دیکھ کر فرار (۳۴۷) :

حضرت امام الکلام عارف باللہ مولانا شاہ محمد نعمت اللہ میاں صاحب قبلہ قدس سرہٗ سب سے اوّل بار جب بلاسپور رہیا گھاٹ تشریف لائے تو وقت مقررہ کی ٹرین چھوٹ جانے سے مکتوبہ وقت نہ پہنچنے سے مخلصین دوسری اطلاع کے انتظار میں اسٹیشن آپ کو لینے نہ گئے آپ دوسری ٹرین سے آگئے ڈاکٹر سید جمیل صاحب جو اس وقت کم سن تھے آپ کو تشریف لاتے دیکھ کر بڑھے ادب سے سلام کیا آپ نے پوچھا چودھری کلیم اللہ

صاحب رحمانی کا مکان کدھر ہے ڈاکٹر جمیل صاحب نے کہا تشریف لے چلئے میں پہنچا دوں گا جیسے ہی حضرت مسجد کے پاس پہنچے مریدین دوڑ پڑے آپ نے اوّل نماز پڑھائی پھر کلیمی منزل مقیم ہوئے شام کو ماسٹر عبداللطیف صاحب رحمانی جو دادامیاں قبلہ سے مرید تھے نے عرض کیا کہ فلاں کی لڑکی پر ایک سرکش جنات قبضہ کئے سب کو ستا رہا ہے بھگائے کسی کے نہیں بھاگتا چھوٹے بابا صاحب نے فرمایا ہمارے یہاں آنے کے بعد بھی اس کم بخت کی یہ جرأت خود نہیں بھاگا اچھا یہ ہمارا جوتہ لے جا کر اس کو دکھا دو جیسے جوتا لے کر اس لڑکی کو دکھایا وہ لڑکی چیخی کہ میری خبر حضرت صاحب کو کیوں کردی اچھا اب میں ہمیشہ کیلئے جا رہا ہوں مگر تم لوگ حضرت صاحب سے میرا با ادب سلام کہہ کر مجھکو معافی دلا دو جنات ہمیشہ کے لئے اس گھر سے چلا گیا اور قریب دور اس کرامت کا کا شہرہ ہوگیا۔

دعائے قحط بارش (۳۴۸) :

قاضی محی الدین صاحب رحمانی رودھولی قاضی نے بیان کیا کہ میرے علاقہ میں بارش نہ ہونے سے سخت خشک سالی کے اثرات تھے اتفاق سے میرے یہاں چھوٹے بابا صاحب تشریف لے آئے میں نے یہ کیفیت عرض کی آپ نے آسمان کی طرف دست دعا اُٹھائے چند منٹ نہ گذرے تھے کہ سیاہ بادل اُٹھا اور تیز بارش مسلسل چھ گھنٹہ ایسی ہوئی کہ ندی نالے بہہ نکلے آپ سے پھر عرض کیا کہ حضور بارش کھلنے کی دعا کریں حضرت نے پھر دعا کو ہاتھ اُٹھا دیئے چند منٹ میں بارش رک کر دھوپ نمودار ہوگئی۔

شیخ دیوبند کا بیان (۳۴۹) :

چھوٹے بابا صاحب بلاسپور تشریف لایا کرتے تھے ادھر کانگریسی زور ہوا تو شیخ دیوبند جناب حسین احمد صاحب ٹانڈوی کا بھی اُدھر دورہ ہونے لگا۔سعدی صاحب

درگاہ بیلا عاقل صاحب وعتیق اللہ صاحب بلاسپوری ان کے ہم خیال ہوگئے چونکہ چھوٹے بابا صاحب مولود شریف قیام وسلام وفاتحہ کے مبلغ تھے اس بنا پر اشخاص مذکورہ نے حضرت کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کردیا سید اسکندر صاحب درگاہ بیلا برادر مولوی محمد سلیمان صاحب رحمانی نے شیخ دیوبند کو لکھا کہ مذکورہ اشخاص نے مولود شریف وقیام سلام وفاتحہ جائز ماننے کی بنا پر مولانا شاہ محمد نعمت اللہ میاں صاحب قبلہ کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کردیا ہے امر واقعی کیا ہے؟ شیخ دیوبند نے جواباً تحریر کیا کہ "حضرت مولانا شاہ محمد نعمت اللہ میاں صاحب تو معصوم شہزادے ہیں موصوف کے پیچھے تو میری نماز جائز ہے یہ لوگ کیوں نہیں پڑھتے چنانچہ پھر اشخاص مذکورہ بھی پڑھنے لگے۔" یہ تحریری جواب اہلیہ بابو مختار صاحب رحمانی مسمّی بی بی عارفہ رحمانی چمپا باغ دربھنگہ کے پاس محفوظ ہے۔

حبیب اللہ صاحب اور دو روپیہ (۳۵۰):

مولوی محمد حبیب اللہ صاحب رحمانی ٹانڈوی حضورِ اعلیٰ مولانا بابا قدس سرہٗ کے بڑے صادق وعاشق زار مریدین سے تھے۔ شیخ دیوبند نے اپنے ملفوظات میں یہ واقعہ تحریر کیا ہے کہ "میرے والد مولوی محمد حبیب اللہ صاحب رحمانی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میں قصبہ بانگر مئو کے اسکول میں معلم تھا بانگر مئو آستانہ رحمانیہ سے پانچ میل پر ہے برابر اپنے پیر ومرشد مولانا بابا قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضری وٹھہرنے کی سہولت رہتی ایک روز مولوی حبیب اللہ صاحب آئے تو مولانا بابا نے فرمایا کہو سب خیریت ہے مولوی حبیب اللہ صاحب نے عرض کیا اور تو سب خیریت حضور کی دعا سے ہے لیکن پورے ماہ خرچ کی مشکل رہا کرتی ہے مولانا بابا قدس سرہٗ نے مولوی حبیب اللہ کو دو روپیہ پر مرحمت کرتے ہوئے فرمایا یہ لو اللہ تعالیٰ برکت دے۔ شیخ دیوبند وضاحت کرتے ہیں کہ میرے والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مولانا بابا کے اس دو روپیہ مرحمت فرمانے کی یہ کرامت جاریہ رہی کہ والد صاحب جس قدر بھی خرچ کیا کرتے سب جیب سے خرچ

نکلتا آتا اور وہ دونوں روپیہ ان کے پاس ہمیشہ رہے۔

ڈیڑھ لاکھ سے زائد قرض ادا علاقہ رہا (۳۵۱) :

نواب معید مرزا صاحب رحمانی تعلق دار اور رنگ آباد نے کہا کہ میں کم سنی میں جب سوا مادری سایہ کے پدری و برادری سایہ سے محروم ہوگیا تو حاجی شفیق الرحمٰن خان صاحب رحمانی ایڈوکیٹ چیف کورٹ لکھنؤ کے زیر تربیت تعلیم حاصل کر کے چھوٹے بابا صاحب قبلہ سے مرید ہوا کیفیت عرض کی کہ علاقہ پیشتر سے گروی ہے ڈیڑھ لاکھ سے زائد قرضہ سابقہ ہے حضرت نے فرمایا تم بے خوف اور نگ آباد اپنی قدیمی جگہ پر رہو میں تم کو فضل رحمانی کے حوالے کرتا ہوں بفضل رحمانی تم سارا قرضہ بآسانی ادا کردو گے اور علاقہ بھی چھوٹ جائے گا چنانچہ یہی ہوا کہ میری سب جائیداد خلاف اُمید بہ آسانی چھوٹ کر میرے قبضہ میں آگئی اور مذکورہ قرضہ جس فیض مرشدی سے ادا ہو کر مجھے بچ رہا بیان سے باہر ہے۔

دشمنوں کا ھتھیار چھوٹ جانا (۳۵۲) :

معید مرزا صاحب رحمانی بیان کرتے ہیں کہ چھوٹے بابا صاحب علیہ الرحمہ میری بغیر اطلاع چچا صدیق مرزا صاحب رحمانی سابق تعلق دار اورنگ آباد کے یہاں تشریف لائے مجھ کو خود اطلاع کرائی میں حاضر آیا تو حضرت نے مجھکو دیکھ کر فرمایا بیٹا معید مرزا سب خیریت ہے میں نے عرض کیا کہ دشمنی کا یہ عالم ہے کہ آتے جاتے وقت اسلحہ لئے دشمن حملہ کی تاک میں لگے رہتے ہیں میں تنہا ہوں چھوٹے بابا صاحب نے فرمایا کہ ان دشمنوں کے ساتھ دولت ہے تمہارے ساتھ فضل رحمانی کی نصرت ہے بفضل رحمانی تمہاری شان تعلق داری اسی شان سے رہے گی۔ پس یہی ہوا کہ ہر قدم پر تائید فضل رحمانی میری دستگیر رہی دشمن بھری بندوق لئے تاک میں بیٹھتے جب میں اِدھر

سے گذرنا تو اسلحہ کام نہ کرتا ہاتھ سے گر جاتا چند رہا راسی طرح ناکام ہوکر وہ دشمن مجھ سے ملے اور بتایا کہ جب ہم حملہ کا ارادہ کرتے ایک بزرگ مکلّف لباس پہنے نہ جانے کدھر سے آ کر ڈانٹ دیتے تو بدن تھرتھرا کر اسلحہ نہ چلتا ہاتھ سے چھوٹ جایا کرتا۔

کرامت دیگر (۳۷۵) :

قاضی فرید احمد صاحب رحمانی ایٹہ پیشکار عدالت تھے اس میں ایک ملازم پولیس اس جرم میں ماخوذ ہوکر آیا کہ اس نے اپنے محکمہ سے سرکاری اُوور کوٹ غائب کر کے ایک خیاط سے اپنے بچوں کے کوٹ بنوائے اور وہ موقعہ پر پکڑا گیا دورانِ سماعت مقدمہ چھوٹے بابا صاحب ایٹہ تشریف غریب خانہ لائے اس ملازم پولیس نے مجھے گھیرا میں نے حضرت ممدوح کی خدمت میں اس کو پیش کر کے سفارش کی حضرت نے اس کو ہدایت کی کہ ہر وقت تا فیصلہ یہ شعر پڑھتا رہے۔

اَللّٰہُ اَللّٰہُ رَبُّنَا یَا کُلَّ عَبْدٍ سَاتِرٍ

سُلْطَانِ کُلِّ الْاَوْلِیَاءِ یَا شَیْخ عَبْدَالْقَادِر۔

چنانچہ اہل ایٹہ نے دیکھا کہ باوجود ثبوت کافی حاکمِ عدالت کا سزا لکھنے پر قلم نہ چلتا تھا اور کئی بار تجویز ترمیم ہوکر بالآخر حاکم کو بری کرنا پڑا۔ ایسے واضح ثبوت کے بعد بھی بریت ہے ایٹہ میں عقیدت کے ڈنکے بج گئے۔

پیشین گوئی وصال (۳۷۶) :

حاجی محمود عالم صاحب علوی کو میرے لڑکے زبیر عالم کی بات پختہ جس دن ہوئی اسی روز چھوٹے بابا صاحب مفتی بھولے میاں صاحب کو ساتھ لئے فیض آباد آ گئے مجھکو بڑی مسرت ہوئی عرض کیا کہ میری خوشی یہ ہے کہ آپ کو عقد پڑھانا ہوگا حضرت نے

فرمایا کہ خدا مبارک کرے عقد تو آپ کے مفتی بھولے میاں پڑھائیں گے ہم ساتھ رہیں گے اتفاقات ایسے ہوئے کہ حضرت کے پردہ فرمانے کے تیسرے سال عقد ہو سکا اس وقت ساتھ رہیں گے کہ مفہوم سب پر واضح ہوسکا کہ خبر جدائی پہلے ہی کردی۔(۳۷۷) معید مرزا صاحب رحمانی نے بیان کیا کہ ایک بار سیتاپور میں چھوٹے بابا صاحب سے شرف ملاقات حاصل ہوا تو میں نے اپنی والدہ کی سے قدم رنجہ فرمانے کی دعوت دی آپ نے فرمایا تم آج روانہ ہوجاؤ مفتی بھولے میاں سلمۂ کا انتظار ہے وہ آجائیں تو ہم دوسرے دن پہنچیں گے چنانچہ دوسرے دن آپ مع مخدوم زادہ صاحب تشریف لائے کچھ میری تنہائی اور بے وجہ دشمنی پر والدہ نے عرض کیا حضرت نے فرمایا کہ جس طرح تم میری عزت کرتی ہو اس لئے میں اس ہستی کو تم سے ملانے لایا ہوں جس کی میں عزت کرتا ہوں ہم معید مرزا سلمۂ کا ہاتھ نورِ چشم بھولے میاں سلمۂ کے ہاتھ میں آج سے دیتے ہیں اب معید مرزا تنہا نہیں میری والدہ گرمجوشی سے مفتی شاہ بھولے میاں صاحب سے ملیں پھر عرض کیا اپنے معید کے گھر بسا کر ہم پر مہربانی کیجئے حضرت نے فرمایا کہ ابھی اس میں کچھ دیر ہے لیکن یہ سب کام نورِ چشم بھولے میاں سلمۂ انجام دیں گے ٹھاٹھ سے لنگر تقسیم کریں گے صرف ہم موجود نہ ہوں گے۔ کچھ وقفہ کے بعد پھر والدہ صاحبہ نے میری شادی کے لئے لکھا تو یہی مذکورہ جواب تین برس قبل وصال تحریر فرمایا۔

(۳۵۶) بارہ نومبر ۱۹۵۵ء کو جب چھوٹے بابا صاحب علیہ الرحمہ علاج کو لکھنؤ جانے لگے تو حضرت نے اپنے والد ماجد اور دادا صاحبان کے مزارات کی طرف سلام کرتے ہوئے الوداع اب ان کو آنکھوں سے یہ سب دیکھنا نصیب نہ ہوگا چنانچہ لکھنؤ میں وصال ہوگیا۔(۳۵۷) بڑے بابا صاحب علیہ الرحمہ نے نو ربیع الآخر ۱۳۷۵ھ کو خواب دیکھا کہ حضرت غوث دوراں مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب کا وصال ہوگیا ہے

تجہیز و تکفین ہو رہی ہے چنانچہ شب دس ربیع الآخر آپ کا وصال اس کی تعبیر ہوئی۔
(۳۵۸) سید محمد صالح صاحب رحمانی ساکن ایرایاں خدمت معالجہ میں ہمراہ تھے فجر میں دوا پیش کی چھوٹے بابا صاحب نے فرمایا کہ تم کو دوا کی پڑی ہے یہاں حیات وموت میں چھڑی ہے اچھا ہم سب سے رخصت ہوتے ہیں ہمارا سلام آخری ہے اسی شب کی فجر دس ربیع الآخر ۵ ۱۳۷ھ چار بجے صبح بیدار ہوئے استنجے سے فراغت کے بعد کچھ باتیں کرتے رہے پھر بوقت فجر نماز ادا کی سلام پھیر کر پھر سر بہ سجدہ ہوئے اور اسی نیاز حق میں یوم جمعہ ۲۵ر نومبر ۱۹۵۵ء سر بہ سجود راہی دار بقا ہوئے نیز وصال سے ایک ہفتہ قبل فرمایا کہ ہم کو دس بزرگ لینے آئے ہیں ہم چلے جس کو میں نے یوں نظم کیا ہے۔

تو شہید وصل ہستی من شہید جستجو
تو بہ باطن دیدہ ای من اُنچہ جویم کو بہ کو

من چہ گویم چیست لذت درفغان وآرزو
لَذَّةٌ لِلشَّارِ ہیں، یا بم مئے اللہ ہو

تو ولے داری زِمن دیگر حیات وامتیاز
من گرفتارم بہ دنیا، تو زِ دنیا بے نیاز

شرکت ارواح مقدسہ (۳۵۹) :

گھر سے غسل دے کر جس وقت آپ کا جنازہ نماز کو لایا جانے لگا تو کافی تعداد میں سفید بے داغ کبوتر مسجد کے پھاٹک پر آ کر بیٹھ گئے اور جب تک جنازہ قبر میں نہ رکھا گیا وہ کبوتر موجود رہے جیسے ہی صندوق قبر پر تختہ رکھا گیا تمام ہندو مسلم حاضرین نے ان کو پرواز کرتے دیکھا۔ کچھ کبوتر آ کے بیٹھے اُڑ گئے بعد ازاں۔ کیا کہیں شرکت کو آئے کون تارے نور کے۔ (۳۶۰) نہلانے اور منہ دیکھنے پر اکثر لوگوں نے دیکھا کہ

حضرت کی دونوں آنکھیں کبھی کھلی کبھی بند ہوتی تھیں میں نے ایک بار بہ نظر اخفا آنکھوں کو ہاتھ سے بند بھی کردیا پھر بھی لوگوں نے یہ منظر دیکھا۔ تمام ہندو و مسلم حاضرین مشاہدہ کرتے رہے ہیں کہ وصال کے وقت سے دفن تک حنا جیسی خوشبو مہکتی رہی بعد دفن قبر کی مٹی سے گلاب تازہ جیسی خوشبو چند روز تک رہی۔

رحمت حق کی نوازشیں (۳٦۱) :

نعش مبارک پر وہ نورانی عالم کہ خواب استراحت نظر آتا بدن اس قدر ملائم کہ جدھر چاہو گھما پھرا لو۔ گردن اس قدر بلند کہ دور حیات میں بھی نہ تھی اور سطح جسم سے ایک بالشت اونچی رہتی جو کہ تجلّی کی مشہور علامت ہے شب تاریک میں اندرون قبر گیس جیسی روشنی کہ قبر کا ریزہ ریزہ نظر آتا۔ حنا و گلاب کے عطر چھڑک دینے سے جیسی خوشبو پھوٹی پڑتی تھی۔ ؎

مست و بیخود عطر بیزی سے تھے سارے زائرین
قبر میں رکھے گئے جب یہ دلارے نور کے
نعش تربت میں اُترتے ہی ہوا محسوس یہ
فرش پر گویا اُتر آئے ستارے نور کے

(۳٦۲) شب دفن کو میں اشکباری کی حالت میں سو گیا خواب دیکھا کہ چھوٹے بابا صاحب علیہ الرحمہ ایک پھول دار خوشنما جبّہ جسکے گلے و آستین پر مخمل لگا ہے پہنے ہوئے انگور نوش فرما رہے ہیں داہنے حضرت مولانا بابا بائیں حضرت دادا میاں صاحبان ہیں

(۳٦۳) فنائے عشق پندرہ جنوری ١٩٥٦ء کو میں کراچی آیا منشی اکبر علی خان صاحب رحمانی مجھ سے ملنے آئے یہ بیان کیا کہ مجھ سے یہ رنج دامنگیر ہوا کہ بہت جلد حضرت

عالی کا وصال ہو گیا رات کو خواب دیکھا کہ حضرت عالی تشریف لائے فرمایا کون کہتا ہے کہ ہم مر گئے بفضل خدائی ہم یہاں دنیاوی سے بہتر حیات میں ہیں۔ ؎

موتے کہ زعشق است نہ موت است حیات است

من مات من العشق فقد مات شہیداً

(۳۸۶) جس شب حضرت سپرد خاک ہوئے اس رات میں عام طور سے سب نے دیکھا کہ آسمان سے کافی ستارے بار بار ٹوٹ رہے ہیں۔

حسن معاشرت ومساوات (۳۸۷) :

مال و دولت حضرت عالی کی نظر میں بے حقیقت اور نگاہ توکل خداوندی پر رہا کرتی ساری آمدنی ضرورت مندوں کی امداد پر صرف کر دینے سے برابر مقروض رہتے شادی یا غمی کی مجلسوں میں جب بھی شرکت کرتے بلا کچھ دیئے خالی نہ لوٹتے آپ کی اس شانِ سخا سے لوگ جا و بے جا فائدہ اُٹھاتے مگر آپ مسکرا دیتے اکثر ایسا ہوا کہ سائل کو اپنا لباس اُتار کر دے دیا خود صرف رومال باندھ لیا نیز خود بھوکے اُٹھ گئے اور اپنا کھانا تک سائل کو دے دیا (۳۸۸) ایک ہندو حجام کو پرانے مخالفوں نے مدعی بنا کر فرضی مقدمہ دائر کرا دیا حکم بریت کے دن مدعی کو چپ کھڑا دیکھ کر پوچھا کہ کیا بات ہے وہ بولا کہ کرایہ تک مقدمہ میں نہ بچا۔ آپ نے دس روپیہ مدعی کو دے دیئے آٹھ ہمراہیوں کے کرایہ لاری میں کمی پڑی وہ گھر آ کر ادا کی ایک جوگن دوا لے رہی تھی دوا فروش پورے دام لینے پر اڑا تھا آپ نے پوری قیمت دے کر پانچ روپیہ اور دے کر فرمایا کہ اس کا دودھ وغیرہ پلانا (۳۸۹) حسن عبادت وعلمیت کا اجمالی خاکہ یہ ہے کہ سفر وحضر اور بیماری میں بھی تین بجے سے شب بیداری وتہجد وذکر وشغل ونعت رسالت ناغہ نہ ہو سکی۔ نماز اوّل وقت ادا کرتے اہتمام نماز خود بھی کرتے اور حاضرین کو بھی اس کی

تلقین آداب مسجد وعبادت آیات قرآنی کے مطالب ونکات کی تعلیم فرماتے قدرت نے جامہ زیبی ایسی بخشی تھی کہ اپنی آپ مثال تھی مگر امامت نماز کے وقت آپ پر تکلف لباس پہنتے فرماتے کہ بڑے بے نیاز کی حاضری ہے جو اس نے عطا کیا اس کے اثر نعمت کا تشکراً اظہار لازمی ہے ہر کس و نا کس کو سلام میں سبقت کرتے ماموں چچا بھائی کہہ کر مخاطب کرتے عشق خدا اور رسول کی مستی وسرور عام طور سے آپ میں نمایاں ملتی مسئلہ تصوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سرور خالص ہے اسی واسطے عارف حق اپنے اندر ایسا سرور محسوس کرتا ہے کہ غم دنیا اس کو متاثر نہیں کر سکتے بلکہ عارف تو فانی بہ خویش باقی بہ حق ہو کر عقائے الٰہی سے ہوا کرتا ہے۔(۳۹۰) اُردو فارسی میاں جی برکت اللہ اور عربی علوم ملّا سید اولاد حسین ملانوی سے بقیہ تکمیل اپنے والد ماجد سے کی کتب بینی کا از حد شوق تھا اسی کا یہ رنگ مہارت تھا کہ عام بول چال بھی آپ کی بلیغ ہوتی آپ کی تحریر وتقریر وحسن خطابت مخصوص عطیۂ الٰہی تھیں آواز اتنی دلکش تھی کہ سننے والے پر کیف چھا جاتا اذکار ورسالت اسرار طریقت لطیف پیرایہ میں بیان کرنا آپ کا خاص حصہ تھا۔

آہ وہ شیریں دہن شیریں سخن شیریں زباں
آہ وہ پر جوش ومستانہ تراطرزِ بیاں
بہہ رہا ہو معرفت کا جیسے بحر بے کراں
لاکھ دریائے تصوف جسکی تہہ میں تھے نہاں
جس کی موجوں میں نہاں تھا نغمۂ وحدت کا راز
مست لے سے جس کی نج اُٹھتا تھا خود الفت کا ساز

(۳۹۱) مولانا بابا علیہ الرحمہ کی حیات طیبہ میں چار ربیع الاوّل ۱۳۰۵ھ کو پیدا ہوئے دس ربیع الآخر ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۵ رنومبر ۱۹۵۵ء یوم جمعہ بوقت فجر فریضۂ فجر

میں سر بہ سجدہ واصل بحق بہ عمر ستر سال ہوئے مولانا بابا نے آپ کا نام محمد نعمت اللہ رکھا۔ آٹھ برس مولانا بابا کی اور تیس برس اپنے والد ماجد کی صحبت میں رہے آپ کی امامت میں بائیس برس آپ کے والد ماجد نے نمازیں پڑھیں۔

انکشاف درجات (۳۹۲):

ننھا خاں رحمانی ولد نعمت خاں رحمانی فتح پور حمزہ نے خواب میں چھوٹے بابا کا مقام رفیع الشان دیکھا کہ مکلّف لباس پہنے پر تکلف شامیانے میں تشریف فرما ہیں تو وہ حیرت زدہ ہوئے اس پر چھوٹے بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تم کو اس فضل رحمانی پر حیرت کیوں ہے ہمارے گھرانے کی زندگی میں درجات نہیں کھلتے بلکہ پردہ کے بعد نمایاں ہوتے ہیں ذرا اپنے بڑے بابا کو زمین میں آنے دو پھر بلندی درجات وفیض عام کی بارش دیکھنا۔محمد نظیر خاں رحمانی فتح پور خالصہ نے بھی ایسا ہی بیان کیا کافی تصدیقات ہیں اتنا ہی کافی ہے۔
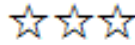
گیارہواں باب

مولانا شاہ محمد رحمت اللہ میاں صاحب

پیدائش وتعلیم (۲۹۳):

آپ کا نام مبارک محمد رحمت اللہ مولانا بابا نے رکھا اُردو فارسی میاں جی برکت اللہ سے اور علوم ملا سید اولاد حسین صاحب ملانوی سے پڑھے مشکوٰۃ و ترمذی و موطا امام محمد مولانا بابا سے باقی احادیث و تفسیر اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔ آپ کی یہ واحد خوبی تھی کہ آپ کی تحریر مختصر و سادہ ہوتے ہوئے بڑی جامع و عمیق اور موثر ہوا کرتی۔ اکثر اہم باتوں اور نکات کا جواب مثنوی و کلام جامی و حافظ شیرازی و شیخ سعدی قدس سرہم کے اشعار سے دے دیا کرتے۔ فارسی نعتیہ اشعار کے ساتھ تلسی داس کبیر داس کا ہندی کلام گیان و دھیان آپ کی عام بول چال تھی۔ دادا میاں صاحب نے جب آپ کو امامت سپرد کی تو چند سال ہی میں بڑے بابا کو لقوہ کا حملہ ہو گیا تو آپ نے چھوٹے بابا صاحب کو امامت سپرد کر دی انتہائی پرہیز و احتیاط سے آپ کا لقوہ دور ہو چکا تھا آخری سالوں میں بڑے بابا صاحب مریدین کو عرس میں خطاب بھی کرنے لگے تھے آپ کی ایسی تقاریر مختصری کے ساتھ بڑی ٹھوس اور نکات شرعیہ کا حل لئے ہوتے اہتمام طہارت

آداب عبادت احترام مسجد و مزار خود بھی پوری طرح رکھتے اور عوام و خواص پر بھی گرفت رکھتے خلاف سنت وضع ننگے سر والوں سے مسجد کے کنوئیں پر بے احتیاطی کرنے پر ناخوش ہوتے اپنی خاندانی روایات امتیازی کو آپ نے حیات تازہ بخش دی تھی۔اتباع سنت کا نمونہ عمل وقول سے درخشاں رہتا اوّل وقت ادائیگی فرائض اور عشاء اوّل وقت ادا کر کے لیٹ جاتے امراض شدیدہ کے باوجود تین بجے شب بیدار ہو کر بعد فراغت مصروف مراقبہ و افکار رہتے امراض کی تکلیف کا اثر گو چہرے سے ظاہر رہتا مگر زبان سے اظہار نہ ہونے دیتے توکل الٰہی و مستقل مزاجی اتنی پختہ تھی کہ اہم معاملات کا بھی احساس نہ کرتے بلکہ خود سب کو تسلی دیا کرتے۔مختصر یہ کہ آپ بہترین مدبّر لاجواب رہبر اچھوتے مفکر پابند اصول تھے ہیبت حق کا یہ عالم تھا کہ برابر کے لوگ بھی بات کرنے کی ہمت نہ پاتے آپ کے رنگ فقر میں دبدبہ سلطانی کا سماں رہتا۔(۳۹۴)

چہرہ مبارک گول کشادہ پیشانی نکھرتا رنگ پرکشش رُخ زیبا ہوتے ہوئے بھی بے حد بادبدبہ تھا کرتہ تہ زیب وانگرکھا عام لباس تھا کبھی گول ٹوپی کبھی دوپلّی بسا اوقات عمامہ پہنتے مرض گٹھیا سے روئی کی صدری روئی کا لبادہ آخر تک مستعمل رہا قلبی شکایت کیوجہ سے ترکاریاں مرغوب تھیں کھانا طرح طرح سے پکانے کا شوق تھا لیکن پکانے کے بعد تھوڑا کھا کر سب دوسروں کو یہ کہہ کر کھلا دیتے کہ یہ تم لوگوں کیلئے پکایا ہے۔(۳۹۵)

بسا اوقات لوگ توجہ میں بٹھانے کیلئے اصرار کرتے مگر آپ عمدگی سے ٹال جاتے لیکن مخصوص مریدین اس راز سے واقف تھے کہ بڑے بابا صاحب سے کچھ طلب کرنے کا وقت تہجد سے اشراق تک ہے ایک بار سید عبدالجبار صاحب ایڈوکیٹ وقدیر الحسن صاحب ایڈوکیٹ خواجہ مدحت نور صاحب ایڈوکیٹ و پرنسپل خواجہ سید ابوالقاسم و ماسٹر سید غلام مصطفیٰ و سید حسن مرتضیٰ عرف مولی بابو و عبدالفتاح چیمہ صاحبان مریدین وغیرہ صلاح کر کے توجہ کے لئے بیٹھ گئے چیمہ صاحب نے کہا کہ ہم سب میں کوئی ایسا نہ تھا جو

یہ تھوڑی توجہ برداشت کرنے کا ہوتا اور دو تین یوم بخاری کیفیت میں نہ رہا ہو۔(۳۹۶) آپ کی شان نظم و اصلاح بڑی نادر تھی اگر چہ مریابہ نظر کڑی ہوتی مگر عفو و درگذر بھی فوری ہوجاتی لیکن یہ کڑک اس لئے ہوتی کہ یہ سمجھ کر کہ مجھ کو بہت محبوب رکھتے ہیں اترانے نہ لگے آواز قدرتا بڑی رعب دار تھی ایسے دشمن جانی جنہوں نے الزام بلوہ وقتل تک لگائے جھوٹی شہادتیں دیں ان کو بھی آپ نے بے تکلف معاف کر دیا مظلوموں کی حکام سے سفارش کرتے فرضی سائلوں سے ناراض رہتے مستحقین کو بلا بلا کر یوں مدد کرتے کہ یہ لو اور گھر کا انتظام کر کے میرے کام سے جانے پر تیار ہو رہو۔ پانے والے بروقت نہ جان پاتے مجبوروں کی خفیہ امداد جاری رکھتے سینکڑوں کی خانہ آبادیاں مکمل سامان سے اپنی طرف سے کر دیتے مگر نام اسی کا ظاہر کرتے۔(۳۹۷) درس مثالی موجودہ دور میں پیری و مریدی میں جو اعتراضی شکل پیدا کر دی گئی ہے بڑے بابا صاحب علیہ الرحمہ نے اس کے لئے ایسا اصلاحی اقدام فرمایا کہ قول و عمل دونوں سے ثابت کر دکھایا کہ مرشدی کیا ہے۔جس نے پیروں کیلئے بھی ایک درس مثالی قائم کر کے اعتراضی طریقہ کو تحسینی و اعترافی لباس اپنے چھیالیس سالہ دور سجادگی میں پنہا دیا اہل مشاہدہ ہی اس کا لطف و امتیاز جانتے ہیں نیز ۱۸۹۵ء کے مقدمات بلوہ و الزام قتل بھی رہے اہم تعمیرات بھی ہوئیں تبلیغ و اشاعت کتب بھی ہوئی مگر فضل رحمانی آستانہ کو خدا نے یہ امتیاز بخشا کہ آستانہ سائل نہ ہو سکا بلکہ آستانہ کے سب سائل رہے۔

واقعات پُر ملال (۳۹۸):

۱۹۶۰ء سے بڑے بابا صاحب پر مختلف امراض کے حملے رہنے لگے ناجائز فائدہ کے متمنی مختلف اسکیم سے چندہ بازی کو نکل کھڑے ہوئے آپ کو علم ہوا تو صاف صاف مریدین سے تحریراً و تقریراً اعلان کر دیا کہ اگر میری اولاد بھی کوئی اسکیم امداد یا چندہ لے کر آئے کھانا تک اس کو نہ دے کر اس طرح واپس کرو کہ یہ دروازہ ہمیشہ بند رہے بس جس

کو سعادت خدمت خدا دے براہِ راست آستانہ بھیجنے کے سوا ہرگز کسی کو نہ دے جناب مولانا سید محمد علی صاحب رحمانی مونگیری علیہ الرحمہ تین سو روپیہ ہر سال عرس شریف میں دوسرے کے ہاتھوں روانہ کرتے تھے کافی سال وہ غائب رہا مگر بڑے بابا صاحب نے کبھی پرواہ نہ کی مولانا مونگیری کے خط سے یہ راز کھلا جیسا کہ آگے آتا ہے وسط اپریل ۱۹۶۲ء میں جب کانپور کے علاج سے افاقہ نہ ہوا تو آپ الحاج کرنل عبدالحفیظ خاں صاحب رحمانی کی کوٹھی واقع امانی گنج لکھنؤ میں مقیم ہوئے کرنل صاحب کو چھٹی نہ مل سکنے پر انہوں نے اپنے چچا و چچی واہلیہ کو تیمارداری پر مامور کیا ادھر الحاج راجہ شفیق الرحمان خاں رحمانی ایڈوکیٹ چیف کورٹ لکھنؤ خبرگیری پر وقف ہوئے ڈاکٹر حاجی عبدالجلیل فریدی رحمانی نے بکمال خلوص علاج ہی نہیں کیا بلکہ دواخانہ وقف علاج کردیا۔ جب بھی کوئی اہم معاملہ آتا بڑے بابا صاحب علیہ الرحمہ بس یہ فرمادیتے اصحاب توکل کا خدا خود میر سامان ہے یا کارساز مابفکر کار ما کہہ دیتے اور ہر منزل پار ہوجاتی لوگوں نے دیکھ لیا کہ یہ کہنا جتنا آسان ہے اس سے زائد آسان نبھا کر آپ نے دکھا دیا۔ وصال سے دس یوم قبل آپ کو دواؤں سے نفرت ہوگئی۔ استغراق رہنے لگا لیکن اوقات نماز و عبادت اسی طرح جاری رکھے اور مریدین کو بھی ہدایت نماز فرماتے رہے آپ کیفیت میں جھوم رہے ہیں کہ اک دم فرمانے لگے آیئے آیئے اِدھر بیٹھئے پھر آنکھ کھول دی کچھ بات کرلی۔ چند بار بڑے بابا نے مصافحہ کرنے کے بطور دونوں ہاتھ بڑھائے لوگ اس کا دوسرا مطلب سمجھے وہ جھپٹے تو آنکھ کھول کر ہاتھ کھینچ لیا۔ اتفاق سے ہاتھ کی رگ میں انجکشن ضروری ہوا آپ آمادہ نہ ہوتے تھے میں نے عرض کیا کہ آپ دوا خواہ نہ پیجئے مگر یہ انجکشن لگوا لیجئے بڑے بابا نے فرمایا تم بھی پڑھے لکھے ہو کرنا دانی کرتے ہو اس کے بعد ہم سے دوا کیلئے ہرگز نہ کہنا اب دوغذا دونوں ختم ہے پھر انجکشن لگوایا۔ بعد ظہر فرمایا بھولے میاں تمہارے ڈاکٹر فریدی نے گھی کھانا روک دیا جس سے

خشکی بڑھ رہی ہے میں نے کہا ابھی ان کے آنے پر پوچھ لیں گے آپ نے کہا سب بیکار ہے تم گھر روانہ ہو کر ہمارا انتظام کرو اسی وقت کی ریل سے چلے جاؤ۔ پھر فرمایا شفیق الرحمٰن نہ آئے ہوں تو بلاؤ اتفاق سے راجہ شفیق الرحمٰن صاحب آ گئے آپ نے فرمایا ادھر بیٹھو کچھ وصیت کرنا ہے مگر پھر آنکھ بند کر کے خاموش رہے چار مئی چہار شنبہ کو میں گھر پہنچا کہ شام کو آدمی آیا کہ بابا صاحب جمعہ چھ مئی کو آ رہے ہیں ان کا انتظام رکھنے میں سوچنے لگا کہ سب کچھ گھر پر ٹھیک ہے مگر بعد میں سمجھے پانچ مئی جمعرات کو محمد عمر رحمانی سے بڑے بابا نے ڈانٹ کر فرمایا کہ بیٹھے کیا کرتے ہو۔ منشی عبدالبر خاں صاحب کو ابھی لے کر جاؤ اور ٹیکسی کرایہ پر طے کر کے خبر دو ہم کو امانت سپرد کرنا ہے۔ ٹیکسی کا انتظام شام کو ہو پایا فرمایا فجر پڑھ کر چلیں گے۔ جمعہ چھ مئی کو دس بجے دن آپ آستانہ آ گئے جو دیکھتا بشاش پاتا لوگ خوش کہ آپ کو صحت ہو گئی تھوڑی دیر بعد فرمایا بھولے میاں ہم مونگ کی کھچڑی کھائیں گے مولوی محمد میاں کھچڑی لائے ہیں چار چمچہ کھلا سکا فرمایا بس الحمدللہ سنت مرشدی پر دنیا چھٹی۔ حاضرین سے ان کی خیریت پوچھ کر فرمایا جمعہ کی تیاری کرو۔(۳۹۹) گیارہ بجے پیر پھیلائے ہیں بڑھا کو لٹادوں آپ نے کمر کی طرف اشارہ کیا میں نے پشت پر آ کر جیسے دونوں مونڈھے دا ہنے کو تھامے بڑے بابا نے اس طرح ٹیک لگائی کہ میرے سینہ سے پیٹ تک آپ کی پشت آ گئی دفعتاً یہ معلوم ہوا کہ میں دبا جا رہا ہوں سوچتا ہوں کہ اتنا وزن بابا میں کب سے آ گیا اتنے میں ایک ٹھنڈی لہر کرنٹ کی طرح میرے جسم میں سرایت کر گئی جس سے مجھے اپنا سنبھالنا مشکل ہو گیا جیسے ہی میرا ذہن اس حوالہ امانت کے مقصد پر پہنچا آپ خود اُٹھ پڑے فرمایا کہ ہمارے کپڑے بدلواؤ ہم مسجد میں جمعہ جماعت سے پڑھیں گے میں اُٹھا مگر عجیب کیفیت میں بے قابو رہا۔ عبدالمجید خاں گنج مراد آبادی آ گئے مسرت سے بولے کہ بفضلہٖ بابا اچھے ہو گئے میں نے کہا کاش ایسا ہو سکتا آپ اس کو محسوس بھی نہیں کر سکتے جو ہم سمجھ رہے ہیں جدائی سر پر

ہے۔وہ بولے ہم کو بھی دنیا کا تجربہ ہے میں نے کہا دنیا کا تجربہ اور ہے مگر بابا کا تجربہ اور ہے اتنے میں بڑے بابا نے پوچھا کیا بات ہے مولوی محمد میاں نے کہا کہ عبدالمجید خاں اور بھائی جان میں کچھ جھنجھٹ ہو رہی ہے آپ نے سب کو مسجد جانے کو کہہ کر مجھے بلا کر رازداری سے فرمایا کہ تمہیں تو بہت باتوں میں صبر کرنا ہے ابھی سے جی ہارتے ہو پھر بابا بات بدل کر فرمایا ہم کو مسجد لے چلو میں نے کہا آواز امام یہاں تک بخوبی آتی ہے نقاہت کے سبب بیٹھ کر یہیں گدی پر پڑھ لیجئے بڑے بابا نے فرمایا کہیں تو فتویٰ لگانے سے باز آجایا کرو چلو خطبہ پڑھو (۴۰۰) بعد جمعہ نصف گھنٹہ لیٹے رہے فرمایا تم حقہ پی آؤ۔ چلنے کو چل دیا مگر جی نہ لگا دس منٹ ہی میں واپس آیا تو آپ کے تنفس میں لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُـحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه صاف معلوم ہوتا تھا کبھی زبان سے سلام قولا من رب رحیم کہتے کچھ دیر بعد دونوں ہاتھ مزار شریف کی طرف اُٹھائے لوگ سمجھے استنجے کو اٹھنا چاہتے تو ایسے ہی اشارہ کرتے اُٹھا کر چوکی پر بٹھانے لگے آپ نے بیٹھنا نہ چاہا پھر دونوں ہاتھ مزار شریف کی طرف اُٹھائے اب میں نے سب کو روک کر دونوں ہاتھ بغل میں لے کر جیسے سادھا تو آپ نے سارا بوجھ میرے اوپر ڈال دیا اک دم اس وزن کے آنے سے میں نے اپنا توازن سنبھال کر جو دیکھا تو آپ بڑے غور سے مجھ کو دیکھ کر بولے ہم سب دیکھتے رہیں گے خدا حافظ اتنے میں مولوی محمد میاں نے دوا نکال کر لٹانے کو کہا جیسے لٹا دیا رَبِّ رَحِیْمٍ سنائی دیا اِنَّـا لِـلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ۔ میں اس نصیحت میں ایسا کھویا کہ اب تک کھویا ہوا ہوں۔

ہے مری کوتہ نظر کو آج اس کی جستجو — تھیں نگاہیں جس کی سرشار مئے اللہ ہو
تھا رواں حسنین کا جس کی رگوں میں کچھ لہو — نیک سیرت نیک صورت نیک طینت نیک خو
جسکا دل تھا پرسکوں لَا تَـقْنَطُوْا کی یاد سے — مطمئن تھا آیت لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَاد سے

(۴۰۱) پس از پردہ بدن بے حد ملائم چہرہ حیات سے زائد نورانی ایک لطیف عالم خواب روز روشن کے باوجود قبر کی نورانیت محسوس ہوئی تو مئی کی دھوپ چاندنی معلوم ہوتی ہر ہندو مسلم کی زبان پر جاری کہ آپ نہیں گئے ہم سب کو مردہ کر گئے چونکہ آپ خود بڑے صاحب ضبط تھے اسلئے کیفیات عشق و مستی ظاہر نہ ہونے پاتی تھیں آپ عموماً جھومنے لگے کبھی آہ کبھی واہ یا رائے ضبط نہ رہنے پر نکل جاتا جن لوگوں کے دل میں خطرات آتے مثالی واقعات سے ان کا جواب پہلے ہی دے دیتے حاضرین کو حدیث رسالت حقیقت محمدیت بڑے سہل انداز میں سمجھا کر اس کا گرویدہ بناتے۔

اس قدر رہتے آپ جویائے رضائے مصطفیٰ — ہر ادا تھی آپ کی محو ادائے مصطفیٰ
فضل رحمٰن سے رہی وقف ولائے مصطفیٰ — وقف ساری زندگانی تھی برائے مصطفیٰ
ان کو عشق خاص نے پہنچا دیا دربار تک — خود بخود سب اُٹھ گئے پردے حریم یار تک

مختصر کرامات (۴۰۲):

آستانہ پر بیسویں کا فاتحہ ختم ہو کر مریدین رخصت ہو چکے تھے دو چار روانگی پر تھے کہ سخت بارش ہونے لگی ایک گھنٹہ بعد رکی تو مجھ کو نیز ماسٹر احمد علی رحمانی و ماسٹر عماد الحسن رحمانی کو کانوں میں بابا کی آواز محسوس ہوئی بیٹھے کیا کرتے ہو قبر میں پانی آنا بند نہیں کرتے دونوں صاحبان نے ہم سے کہا پھر ہم سب نے جا کر دیکھا تو قبر کے پیتانے سے پانی گیا تھا قبر شریف پر پردہ تان کر اس کی درستی کرائی خوشبو سے دماغ اڑا جا رہا تھا پانی داہنے پاؤں تک رہا کفن خشک اور پہلے سے شفاف تھا آپ کا مزار حاجی چیمہ صاحب رحمانی گیاوی نے بنوایا (۴۰۳) طاعوتی گلٹی بڑے بابا صاحب نے فرمایا کہ والد صاحب قدس سرہما نے فرمایا کہ اگر طاعوتی گلٹی نکل آئے تو کڑوے تیل اور گلٹی پر سورۂ لِاِیْلٰفِ دم کر کے ملتا رہے چند بار یہ عمل کرے بفضلہٖ گلٹی غائب ہو جائے

گی ۔(۴۰۴) بڑے بابا صاحب نے فرمایا کہ ایک شخص نے پوچھا کہ سب سے بڑا ولی کون ہے تو مولانا احمد میاں صاحب نے فرمایا کہ جس کو سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جتنا زائد عشق ہے اتنا ہی بڑا وہ ولی ہے ۔(۴۰۵) راز شیطانی بڑے بابا صاحب نے فرمایا کہ ایک بزرگ کی شیطان سے ملاقات ہوئی پوچھا کہ وہ کون سی بات ہے جس سے تم شیطان بنے شیطان نے حیرت سے کہا آپ کو اس راز سے کیا مطلب ہے بزرگ نے کہا کہ بجائے اس کے کہ تم مجھ سے بہت سے گناہ کراؤ جس سے تم شیطان بنے وہی کام کرکے اک دم تم جیسا شیطان بن جاؤں شیطان خوش ہوکر بولا ایک تو ہمیشہ خدا کی جھوٹی قسم کھانے سے دوسرے نہ خود اطاعت خدا کی نہ دوسروں کو کرنے دینے سے شیطان بنا ہوں نسخہ سہل ہے ان بزرگ نے کہا کہ خدائے پاک کی قسم ہے کہ یہ دونوں کام ساری عمر نہ کروں گا شیطان بولا کہ آپ سے مجھے خود بھاگنا چاہئے کہ مجھے دھوکہ دے کر راز شیطانی معلوم کرلیا ۔

گیروا لباس (۴۰۶) :

حافظ عنایت حسین رحمانی سعادت گنج لکھنؤ نے تحریری سوال کیا ۔ بڑے بابا صاحب نے جواب لکھا کہ فاروقِ اعظم کے صاحبزادے عبداللہ بن عمر اور حضرت طلحہ کے صاحبزادے عبداللہ بن طلحہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے گیروے رنگ کی تفصیل مؤطا امام مالک میں مرقوم ہے صوفیا نے گیروے اور زرد لباس اسی سند سے معمول بنائے ہیں شاہ محمد رحمت اللہ میاں ۴ رجون ۱۹۵۵ء (۴۰۷) اس سوال پر کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوپلّی ٹوپی استعمال فرمائی ہے بڑے بابا صاحب نے تحریر فرمایا کہ نفحات العنبر یہ صفحہ ۱۰۵ پر مرقوم ہے کہ بسا اوقات رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوپلّی ٹوپی پہنی ہے سفید قمیص آپ کا محبوب لباس تھا یہ دونوں فتوے حافظ صاحب کے یہاں محفوظ ہیں ۔

طریق اولیاء پر نکتہ چینی (۴۰۸) :

بڑے بابا صاحب نے فرمایا کہ نورالحسن خاں رحمانی بھوپالی وغیرہ حاضر تھے کسی نے مجاہداتِ اولیاء پر اعتراض کیا حضرت مولانا بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ امام بخاری جب احترام حدیث رسول پر ہر حدیث لکھنے پر غسل کر سکتے دوگانہ پڑھ سکتے ہیں لیکن اس کی سند حدیث سے کہیں تم پیش نہیں کر سکتے۔ پھر طریق اذکار اولیاء سے تمہارا عناصر ظاہر ہے۔(۴۰۹) جنات سے کہنا چھڑی لے کر آئیں گے۔محمد رحمانی یار ربہ لکھنوی کے بہنوئی وہمشیرہ کو جنات نے بہت پریشان کیا یہ عرض حال کو آئے بڑے بابا صاحب نے فرمایا جا کر کہنا کہ شرافت سے چلے جاؤ تو اچھا ہے ورنہ کھجور کی کانٹے دار چھڑی لے کر آئے تو کھال بھی نہ رہے گی ان لوگوں نے واپس آ کر یہی دہرایا کہ اتنا کہتے ہی وہ جنات ہمیشہ کو بھاگ گیا۔(۴۱۰) مولوی خادم حسین رحمانی کوٹھی ضلع گیا نے شکایت جنات کی بڑے بابا صاحب نے فرمایا کہ آئندہ اب آئے تو بتانا اس دن سے وہ کبھی نہ آیا۔(۴۱۱) ریاست بھروارہ ضلع لکھیم پور کھیری میں راجہ فضل رحمٰن خاص صاحب رحمانی نے بتایا کہ ایک سردار جنات اور اس کے چند ساتھیوں کو بڑے بابا صاحب ہی ایسے تھے جو جلا سکے ورنہ یہ سب کے بس کی بات نہ تھی اسی طرح ضلع گیا میں ایک شاہ اجنہ آپ بھگا چکے تھے۔(۴۱۲) مرید فضل رحمانی اور جنات عبدالغنی صاحب رئیس بسرام پور ضلع گیا بڑے بابا صاحب سے مرید تھے ان کے پڑوس میں ایک غیر مسلم حلوائی کو جنات ہلکان کئے تھا۔عبدالغنی صاحب ادھر سے گذرے جنات سے فوراً کہا پیر بھائی السلام علیکم۔خانصاحب کو بڑی حیرت ہوئی پوچھا کہ پیر بھائی کیسے ہو۔جنات بولا کہ آپ جس دن مولانا شاہ رحمت اللہ میاں سے مرید ہوئے اس کے بعد میں بھی بڑے بابا سے مرید ہوا میری بیوی مرید ہوئی میرے ماں باپ دادا میاں سے مرید تھے۔خانصاحب نے کہا سبحان اللہ جب آپ پیر بھائی ہیں تو اس

حلوائی کو چھوڑ دیں۔جنات نے کہا حلوائی نے ہماری فہائش نہ مانی بلکہ ہمارے بھگانے کو لوگوں کو بلا لایا مگر وہ کیا بھگاتے خود بھاگ پڑے اب آپ کے لحاظ سے چھوڑتا ہوں مگر میری قیام گاہ میں سفائی رکھے۔(۴۱۳) پیر مرید کے سر بالیں: عبدالرحیم خان رحمانی قائم گنج کا وقت انتقال آیا کہا کہ مجھے بٹھاؤ خوشبو لگاؤ میرے پیر بڑے بابا اور دادا میاں آئے ہیں پھر وضو کیا لیٹے اور چل بسے (۴۱۴) مصافحہ دم واپسیں: خواجہ حکیم جان صاحب رحمانی نور منزل گیا نے بڑے بابا سے عرض کیا کہ وقت آخر ہے تمنا یہ ہے کہ دم آخر میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں ہو۔آپ خاموش رہے۔انیس جنوری ۱۹۶۲ء کو حاضرین نے دیکھا کہ خواجہ صاحب نے دونوں ہاتھ مصافحہ کے طور پر بڑھا کر کہا، الحمد اللہ بڑے بابا سے مصافحہ ہو گیا۔پھر انتقال ہوا۔بڑے بابا صاحب اس وقت تک با حیات تھے۔(۴۱۵) بڑے بابا اور کرسی ججی: رسیہ بازار ضلع بہرائچ کے مریدین بلوا و لوٹ مار میں ماخوذ ہوئے۔سیشن میں بحث کے دن ڈسٹرکٹ جج بہت خلاف رہا ماخوذین گھبرا کر رو پڑے۔بڑے بابا کو یاد کرنے لگے جو اس وقت بقید حیات تھے جبکہ لنچ میں تھا۔ان لوگوں نے دیکھا کہ بڑے بابا کرسی ججی پر بیٹھے ہیں معمولی سے تاخیر کے بعد جج آیا اور سب کو بری کر دیا۔(۴۱۶) علی مدد رحمانی بہرائچی نے کہا کہ میں نے جو قطعہ خریدا بموجب کاغذات سرکاری بیع غلط ہوتی تھی حاضر ہو کر عرض کی بڑے بابا نے فرمایا ہم نے دعا کر دی۔اوّل عدالت سے علی مدد ہار گئے پھر عرض ماجرا کیا بڑے بابا نے کہا ہارے نہیں ہرائے گئے اپیل کرو علی مدد اپیل میں ایسے جیتے کہ مخالف کی اپیل نہ ہو سکی۔(۴۱۷) جو فرمایا حاکم نے وہی کیا۔علی حیدر صاحب وارثی ساکن گیا نے اپنے ماموں حسین امام صاحب مرار پور کا مکان حکومت سے دس ہزار میں خریدا تھا میونسپلٹی نے اس کی قیمت بارہ ہزار اور محکمہ کسٹوڈین نے پچپن ہزار قیمت رکھ کر مکان اپنے قبضہ میں لے لیا پٹنہ کی عدالتوں سے علی حیدر صاحب کے خلاف فیصلہ ہوتا رہا۔جب وارثی

صاحب نے دہلی اپیل کی وہاں سے مقدمہ نظر ثانی کیلئے واپس ہوکر مسٹر مینن کلکٹر گیا کو فیصلہ کو بھیجا گیا وارثی صاحب نے خواجہ مدحت نور رحمانی ایڈوکیٹ وغیرہ کی سفارشات میں بڑے بابا سے رجوع کیا آپ نے فرمایا بفضل رحمانی دس ہزار ہی میں نفع سے تمہیں کو مکان ملے گا عبدالجبار صاحب رحمانی ایڈوکیٹ نے پیروی کی کلکٹر مینن نے دس ہزار بحال رکھ کر سرکاری طور سے جو کرایہ اب تک وصول ہوا تھا وہ سب واپس دلایا۔ (۴۱۸) اولا دپور رلولا دا افضل حسین رحمانی ساکن کروائی شیخ فضل الٰہی صاحب فضلی فرخ آبادی کو سفارش کے لئے لے کر حاضر آئے فضل الٰہی صاحب نے موقع مناسب پر بڑے بابا سے سفارش کی کہ افضل حسین کی پچاس برس عمر ہوئی فقط ایک لڑکا آپ کے والد صاحب کی دعا سے پیدا ہوا تھا وہ بھی بائیس برس کا ہوکر بے اولاد ہے بڑے بابا نے فرمایا کہ خدا سے کچھ آخرت کیلئے افضل حسین مانگا کرو ہر وقت اولاد اولاد لگائے رہتے ہو، گھر آنے پر اسی سال افضل حسین کے دو جڑواں لڑکے اور ان کے لڑکے رحمت حسین کے بھی دو جڑواں لڑکے پیدا ہوئے دوسرے سال پھر رحمت حسین کے دو جڑواں لڑکے پیدا ہوئے افضل حسین نے حاضر ہوکر عرض کیا کہ حضور ایسی دعا تو ہم نے نہ چاہی تھی پھر کوئی اولاد نہ ہوئی ۔(۴۱۹) شیخ فضل الٰہی صاحب فرخ آبادی نے بتایا کہ مجھ کو پشت میں درد شدید لاحق ہوگیا حاضر آیا تو ہمت گذارش اسلئے نہ ہوسکی کہ بڑے بابا درد گھٹیا میں صاحب فراش تھے بس آپ کے کرتے کا دامن چھو کر مل لیا چند منٹ میں درد ایسا دور تھا کہ کبھی پھر نہ ہوا اب یہ خطرہ ہوا کہ خود بابا اس مرض کا شکار رہیں حالانکہ فیض کا یہ عالم ہے اتنے میں آپ جھوم کر پڑھنے لگے زدعاشق درد وغم حلوا بود ۔(۴۲۰) سید مسعود حسن صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ہردوئی نے بڑی خدمت انجام دی تھیں قرب پنشن پر کلکٹر صاحب حاضر آئے سلطان عالم بیرسٹر ہردوئی نے کہا کہ منشی امتیاز علی صاحب کاکوروی کو دادا احمد میاں صاحب نے خدمت آستانہ پر خوش ہوکر ایسی وعادی کہ

وزیر بھوپال بنادیا کلکٹر صاحب کی پنشن قریب ہے کسی اچھے عہدے کی کسی ریاست میں دعا کر دیجئے بڑے بابا صاحب نے فرمایا بزرگان کرام کی خدمت کا صلہ خدا جلد دے دیتا ہے۔ بفضل رحمٰن تم جہاں چاہتے ہو وزیر ہو جاؤ گے چنانچہ وہ وزیر رام پور ہوئے۔

(۴۲۱) **نواب رامپور** : نواب رامپور جناب حامد علی خاں صاحب رحمانی نے اپنے عزیز کو بھیجا کہ بڑے بابا کو رامپور افراد خاندان نوابی مرید کرنے کو لائے آپ نے کچھ دن بعد وقت آمد دے کر وقت مقررہ گئے نواب صاحب اسٹیشن سے محل لے گئے واپسی پر نواب صاحب نے اصرار کیا کہ میرے لئے اسپیشل کی بوگی سے آپ کی واپسی ہو گی بڑے بابا نے فرمایا بھائی حامد علی فقیر کے لئے سب اسپیشل ہے اگر آخرت کا اسپیشل مل جائے۔ نواب صاحب نے اتنا اثر لیا کہ پھر مسلم اسپیشل سے جانا ترک کر دیا اور حاضرین سے کہا کہ آج میں بے حد مسرور ہوں۔ اور نفس سرکش مطیع ہوا کہ مجھے حامد علی کہہ کر نصیحت کرنے والا بھی کوئی ہے۔

(۴۲۲) **نواب بھوپال۔** حضرت چھوٹے بابا علیہ الرحمہ بھوپال تشریف لائے نواب جی محمد خاں رحمانی نواب سعید محمد عرف سدا میاں رحمانی جو دادا میاں سے مرید تھے نے دعوت کی جرنیل عبید اللہ خاں صاحب نواب بھوپال علیل تھے خواہش کی کہ حضرت کو مجھے دکھا دو آپ تشریف لائے تو مولانا بابا کی چادر مبارک جرنیل صاحب کو دیکھ کر کہا کہ اوّل عطر لگا کر سرہانے رکھ کر سو رہیں خود سب کھیل جائے گا جرنیل صاحب نے یہی کیا خواب دیکھا کہ حضورِ اعلیٰ مولانا بابا آ کر برابر کی مسہری پر بیٹھے پھر فرمایا آؤ میرے پاس بیٹھ جاؤ جرنیل صاحب نے عرض کیا کہ یہ گستاخی کیسے کر سکوں گا مولانا بابا نے فرمایا ہم کہتے ہیں پھر کیا ہے جرنیل صاحب نے کہا کہ یہ ذرّہ نوازی ہے مگر میرا ادب روکے ہے مولانا نے فرمایا یہ تمہاری خوشی جرنیل صاحب نے خواہش بیعت کی آپ نے مرید کیا ان کی آنکھ کھلی نواب سلطان جہاں بیگم کو بلا کر کہا اس چادر مبارک

میں مجھے کفن دینا اور جس طرح ہو چادر کی اجازت لے لینا سلطنت بھوپال اس کے سامنے بے حقیقت ہے دوسرے دن جرنیل صاحب کا انتقال ہو گیا۔ سلطان جہاں بیگم نے فاتحہ میں مدعو کیا پھر نواب حمید اللہ خاں کے والی بھوپال ہونے کی دعا چاہی چھوٹے بابا صاحب نے فرمایا میاں حمید اللہ کو بھی خدا نواب بنائے اور ان کی لڑکی عابدہ سلطان کو بھی نوابی دے فقیر کی دعا ختم ہوئی چنانچہ نواب عابدہ بیگم کا وقت کچھ گذرا تھا کہ راج ختم ہو گئے یہ مطلب دعا ختم ہوئی کا اس وقت سمجھا گیا۔

(۴۲۳) **گورنران یوپی** : سر مالکم ہیلی کی بیوی کے ولادت سے کچھ قبل بچہ بے حرکت ہو گیا دوائیں رائیگاں۔ آخری فیصلہ آپریشن پر ہوا مگر خود معالج خوفزدہ تھا کہ زچہ کے بچنے کی امید آپریشن بعد کم تھی مسٹر ہیلی لیڈی ہیلی بھی ڈرتے تھے ان کا ایک مسلمان خانساماں بڑے بابا سے مرید تھا۔ وہ بولا کہ میرے گرو کو بلایئے تو سب فتح ہے کل ہی وہ خان بہادر احمد حسین (دلدار حسین) تمباکو والے کے یہاں آئے ہیں گورنر نے خان بہادر سے فون پر بات کی اور خود موٹر لے کر لینے آگئے بڑے بابا تشریف لے گئے پانی پڑھ کر دیا ساتویں منٹ بچہ بآسانی پیدا ہو گیا گورنر نے بے حد مشکوری کے بعد کہا کہ آئندہ ایسا ہو تو آپ کہاں مل سکیں گے آپ نے کہا کہ اتنی دعا کافی ہے چنانچہ دو اولادیں بآسانی ہوئیں گورنر نے ہر دو ولادت پر شکریہ کا خط لکھا۔

(۴۲۴) ککرا عبدالرحمٰن خاص صاحب رحمانی اپنے گھر سے لکھنؤ آرہے تھے سیتاپور سے چھوٹے بابا بھی سوار ہوئے راجہ صاحب لکھنؤ آپ کو لے آئے دو گھنٹہ بعد گورنر یوپی سر مارس ہلیٹ نے سکریٹری بھیج کر بلایا راجہ صاحب آپ سے اجازت لے کر گئے گورنر نے کہا کہ یوپی سے مجھے دوسرے صوبے کا حکم ملا ہے اس انتشاری حالات میں ہاں میں یا یہیں رہوں یا لندن جانے کے سوا دوسری بات پسند نہیں کرتا راجہ صاحب نے چھوٹے بابا اور ان کے بزرگوں کا ذکر سنا کر دعا کا مشورہ دیا مسٹر ہیلٹ نے کہا کہ میں

نے لندن میں پیر پادری کا ذکر سنا ہے پھر اپنے ایڈوائزر مسٹر ٹی بی ڈبلیو بشپ کو اپنا خط دے کر چائے پر مدعو کیا آپ کے آنے پر گورنر و لیڈی دونوں استقبال کر کے لائے بعد چائے یہ بات بتائی چھوٹے بابا نے کہا راجہ صاحب بہت اچھی چائے پلائی خیر ہم بھی اپنے شہنشاہ سے عرض کئے دیتے ہیں کون پھر ہٹا سکتا ہے اسی شب سات بجے وائسرائے کا حکم آیا کہ وہ اسکیم بدل گئی مستقل یو پی میں رہو۔ راجہ صاحب سے فون کے ذریعہ گورنر صاحب نے شکریہ ادا کرنے کو تاکید کی اور کہا جب آپ نے بتایا تھا اس سے زائد ہم نے دیکھ لیا۔

(۴۲۵) **مستجاب الدعواتی** : حاجی مشتاق احمد صاحب رحمانی ٹمبر مرچنٹ کانپور نے بتایا کہ حاجی محمد ہمراز صاحب رحمانی حاضر ہوئے بڑے بابا سے کہا کہ محکمہ فارسٹ سی پی والا ٹھیکہ منسوخ کر رہا ہے یہ ٹھیکہ نہیں رہتا تو میں کہیں کا نہیں رہتا بڑے بابا نے دادا میاں سے عرض کیا آپ نے فرمایا اپنے ہم راز کے ہم راز ہیں خود دیکھ لو گے۔ چنانچہ محکمہ اوّل عدالت سے ہارا پھر اپیل سے ہارا ہرجہ تک عدالت نے دلا دیا۔ اس وقت سے اب تک ان کی اولاد سی پی کی ٹھیکیدار رہے۔ (۴۲۶) مولانا حافظ عبدالرزاق صاحب رحمانی قاضی شہر کانپور نے نقل کیا کہ مولانا مسیح الزماں خاں صاحب رحمانی ناظم ندوہ کہتے تھے کہ میں مولانا غلام محی الدین خان صاحب کے ساتھ حاضر ہوا خاں صاحب نے مولانا بابا سے مرید ہو کر اپنی مصیبت بتائی آپ نے فرمایا بعد عشاء اکتالیس بار: یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اَرْحَمْنَا اوّل آخر پانچ بار درود کے ساتھ پڑھتے رہو۔ شب میں خاں صاحب نے شروعات چاہی میں (ناظم ندوہ) نے کہا گھر پہنچ کر شروع کرنا۔ تیسرے روز گھر آئے معلوم ہوا کہ وہ حصہ تحویل سرکاری سے دوسرا دن ہے چھوڑ دیا گیا۔ پھر بھائی مسیح صاحب نے کہا مولانا بابا لوگوں کی عادت ڈالنے کو پڑھنے کے لئے بتا کر اس پردے میں اپنے کو چھپا لیتے تھے ورنہ عنایات خدائی سے

ایسے مستجاب الدعوات تھے کہ فرماتے ہی مقصد حاصل سائل کا ہو جاتا یہی کیفیت مولانا احمد میاں قبلہ کی تھی۔

(۴۲۷) **ارشادات مشائخ** : مولانا حافظ عبدالرزاق صاحب مذکور نے بیان کیا کہ مولانا بابا کے وصال کے بعد فاتحہ سیوم سے قبل مولانا سید محمد علی صاحب رحمانی مونگیری نے حقیقت مرشدی کے بیان سے حاضرین کو اشکبار کردیا بعد ختم مولانا ظہور الاسلام صاحب رحمانی فتح پوری نے مولانا مونگیری سے کہا جو آتش فراق بھڑکا رکھی ہے اس کو ٹھنڈا بھی تو کچھ سنا کر کرو مولانا مونگیری نے کہا کہ مریدوں کی زبانی اپنے پیر کی کیا سناؤں پیر کے پیرومرشد کی زبانی سنئے مولانا سید ابوسعید صاحب رحمانی ایرایاں سے بھی حکیم محمود احمد خاں صاحب رحمانی دہلوی نے بیان کیا اور مجھ سے بھی کہا کہ جب دوسری بار مولانا بابا مرشد قبلہ دہلوی قدس سرہم کی خدمت میں گئے تو ایک دن قبلہ مرشد دہلوی قدس سرہٗ نے مولانا بابا کو امام بنا کر ان کے پیچھے نماز پڑھی اور بعد نماز خلفاء سے فرمایا کہ یہاں سے عرب تک ہم نے بہترے مشائخ کے پیچھے نماز پڑھی مگر جو لطف و کیف اپنے بیٹے مولوی فضل رحمٰن کے پیچھے نماز پڑھنے میں ملا وہ کہیں نہ ملا جب اس کم عمری میں یہ کمال ہے تو شباب کس اوج پر ہوگا۔ اتنے میں کسی خلیفہ نے عرض کیا کہ حضور کی عنایات جس پر بھی ہو جائیں قبلہ مرشد دہلوی نے فرمایا کہ یہ تمہارے حضور کی عنایات سے کب ہے۔ یہ تو فضل رحمٰن کو خدا کو خود چاہنے سے ہے حاضرین وقت کے ملول چہرے کھل پڑے پھر مولانا ظہیر احسن شوق نیموی فضل رحمانی نے مولانا مسیح الزماں خاں ناظم ندوہ سے اصرار کیا کہ آپ بھی کچھ بیان کریں۔ بھائی مسیح صاحب نے اپنا یہ مشاہدہ بیان کیا کہ ایک مجلس میں مولانا نے محبوب الٰہی قدس سرہم کے فضائل بیان کرتے فرمایا کہ اگر بارہ شرابیوں پر محبوب الٰہی نظر ڈال دیں فوراً وہ ابدال ہو جائیں چنانچہ اُسی شب کو میں (ناظم ندوہ) نے خواب میں حضرت محبوب الٰہی کو دیکھا مسکرا

کرفرمایا مولوی فضل رحمٰن کوتم نے سمجھا کہاں وہ اگر ایک درجن سیاہ کاروں پرنظر ڈال دیں و ہیں ابدال دوراں وہ سب ہو جائیں ۔

(۴۲۸) **دیوبندی صاحب کا بیان** : مولانا عبدالرزاق صاحب مذکور نے کہا کہ مجھ کوسکوت میں دیکھ کرمولانا محمد محسن صاحب دیوبندی نے جومولانا بابا سے مرید ہو کر بڑے حاضر باش آستانہ ہوگئے تھے سبب پوچھا میں نے کہا بعض معترض ہیں کہ مولانا بابا مریدوں کوتعلیم نہیں دیتے مولانا دیوبندی نے کہا کہ یہ معترض جھک مارتے ہیں ورنہ مولانا بابا کی تعلیم موافق حدیث تھی آپ جہاں نماز پڑھتے بعد نماز و ہیں مراقب ہوکر بیٹھ جاتے جومرید آپ کے پیچھے بیٹھ جاتے ان کا کام بنتا اس تعلیمی طریقہ کے بعد دوسرا طریقہ آپ کا یہ تھا جوآپ کی بڑی خصوصیت تھی کہ کسی کوہم جلیس ہونے سے کسی کوگفتگو سے کسی کوخیال کر لینے ہی سے کسی کونظر ملنے ہی سے آپ توجہ حسب ظرف دے دیا کرتے علاوہ ازیں مولانا بابا کی مریدی میں ہم نے یہ امتیاز دیکھا کہ عام افراد کے مرید ہوتے ہی مقصد مریدی اورخواص کے مرید ہوتے ہی لطائف جاری ہو جاتے حاجت تعلیم رہی تو کہاں یقینی آپ کا یہ شوق اتباع سنت ہی تھا کہ بخاری کتاب الصلوٰۃ عبداللہ بن یوسف تینیسی کی حدیث کے بموجب مولانا بابا مریدین کو سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کبھی قل ہواللہ پڑھنے کی عموماً ہدایت فرماتے رہتے تھے ۔

(۴۲۹) مولانا شاہ وزیرعلی صاحب لکھنوی (مولانا شاہ عین القضاۃ صاحب کے والد ماجد کہتے تھے کہ مولانا فضل رحمٰن صاحب جیسا کامل اورمتبع سنت ہم نے نہیں دیکھا منشی احتشام علی صاحب رحمانی کاکوروی نے یہ نقل روایت کی نیز یہ بھی کہا کہ میرے والد صاحب (منشی امتیازعلی رحمانی وزیر بھوپال) یہ بھی کہتے تھے کہ مولانا سید نور عالم صاحب مارہروی بے حد فضائل مولانا بابا کے سناتے رہتے یہ بھی بتاتے کہ مولانا اورمولانا سید آل رسول صاحب مارہروی کا باہم قریبی رشتہ بھی تھا اوردورطالب علمی

بھی ایک تھا اگر چہ مولانا بابا کے ہم سبق مولانا مارہروی نہ ہو سکے (۴۳۰) وزیر بھوپال مذکور نے یہ بھی کہا کہ حضرت محمد شیر میاں صاحب پیلی بھیتی اکثر فرماتے کہ مولانا شاہ فضل رحمٰن شیر ہیں۔

(۴۳۱) **فیض قبر**: عبدالکریم رحمانی اعظم گڑھ عرس شریف میں آئے بتایا کہ دادا میاں سے ۱۹۱۰ء کو بیعت ہو کر اب ۱۹۴۳ء میں حاضر ہو سکا میرا تمام بدن برص سے سفید ہے کرتہ اٹھا کر دکھایا بڑے بابا صاحب نے فرمایا کہ میرے پاس کیا دھرا ہے شمس الدین ان کو تنہا مزار میں لے جا کر بند کراؤ نصف گھنٹہ بعد عبدالکریم نے دروازہ کھلوا کر باہر سب کو اپنا بدن دکھایا جلد صاف داغوں سے پاک سارا جسم تھا۔

(۴۳۲) **تشریف آوری رسالت مآب**: خواجہ آفتاب نور رحمانی نیز وکیل قدیر الحسن رحمانی گیا نے کہا کہ ایک بار بڑے بابا جلدی سے سجادہ پر سے ہٹ کر مؤدب ہو گئے مشک بار خوشبو پھیل گئی تھوڑے وقفہ سے ماسٹر محمد عمر خاں رحمانی بعد یہ آ گئے کچھ مہک باقی تھی پوچھا بابا کیا بات ہے آپ نے فرمایا کہاں مر رہے تھے رحمت دارین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تھے تم محروم ہی رہ گئے۔ (۴۳۳) مانگ کے بموجب ملتا۔ حکیم عبدالحیٔ صاحب رحمانی رائے بریلوی ناظم ندوہ نے کہا کہ میں نے حاضر ہو کر مرید مولانا بابا سے ہونے کے بعد پڑھنے کو پوچھا آپ نے حزب البحر بلا کسی شرط پڑھنے کی اجازت دے دی واقعتاً میری خواہش یہی تھی مانگ کے بموجب آپ سے مل جانا بڑی خصوصیت آستانہ ہے۔

حافظ محمد حلیم صاحب (۴۳۵):

سرہند پنجاب سے آ کر کانپور میں مقیم ہوئے کانپور میں حضرت مولانا بابا علیہ الرحمۃ کا شہرہ سن کر اپنے جگری دوست سید نذیر الحسن عرف رُعاب صاحب ساکن ایرایاں کے

ساتھ گنج مرادآباد حاضر ہوئے عرض کیا کہ جس کاروبار میں میری بھلائی ہو اس کی دعا اجازت ہو مولانا بابا نے فرمایا تم نے جو سوچا وہی چمڑے کا کاروبار کرو ہم نے بہت دور تک دعا کردی مگر غریبوں کا لحاظ نہ بھولنا یہ تھی حافظ صاحب کے لئے وہ دعائے جاریہ کہ حلیم ڈاک کے نام سے خصوصی جہاز آتے فروغ وتجارت مشرق سے مغرب تک پھیل کر عزت وسخاوت بے مثال رہی ۔(۴۳۶) دوسری حاضری میں حافظ صاحب نے دعائے امداد چاہی تھی مگر بوقت عرض زیارت حرمین کی خواہش لب پر آسکی مولانا بابا نے فرمایا بفضلہٖ ایک نہیں دو حج بھی کرلوگے جس بات کو کہہ نہ سکے وہ بخوبی پوری ہوگی جَاءَ کُمْ بَشِیْرٌ وَنَذِیْرٌ پڑھتے رہنا۔حافظ صاحب دنگ رہ گئے کہ کشف جلی کی حد ہی نہ تھی سید رعاب صاحب نے حافظ صاحب کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ آیت مبارکہ میں جو دو نام آئے بزبان حضرت قبلہ دو لڑکوں کے تجویز ہوئے مگر مجھے ایک اشارہ اور معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں بشیر نام اوّل ہے یقینی اس نام کا فرزند بہت کچھ ہوگا حافظ صاحب نے اپنے دو لڑکوں کے نام محمد نذیر و محمد بشیر اسی پر رکھے بقیہ اولاد کے نام اپنی پسند سے رکھے آخرش واقعات نے ثابت کردیا کہ آیت میں جو بشیر نام اول ذکر ہوا اس نام سے موسوم محمد بشیر (بیرسٹر) ہر شعبہ میں اوّل مولانا بابا کے اس ارشاد سے رہ کر حافظ صاحب کو اورا جاگر اور ہر دل میں گھر کر گئے ۔(۴۳۷) ایک بار سید رعاب صاحب نے کہا کہ مولانا بابا کی جب ایسی نظر عنایت آپ پر ہے تو مریدی میں کیا دیر ہے حافظ صاحب نے کہا بھائی رعاب یہی بے تابی مجھے بھی ہے مگر یہ مولانا فضل رحمٰن صاحب کو مریدی ہے میں اپنے کو اسی کیلئے تیار کررہا ہوں، حافظ صاحب جرمنی تجارتی معاملات میں گئے تھے جب واپس آئے تو وصال مولانا بابا کی خبر سن کر گم سم رہ گئے اتفاق سے سید رعاب صاحب ملنے آئے اپنی بے قراری بتا کر منشی کریم بخش ومحبت اللہ وتھو جمعدار و سید رعاب صاحب کے ساتھ حلیم کالج سول لائن سے آستانہ پہنچے اور رقیوم

دوراں مولانا احمد میاں صاحب سے مرید ہوئے حافظ صاحب نے کہا کہ میری خواہش تھی کہ حزب البحر کی اجازت ہو دوسری مجلس میں دادا میاں نے حزب البحر پڑھنے کی اجازت ازخود دے دی۔ حافظ صاحب نے اس کا اتنا احترام کیا کہ صغیر واصغر وکبیرہ زکوٰۃ احرام باندھ کر روزے رکھ کر نان جویں سے افطار کرکے پوری کرلیں حافظ صاحب کی خواہش تھی کہ آستانہ ہی پر چلّہ پورا کریں کہ دادا میاں نے فرمایا یہاں ہجوم زائرین سے سہولت نہ ہوگی کانپور میں آسانی رہے گی ہم خادم ابوالحسن کو تمہارے ساتھ کرتے ہیں تباتے رہیں گے سید رعاب صاحب نے عرض کیا کہ دعا ہو کہ میں اور حافظ صاحب ساتھ حج کریں منشی کریم بخش ومحبت اللہ وتھو نے بھی سید رعاب صاحب کو دعا کرانے کا اشارہ کیا تھا ہی کہ دادا میاں نے فرمایا جاؤ خدا باعزت طور پر سب کا حج پورا کرے چنانچہ مئی ۱۹۲۸ء میں ان سب مذکورین نے ایک ساتھ حج کیا۔ (۲۴۰) جون کو جرمنی سے حافظ صاحب کو تار ملا کہ اوّل ہفتہ جولائی میں ضروری پہنچیں بعد حج حافظ صاحب ادھر چلے گئے اور کافی فائدہ تجارت سے واپس ہوئے۔ (۴۳۸) ایس ایم بشیر بیرسٹر پہلی بار دادا میاں کی خدمت میں پہنچے اس وقت کاروباری الجھن بیرونی ممالک کی درپیش تھی دادا میاں نے فرمایا تمہارے والد کیلئے ہمارے والد صاحب نے بڑی دور تک جو دعا کردی ہے تم بھی اس میں شامل ہو خدا بناتا ہے بگاڑتا نہیں چنانچہ سوئزرلینڈ سے مزید دوڈھائی لاکھ کا نفع ہوا دوسری حاضری پر میاں بشیر صاحب کو تمنائے اولاد نے اکسایا کہ خود دادا میاں نے فرمایا کہ مسعود اولاد کی تمنا ہی تو شرعاً محمود ہے فضل رحمانی فقیر کا شاہد ہے کہ ایسی ہی اولاد ہوگی بشیر صاحب مولوی ابوالحسن سے کہنے لگے جو کچھ سنتے تھے اس سے کہیں زائد کشف طلب سے پہلے سوال پورا ہوتا دیکھ لیا ابوالحسن صاحب نے کہا اس پر بھی غور کیا کہ اس دعا میں خصوصاً چار نام فرزندوں کی بشارت ہیں چنانچہ بشیر صاحب نے فضل حلیم وشاہد حلیم ومحمود حلیم ومسعود حلیم ترتیب وار

نام لڑکوں کے رکھے نیز یہ سب اولاد حضرت کی دعا سے خاندانی روایات وخدمات کی علمبردار ہیں ۔(۴۳۹) کانپور مالک مطبع مجیدی کے وہاں دادا میاں تشریف لائے ۔ ایس ایم بشیر صاحب ملنے آئے دیگر گفتگو کے بعد دادا میاں نے فرمایا نماز کی پابندی حاضری مزار معمولی رکھی تو آغاز بھی عمدہ انجام اس سے بھی اعلیٰ خدا کرے گا، واقعی باوجود امراض شدید فرائض وتہجد نفلی عبادات ناغہ نہ ہونے دیں ایک بار لندن کی فٹ پاتھ پر رومال بچھا کر نماز پڑھتے تھے نواب بھوپال حمید اللہ خاں ادھر سے نکلے یہ دیکھ کر بہت متاثر ہوئے کہ پابندی اسے کہتے ہیں بعد نماز ملے تو پکے دوست بن گئے آستانہ مجددیہ اور آستانہ فضل رحمانی کی خصوصی حاضری رکھی باوجود گھٹنے کے درد کے دو گھنٹہ کھڑے دست بستہ پڑھتے رہے ایک بار درد ٹانگ کی جگہ ہاتھوں سے چند بار مل دیا بشیر صاحب کہتے رہے کہ آپ یہ کیا کر کے مجھے کہیں کا نہیں رہنے دیتے میں نے کہا یہیں کے آپ رہیں گے یہ ہاتھ لگے تو خدا اس کی لاج رکھے گا۔ چنانچہ لندن کے علاج سے ٹھیک ہو گئے یہی پختہ عقیدت باپ کی آپ کی اولاد کے حصہ میں ہے۔

عزیز الٰہی صاحب کے مشاهدات (۴۴۰)

فضل الٰہی صاحب فضلی فرخ آبادی کے دوسرے فرزند عزیز عزیز الٰہی صاحب فضلی (لوہے والے) نے بیان کیا کہ ۱۹۷۲ء میں ایسی علالت بڑھی کہ مایوسی حیات ہوگئی مزار مبارک پر حاضر ہو کر عرض کیا اگر وقت آگیا ہے بخیر انجام سے بلا لیں اگر ابھی خدمت لینا ہے تو بلا دور رہو۔ میں (عزیز الٰہی) نے دیکھا کہ مزار شریف سے مولانا بابا باہر آئے میری پیشانی چوم کر دعا دی تو اس کے فیض کیا کیا کہوں عزیز صاحب کو مولانا بابا سے ایسا عشق ہے کہ ہر وقت بابا کا نام لب پر رہا کرتا ہے خود بابا بھی عزیز صاحب کو اتنا عزیز رکھتے ہیں کہ ادھر عزیز صاحب نے مخاطب کیا ادھر کام ہوا۔ راتوں میں بابا خود مل

جاتے ہیں یہ سب اس کا انعام ہے کہ کوئی کام بابا کو یاد کئے بغیر عزیز صاحب کرتے نہیں ہر ایک یہ کب کر پاتا ہے ان کا دادھیال نانیہال بھر رحمانی قدیم سے ہے۔(۴۴۱) یا میں عزیز الٰہی گورکھپور کی طرف چند ہمراہیوں کے ساتھ کار سے جا رہا تھا یہ پچھلی نشست والے بھی سو گئے مجھے جھونکا آیا تو پان کھا کر دور کیا اب دیکھا کہ ڈرائیور سو چکا کار سڑک سے ہٹتی کنارے بڑھ رہی ہے کہ اگلا پہیہ پتھر پر چڑھ گیا فوراً بابا مدد میری زبان سے نکلا اسی کے ساتھ یہ معلوم ہوا کہ جیسے کسی نے میرا ہاتھ اسٹیرنگ پر کر دیا میں نے اسٹیرنگ کاٹی گاڑی پتھر سے گذر کر جو چلی تو سامنے چند گز پر بھاری درخت سے سامنا تھا پھر میری چیخ نکلی کہ بابا مدد ساتھ ہی اسٹیرنگ میں نے اپنی طرف موڑی تو ڈرائیور نے غنودگی ہی میں اپنی طرف موڑنا چاہی اسی حال میں دیکھتا ہوں کہ جیسے کسی نے گاڑی جام کر دی ایک فٹ اکسلیٹر درخت دکھائی تھی۔اہل بستی دوڑے آ رہے تھے کہ کوئی بچا نہ ہوگا مگر سب کو زندہ دیکھ کر حیرت میں کہہ رہے تھے آپ لوگ بچے کیسے ڈرائیور کا پاؤں بدستور اکسیٹر پر تھا ہم سب حیران تھے کہ گاڑی خود سے کیسے رکی۔(۴۴۲) گن فیکٹری میں (عزیز الٰہی) میں مال خریدا کرتا تھا ایک بار مجھے پکڑ لیا گیا کہ یہ پاکستانی جاسوس ہے میں لاکھ کہتا ہوں کہ وہی عزیز الٰہی ہوں مگر کوئی سنتا نہ تھا سمجھا کر تھک گیا تو مولانا بابا کو یاد کیا ہی تھا کیا دیکھتا ہوں کہ جنرل منیجر خلاف وقت آ گیا کار سے اتر کر مجھے دیکھتا آفس گیا پوچھا تو پاکستانی جاسوس والی بات بتائی گئی جنرل منیجر اسٹاف پر بگڑا کہا ہم ان کو جانتے ہیں شریف وباعزت ہمارا مال خریدنے والے ایماندار آدمی ہیں پھر گرمجوشی سے مل کر مجھے رخصت کیا۔(۴۴۳) ایک بار بڑے بابا صاحب تشریف لائے والدہ عزیز الٰہی صاحب کھانے کا انتظام کرنے لگیں روٹی کے بعد بریانی وقورمہ کا سامان چڑھایا۔ پانچ سات منٹ بعد فرمایا بیٹے عزیز ہمارے کھانے کا وقت نکلا جا رہا ہے عرض کیا ابھی بوا نے چڑھایا ہے تھوڑی دیر ہے پانچ منٹ گزرے تھے کہ فرمایا

میاں عزیز تم ہانڈی میرے پاس لے آؤ پک گئی ہے میں نے گھر میں جا کر ہانڈیاں کھولیں تو میں اور بوا حیرت میں تھے کہ یہ پکی کیسے رکھی تھیں میں وہ سب چار اشخاص کے حساب کا سامان لے آیا بڑے بابا نے سارے حاضرین کو بٹھا کر کھانے کا آغاز کیا جملہ اسّی نفر شکم سیر ہوئے اور بچ بھی گیا۔(۴۴۴) وزیر علی صاحب فضلی (فضل الٰہی صاحب کے والد) کہتے تھے کہ مولانا احمد میاں صاحب کو خدا نے مقبولیت کچھ ایسی عطا کی تھی کہ شہروں میں ایک ایک ہزار لوگ مرید ایک وقت میں ہوا کرتے قصبات میں یہ عالم ہوتا کہ مردوں کے ساتھ عورتیں اور لڑکے تک مرید ہو جاتے خدا کا شکر کہ ہمارے مرشد زادے بڑے بابا میں بھی یہ ہی صفت خدا نے دی۔(۴۴۵) عبدالمجید فضلی کہتے تھے کہ میرے والد محمد امیر فضلی فرخ آبادی بتایا کرتے کہ حضرت مولانا بابا کی مریدی کا یہ پہلو خاص تھا کہ جو خواص خدا طلبی چاہتے کمال حاصل کرتے۔ جو عوام نیک عملی کو مرید ہوتے فیض پاتے مگر وہ جن کا رواں رواں ذاکر ہوتا خلافت یا دنیا طلبی کے چکر مقصود ہوتے مرید ہو کر بھی چھٹ رہ جاتے۔ نواب نورالحسن رحمانی بھوپالی اور وصی الزماں صاحب رحمانی تعلق دار آسیون نے صرف کافی سے مریدوں کے نام دیتے پانچ برس جمع کئے۔ جب ختم کرنے پر آتے خطوط آتے کہ فلاں مقام میں ابھی اتنے اور ہیں غرضیکہ اس کو ترک کرنا پڑا لیکن اس پر سب متفق ہو رہے کہ جہاں سے مولانا بابا کے مریدین کی تعداد چار پانچ ملتی وہیں سے بارہ تیرہ دادا میاں کی تعداد میں مریدین ہوتی تھی مولانا بابا کی وہ خصوصی عظمت و حقیقت جو واقفوں ہی میں معروف تھی دنیا اسی وقت جان سکی جب خدا نے دادا میاں کی ذات سے ہمہ گیر بنادی۔(۴۴۶) فضل الٰہی صاحب فرخ آبادی نے بتایا کہ میں نے نواب نورالحسن خاں رحمانی بھوپالی سے کہا کہ آپ بھی خلیفہ ہیں فرخ آباد چلئے نواب صاحب نے کہا کہ مجھے آپ کی مریدی کا لحاظ ہے ورنہ مجھ سے برا کوئی آپ کے حق میں نہ ہوتا یقیناً مجھے اللہ تعالیٰ کا نام لوگوں کو بتانے

کی اجازت ملی ہے مگر یہ ترقی باطنی حاصل کرنے کو ہے نہ کہ پیری مریدی چالو کرنے کو ہے خلیفہ اُڑنے بھی لگے اور صاحب سجادہ یہ نہ کر سکے جب کہ خلیفہ ٹہنی اس درخت کی ہے اور صاحب سجادہ اس پیڑ کی جڑ ہے جس طرح جڑ سے پتی پتی غذا لیتی ہے خلیفہ غیر خلیفہ صاحب سجادہ کے ماتحت ہی رہیں گے۔

☆☆☆
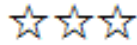
بارہواں باب

اعلانِ حقیقت

فقیر شاہ محمد رحمت اللہ میاں فضلی گنج مرادآبادی مخلصین آستاں کیلئے دعائے صلاح وفلاح دارین کے بعد راقم ہے کہ پیمانہ بھر چکا ہے چھلکنے کی دیر ہے بنابریں چند اہم امور تمام حجت کے بطور اپنے قلم سے پیش کرتا ہوں۔

تجمل حسین اور دادا میاں صاحب :مولانا حافظ سعید صاحب فضل رحمانی ایرایاں جن کو مولانا بابا نے تحریری خلافت نامہ بطریق صوفیاء جُبہ و دستار پہنا کر مرحمت کیا تھا ان کے جمع کردہ ملفوظات سے نقل کرتا ہوں۔(۴۴۵) مولانا مذکور راقم کہ: میں مولانا ظہورالاسلام ومولانا نور محمد فتح پوری ومولانا ابوالحسن لکھنوی وحکیم اللہ دیا دہلوی وشیخ وحید احمد ردولوی ومولوی حکیم عبدالغفار گنج مرادآبادی ڈاکٹر عبدالقادر خاں نیز کچھ اور اہل بستی ۱۳۱۷ھ کے اہتمام عرس میں تھے اتفاق سے ۲۰ ربیع الاوّل کو مولوی تجمل حسین بہاری آگئے اپنی مرتب کردہ کمالات رحمانی مطبوعہ محرم ۱۳۱۵ھ رحمانیہ پریس مخصوص پورہ مونگیر نیز کتاب فضل رحمانی انوار احمدی پریس لکھنو ۱۳۱۷ھ کی جلدیں بھی

ساتھ لائے بہاری صاحب نے حاضر ہو کر فضل رحمانی پیش کی تو دادامیاں نے سب کو طلب کیا فرمایا کہ بھائی ابوسعید تم اس تردید کو لکھتے اور سب لوگ سنتے رہیں۔ پھر فرمایا میاں تجمل حسین تم نے ہمارے بابا کے بلا تحقیق حالات لکھ کر اپنی ذات کو بھی مجروح کرلیا دوسری طرف یہ لکھ کر کہ: کمالات رحمانی صفحہ آٹھ اور بروایت احمد میاں صاحب سجادہ نشیں ۱۳۱۳ھ مقام ملانواں میں پیدا ہوئے۔ اپنے فریب کا اقرار خود کرلیا۔ تم ہی بتا دو کہ وہ کون مقام اور وقت رہا جب تم تصدیق روایات ہم سے کرتے اور کوئی نہ ہوتا تھا یا اور بھی ہوا کرتے تھے کبھی مسودہ بھی دکھایا ہو اس پاک مقام پر اسی کو بتا دو اگر تمہیں خدا نے توفیق دی ہوتی تو فضل رحمٰن کے عدد نکال لیتے ۱۲۰۵ھ نکل آتا۔ (۴۴۶) صفحہ انیس کمالات رحمانی پر لکھا ان (مخدوم مصباح العاشقین صاحب علیہ الرحمۃ ملانواں) کے وصال کو پانچ سو برس کے قریب ہوئے۔ حالانکہ یہاں ملانوں والے سب جانتے ہیں ۹۳۹ھ غرہ رجب کو حضرت مخدوم کا وصال بارہ سو آٹھ سے نوسو انتالیس گھٹانے سے دوسو انہتر سال کا فرق نکل آتا ہے۔ (۴۴۷) صفحہ انیس کمالات رحمانی نانہال آپ کا سندیلہ میں ہے اور اس بستی میں حضرت شیخ حیدر علی شاہ صاحب خلیفہ اعظم حضرت شاہ محمد آفاق علیہ الرحمہ کے تھے۔ کیسا سراپا جھوٹ ہے بلکہ شاہ صاحب کا وطن ملانواں ہے یہیں پیدا ہوئے یہیں وصال ہوا۔ (۴۴۸) صفحہ بائیس کمالات رحمانی صحن مسجد میں جو کنواں تھا بہت کھارا تھا چنانچہ خدا نے آپ کے قدم آنے سے میٹھا کر دیا مگر بعد وصال آپ کے پھر کھارا کر دیا۔ دادامیاں نے فرمایا کہ حاضرین ہی اس جھوٹ کا جواب دیں یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کنوئیں میں مولانا بابا کے دودانہ تسبیح ڈال دینے سے اولاً اس کو میٹھا کر دیا دوسرے اس کا پانی کم نہیں ہوتا تیسرے صرف اس پانی پینے ہی سے مختلف امراض دور ہونے کا شرف دے دیا۔ چوتھے ایسا وزنی وشیریں وہاضم قریب و دور نہیں۔ اب اگر تم میں ذرا صداقت ہے اسی وقت پانی دکھاؤ کہ حضرت

کے وصال کے بعد کھارا ہوا کہ بدستور بیٹھا اور تم کو جھوٹا کئے ہے۔(۴۴۹) تعزیہ جلانے کا بہتان صفحہ بائیس کمالات رحمانی۔ مسجد کی بغل میں تعزیہ بھی رکھا تھا آپ نے اپنے جوش شریعت میں آگ لگادی۔ یہ پوری بستی ومریدین موجود ہیں کسی ایک ہی سے تعزیہ جلانے کی گپ صحیح کرادو۔ دویمش صفحہ انتیس فضل رحمانی پڑھ لو مسجد میں ایک طرف تعزیہ رکھا تھا آپ نے تعزیئے کو جدا کرنا چاہا۔ خدا نے تمہاری تحریر سے تم کو جھوٹا کردیا۔(۴۵۰) صفحہ انتیس پر یہ بھی لکھا کہ آپ اس روز ملانواں تشریف لے گئے وہاں دوڑ تلنگوں کی پہنچی اور دشمنوں نے وہاں تلنگوں کو پہنچوا دیا پھر تلنگوں نے گرفتار کیا۔ اور ملیح آباد تک چھاؤنی میں فوج کے ساتھ لے آئے۔ پھر لکھا کہ آپ ملیح آباد تک پہنچے بیڑی پائے مبارک سے کاٹی گئی۔ واقعہ اصلی یہ ہے کہ جب مولانا بابا گنج مرادآباد آکر مسجد آئے مسجد کے گنبدوں میں تعزیے رکھے تھے اس کے بعد کہ جصے میں نماز ہوتی تھی تو مولانا بابا نے یہاں کے معززین کو سمجھایا کہ مسجد عبادت کیلئے ہے اب تعزیئے اندر جب تم نماز پڑھو گے تو سامنے تعزیے پڑیں گے ہٹادو ان لوگوں نے مسجد سے اٹھا کر مقبرے میں تعزیے منتقل کردیئے کسی بدخواہ نے نواب سعادت علی خاں شاہ لکھنؤ سے بے حرمتی تعزیہ کی شکایت کردی ایک اہل کار مقرر ہوا کہ خود بھی تحقیق کرنا مولانا بابا کو حقیقت بتانے کے لئے لیکر آئے اہل کار آیا تو فرضی بے حرمتی کا وجود نہ پایا مولانا بابا نے مقبرے میں رکھے تعزیے دکھا دیے اس نے کہا کہ لکھنؤ تک آپ کو زحمت کرنا ہوگی چنانچہ آپ بیل گاڑی منگا کر بالامئو وہاں سے ریل پر لکھنؤ پہنچے بادشاہ لکھنؤ کے میر منشی جو سندیلہ برادری سے آپ کے رشتہ دار تھے وہ مولانا بابا کے فضائل بتارہے تھے کہ آپ تشریف لے آئے بادشاہ نے بڑا احترام کیا اہل کار نے بتایا کہ تعزیے بدستور موجود مسجد کے بجائے مقبرے میں رکھے ہیں بادشاہ نے عذرخواہی کے بعد دو ہزار روپیہ نذرانہ پیش کیا اس کو درباریوں میں اسی وقت مولانا بابا نے تقسیم کردیا اور گھر واپس آئے اس

سے اور بھی لوگ معتقد ہوئے۔ حکیم عظمت حسین رحمانی موتیہاری نے اس بیان کے بعد کہا کہ میں بھی بہاری اور گنج مرادآبادی ہوں تم نے میرے گھرانے سے یہاں سے وہاں تک ثبوت اپنی صدق بیانی کا دے دیا بیڑی پڑے ملیح آباد تک لے جائے جاتے کو ثابت کردو۔ دادامیاں نے فرمایا کمالات رحمانی صفحہ بائیس پر لکھا نوبت چھپنے کی نہ آئی اور آپ کو گرفتار کرلیا گیا۔ اگر یہ بیان گنج مرادآباد کے لئے ہے تو ملانواں والی بات غلط اگر وہ مانو تو اس تحریر سے جھوٹے ہوئے۔(۴۵۱) پھر دادامیاں نے فرمایا صفحہ گیارہ کمالات رحمانی مگر آخر زمانے میں جب آپ کو زخم ہوا تو حجرے میں نماز پڑھتے تھے۔ ''لیکن صفحہ تیرہ کمالات رحمانی پر یوں لکھا آپ جب سے زخم میں مبتلا ہوئے تب سے مسجد چھوٹ گئی۔ خود دیکھو ایک روایت دوسری کی تردید کرتی ہے حکیم عظمت حسین صاحب نے اجازت لے کر کہا کہ ۱۳۰۵ھ میں نچلے حصے تھیلی کے نیچے زخم ہو کر تکلیف نصف محرم سے بڑھتی رہی مگر آپ برداشت کرتے ۱۳۰۶ھ میں زخم بڑھنے صفائی کی دشواری سے عقد سویم فرمایا۔ ۱۳۱۱ھ بعد ختم رمضان حجرۂ مسجد کے بجائے ملحقہ حصے میں شب گزارنے لگے۔ مولانا حکیم عبدالغفار گنج مرادآبادی نے بعد اجازت کہا سات ربیع الاوّل ۱۳۱۳ھ کو مولانا بابا نے مسلم شریف کا تیرہ ورق مجھ کو درس دیا یہی آخری درس تھا اٹھارہ ربیع الاوّل ۱۳۱۳ھ سے مسجد چھوٹی بوجہ علالت مکان پر ہم حاضرین کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرتے رہے۔(۴۵۲) کمالات رحمانی صفحہ بیالیس ایک بار جو ہم نے حضرت قبلہ سے دریافت کیا کہ مولانا محمد علی صاحب آپ کے خلیفہ ہیں فرمایا کہ ہم اس قابل نہیں کہ ان کو اپنا خلیفہ کہیں وہ بڑے شخص ہیں اور یہ جملہ مولوی عبدالکریم اور صاحبزادے مولانا احمد میاں صاحب کے سامنے فرمایا کہ یہ باہر حجرہ مسجد کے بہ غرض سننے اس تقریر کے کھڑے تھے یہ لوگ اس تقریر کو سن کر شرمندہ ہوئے اس لئے کہ یہ لوگ کہتے تھے کہ مولانا نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تو ان دونوں صاحبوں نے مجھ کو دریافت

کرنے کو کہا تھا اور یہ غرض سننے کے کھڑے رہے پھر دادا میاں نے بہاری صاحب سے فرمایا کہ جو بات ہم نے کہی تم نے اس میں بھی جھوٹ کرملا کر میرے اوپر بہتان بھی جڑ دیا یہ مریدین شاہد ہیں اور میں پھر کہتا ہوں کہ تم لوگ جسے چاہتے ہو خلیفہ کہہ مارتے ہو میرا اسی واسطے کہنا ہے کہ میرے بابا نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تم لوگ اجازت امر خیر دادم کو خلیفہ اعظم یا مجاز کامل کا جامہ پہنا دیتے ہو ورنہ خلافت دیتا خلیفہ بنانا موافق طریقہ صوفیاء چیز دوسری ہے واقعہ تو یہ تھا کہ ہم کو تمہارے خلیفہ ہونے سے انکار ہے ان عظیم مریدین میں جب نہ تمہارا کوئی شاہد ہے نہ اجازت امر خیر دادم تک لکھا تمہارے پاس ہے پول ہی پول ہے ہاں اپنی خلافت کے پوچھنے کو ضرور چند دیگر لوگوں کی موجودگی میں کہا تھا لیکن جب جھوٹ ہی گڑھنا فطرت ہو تو شرم کہاں کی اپنے بجائے بھائی محمد علی صاحب کی بات نکال بیٹھے علاوہ ازیں تمہارے والد مولانا نور احمد صاحب رحمانی محدث ڈیانواں ضلع عظیم آباد کبھی اس کا خیال نہ لا سکے۔ حاضرین مریدین سے پوچھ لو کہ تحریری اجازت واقعی کے بعد بھی یہ لوگ اپنے نام کے ساتھ خلیفہ لکھنے کا خیال نہ لائے۔

نہ پیری وخانقاہی چکر چلانے میں پڑے۔(۴۵۳) عرس وفاتحہ کمالات رحمانی صفحہ چھتیس جناب احمد میاں صاحب نے فرمایا کہ قل وعرس تمام بزرگان کا ہوتا ہے یہاں بھی ہونا چاہئے آپ نے بہت خفا ہو کر فرمایا کہ ہرگز نہ ہو ہماری قبر پر کوئی میلہ نہ کرے۔'' مگر فضل رحمانی جلد اوّل صفحہ ۱۳۴ راقم نے عرض کیا کہ حضور کے انتقال کے بعد ہم لوگوں کا اجتماع آپ کے مزار پر عرس کے لئے ہو یا نہیں یا یہ بھی بدعت ہے آپ نے فرمایا کچھ ضرور نہیں۔ ہماری قبر پر کوئی جمع نہ ہو۔ پہلی روایت دوسرے کی تردید کرتی ہے۔ پھر یہ سوال کہ یہ بھی بدعت ہے اور جواب کچھ ضرور نہیں بدعت نہ ہونے کی روشن دلیل ہے ورنہ بدعت ہوتا تو جواب بھی بدعت ہونا ہوتا۔ میرے بابا کا یہ کشف دیکھئے کہ تمہارا نظریہ ہی دوسرا تھا یہ جواب اس کا تھا ہم بھی یہی جواب دیں گے ہاں یہ تماشہ

اچھا دکھایا کہ ہمارا سوال ہم کو یاد نہ ہو مگر تم کو سوال و جواب یاد رہے باقی اس کے شاہد نہ ہوں فقط تم سنو۔ مولانا ابوالحسن رحمانی لکھنوی نے اجازت لے کر کہا کہ حاضرین بھی واقف ہیں اور بیرونی افراد بھی جانتے ہیں ذکر یہ تھا کہ خواجہ بدیع الدین قطب مدار علیہ الرحمہ مکن پور کے عرس کو برائے نام رکھ کر مویشی و میلے کے جھمیلے بڑھا لیئے ہیں اسی وقت تم نے عرس کا ضرور پوچھا اس کا جواب وہ نہ تھا جو تم نے لکھا بلکہ یہ تھا۔ مولانا بابا نے فرمایا ''ہمارے وہاں میلہ ہرگز نہ ہو کہ نام تو عرس کا ہو مگر ہو وہ میلہ'' یہ جواب بھی بدلا قبر کا بھی اضافہ جڑ دیا۔ ہاں تم نے یہ سوال ضرور کیا کہ بعد انتقال حضور کا عرس ہو یا نہ ہو۔ مولانا بابا فرمایا جب کوئی سن نے کہ فضل رحمٰن کا انتقال ہو گیا تو چار قل پڑھ کر بخش دے اس سے زائد کچھ نہ کرے کیونکہ لوگوں کی عادت ہے کہ جابجا اپنے پیر کا عرس کرنے لگتے ہیں اس پر مولانا احمد میاں قبلہ نے فرمایا کہ اور بزرگوں کے عرس کی طرح یہاں بھی ہوگا اس کی وضاحت میں مولانا بابا نے فرمایا جس میں لہو و لعب کا خطرہ ہو ایسا عرس و فاتحہ ہمارے وہاں ہرگز نہ ہو اس ارشاد میں مولانا بابا کی دور اندیشی و احتیاط واضح ہے کہ لوگ جابجا مقصد برآری کو عرس نہ کر سکیں۔ (۴۵۴) پھر تم نے ی سوال کیا کہ حضور کے انتقال کے بعد چہلم و چہارم ہوگا۔ یا نہیں مولانا بابا نے فرمایا مقدرت نہ ہونے پر بھی کھانا کرنا یا قرض لے کر کرنا بدعت ہے یہ فعل صحابہ نہ تھا کافی مریدین نے تصدیق کی کہ صحیح بات یہی تھی (۴۵۵) اپنے پیر کا عرس نہیں کیا۔ دادا میاں نے فرمایا صفحہ ۱۳۴ فضل رحمانی راقم کہتا ہے کہ حضرت قبلہ کو خیال سنت کا بہت تھا آپ نے اپنے پیر کا عرس نہیں کیا اور نہ ان کے پیر نے اپنے پیر کا عرس کیا۔ آپ حاضرین کہیے چودھری حشمت علی سندیلوی و منشی امتیاز علی کاکوروی مریدین نے عرض کیا کہ قبلہ مرشد دہلوی کے عرس کرنے کی یہاں اجازت بخشئے مولانا بابا نے فرمایا کہ قبلۂ عالم (خواجہ شاہ محمد زبیر) و خواجہ صاحب (شاہ محمد ضیاء اللہ) کے سہرند میں عرس ہوا کرتے ہیں پھر دہلی

میں علیحدہ عرس کیسے ہوتے خواجہ صاحب (شاہ محمد ضیاء اللہ) اپنے مرشد کے عرس کے دن گھر پر فاتحہ کر لیتے یا سہرنہ شرکت کرتے۔ ہمارے مرشد اپنے سہرند میں کبھی جاتے نہ جا سکنے پر بروز عرس شیر برنج پر فاتحہ کر لیتے اگر سب اسی طرح عرس کرنے لگیں تو صاحب آستاں کے مقامی عرس کی افضلیت کیسے رہ سکے۔'' یہ فرمان آپ لوگوں کو یاد ہے حاضرین نے کہا حقیقتاً یہی ہدایت ہوئی۔(۴۵۶) شمس العلماء مولانا ابوسعید صاحب نے اجازت کے بعد کہا بہاری صاحب کو مریدی کا اقرار تو ضرور ہے پیر کے اس ارشاد کی چار قل پڑھ کر بخش دے بس اس سے زائد کچھ نہ کرے یہی اتباع بہاری صاحب کر سکے کہ خود خانقاہ مونگیر قائم کی مولانا بابا مونگیری کے سالانہ عرس کئے چندے جمع کئے جو ہدایاتِ پیر کا ایسا باغی ہو اس کی فریب بازی ظاہر ہے ورنہ آٹھ محرم کو دادا میاں برابر شیر برنج پر فاتحہ ہی نہیں کرتے بلکہ ہر ماہ کی آٹھویں کو برابر فاتحہ کرتے حضورِ اعلیٰ بھی نوش کرتے اور حاضرین بھی کھاتے (۴۵۷) سیوم بانگر مئو۔ دادا میاں نے فرمایا کہ سیوم بانگر مئو کا واقعہ بیان کیجئے مولانا حکیم عبدالغفار گنج مرادآبادی نے کہا شاہ وزیر علی صاحب بزرگ و بے حد متوکل تھے حالت تنگی رہا کرتی قبل وصال وصیت کی کہ مقدرت نہ ہو تو قرض لے کر سیوم چہلم نہ کرنا بس کلام پاک پڑھ کر بخش دینا چودھری حشمت علی تعلقدار سندیلہ ڈاکٹر عبدالغفار خاں وغیرہ شرکت کو گئے واپسی پر مولانا بابا نے پوچھا تعلق دار صاحب نے کہا شرکت سیوم کے خیال سے ہم لوگ گئے ان کے فرزند نے یہ وصیت بتائی حضورِ اعلیٰ نے خوش ہو کر فرمایا ان کو یہی چاہئے تھا قرض لے کر سیوم و چہلم کبھی نہ کرے دادا میاں نے فرمایا ہم مقامی آدمی اور حضرت کی اولاد ہو کر اپنی معلومات کے باوجود تصدیق کر لیتے ہیں تم بہاری صاحب توڑ مروڑ کیوں کرتے ہو۔ پھر لکھتے ہو کہ چہلم وسیوم جو آج کل مسلمانوں میں مروج ہے بدعت ہے یا نہیں فرمایا بیشک بدعت ہے۔ اتنا ہی کرو کہ ان ممتاز مریدوں میں ایک ہی سے اس کی

تائید کرادو۔ تمام حاضرین نے تائید کی کہ کبھی سنا ہی نہ جا سکا۔(۴۵۸) صفحہ ۱۲۳ کمالات رحمانی۔آپ کو کشف سے معلوم ہوا آپ نے حضرت مولانا (محمد قاسم) کی تعریف کی کہ اس کم سنی میں ان کو ولایت ہوگئی اور مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب علیہ الرحمہ کی بھی تعریف کی کہ ان کے قلب میں ایک نور الٰہی ہے جس کو ولایت کہتے ہیں حضرت مولانا مونگیری نے بھی اس روایت کی تصدیق کی ہے پڑھ کر دادا میاں نے فرمایا بہاری صاحب یہ ارشاد رحمانی وافادات محمدی کا پہلا ایڈیشن مولانا مونگیری کے ہاتھوں پیش کردہ محمد علی رحمانی عفی عنہ مونگیر۔نوشتہ موجود ہے سچے ہو تو دکھاؤ کہاں تصدیق مولانا مونگیری نے کی ہے۔مولانا ظہور الاسلام صاحب نے کہا اس زیٹ کو بہاری صاحب کو اوڑھنے بچھانے دیجئے برادرم مونگیری صاحب نے کبھی ہم سے ذکر نہ کیا نہ میں نے بھائی نور محمد نہ شمس العلماء (مولانا ابوسعید) وغیرہ نے کبھی حضور اعلیٰ کی زبان مبارک سے ہر دو نام سنے تک نہیں مولانا ابوالحسن لکھنوی نے کہا کہ آج کے سوا کمالات رحمانی کے اندراج کے ہم نے اور مولوی عظمت حسین موتی ہاری نے خلوت وجلوت کا حاضر باش ہونے کے باوجود نہ کبھی سنا نہ اپنے پیر بھائیوں کو اس ملفوظ سے واقف پا سکے خدا کے واسطے بہاری صاحب یہی بتادیں کہ وہ کون خلوت وجلوت ہوتی کس جگہ ہوتی جہاں صرف تم ہی سننے والے ہوتے تھے ورنہ واقعہ خود کہتا ہے کہ بہاری صاحب اپنے پہلے پیر کو چھوڑنے کے بعد اتنا حیلہ ان کی بچت کے لئے نہ نکالتے تو کرتے کیا مولوی وحید احمد ردولوی نے صفحہ سات کمالات رحمانی سنایا کہ چھٹا (مسودہ) سابق تو نواب صاحب مرحوم کے پاس رہ گیا جو کچھ مجھے یاد ہے درج کردیا۔پھر کہا یہ مسجد کا کنواں۔پیر کی سن پیدائش مقام ولادت جسے یاد نہ رہے پھر اس کی یادداشت برباد عقلی فساد والی نہ ہوگی تو قابل اعتماد کہاں سے ہو جائے گی بس یہی بہاری صاحب کے لئے مشکل ہے کہ یہ سب باتیں خواب میں ہوئی۔تو سب روا کرلیں۔(۴۵۹)

خوانین کی یورش۔ اتنے میں نواب مظفر علی خاں نواب غلام قادر نواب عبدالحمید و نواب کرم شیر (شیر علی خاں کے والد) ڈاکٹر عبدالقادر پٹھان گنج مرادآباد حاضر آئے دادا میاں سے عرض کیا یہ کون بہاری ہیں جنہوں نے ہم لوگوں کو رسوا کیا۔ کمالات رحمانی صفحہ بائیس آپ نے جوش شریعت میں آگ لگادی یہاں کے سب پٹھان بگڑ گئے ایک خان جس کا نام یاد نہیں رہا جو مسجد کے قریب رہتے تھے پوچھئے وہ خان کہاں رہتے ہیں پھر صفحہ ۲۹ فضل رحمانی پر بہتان جڑا مسجد میں ایک طرف تعزیہ رکھا تھا آپ نے تعزیہ کو جدا کرنا چاہا خوانین مرادآباد نے یورش کی چنانچہ ایک خاں صاحب نے جن کا نام یاد نہیں رہا نواب وقت کے یہاں جا کر درخواست دی۔ ہمارے سامنے کہلائیے وہ کون خاں صاحبان یورش کرنے والے ہیں مسجد کے چاروں جانب رہنے والے ہم لوگ خصوصاً ہیں کیسے یہ ہم پر حملہ نہیں اگر کسی کے بتانے سے لگائے تو اس کا نام بتائیں کیا ہم جاں نثار یہ اہل بستی فتح پور حمزہ خالصہ و سلطان پور روزانہ کے حاضرین جھوٹے اور فقط بہاری صاحب سچے ہیں پھر لکھا کہ راجہ کوالیار کے میر منشی میاں محمد جعفر خاں نے نواب لکھنؤ کو سفارشی خط چھوڑ دینے کا لکھا بیڑی پائے مبارک سے کاٹی گئی بیڑی کاٹنے والے کو آپ نے پانچ روپئے انعام دیئے۔ خود حضور فرمائیں جو اس گرنٹ کو پڑے گا وہ ہم پر ہماری اولاد پر تھوکتا ہی رہے گا۔ (۴۶۰) صفحہ اکیس کمالات رحمانی آپ نے گنبد یعنی مقبرے میں آسائش گاہ قرار دیا اور بود و باش کیا۔ پھر فضل رحمانی صفحہ ۲۹ میں اسے دہرا کر یہ اور گڑھا کہ اس میں مدت گزار دی دروں کو مٹی سے بند کر دیا۔ دیکھنے والے جانتے ہیں کہ وسط مقبرہ میں نواب کریم شیر علوی کی قبر ہے ادھر اُدھر اگر تعزیہ رکھیں تو کھڑا ہونا مشکل پھر رہنا ناممکن۔ ورنہ واقعہ یہ ہے کہ نواب غوث محمد صاحب ہمارے مورث تشریف لاتے ہی سب سے پہلے مرید ہوئے مولانا بابا نے ایک چھپرا اپنے صرفہ سے بنوا کر ہم مالکان قطعہ کی اجازت لے کر داہنی جانب مسجد ڈالا

تو نواب غوث محمد نے اپنا ایک قطعہ مکان مستورات کے لئے نذر کرنا چاہا مگر حضور اعلیٰ نے فرمایا کہ یہ داہنی جانب جو قطعہ پڑا ہے قیمت لے کر دیا جا سکتا ہے تو بہتر ہے نواب غوث محمد رحمانی نے کہا آج سے آپ میرے فرزند ہو گئے میری اور میری اولاد کی جانب سے یہ قطعہ قبول ہو چنانچہ اس حصہ میں مستورات کا چھپر پڑا پھر حضور اعلیٰ نے حجرہ خام دو درجہ والا خود بنوا کر چھپر آگے کر لیا مگر غوث محمد صاحب نے احاطے میں دو کوٹھریاں بنوا کر چھپر سے سہ دری نما کرا دیا۔ فیصلہ فرمائیں کہ ہماری خدمات کی اتہامات یہ گردن زدنی ہم کو کیسے با آبرو کر سکے گی اتنے میں ڈاکٹر عبدالقادر خاں نے کہا دیکھئے صفحہ تئیس کمالات رحمانی آج جو عالی شان زنانہ مکان ہے حضور نے اس احاطے میں پھوس کا چھپر ڈال کر بی بی صاحبہ کو لا کر رکھا۔ خدا نے خود لکھا کر بہاری صاحب کو جھوٹا کر دیا۔ نواب عبدالحمید صاحب نے بگڑ کر کہا کہ تم ہی خوش ہو لو ورنہ صفحہ ۲۹ کمالات رحمانی پڑھ لو کہ ایک مؤذن اذان دے کر چلا جاتا تھا نماز نہیں پڑھتا تھا۔ بولو کہ کون ایسا مسلمان ہے جو مسجد میں اذان دے مگر نماز نہ پڑھے بہاری صاحب ایسا کرتے رہے بہار میں ہوں تو ممکن ہے ورنہ اس مسجد کیلئے مشہور تھا کہ یہاں جن رہتے ہیں قبلہ مرشد دہلوی کے خاندان کے ایک صاحب اذان دیتے اور ایک سوار لامعلوم جگہ سے آ کر عشاء پڑھاتے باقی ظہر عصر مغرب فجر ہم لوگ پڑھتے عشاء میں ڈر سے کوئی بستی والا ایک یا دو کے سوا نہ آتا ایک عبادت بچی تھی اس کو بھی بہاری صاحب نے یوں اجاڑ کر دم لیا بس ہم خود ان سب بہتان بازیوں کا بہاری صاحب سے بدلہ لئے نہ ٹلے ہیں نہ ٹل سکتے ہیں ہماری بے ادبی معاف ہو۔ دادا میاں نے بڑی تدبیروں سے ٹھنڈا کر کے واپس کیا فرمایا جب ہم تمہاری طرف سے سب کر سکتے ہیں تو خود خاموش رہو ادھر یہ لوگ گئے ادھر بہاری صاحب ہمیشہ کو رُخ موڑ گئے مولوی عظمت حسین صاحب نے کہا کہ اس تردید کو عرس کے دن سنا کر مریدوں تک محدود رکھئے ورنہ اشاعت خاں صاحبان بستی کو جوش پر لے

آئےتو کچھ بنائے نہ بنے گا۔ فقیر محمد رحمت اللہ کہتا ہے کہ یہ بھی بہاری صاحب کا دعویٰ ہے کہ میں نے تصدیق روایات مولانا شاہ محمد رحمت اللہ میاں صاحب سجادہ نشین سے کی ہے ناظرین میرے والد ماجد کی بابت بہاری صاحب کی تصدیق روایت پرکھ چکے پھر فقیر کا استعمال کرڈالنا تو اور آسان ان کو ہے ۱۳۱۷ھ سے وہ آستانہ ہی نہ آئے نتیجہ عیاں ہے سرورق کمالات رحمانی پر مولانا بابا کا نوشتہ۔ جب بہاری صاحب کا اصل مسودہ غائب ہوگیا تو نوشتہ حضرت کا بھی سوال نہ رہا کیونکہ وہ اس مسودہ کیلئے تھا یا دے لکھے ہوئے کیلئے نہ تھا۔

تذکرہ نوشتہ ندوی صاحب (۴۶۱) : ۲۵/جون ۱۹۵۸ء میں بنام تذکرہ مولوی ابوالحسن صاحب ندوی نے ایک ترتیب دادہ مجموعہ شائع کیا لیکن اس کی مفروضہ روایات کی نقل نے جوابی تردید پر مجبور کیا اپریل ۱۹۵۹ء میں تذکرہ کی تردید میں تبصرہ نامی رسالہ شائع کرنا پڑا۔ پہلی چیز تو یہ ہے کہ جن سوانح نگاروں کو ندوی صاحب اپنا ممدوح ثابت کرتے ہیں ان کے پیش کردہ بعض نادر کوائف غائب کر جاتے ہیں۔ جیسے مہینوں کی رخصتی مولانا بابا سے منقولہ بہاری صاحب نیز گروہ فضل رحمانی کی نجات کا مشاہدہ بقلم نواب نورالحسن صاحب رحمانی بھوپالی نیز روایت صفحہ ۲۷ فضل رحمانی مولانا سید محمد علی صاحب فرماتے تھے کہ حضرت مولانا مرشدنا ایک بار خیراتی کی مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے آکر کہا کہ نہر پار ایک مولوی صاحب رہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے بڑے بھائی ہیں یہ سنتے ہی حضرت کانپ گئے فرمایا ایسے لوگوں کا ہمارے سامنے ذکر نہ کرو ایسے لوگ مسلمان نہیں۔ پھر روایت فضل رحمانی صفحہ سات ملفوظ سوم شاہ نور محمد صاحب سے معلوم ہوا کہ مولوی عبدالغنی صاحب بہاری محدث بخیال بیعت کرنے حضرت قبلہ کے پاس تشریف لائے تو حضرت نے خلاف عادت درود تاج پڑھنے کو بتایا عبدالغنی صاحب کو

اسی درود سے انکار تھا عرض کیا کہ اس درود میں دافع البلاء والوباء والمرض والقحط والالم سے بوئے شرک آتی ہے اس سے ہم کو وحشت ہوتی ہے حضرت نے فرمایا کہ اس لفظ سے تم کو کیوں وحشت ہے اسکے یہ معنی ہیں کہ خدا نے صفت دفع بلا وغیرہ آپ کو عنایت کی ہیں کیونکہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔ناظرین انصاف کریں کہ یہ کوائف کیسے عقیدت کی جلا ایمانیت کی صیقل فرضی مفہومات کی اصلاح خصوصاً وہی پڑھنے کو بتانا جس میں وہ مشکوک ہوا اور اس کی صداقت منوا کر تبلیغ درود فرمانا عظمت مصطفائی کا احترام کرانے کا درس مثالی ہیں دوسرے حضرت قبلہ حاجی سید وارث علی شاہ اور حضور اعلیٰ مولانا بابا قدس سرہم کی نانیہالی سلسلہ کی خونی قرابت پھر بزرگانہ ملاقاتیں اسی طرح حضرت مخدوم بہاری علیہ الرحمہ سے مولانا بابا کی قرابت وغیرہ نیز حضرت فاضل بریلوی الحاج مولانا حافظ احمد رضا خاں صاحب اور مولانا بابا کی محبت بھری ملاقات ولائق عمل بیانات کیسے عظیم اور سوانح کے اجزائے اہم ہیں قوم وملت کی کتنی گرانقدر امانت ہیں کہ ہر سوانح نگار اس کے اندراج کے بغیر مجرمانہ خیانت سے اپنے کو بچا نہیں سکتا۔نواب بھوپالی مولانا مونگیری و بہاری صاحب کی نقل سے یہاں بھاگا جاتا ہے تیسرے سب پر روشن ہے کہ حضرت مولانا بابا کے کیسے محبوب فرزند وصاحب کمال مولانا احمد میاں صاحب علیہ الرحمہ تھے دیگر مریدین کے لئے تو تعارفی لوٹ ندوی صاحب لکھنا فرض اوّلیں سمجھیں اور یہاں خاموشی وچشم پوشی کو واجب گردانیں تو ندوی صاحب کی نقاب عقیدت خود چاک ہوجاتی ہے۔چوتھے ندوی صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کتاب کی ترتیب میں ان (نواب نورالحسن خاں بھوپالی) کے کتب خانہ سے سب سے زیادہ مدد ملی صفحہ چودہ تذکرہ صفحہ تیرہ پر جن کو امیر الملک والد جاہ نواب سید صدیق حسن خاں رئیس بھوپالی بھی لکھیں۔ان کی مولانا بابا کے دست حق پرست پر غیر مقلدیت سے توبہ کا اور مولانا سید محمد علی مونگیری کی تائید مغفرت صدیق حسن خاں صاحب ضمیمہ ارشاد رحمانی

صفحہ پچپن۔ کول کرکے مولانا بابا کا یہ اصلاحی کارنامہ طالبان صلاح وفلاح سے چھپا رکھنا کھلا ہوا سوانح نویسی میں فریبانہ جرم ہے ظاہر ہے کہ ان سب کوائف سے سنیت درخشاں غیر مقلدی بے جان ہوتی تھی ندوی صاحب ان کو لکھتے تو کیسے لکھتے پانچویں کمالات رحمانی و بہاری صاحب کا مکمل خاکہ غیر معتبری آپ کے علم میں بخوبی آچکا خصوصاً مسودہ اصلی کھو جانے سے یاد کے سہارے اصلیت واقعات ندارد کر چکی شاید ہی صاحب کتاب ہی کے قلم سے خود اس کی تردید کرنے والی کمالات رحمانی جیسی غلط کتاب کوئی ہو سکے ایمان کے کہئے ایسی غلطیوں سے بھری کتاب کے حوالے دینے والے کس کھیت کی مولی ہیں چھٹے کمالات رحمانی ۱۲۹۵ھ فضل رحمانی ۱۳۱۷ھ ارشاد رحمانی ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء شاہی پریس لکھنؤ میں کافی روایات جواز فاتحہ جات ومولود وغیرہ ملتا ہے خصوصاً ۹/ ۱۱۹ جس کو مولانا مونگیری نے جواز فاتحہ کی سند بنایا ارشاد رحمانی صفحہ ۵۷ پھر روایت ۱۴۹ بہاری صاحب اور مولانا مونگیری کی دوہری شہادت والی روایت نیز روایت ۱۴۴ گیارہ بار قیام وسلام اور خصوصی روایت ۱۴۵ کہ مولانا بابا کا فرمان قیام مولود سے نہ روکو۔ پھر روایت ۱۴۶ مولانا بابا کے یا نبی اللہ سلام علیک پڑھنے پر روایت ۱۴۷ جواز مولود بخوش الحانی اور حضرت کا گریۂ بے قرار نیز نواب نورالحسن صاحب بھوپالی کی روایات ۱۰۲/ ۱۰ و ۱۲۱/ ۱۱ ندوی صاحب کو نظر نہ آسکیں فقط مستر دممانعت فاتحہ سیوم و چہلم وعرس تذکرہ صفحہ ۵۴ پر پیش کی جاتی ہیں آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ جہاں اتنی وافر روایات جواز ہوں وہاں انفرادی روایت ریٹ ہو جاتی ہے ساتویں یہ کسوٹی بتاتی ہے کہ ندوی صاحب کو نہ اصلیت وصحت سے مطلب نہ مجہول نقل ہونے سے غرض بس تردید فاتحہ عرس خواہ جھوٹی ہو خواہ سڑی ہو مشن کا حق ادا کرنے کو اپنانے سے وکار ہے۔ کھلی بات ہے کہ ندوی صاحب کے معتمدین وممدوحین کی کتب میں اس کا اشارہ بھی نہیں ملتا جس ممانعت کو بہاری صاحب پیش کرتے ہیں تو روایات جواز خود بول پڑتی

ہیں کہ حضرت ذرا بھی کوئی اظہارِ ممانعت فرماتے تو ان زائدتر حاضر باشوں اور قرب مقامی والوں کو اوّل معلوم ہو کر بعد میں بہاری صاحب کے حصّے میں پڑتی آٹھویں نہ کہ ایسی شکل کہ جو نقل ممانعت بھی کرے پھر خود اسی ممانعت کو کرے روایات جواز اس سے زائد پیش کرے اسی کا نام گڑھنت ہے علاوہ ازیں ندوی صاحب کو نواب بھوبھالی کے کتب خانہ سے مدد لینے کا دعویٰ ہے ملاحظہ ہو ندوی صاحب کے وہاں مدد اسی کا نام کہ نواب بھوپالی کی جواز مولود و فاتحہ کی روایات سنیت قوم سے چرائی جائیں فیصلہ صاف ہے کہ ندوی صاحب کو اپنی کھوکھلی غیر مقلدیت کی مقصد برآری میں بزرگوں سے غلط روایات وابستہ کر دینا اور اپنے ممدوحین کی مخالفت مول لینا سرمایۂ حیات ہے نویں یہ حیلہ کہ بہاری صاحب نے جو لکھا ندوی صاحب نے وہی نقل کر دیا اس لئے مردہ ہے کہ اثباتی روایات بہاری صاحب کی اتباع سے بری اور فقط ممانعتی نقل کی اتباع کی جاتی ہے پس سنیت کے اس خزانے کی رہزنی قابل معافی نہیں ہے دسویں ندوی صاحب کا یہ رخ قابل دید ہے کہ ہمیں افضال رحمانی میں ندوی صاحب کے لائق نقل کچھ نہیں ملتا لیکن جب اشرف علی صاحب کے نیل المراد کی گڑھنت کی تحقیق حق المبین۔ القول الفاصل اور افضال رحمانی میں تردید ہوئی تو اختلاف روایت کے ہر دو پہلو غیر جانب دارانہ ظاہر کر دینا شرمناک بن جاتا ہے مگر اشرف علی صاحب کی گڑھنت نبھانے کے لئے فرضی حوالہ تراش ڈالنا بڑی نام آوری رہتا ہے کہ افضال رحمانی میں ہے کہ آپ نے ایک پیڑھی کی طرف اشارہ کیا جو پاس پڑی ہوئی تھی صفحہ ۷۲ حاشیہ نمبر ۱ حالانکہ افضال رحمانی میں میم صاحبہ کے ساتھ نہ ہونے کا اعلان ہے افضال رحمانی صفحہ چھیاسی میں یوں مرقوم ہے کہ بانکی بنی ہوئی پیڑھی جسے مونڈھا کہہ سکتے ہیں اس پر گورنر صاحب اور کھجور کی چٹائی پر بقیہ ان کے ساتھی بیٹھے تھے۔ ناظرین انصاف کریں کہ ندوی صاحب نے جو عبارت لکھی افضال رحمانی کی عبارت سے کس

قدر رفرق ہے شاید ندوی صاحب کے دھرم میں صداقت اسی کا نام کہ حوالہ کچھ ہو مگر موافق مطلب عبارت مروڑ کر مقصد حاصل کیا جائے اور نمبرا لکھ دینے سے یہ پٹی پڑھا سکیں کہ آستانے کی تحریر بھی یہی کہتی ہے دویمش ندوی صاحب کی پیش کردہ فرضی عبارت کا یہ جملہ پیڑھی کی طرف اشارہ کیا۔ بہ اعتبار روایت تھا تو یہ اشارہ میم کی جانب ہوتا ہے اس سفید جھوٹ پر جھوٹ بھی شرمندہ ہے ورنہ افضال رحمانی کورز کے بیٹھے ہونے کا اعلان کررہا ہے ناظرین ہوشیار رہیں۔ ا یا ۲ وغیرہ لکھ دینے کہ کبھی باور نہ کریں جب تک نقل مطابق اصل نہ ملالیں گیارہویں میم کی فرضی آمد تو ندوی صاحب کے لئے ایسی سعادت بنے کہ جھوٹ واتہام بازی جائز بنالیں مگر روایت ۱۴۳ بحوالہ نورالنوراشرف علی صاحب والی ایسی خلاف سعادت بنالیں کہ چھپانا روا ہوا۔ اتباع روایت تھا تو یہ ناجائز ہوجائے یہ مسمریزم اسی لئے ہے کہ ہروہ روایات سنیت جس سے ندوی صاحب کے مشن کی مرگ نافرجام ہوتی ہے برابر کول کرجانا ہی طرّہ پرفریبی ہے پھر کمالات رحمانی میں ایک بار اور فضل رحمانی میں دوبار رلارڈ کی آمد مذکور ہے مگر ان کی میم صاحبہ کے ساتھ ہونے کا کہیں ذکر نہیں مگر ندوی صاحب یہاں بہاری صاحب کی اتباع نہیں کرتے اور ممانعت فاتحہ ہی میں کرتے ہیں سامنے کی بات ہے کہ یہاں بہاری صاحب کی اتباع سے تھانوی صاحب چھوٹے پڑتے تھے اس لئے ندوی صاحب نے خود جھوٹے بننا بڑی عزت سمجھا مگر سچ بولنا گوارا نہ کیا۔ بارہویں کتاب مصباح العاشقین اور کشف الظلوم کا مطالعہ اوّل نظر میں بتادیتا ہے کہ حضرت مخدوم مصباح العاشقین صاحب کے والد ماجد کا اسم گرامی شاہ مگن تھا مگر تذکرہ صفحہ اٹھارہ پر نام نامی منکن لکھ مارا ہے تیرہویں صفحہ ستر تذکرہ پر مرقوم ہے آٹھ ربیع الاوّل ۱۳۹۳ھ میں گنج مرادآباد میں وفات پائی اور مرادخاں کے مقبرے میں دفن ہوئے حالانکہ لاکھوں زائرین دیکھ چکے کہ مرادخاں کے نام کا کوئی مقبرہ وجود ہی نہیں رکھتا نہ آٹھ ربیع الاوّل کو

حضورِ اعلیٰ کا وصال ہوا ہے یہ ہے وہ حال روایت جہاں درایت وصداقت کا قحط چھایا ہوا ہے سب پر یہ روشن ہے کہ بائیس ربیع الاوّل ۱۳۱۲ھ کو حضورِ اعلیٰ کا وصال ہوا دیوان ریاست شہنشاہ عالمگیر مسمّی دیوان کریم شیر صاحب علوی کے مقبرے میں اوّل آپ کی آرام گاہ ہے۔ چودھویں صفحہ تیرہ تذکرہ رضی الدولہ نواب نورالحسن خاں حضرت مولانا سے بیعت تھے۔ جو نواب بھوپالی کا اتنا بڑا ذخیرہ پانے کا بھی مدعی ہو اس کی جہالت یہ ہو کہ اتنا بھی جان نہ سکے کہ نواب بھوپالی مرید کس سے تھے اس سے بھی نابلد ہو کہ نواب بھوپالی خلیفہ تھے تو کس کے تھے گپ باز بھی یہاں مات کھائے ہیں ورنہ نواب بھوپالی کے رسائل پڑھنا صحیح ہوتا تو نگاہِ اوّلیں یہ بتا دیتی ہے کہ نواب نورالحسن صاحب نے غیر مقلدیت پر لعنت بھیج کر مولانا احمد میاں سے بیعت کی ایسے عاشق صادق ہوئے کہ دادا میاں نے خلافت سے نوازا۔ واقعات کی صحت کی یہ گردن زدنی رو کر کہہ رہی ہے کہ مولانا بابا کی ذاتِ عالی سے غلط روایات منسوب کرنا ندوی صاحب کی عقیدت اور واحد مقصد یہ تھا کہ حضورِ اعلیٰ کا نام سنتے ہی دنیا دیوانہ وار بڑھے گی اس کی آڑ میں ممانعت فاتحہ وعرس کی انہیں مردود روایات سے مشن کا اُلّو بھی سیدھا کرو۔ پندرھویں ندوی صاحب نے غیروں سے بھی جستجوئے کوائف کی ہے باوجود یہ کہ مولوی عبدالعلی ومولوی حکیم عبدالحیٔ صاحبان رائے بریلوی فقیر محمد رحمت اللہ بڑا ربط وعقیدت رکھتے تھے ندوی صاحب نے ان کے سپوت ہو کر ایک غیر کے بطور جستجوئے کوائف یا کوئی خاص خاندانی معلومات حاصل کرنے کے بھی لائق نہ سمجھا فقیر اس کو بھی ندوی صاحب کی محبت کی ایک جدید قسم سمجھتا ہے مختصراً یہ چند فاش غلطیاں حوالہ قلم ہیں جہاں مدار معلومات کی یہ گت ہو تو اپنی دُرگت کہیں کا نہیں رہنے دیتی۔ سولھویں آخری چیز یہ ہے کہ آپ ایک بزرگ کے حالات قلم بند کر رہے ہیں جہاں وہ منع کرتا ہے جہاں وہ جواز بتاتا ہے آپ کی ایمانداری ہر دو پہلو واضح کر دینے میں ہے ناظرین حق وناحق کا خود

فیصلہ کرلیں گے لیکن یہ کیا کہ سارے لکھنے والوں میں سے کسی روایات جواز سے بھاگ جائے بس ممانعتی روایت اپنائی جائے آپ کبھی اسے ایماندارانہ پیش کش نہیں مان سکتے رسالہ تذکرہ خود اس سے شرمندہ ہے بشرط فرصت غلط روایات تذکرہ پیش ہوں گی۔

مکتوبات مولانا مونگیری (۴۶۲) :

مکتوب اوّل از فضل رحمٰن بہ مولوی محمد علی صاحب سلمہ اللہ امابعد الحمد للہ کہ بخیر ام مدام مردمان را امر خیر نمودہ باشند توجہ بہ شامی کنیم ثم السلام والدعا ۱۸/ربیع الثانی ۹ ۱۳۰ھ مکتوب دوام از فضل رحمٰن بہ مولوی محمد علی صاحب سلمہٗ بہ امابعد الحمدللہ کہ بعافیت ام وصحت دارین شما خواہاں۔ شمارا اجازت است کہ خلق را نک راہ تعلیم کنند برائے ثواب آخرت وہر کہ باشما صحبت سازد اوراثر شود آمین وہماں جاباشند والسلام مکتوب سوم عزیزی ولی ومجی مولوی رحمت اللہ میاں صاحب سجادہ نشین درگاہ عالیہ رحمانیہ سلمہٗ اللہ تعالیٰ بعد سلام مسنون آنکہ آج آپ کا خط آیا تعجب ہوا کیونکہ کبھی آپ کا خط نہیں آیا شاید کبھی آیا ہوتو مجھے یاد نہیں ربیع الاوّل میں فاتحہ کیلئے جو کچھ بھیجتا ہوں اس کی رسید بھی آپ سے نہیں آتی جس سے اطمینان ہوتا کہ آپ کے ہاتھ میں پہنچ گیا آپ سے خلافت کا لوگوں نے جو جھگڑا چھیڑا ہے یہ فضول ہے نہایت فتنہ کاوقت ہے ہروقت ہر اقسام کے فتو نظر آتے ہیں مگر آپ ابھی کم سن ہیں اسلئے آپ کوان باتوں کی خبر نہ ہوگی میرے علم میں حضرت قبلہ گنج مرادآبادی قدس سرہٗ نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا اب بہت سے خلیفہ بن کر لوگوں کو مرید کرتے پھرتے ہیں اور یہ خاکسار کسی کو کیا خلیفہ بنائے گا خود اپنے تئیں کسی قابل نہیں سمجھتا آپ یہ سمجھ لیجئے کہ حضرت قبلہ علیہ الرحمہ نے اپنی شہرت کے واسطے کبھی اشتہار نہیں دیا کسی رسالے میں اپنے حالات نہیں چھپوائے البتہ حضرت قبلہ علیہ الرحمہ نے بعض لوگوں کو بیعت کی اجازت دی ہے اسی طرح یہ خاکسار کسی ضرورت ومصلحت سے بعض کو مرید کرنے کی اجازت دیتا ہے مگر یہ خلافت نہیں بلکہ

وکالت ہے یعنی یہ کہ ہماری طرف سے تم یہ کام کرلو میں سخت علیل رہتا ہوں خط لکھنا کیا بلکہ لکھانا بھی دشوار ہوتا ہے والسلام محمد علی موحمانی مونگیری دس فروری ۱۹۲۰ء یادداشت ایک صاحب بدایونی نے خلافت کا دعویٰ کیا تھا کہ مولوی محمد علی صاحب نے ان کی تصدیق خلافت عالم بالا میں کی ہے جس کا جواب یہ ہے اخبار دبدبہ سکندری رام پور و اخبار ذوالقرنین میں بہ سال مذکور بہ طبع ہو چکا ہے۔(۲۶۵) **خاندانی**: ہم سے جو بلاوجہ عناد رکھتے ہیں دیکھ لیں کہ جو ہم کہتے ہیں وہ ہی مولانا مونگیری کہتے ہیں میرے اس چھیالیس سالہ دور میں باوجود اجازت عام کے کہ جس کے پاس تحریر اجازت ہو بہ شوق ہم کو کم از کم دکھا تو دے صداقت ہوتے ہوئے ہم نہ مانیں تو مریدین فیصلہ صحیح کر دیتے۔لیکن کوئی ایسی تحریر پیش نہ ہوئی ایک صاحب نے یوں دروازے بند دیکھ کر دعویٰ کیا کہ ہم کو خواب میں خلافت بخشی برخوردار مفتی بھولے میاں سلمۂ نے خوب ہی جواب دیا کہ بسم اللہ پھر آپ بھی خوابوں میں مرید کیا کریں بدر علی شاہ رائے بریلوی کی تردید ۱۸/جنوری اخبار حقیقت لکھنؤ ۱۹۳۴ء میں کر چکا خدا نے دکھا دیا کہ عبدالغفار نگرامی نے اس بہانے دھندہ چاہا تھا صد مرحبا میرے مریدین کو کہ یہ کہہ کر کہ آپ سب کچھ سہی مگر صاحب سجادہ کی تصدیق کے بغیر ہم مریدین کچھ بھی ماننے کو تیار نہیں کہہ کر حق ادا کر دیا۔آخری وار پھر خاندانی بننے کا چالو کیا آپ خاندانی بھی ہیں لیکن میرے مریدوں میں آمد قیام فرمائش استحقاق کا دعویٰ تو غلط کا غلط ہے آج وہ اہل قرابت بھی نہ رہے جن پر ناز تھا اب تو قرابت کے دعوے ہمارے سامنے ہیں پیٹھ پھیرتے ہی ہماری مخالفت والزامات جڑتے ہیں ہم خود اس قابل نہیں کہ کسی کے ہونے کا دعویٰ کر سکیں اتنا جانتے ہیں کہ تم روٹھے ہم چھوٹے ہماری روایات خاندانی کے محافظ مریدین بھی ہیں اسلئے نہ ہم سے غلط روایات منسوب ہونے دیں نہ خاندانی کے فریب میں پھنسیں نہ کسی کو پھانسنے کی مہلت دیں آخری داؤں یہ ہے کہ میں اتنا عزیز تھا ہم کو

اتنا مانتے تھے ہم کو برخوردار کہا کرتے میرا گھر بنوادیا میری شادی کرائی یہ سب فضول ہے کوئی غیر بھی ہو ہر غم وخوشی کا ہمارا ساتھی واقعی ہے وہ سب کچھ ہے جو ایسا نہیں ہے لاکھ ہمارا ہو کر ہمارا نہیں ۔میرے دادا میرے والد صاحبان میری روح مولانا نعمت اللہ میاں خصوصاً میرے مفتی بھولے میاں سلمہٗ کے لئے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا گیا جو کافی مریدین کے علم میں آ نا رہا ہے کاش ہم میں سے کسی کے سامنے ایسے ہمدرد سے ہماری بابت جو یہ گڑھ گئے پوچھا ہوتا ۔درست وہی ہے جو آپ بچشم خود ہماری دیکھیں میں نے فرض سے سبکدوش ہوتا ہوں اے کریم خدا جس کرم سے تو اس سجادہ کا محافظ رہا ہے اس سے زائد محافظت وعظمت عطا فرما کر خود کو آستانے کو تمامی مریدین کو تیرے جوارِ رحمت کے سپرد کرتا ہوں آمین ۔(۲۶۶) اشرف التنبیہہ صفحہ ۳۲۰ حکایت ۳۴۶ ۔محمد قاسم صاحب کمشنر بندوبست گوالیار کا واقعہ کہ مولانا نے فرمایا کہ تم گنگوہ ہی جاؤ تمہاری مشکل کشائی حضرت مولانا رشید احمد کی دعا ہی پر موقوف ہے اور تمام روئے زمین کے اولیاء بھی دعا کریں گے تو نفع ہوگا ۔یہ واقعہ صدہا مریدین کو اسلئے معلوم ہے کہ دو لاکھ کا معاملہ تھا ۔پہلے مولوی احمد مکی صاحب محمد قاسم صاحب کو ہمراہ لائے مولانا بابا نے بیعت کرنے کے بعد وطن پوچھا تو دیوبند بتایا آپ نے حضرت عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمہ کے اوصاف بتائے کمشنر صاحب نے دعائے ملازمت چاہی فرمایا گوالیار جا کر راجہ سے ہماری دعا کہہ دو ۔جا کر دعا کہی اس نے بندوبست کمشنر کردیا کچھ عرصہ بعد دو لاکھ کا حساب نکلا یہ حاضر آئے حکیم عبدالغفار صاحب نے عرض کیا فرمایا فضل رحمٰن سے ملازم ہوا ہے فضل رحمٰن لازم خدا رکھے گا تم واپس جاؤ ۔یہ حکیم صاحب واحمد مکی کے ساتھ پہنچے تو میزانی غلطی نکل حساب درست ہوا ۔(۲۶۷) اشرف التنبیہہ صفحہ دوسو ساٹھ مولانا گنج مرادآبادی نے فرمایا تم گنگوہ جاؤ دوبارہ عرض پر فرمایا ایک میں ہوں دوسرے رشید احمد تیسرا ایسا کوئی مل جائے تو ظلمت فلسفہ دور ہو جائے ۔حاشاللہ کو کسی

زائرو حاضر سے مولانا بابا ایسے الفاظ ادا کئے ہوں حتیٰ کہ مریدین کو اپنے لئے مولانا بھی کہنے نہیں دیتے مریدین کرامتی کوائف کی جستجو میں رہتے قاسم صاحب والا بھی مشہور رہوا تھانوی صاحب کی حاضری ایسی نہ تھی جو مخفی رہی ہو۔ اور اس گفتگو کا سننے والا کوئی نہ ہوتا مولانا احمد حسن صاحب کانپوری کا بیان ہے کہ تھانوی جی نے اپنی باتوں کا اقرار لوگوں کے سامنے کانپور میں کرلیا تھا (تذکرہ الرشید صفحہ ۱۱۸) تھانوی جی کا خود بیان ہے کہ بہر حال وہاں بدون شرکت (محافل مولود و فاتحہ) قیام کرنا قریب بہ محال دیکھا اور منظور تھا وہاں (کانپور) میں رہنا کیونکہ دنیاوی منفعت بھی ہے کہ مدرسہ سے تنخواہ ملتی ہے تذکرہ الرشید وجہ حاضری گنگوہ عیاں ہے آپ بھولے نہ ہوں گے کہ براہین قاطعہ۔ فرمایا کہ جب سے علماء دیوبند سے ہمارا یہ معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی۔ جب آنحضور کو اس طرح استعمال کیا جا سکتا ہے۔ تو مولانا بابا کو استعمال کرنا کیا بڑی بات ہے ان سب اُمور کا جواب افضال رحمانی میں ہو چکا ہے کہ یہ دکھانے کے لئے حضرت مولانا کے ارشاد جس کیلئے یہ ہوں وہ کیا کچھ ہے گڑھا گیا مگر یہ پول کھل ہی گیا مولانا حکیم عبدالحئ رحمانی ناظم ندوہ نزہت الخواہر جلد آٹھ میں یوں راقم کچھ فضائل لکھ کر ہیں علم وعمل زہد وورع شجاعت وکرم جلالت ومہابت میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں اپنے معاصرین میں سب سے ممتاز اور فائق نظر آتے تھے اسی کے ساتھ اخلاص نیت وگریہ وزاری عشق ومستی ذکر واستحضار میں دعوت الی اللہ میں حسن اخلاق اور عام فیض رسانی میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے اگر حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا ہو کر میں قسم کھاؤں کہ میں نے دنیا میں حضرت مولانا بابا سے بڑھ کر صاحب کرم ورحم دنیا ودینار سے بے تعلق، کتاب وسنت کا متبع نہیں دیکھا تو میں حانث (جھوٹی قسم کھانے والا) نہیں ہوں گا۔ اسی کے ساتھ کتاب اللہ اور سنت رسالت کا مولانا بابا سے بڑا عالم میں نے نہیں پایا۔ اسی پر میں بھی ختم کرتا ہوں۔

تیرہواں باب

ضمیمہ افضال رحمانی حصّہ اوّل

پہلی حاضری : مریدین نے ہم سے اصرار کیا کہ ماسوا کچھ مضامین کے حصہ اوّل کے اور امور رحمت ونعمت میں مذکور ہیں اگر وہ غیر مندرجہ موجودہ رحمت ونعمت میں شامل کردیں تو ایک کتاب ہی سے دونوں کا فائدہ ہو جائے گا۔ اگرچہ ہم کو طوالت نیز بارِ طباعت دوبارہ اٹھانا پڑا مگر اس معقول مطالبے کو پورا کرنا پڑا۔ (۱) رئیس موتی باری مولوی حکیم عظمت حسین صاحب رحمانی کہتے تھے کہ مولوی حافظ ابوسعید خاں صاحب رحمانی مالک مطبع نظامی کانپور جب آستانہ حاضر آتے میرے ساتھ مقیم ہوتے خان صاحب نے کہا کہ ایک بار تھانوی صاحب کو اپنے ہمراہ لے کر ان کے ختم دورطالب علمی کے قریب آستانہ آیا جب ہم لوگ (بذریعہ حکیم صاحب مذکور) پیش ہوئے تو حضورِاعلیٰ نے تھانوی صاحب سے سوال کیا کہ کیا پڑھتے ہو تھانوی صاحب نے کتابوں کے نام بتائے حضورِاعلیٰ نے پوچھا کہ بعد فراغت وضوکون سی مستند دعا پڑھی جاتی ہے تھانوی صاحب خاموش رہے آپ نے فرمایا اگرچہ ہم کو پڑھتے کافی عرصہ گذرا مگر بحمداللہ یاد اب بھی ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جتنی معتمد اَللّٰھُمَّ

اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ۔ دعا ہے دوسری کوئی نہیں۔ تھانوی صاحب نے حصول ملازمت کی دعا چاہی آپ نے دعا دے کر رخصت کر دیا۔

دوسری حاضری (۲) : تھانوی صاحب مولوی ابوسعید خاں صاحب کے مکان کانپور ہی میں مقیم رہا کرتے تھے مولانا بابا کی دعا سے چند لوم ہی میں تھانوی صاحب کو مدرسہ کانپور میں ملازمت مل گئی تو کچھ دن بعد خان صاحب اپنے ہمراہ تھانوی صاحب کو لے کر حاضر ہوئے اور ایک جگہ (حکیم عظمت حسین مذکور کے ساتھ) مقیم ہو گئے خاں صاحب کہتے تھے کہ ہم حاضر خدمت تھے کہ زنان خانہ سے مولانا شاہ رحمت اللہ میاں صاحب جن کی عمر پانچ چھ برس کی اس وقت تھی مولانا بابا رحمۃ اللہ علیہ سے پٹاخے منگا دینے کا اصرار کرنے لگے آپ نے کسی خادم کو حکم دیا کہ بقال سے لا دو مگر صاحبزادے صاحب خود جانے کو مچلے تو حکیم عظمت حسین صاحب اپنے ساتھ لے کر بقال سے دے مار (مینسل پٹاس والے) دلا کر آئے بچوں کی حسب عادت صاحبزادے نے ایک پٹاخہ پٹک دیا سخت آواز ہو کر آگ اس سے لپکی تو مولانا بابا نے فرمایا اسے ہٹاؤ اس میں غضب کی کیفیت ہے اس کا ہمارے یہاں کام نہیں۔ ملاحظہ ہو کہ یہ جواب کتنا عارفانہ ہے۔

تیسری حاضرین (۳) : مولوی احمد حسن کانپوری و مولوی محمد تحسین الہ آبادی صاحبان اکثر جمعرات کو کانپور سے آستانہ آیا کرتے الہ آبادی صاحب کہتے تھے کہ جبکہ میں اپنے شاگردوں کے ساتھ حاضر آستانہ ہو رہا تھا بلہور میں تھانوی صاحب ملے جو بظاہر غمگین تھے مزاج پرسی پر تھانوی صاحب نے بتایا کہ مدرسہ کی ملازمت جاتی رہی آستانہ چل رہا ہوں میں (الہ آبادی) نے کہا کہ آپ نے اپنی باتوں (مولود و قیام و فاتحہ جائز ہونے) کا اقرار تو لوگوں کے سامنے کانپور میں کر لیا تھا (دیکھئے تذکرۃ الرشید

جلد اوّل صفحہ ۱۱) کیا پھر بھی پیچھا نہ چھوٹا تھانوی جی خاموش رہے ہیں دلجوئی کرتا گنج مرادآباد پہنچا وہاں ہم دونوں جب حاضر خدمت ہوئے مولانا بابا نے پہلے ہی تھانوی صاحب سے کچھ آہستہ فرما کر پھر بہ آواز کہا خدا بڑا کارساز ہے پھر وہ جگہ دے گا۔ بعد جمعہ ہم سب کو مخاطب فرمایا حضرت کی دعا سے دوسرے مدرسہ میں پھر تھانوی صاحب ملازم ہو گئے۔

پانچویں حاضری (۴) : قاری عبدالحیٔ رحمانی پانی پتی نے کہا کہ میں اور تھانوی صاحب جو ظہر بعد آئے عصر کے درس میں شریک ہوئے آیت یا بنی اسرائیل پر مولانا بابا نے اوّل اختلاف قرأت بتایا پھر فرمایا کہ بعض بعض قاریوں نے اسرال بعض نے اسرائیل پڑھا ہے پھر مجھ سے فرمایا کہ تم کو تو ضرور معلوم ہوگا میں نے لاعلمی کا اعتراف کیا پھر حاضرین درس سے اس کے معنی پوچھے سب لاجواب رہے آپ نے فرمایا کہ اسرائیل کے معنی چنے ہوئے ہیں۔(۵) پھر فرمایا کہ میں کلام پاک میں یہ مختلف قرأتیں اس لئے لکھ دیا کرتا ہوں کہ یہ سب سرکارِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلی ہیں پھر اپنا واقعہ فرمایا کہ باوجودیکہ ہم لڑکے ہی تھے لیکن فرنگی محل کے بڑے بڑے علماء جیسے مولوی نعمت اللہ، مولوی ولی اللہ، مولوی ظہور اللہ صاحبان ہم سے قرأت سیکھتے تھے میاں نعیم صاحب کے دادا کے اولاد نہ ہوتی تھی انہوں نے ہم سے کہا ہم نے دعا کر دی خدا کے فضل سے ان کے یہاں اولاد ہوئی تو پھر ان کے گھر کے بہت سے لوگ ہمارے مرید ہوئے۔(۶) سعدی پور ضلع دربھنگہ کے مولوی محمد فاروق صاحب رحمانی ناقل کہ میں ماہ رمضان میں آیا تو مسجد میں تھانوی صاحب سے ملاقات ہوئی پس اتنی دور مولانا بابا سے ہٹ کر بیٹھے کہ وہاں سے گفتگو سننا محال تھا اتنے میں اذانِ عصر ہونے لگی میں تھانوی صاحب سے جو گفتگو کر رہا تھا اس لئے کرتا رہا کہ ہم مسجد میں تو حاضر ہی ہیں اس لئے جواب اذان واجب نہیں اتنے میں مولانا بابا

اپنی نشست سے مسجد آئے فرمایا اگر چہ جواب اذان واجب نہ تھا لیکن مسجد میں حاضر شخص کو جواب اذان دینا تو بہر حال مستحب ہے یہ سن کر میں دربھنگوی صاحب) (دروسعت کشف محکم عمل وامتیاز تقویٰ پردنگ رہ گیا۔بعد عصر حاضر درس ہوئے تو اوپر والاسوال وجواب ہوا قبل مغرب کسی بستی والے نے اہل مسجد کے لئے کچھ کھانا بھیجا قیوم دوراں مولانا شاہ احمد میاں علیہ الرحمہ نے کسی خادم سے گھر لے جانے کو کہا بعد افطار معمولی پلاؤ میٹھا چاول بستی سے آیا ہوا نیز گھر کی خمیری روٹی شور بے دار آلواور کوئی اچار سب زائرین میں تقسیم ہوا مگر جو لطف شور بے دار آلو وخمیری روٹی میں ملاوہ کسی میں آنا کہاں سے ابھی میں اور تھانوی صاحب وغیرہ کھانا کھا رہے تھے کہ ایک خادم مٹی کی رکابی میں مونگ کی کھچڑی لایا کہا کہ مولانا بابا نے فرمایا ہے کہ آپ دونوں یہ سحری کیلئے رکھ لیں۔سبحان اللہ کیسا کشف دائمی تھا کہ سب کچھ آئینہ کی طرح رہتا واقعی میرے دل میں خیال آیا ہی تھا کہ حضورِ اعلیٰ کے کھانے میں سے کچھ مل جاتا تو سحری اس سے کرتے وہی سامنے آیا میں نے اپنے ساتھیوں سے بھی اس کا اظہار کر دیا ممکن ہے وہ بھی یہی آرزو رکھتے ہوں پھر سحر بعد ہم سب کو رخصت کر دیا۔مدرسہ جامع العلوم کے دورِ ملازمت میں تھانوی جی بڑے فخر سے حضورِ اعلیٰ گنج مرادآبادی کے محامد وفضائل بیان کیا کرتے تھے جسکے سننے والے اب تک زندہ ہیں لیکن اُس دور میں کبھی یوں نہ بیان کیا جیسے اشرف التنبیہہ حسن المقصد ونیل المراد فی السفر الی گنج مرادآباد میں چولا بدلا ہے۔ **ھذا ھو الحق المبین اورالقول الفاضل** اسی زمانے میں مکمل تردید پر شائع ہو چکی ہیں سب سے اہم یہ ہے کہ تھانویہ ذاتی حاضری اور منقولہ روایات دوپر دہ ہونے والی نہ تھیں جو ڈھکی چھپی رہ سکتی ہوں اور کسی کی جانکاری سے مستثنیٰ رہ سکیں تجربہ ہے کہ ایسی حاضری میں لوگ خواہ مخواہ وقف جستجو کیا کرتے ہیں۔(۷) تھانویہ پر زور دعویٰ یہ ہے بقولہ۔قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید۔پر عمل کرتے ہوئے گنگوہ چلا آیا۔حاضری کو واہ

ہے کہ کانپور کے چھوٹنے کے اسباب اہل سنت کے متفقہ مسائل کی مخالفت ہے جلد اوّل تذکرۃ الرشید دیکھئے بقولہ کہ بدون شرکت (محافل مولود و فاتحہ) وہاں (کانپور) میں قیام قریب بہ محال دیکھا۔ پھر یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے کہ کانپور چھوڑنے اور گنگوہ جانے کو مولانا بابا کے بموجب حکم بتایا جاتا ہے تھانوی تحریر ہی یہ تقریر جھوٹی بنائے ہے۔

واقعہ شادی (۸) : تھانوی جی راقم کہ مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی پر جذب کا غلبہ بہت رہتا تھا ایک مرتبہ آپ کے پوتے کی شادی تھی اور لوگ جمع ہو رہے تھے پوچھا یہ آدمی کیسے جمع ہو رہے ہیں لوگوں نے عرض کیا آپ کے پوتے کی شادی ہے پھر تھوڑی دیر بعد پوچھا لوگوں نے وہی جواب دیا فرمایا ہاں ہم نے ابھی تو پوچھا تھا اچھا اب سے ہمیں جواب نہ دینا کوئی کہاں تک بتائے بلفظہٖ واقعہ یوں ہے کہ قاضی فدا حسین صاحب رحمانی ایٹہ ناقل کہ میں بھی حاضر تھا مولانا بابا کے فرزند حرم اوّل شاہ عبدالرحیم میاں کے بیٹے شاہ حامد حسین عرف مدے میاں جو اپنے ننہال بلگرام ضلع ہردوئی میں رہتے تھے کی بارات وہاں تھی میں نے سہرا لکھا۔ دوسرے وقت بلگرام سے ایک صاحب نے آکر شرکت کیا مولانا بابا نے فرمایا کہ ہم ضعیف آدمی اتنی دور کہاں جاسکیں گے بڑی تکلیف ہوگی خدا مبارک کرے پھر میں دوسرے عزیزوں کے ساتھ بلگرام وہاں سے سندیلہ بارات کے ساتھ گیا۔ غور کیجئے جب گنج مرادآباد میں نہ دولہا نہ دولہا کے والدین رہتے ہیں نہ وہاں بارات تھی تو لوگوں کا جمع ہونا اور یہ بار بار کی پوچھ گچھ فقط گپ رہ جاتی ہے دوسیمش جہاں یوں لوگ جمع ہو رہے ہوں بار بار پوچھا جا رہا ہو اس کے دیکھنے سننے والے فقط تھانوی جی ہوں۔ درایت وعقل ونقل اسے فرض تراشی قرار دیتی ہیں جو جذب کا غلبہ ثابت کرنے کے لئے گڑھا گیا ہے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جہاں جذب کا غلبہ بہت رہنا بتایا جائے وہاں بحمداللہ ہزار ہا زائر و حاضر و ناظر سے غلبہ جذب کا کوئی وسوسہ تک نہیں ملتا تو ذہنیت تھا نویہ کا ننگاپن چھپائے نہیں

چھپتا ہے ساتھ ہی لفٹنٹ گورنر (۹) کا واقعہ ملاحظہ ہو۔۱۸۹۲ء میں سر جان کراسٹھو یٹ
گورنر یوپی ڈھائی تین سو عمائدین کے ساتھ حاضر آستانہ ہوئے مولانا بابا پلنگ پر
گورنر مذکور سیٹھے دار بانڈ سے بنے گول پیڑھی نما مونڈھے پر اور اسٹاف چٹائی پر بیٹھا
گورنر صاحب نے کہا حضور اعلیٰ کے وہاں ڈھائی تین سو زائرین کا مجمع رہا کرتا ہے میں
چاہتا ہوں ''ایک گاؤں اس کے خرچ کیلئے گورنمنٹ سے منظوری لے کر پیش کروں
تا کہ زائرین کے بارے حضورِ اعلیٰ کو سبکدوشی ہو آپ نے فرمایا بفضلہٖ ہم کو اس کی
ضرورت نہیں اپنے محبوب کے طفیل میں اللہ تعالیٰ نے ہماری اور ہم سے وابستہ اہل محبت
کی کفالت کا وعدہ ہم سے فرمالیا ہے گورنر صاحب نے بصارتِ نظر کو پوچھا آپ نے
فرمایا ہم اس عمر میں بھی خدا کے فضل سے چودھویں کی چاندنی میں خط پڑھ سکتے ہیں
تو گورنر اور ان کے فیملی ڈاکٹر کو بڑا تعجب ہوا آپس میں کہا کہ یہ قوتِ نظر اب تک کیسے
قائم رہ سکی ادھر کشف سے مولانا بابا نے فرمایا کہ بحمد اللہ میری نظر اب تک بے جا صرف
نہ ہو سکی اس لئے خدا نے یہ قوتِ نظر بخشی۔ گورنر صاحب نے کہا میری بیوی نے
بعد سلام یہ کہلایا ہے کہ اولاد کی دعا فرمائیں آپ نے دعا فرمانے کے بعد نصیحت کی کسی
پر ظلم نہ کرنا اس سے سلطنتیں تباہ ہوگئی ہیں۔اشرف التنبیہہ حکایت ۱۵۲۔لفٹنٹ گورنر مع
چند حکام کے آموجود ہوئے سب کھڑے تھے ایک میم بھی کھڑی تھی مولانا نے ایک
الٹے گھڑے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا بی تو اس پر بیٹھ جا۔ یہ گڑھنت اپنی بناوٹ پر
خود بلبلا رہی ہے کہ اوّل تو ایک گورنر کی آمد نہ بلا اطلاع ہوتی ہے نہ بغیر اہتمام رہتی ہے
تعلق داران آسیون تعلق داران سندیلہ ملیح آباد وگدن پور وہ شاہ آباد راجگان ککرالا ترولہ
ومحمود آباد منشی امتیاز علی صاحب وزیر بھوپال نواب نورالحسن خاں بھوپالی نواب ٹونک جیسے
اہم مریدین ہر نظم کو موجود تھے لیکن مولانا بابا نے کسی اہتمام کی اجازت نہ دی فرمایا
ہمارے لئے پلنگ باقی چٹائی اور ایک مونڈھا رکھ دو۔اس لئے سب کھڑے تھے قابل

تسلیم نہیں رہتا۔ ۱۳۱۵ھ میں کمالات رحمانی پھر فضل رحمانی میں یہ واقعہ مکرر آیا کہیں میم ساتھ آنے کا نہ اس میں ذکر ہے نہ دوسرے مطبوعہ رسائل کوائف میں ہے نگاہ تھانوی میں یہ سارے کوائف نویس سچے مسلمان ہونے اور قول صحیح کہنے سے محروم رہتے ہیں حکیم مانک پوری یہ لکھ کر اپنی ہنسی کراتے ہیں کہ حضرت تھانوی اپنا مشاہدہ تو نقل نہیں کرتے اگر کسی نے آپ سے غلط واقعہ بیان بھی کیا اور آپ نے اس کو سچا مسلمان سمجھ کر اس کے قول کو صحیح سمجھ کر نقل کر دیا۔ اسی وقت یہ مانا جا سکتا تھا جب کتب کوائف میں یہ واقعہ تحریر سے محروم رہا ہوتا ایسی تحریر کے سامنے سمعی بات کا حیلہ فریب بازی ہے لطف یہ کہ جب مریدین فضل رحمانی نے تردید کی۔ مطالبہ کیا کہ جس سے سنا ہے اس کا نام ظاہر کر دیں لیکن ایسا نہ کرتے ہوئے نیل المراد وغیرہ میں گھسی لکیر پیٹے جانا کیا ظاہر کرتا ہے ہمارے ناظرین بخوبی سمجھتے ہیں سب سے زائد قابل شاباشی شری ابوالحسن ندوی ہیں جن کے ترتیب کوائف کے وقت اتنا کافی ذخیرہ تردید بھی مواقع تحقیق بھی موجود تھے ایماندارانہ ترتیب کا اوّل فریضہ یہ ہے کہ اختلاف روایات پر وہ دونوں پہلو ناظرین پر واضح کر دیتا دیکھنے والے فیصلہ کر لیتے لیکن ندوی جی کے وہاں ایمانداری وسچائی صرف یہ ہے کہ جواز فاتحہ ومولود کے مستحسن ہونے ذکر حسینی اور سبیل امام پر خرچ وغیرہ کی ساری روایات جواز کے اہم ذخیرہ کے ہوتے ہوئے بھی ممانعت امور مذکورہ کی روایات ہی مطلب براری ہوں تو سچائی وایمانداری روتی نظر آتی ہیں یہی وہ کمالات رحمانی وفضل رحمانی ہیں جن کی روایات جواز کو چھپایا اور ممانعت کی روایات کو اچھالا گیا ہے ان دونوں میں میم صاحبہ کے ساتھ آنے کا ذکر ہی نہیں ہے مگر اس کی اتباع کے بجائے فرضی اختراع اس اضافہ سے فٹ کرتے ہیں کہ افضال رحمانی میں ہے کہ آپ نے ایک پیڑھی کی طرف اشارہ کیا الیٰ آخرہٖ حاشیہ تذکرہ افضال رحمانی پڑھنے والے اس کذب بیانی اور روزن ایمانی کی پوری قدر کر سکتے ہیں کہ افضال رحمانی

گورنر کے بیٹھنے کی شہادت دیتی لیڈی ساتھ آنے سے انکاری ہے مگر ندوی جی مذکر کو مؤنث اور گورنر کو لیڈی بنانے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ یہ کتنی شرم کا مقام ہے کہ تمام روایات میں افضال رحمانی یاد بھی نہ آسکی جب فریب چاک ہوا تو افضال رحمانی سے ایک فرضی حوالہ تراش کر جھانسہ دیا گیا۔(۱۰) حکایت ۴۹ صفحہ ۱۹/۸۱ ر اشرف التنبیہ (تھانوی جی نے) فرمایا کہ ایک مولوی صاحب مولانا گنج مرادآبادی کے مرید تھے اور حسین عرب کے شاگرد وحافظ بہت اچھا تھا مگر داڑھی منڈاتے تھے بلکہ داڑھی والوں کی مذمت بیان کرتے تھے۔ یہ مولانا گنگوہی کے یہاں سند لینے آئے مولانا نے فرمایا آپ کو سند حدیث دینا جائز نہیں پس فوراً چلے گئے اور مولانا گنج مرادآبادی سے جا کر سند لے لی۔ اور حضرت گنگوہی کو لکھا کہ دیکھو تم نے سند نہیں دی تو کیا ہم کو ملی نہیں۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ مولانا گنج مرادآبادی کے یہاں غلبۂ استغراق کے سبب ان چیزوں کی طرف التفات نہ تھا کبھی خیال ہو گیا تو مستحبات پر پکڑ ہو گئی ورنہ فرائض وواجبات پر نکیر نہ فرمائی۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے بایاں پاؤں مسجد میں رکھ دیا بس اسے بیل اور یہ وہ کہنا شروع کر دیا۔ مولانا سے بڑے بڑے عہدہ دار داڑھی منڈے مرید تھے۔ اور اس پر التفات نہ تھا۔ مولانا مجذوب تھے۔ الحمدللہ ہمارے پاس احمد مکی صاحب عرب کا وہ مسودہ کوائف موجود ہے جو آٹھ برس خدمت میں رہ کر انہوں نے جمع کیا۔ مکی صاحب کا اپنا بیان یہ ہے۔ میں سب سے پہلے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے پاس چوبیس جمادی الآخر ۱۳۰۳ھ کو پہنچا لیکن مولوی رشید احمد صاحب کو میری داڑھی پر اعتراض تھا کیونکہ میں ایک مشت سے زائد داڑھی قطع کراتا اور ایک مشت سے زائد کو پسند نہ کرتا تھا میرا اختلاف گنگوہی صاحب سے اس پر بڑھ گیا کہ مولوی صاحب شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عطائی علم غیب کے ہی سرے سے منکر تھے بلکہ ختم نبوت کی واضح آیت کے بعد بھی چھ نبی اور ہونا مانتے تھے میں اس

ضروریات دین کے انکار کا تحمل نہ کر سکا میری اور مولوی صاحب کی سخت ان بن ہوگئی یہاں سے واپس ہو کر میں مختلف جگہ گیا اسی فکر میں دوسرا ماہ تھا کہ میں نے غوث زماں حضرت گنج مرادآبادی کا شہرہ سنا فوراً ایک کشش پیدا ہوئی شعبان ۱۳۰۳ھ میں حاضر آیا ترمذی کا درس شروع تھا خوبی قسمت کہ اجازت کی شرکت ملی تیسرے ماہ ترمذی شریف ختم ہو کر مسلم شریف شروع ہوئی چوتھے ماہ یہ ختم ہو کر بخاری شریف شروع ہو کر شعبان ۱۳۰۴ھ کو ختم ہوئی عموماً جید علماء درس حضرت سے لیا کرتے بعض علماء نے خواہش سند کی ایک دن میں نے بھی عرض کیا جس کو منظور فرمایا میں منتظر رہا ماہ رمضان میں بھوپال جانے لگا تو پانچ رمضان ۱۳۰۴ھ کو بعد درس عصر مجھ کو سند حدیث سے سرفراز فرما کر ٹٹو کا انتظام کیا پھر سحر کو رخصت کیا۔ سب سے مقدم یہ تھا کہ شری تھانوی جی کو احمد مکی کا گنگوہ بھیجا ہوا خط شائع کر دینا تھا جس سے صداقت بہت کچھ واضح ہو جاتی ایسا ضروری اقدام نہ کرنے سے اپنا دامن گندہ بنا ڈالا ہے دوسرے بس فوراً چلے گئے اور مولانا گنج مرادآبادی سے جا کر سند لے لی۔ یہ گپا سٹک اپنے جھوٹے ہونے کا خود اقرار کرتی ہے آٹومیٹکلی یہ ممکن ہی نہیں بعض علماء نے مولانا شاہ سلیمان صاحب رحمانی پھلواروی نے نواب نورالحسن صاحب رحمانی بھوپالی نے حزب البحر اور مکی صاحب کے سلسلۂ عرب کی سند حدیث لی جس کو نواب بھوپالی نے اپنے رسالے میں شائع بھی کیا مولوی حکیم عظمت حسین موتی ہاری مولوی قاضی عابد علی رحمانی باڑی والے نے عربی ادب مکی صاحب سے حاصل کیا ایسے نیز دوسرے معتمدین میں داڑھی منڈانے کا کسی کو نہ وہم ہو سکا نہ داڑھی والوں کی مذمت ہی علم میں آسکی فقط گنگوہی جی کا داڑھی منڈی دیکھنا صرف مطلب برآری کا فریب رہ جاتا ہے جس کے پردے میں مولانا گنج مرادآبادی کے امتیازات سے احساس کمتری پر کیچڑ اچھالنا چاہا ہے فیض سند و درس حدیث آگے بیان کروں گا یہاں یہ جملہ قابل غور ہے کہ مولانا سے بڑے بڑے عہدہ

دار داڑھی منڈی مرید تھے۔ قیام دیوبند سے اب تک نانوتوی و گنگوہی و تھانوی وٹانڈوی حسین احمد و طیب جی صاحبان سے داڑھی نہ رکھنے والے مرید ہوتے رہے پھر یہی وہ بے داڑھی والے ہیں جن کے چندے اعانت مالی شرکت باہمی سے دیوبند اور بانیان دیوبند بڑھے پلے ہیں ستم یہ ہے کہ غیر مسلم افراد کی مالی امداد رگ وریشہ میں سرایت کئے ہے فرمایئے یہ آدھے کا آدھا ٹیڑھا ہوتے ہوئے بھی اس آرڈی نیشن سے کیوں بری ہے؟ دوسروں کیلئے ناجائز اپنے لئے جائز اسی کو کہتے ہیں۔شری تھانوی کے بھائی صاحب، ہیٹ۔پتلون کوٹ سے آراستہ اپنی بیگم کو سڑکوں، بازاروں میں لیے پھریں شرعی گرفت سے مستثنیٰ رہیں تو بے عملی بھی پناہ مانگتی نظر آتی ہے ہزاروں ایسے اولوالعزم اولیاء گذرے جن سے داڑھی منڈانے والے مرید ہوئے فقط داڑھی نہ ہونے سے ان باکمال اولیاء نے ان کو محروم نہ کیا پھر بے داڑھی والے خدا کی طرف بڑھنا چاہیں عبادت وریاضت کرنا چاہیں تو خدائے قدوس ان کو ہر نیک اعمالی کی کھلی آزادی بخشتے رہے پھر دھرم گنگوہیہ کسی اعمال خیر سے داڑھی نہ رکھنے والوں کو روکنے والا کہاں سے ہوسکتا ہے مشاہدہ ہے کہ مرید اسی واسطے ہوتے ہیں کہ برائی ترک ہوں بھلائی حاصل ہوں تجربہ ہے کہ فیض وتوجہات مرشدی ایسی کایا پلٹتی انسان سازی کرتی ہے جس کی مثال ہے نہ ہوسکتی ہے یقیناً یہ بے داڑھی والے ہی بتاسکیں گے کہ ان کی رقوم سے کتنی محبت ان کے عطیات سے کیسی چاہت ان کی مدد کس قدر ضرورت معترضین بلا داڑھی کو رہا کرتی ہے وصولیابی چندہ کی فہرست شاہد ہے کہ ایک داڑھی والا چندہ دہندہ ہے تو دس بلا داڑھی والے کے پیسے سے جی رہے ہیں گلگلے کھائیں گڑ سے پرہیز کریں اسی کا نام ہے جہاں فرض وواجب کی پابندی بالائے طاق بس پیسہ کا کام ہے داڑھی والے شاگرد گنگوہی شری حسین علی اپنی بلغۃ الجیران صفحہ ۱۴ میں راقم میں نے (حسین علی) حضور علیہ السلام کو خواب میں دیکھا آپ مجھے پل صراط پر لے گئے اتفاقاً

حضور علیہ السلام پل صراط سے گرنے لگے تو میں نے گرنے سے حضور علیہ السلام کوروک لیا۔دوسرے براہین قاطعہ صفحہ چھ ایک صالح فخر عالم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اُردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا آپ کو یہ کلام کہاں سے آ گئی آپ تو عربی ہیں فرمایا کہ جب سے علمائے دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آ گئی۔ جہاں ایسے گرد ایسے چیلے اور ایسی امانت پر ہاں میں ہاں کرنے والے چمچے ہوں وہاں ہر بے دھرمی مات کھائے۔

بندۂ خدا کے ذمے قرض نہیں ہوتا (۱۱) :

نیل المراد صفحہ سترہ۔ بزرگ بھی منتظم اور غیر منتظم اور دنیادار بھی منتظم وغیر منتظم دنیا میں دونوں قسم کے ہوتے ہیں بعضوں کے یہاں انتظام ہوتا ہے اور بعضوں کے یہاں نہیں ہوتا۔ مولانا فضل رحمان صاحب کے یہاں حساب کی کوئی یادداشت نہ تھی۔ مگر گنگوہی جی کے لئے یوں گل فشاں ہوئے کہ اگرچہ مولانا کے یہاں اوّل اوّل فاقہ ہوئے مگر منتظم بڑے تھے۔ مولانا گنگوہی نے جو وصیت نامہ لکھا ہے اس میں لکھا ہے کہ بندۂ خدا کے ذمہ قرض نہیں ہوتا۔ یاد رہے کہ حضرت زبیر بن عوام پر بائیس لاکھ درہم قرض تھا جس کو حضرت عبداللہ بن زبیر نے زمین بیچ کر ادا کیا اور اس کے حصہ آراضی عبداللہ بن جعفر اور امیر معاویہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے خریدے حضرت جابر کے والد عبداللہ بدری انصاری پر کافی قرض تھا جو عالم ما کان و ما یکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا سے ادا ہوا۔ بخاری برکت الغازی فی مالہ۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چالیس ہزار قرض تھا پھر اسّی ہزار میں آراضی فروخت ہونے سے چالیس ہزار بچ رہا۔ (۱۲)

اسبــاب قرض : شریعت کے لحاظ سے تو یہ نکتہ ہے کہ اگر کسی طرح مشکوک رقم نذرانہ میں ہو تو وہ قرض میں نکل جائے مولانا بابا اسی واسطے یہ رقم بقال کو سب دے

دیتے چونکہ بقال مکلّف بہ شرع نہ تھا اس کی رقم قرض حلال تھی کمال تقویٰ یہ دیکھئے سامان خوراک غلہ تیل مصالحہ نیز کپڑا تک بقال سے لیتے تا کہ ہر خطرات سے پاک رہیں دویمش قرض بلحاظ طریقت اسلئے ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ بندہ مقروض جو ادائیگی کی نیت مقدم رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کی معیّت میں رہا کرتا ہے اسی لئے حضرت عبداللہ بے ضرورت قرض لیا کرتے تا کہ اسی طرح خدا ساتھ رہے بخاری شریف۔ مختار عالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرض لیتے آپ کی زرہ مبارک بعد وصال مقدس بھی ایک یہودی کے وہاں گروی تھی۔ ایمان سے کہئے ایسے گرو اور اس کے چیلے کو آپ بندۂ خدا مان نہیں سکتے جو رسول و صحابہ و اولیائے مقروضین کو عبدیت سے خارج کر رہے ہیں اس صریح منافقت سے منافقت بھی تائب ہے تیسرا قرض بلحاظ روحانیت ہے مولانا گنج مرادآبادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایسے قرض لینے سے نفس منکسر رہا کرتا ہے مقروض عارفان حق کی سوانح اعلان کرتی ہے کہ امداد مستحقین اور سائلین کی مانگ نیز جذبۂ خدمت خلق ہی وہ اسباب تھے جو یہ اہل کمال مقروض ہوا کرتے یہ دلائل پکار رہے ہیں کہ ان اکابر دیوبند کو شریعت و طریقت و روحانیت وغیرہ کی ہوا بھی لگ گئی ہوتی۔ تو غیر منتظمی اور عبدیت سے خارج کرنے کا وہم بھی نہ لا سکتے تھے۔ (۱۳) نہ بھولئے کہ ہمارے غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سال بھر فاقے رہے کون دیوانہ آپ کو غیر منتظم کہنے کا تصور بھی کر سکتا ہے منتظم سے غیر منتظم کا تقابل خود کہہ رہا ہے کہ بہ نسبت غیر منتظم کے منتظم کو اچھا سمجھا جاتا ہے پس یہ منتظم کی مدحت اور غیر منتظم کی اہانت مسلمہ ہے کسی بزرگ طریقے سے ایسی مثال ہی نہیں مل سکتی جو اپنی آمدنی کا جمع خرچ اور معاشی حسابات کا روزنامچہ رکھتا ہو ورنہ تھانوی جی جسے یادداشت حساب یا منتظم مالیات کہتے ہیں وہی دنیاداری ہے مولانا بابا جیسی عظیم و متقی ہستی جس نے اتباع مرشد میں ستر برس

تک مونگ کی کھچڑی کے علاوہ دوسری غذا نہ کھائی وہ کون یاد داشت رکھے گی وہ متوکل ذات آپ کی تھی جس کا متاع دنیاوی ایک بوریہ ایک بدھنے پر موقوف رہا وہ حساب کا ہے کار رکھے ۔جہاں ترجمہ قرآن درس حدیث اہتمام نماز آداب طہارت وعبادت واحترام مسجد اور تقسیم قرآن وامداد سائلان کے سوا کوئی یادداشت ہی نہ رہی برخلاف اس کے شری رشید احمد گنگوہی یقینا ایسے منتظم تھے کہ بموجب تحریر دیوبندیہ برطانوی معتمد آلہ کار ایسے بنے کہ بذریعہ رشید احمد گنگوہی برطانوی گورنمنٹ محمد الیاس کاندھلوی کو روپیہ دیا کرتی پھر شری اشرف علی تھانوی کو چھ سو روپیہ بڑشی ماہواری جاری رہی اور شری حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے کھلے بندوں سے کہہ دیا کہ ......میں وہ کاغذات حکومت دکھا سکتا ہوں جس میں روپیہ لینا اور حکومت کے اشاروں پر کام کرنا لکھا ہے دیکھئے مکالمہ الصدرین مرتبہ طاہر احمد قاسمی ....یہ ہے دیوبندیہ گرو دیو کا حساب کھاتہ و یادداشت جو سرکاری کاغذات تک کی زینت بنا ہوا ہے ناظرین ہی اس کا بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں۔

شرف الدولہ (۱۴) : مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمانی لکھنوی کہتے تھے کہ مولانا بابا لکھنؤ تشریف لائے مطبع مصطفائی میں قیام فرمایا میں بھی حدیث پڑھنے جاتا کچھ دن بعد گنج مرادآباد سے ایک آدمی آیا میر صائب علی ناظم مطبع نے عرض کیا اس نووارد سے معلوم ہوا کہ وطن میں سب خیریت ہے ہاں گھر میں خرچ کی سخت ضرورت ہے اتنے میں نواب شرف الدولہ نے حاضر ہو کر کئی ہزار روپیہ نذر کیا مگر آپ نے اس میں سے ایک پیسہ گھر نہ بھیجا بلکہ وہ ساری رقم خرید قرآن وحدیث میں کچھ مستحقین کو بانٹ کر یہ شعر پڑھا۔ ؎

چرا خودرا ۔ اسیر فکر وبیش وکم داری
کہ نگذاردترا احتیاج ایز دتا کہ دم داری

(۱۵) حکیم عظمت حسین رحمانی موتی ہاری نے کہا کہ نواب خورشید جاہ حیدرآبادی چھپن لاکھ کے معافی دار مریدی کے بعد حاضر آئے تو ایک ایک ہزار کے طلائی ونقرئی اس کے پیش کئے کچھ وقت گذرا تھا کہ ایک بنیا فریادی ہوا کہ میری لڑکی کی تلک میں چھ سورو پیہ مانگا جاتا ہے آپ نے چھ سورو پیہ اس کو دے کر بقیہ مستحقین کو بانٹ کر الحمدللہ کہتے اٹھ کھڑے ہوئے مگر ایک پیسہ گھر میں نہ دیا نواب صاحب دنگ رہ گئے۔(۱۶) قاضی سید واجد علی صاحب رحمانی رئیس باڑی سیتاپور نے کہا کہ میرا ایک عرب صاحب کا ساتھ حاضری میں ہو گیا آستانہ پہنچتے ہی عرب نے دوسورو پیہ کا سوال کیا آپ نے حکیم عظمت حسین صاحب کو بقال سے قرض لانے بھیجا اس کے پاس ڈیڑھ سورو پیہ نکلے وہ آپ نے دیئے مگر عرب صاحب کسی طرح دوسو سے کم لینے پر راضی نہ ہوئے آپ نے دوبارہ پچاس قرض منگا کر دیئے عرب نے کہا کہ میری چادر لوٹا کٹورا جاتا رہا آپ نے اپنی چادر مبارک گھر سے کٹورا لوٹا منگوا کر دے دیا عرب نے کہا نو دس خطوط امدادی امیروں کو لکھ دیں سواری کا انتظام کریں کرایہ بھی خود ادا کریں آپ نے یہ سب بخوشی پورا کیا۔(۱۷) اسی طرح دوسرا دن تھا کہ مہاراجہ دربھنگہ نے حاضر ہو کر ایک اشرفیوں کی تھیلی پیش کی آپ نے اس وقت رام دین بقال کو بلا کر بلا دیکھے تھیلی حوالے کر دی بقال شمار کرنے لگا۔آپ نے فرمایا گھر جا کر گن لینا جب دوسرے وقت بقال سامان ضروریات لے کر آیا آپ نے پوچھا تمہارا قرض اب تو ادا ہو گیا بقال نے کہا پچاس روپیہ بس آپ پر اور رہ گئے مجھ کو(قاضی واجد علی)اس کی فتورنیت بری لگی مولانا بابا نے کشف سے معلوم کرتے ہوئے فرمایا اگر بے ایمانی سے لے گا خدا تباہ کر دے گا۔(۱۸) مولوی قاضی سید عابد علی رحمانی ساکن باڑی ایسے مرید تھے کہ سیتاپور سے آنے میں ملاواں سے پیدل ننگے پیر پانچ میل گنج مرادآباد جاتے اسی طرح پا پیادہ ننگے پیر واپسی میں ملاواں تک آ کر سواری سے سفر کرتے کہتے تھے احمد مکی عرب میرے ساتھ

حاضر ہوئے ظہر پڑھی تھی کہ نواب صاحب ٹونک راجہ بیکانیر کو لے کر حاضر ہوئے دونوں نے ڈھائی ڈھائی ہزار اشرفیاں تھیلی میں پیش کرنے کے بعد نواب ٹونک نے عرض کیا کہ راجہ بیکانیر کو عجب مرض ہوگیا سوکھتے جارہے ہیں قوت معدوم ہوتی جاتی ہے مولانا بابا نے فرمایا مونگ کی کھچڑی پر ہمارے پیرومرشد کا فاتحہ دے کر چند روز کھالو۔ راجگان کے اُٹھتے ہی سائلوں کا تانتا بندھا۔ کسی نے عقد دختر کسی نے عقد پسر کسی نے ختنہ کسی نے ولادت ہونے پر سوال کیا آپ نے دینا شروع فرمایا اچانک ایک صاحب آئے رو کر بولے میرے اوپر چودہ سو قرض ہے قرض دار میرا گھر چھینے نکالے دیتے ہیں آپ نے مجھے حکم دیا کہ رقم قرضہ اس میں سے لے کر ساتھ جا کر ادا کرو میں (عابد علی صاحب) نے اتنی رقم کی اشرفیاں نکالیں تو باقی چار بچیں اتنے میں مولانا بابا نے بہ آہستہ فرمایا کہ دروازے کے باہر سبز کرتہ پہنے چاندنی شاہ ملیں گے یہ چاروں اشرفی ان کو دے کر کہہ دینا کہ ہمارے پاس اس کے سوا نہ تھا خدا پھر دے گا تو اور دے دیں گے میں نے باہر آ کر موصوف کو پایا چاروں اشرفی پیش کر کے پیام کہا چاندنی شاہ نے اتنا کہا بستی والے تو کچھ کرنے کب دیتے ہیں وہ ادھر چلے میں مقروض کے گھر کی طرف چلا کچھ دور پر وہ بولے کہ آپ ہمارے پیسے ہم کو دے دیں ہم قرض ادا کردیں۔ یا خرچ کریں یہ ہماری مرضی آپ اگر مولانا بابا سے کہہ دیں گے تو ہم جواب دے لیں گے مجبوراً میں نے رقم ان کے حوالے کردی اس وقت میں اس کو سمجھ سکا کہ کیوں مولانا بابا نے مجھ کو ساتھ کیا تھا میرے دل میں خطرہ تھا کہ اصلی اہل ضرورت کے ساتھ نقلی اہل ضرورت بھی موقعہ پاتے ہی لوٹنے آجاتے ہیں اور اہل بستی کی امداد سے بیرونی مستحقین کی امداد کم ہوجاتی ہے یہ چاندنی شاہ کے کہنے کا مقصد تھا مگر یہ مولانا بابا کی غنائے نفسی وشان سخا یہ تھی کہ اپنے پرائے پر یکساں کرم فرمائی رکھتے حتیٰ کہ اس خدمت خلق سے خود مقروض رہا کرتے۔ (۱۹) اسی طرح ایک اہل بستی حاضر ہوئے مولانا نے

بات نہ کی وہ سمجھ گئے کہا آپ اس پر خفا ہیں کہ میں نماز کو نہیں آتا آپ کو کیا معلوم کب سے فاقہ ہے اس لباس کے سوا لباس بھی نہیں آپ نے فرمایا یہ نہ بھولو کہ نماز کبھی معاف نہیں ہو سکتی سب کچھ نماز سے مل جاتا ہے آخر تم کو کتنا کپڑا کتنا غلہ کافی ہوگا۔ وہ بولے کہ دو سو میں سب ہو جائے گا آپ نے فرمایا بقال سے ہماری طرف سے کہہ کر لے لو۔ تھوڑی دیر بعد بقال نے آکر کہا کہ آپ نے فلاں صاحب کو بھیجا تھا دو سو نقد دو سو کا غلہ چار سو کا کپڑا آپ کے نام سے لے گئے آپ سے پوچھنے نہ آنے دیا آپ نے فرمایا تم گھبراؤ نہیں خدا نے چاہا ہم جلد ادا کر دیں گے مگر ان سے تم کچھ نہ کہنا۔ مغرب بعد وہ صاحب آئے آپ نے پوچھا کہ عصر و مغرب میں کہاں رہے وہ بولے کپڑے پاک کرنے میں عصر کو نہ آسکا کپڑے سوکھے بھی تو ننگے پیر رہ گیا گھر کے صرفہ سے جوتا نہ لے سکا کیسے آتا۔ آپ نے خادم نور سے جوتہ دلا دینے کا حکم دیا لیکن میں فکر میں رہا مگر وہ صاحب عشاء میں پھر نہ آئے۔ میں (قاضی عابد علی) وضو کا پانی لایا آپ نے میرا خطرہ کشف سے جان کر فرمایا میاں خدا ہم کو اس لئے دیتا ہے کہ ہم مخلوق کی مدد کریں لینے والے جس نیت سے لیں گے ان کو خدا ویسا ہی پھل دے گا۔ (۲۰) قاضی صاحب مذکور نے کہا حکیم عنبر علی صاحب رحمانی بجنوری حاضر ہوئے قیمتی جواہرات کی یاقوتی پیش کی کہ یہ آپ کے ضعف ضعیفی دور کرنے کے لئے بڑی نادر چیز ہے آپ نے ایک ماشہ انداز سے لے کر مجھ کو (قاضی عابد علی) اوّل کھلا کر انگلی میں لگی خود چکھ کر فرمایا ایسی تیز چیز کا فقیر کے وہاں کیا کام خدائے پاک تم کو جزائے خیر دے اتنے میں آپ کا ضعیف حجام آگیا آپ نے فرمایا لو بھائی تمہاری نگاہ کی تیزی ہاتھ پیر کانپنے کی دوا خدا نے بھیج دی اس کو کھایا کرو۔ میرے دل میں یہ آیا تھا کہ قوت قلب کے لئے مجھے بھی ملتی فوراً کشف آپ کو ہوا ایک وقت کھانے سے یہ ہوا کہ تا حیات ضعف قلب محسوس نہ ہو سکا۔ غالباً دوسرے ماہ گیا تو اس حجام نے بتایا کہ ہاتھ پاؤں نظر اصلی قوت پر ہیں مگر اس عمر

میں بیوی کو حمل رہ جانے سے فکرمند ہوں۔ یہ تھے حسن توکل وامداد خلق کے مشاہدے اسکا حساب دیا یا دداشت انسانی بس کی تھی کب اپنے ذاتی خرچ سے اس کا علاقہ ہی کہاں تھا تھانوی صاحب کی طرح معجون ومقویات ومفرح مشروبات استعمال کب ہو سکے تھے چھ سو بر ٹشی ماہواری خلاف وقت ملنے کی فکرمندی اور ماہواری بند ہونے کا خطرہ تھانوی صاحب کی دنیا ہی میں محدود تھا۔ (۲۱) چونکہ تھانوی صاحب کی ترک مستحب پر شرعی گرفت ہو چکی تھی اس جھینپ کو مٹانے کیلئے احمد مکی صاحب عرب کی داڑھی منڈانے اور داڑھی منڈوں کو مرید کرنے کا فرضی ڈھونگ گڑھا گیا اس میں آخری نشتر زنی **مجذوب** کی جراحی سے پوری کی گئی۔ نیل المراد صفحہ چار حالانکہ مجذوب تھے مگر بات کیسی حکمت کی کہی۔ جس کا واحد مطلب اس کے سوا دوسرا نا ممکن کہ بہتیری مجذوبانہ بہکی باتوں میں یہ حکمت کی بات اتفاق سے نکل گئی۔ تھانوی صاحب کی تردید قول تھانوی سے خدا نے مہیا کردی۔ نیل المراد صفحہ نو پر لکھا یوں بظاہر مولانا ذرا مغلوب سے تھے۔ ذرا مغلوب جو ہوگا وہ مجذوب نہیں ہو سکتا۔ **دویمش مریدین فضل رحمانی** کی گرفت سے بچنے پر یہ نیل المراد ہی میں پلٹا لگایا کہ مجذوب صاحب حال تھے۔ اس تحریر نے مجذوب۔ اور بظاہر ہر ذرا مغلوب سے تھے۔ دونوں کو باطل کردیا۔ آپ ہی کہئے تھانوی جی کی کون سی کل سیدھی کہہ سکیں گے۔ (۲۲) ہمارے **مجدد الف ثانی** علیہ الرحمۃ مقصد اوّل مکتوب ۲۸۷ میں راقم کہ مجذوب مستغرق مجذوب صاحب حال اور مجذوب متمکن سب مراتب قدس پر صعود کرنے سے لنگڑے ہیں۔ اس فیصلۂ مجددی سے ایک شیخ کامل کو مجذوب ومغلوب لکھنا کمالات کی نفی واہانت فضیحہ ہے یہاں یوں چولا بدلا بقولہ حضرت اقدس گنج مرادآبادی فتاوٰی کے جواب میں اور تعلیم حدیث شریف وغیرہ میں مفتی محقق اور محدث ومدقق تھے۔ ہمارے ناظرین ایمان سے کہہ دیں کہ تھانوی جی اپنی تحریر سے کیسے جھوٹے ہو کر کہیں نہ رہے۔ (۲۳) جناب حاجی امداداللہ

صاحب مہاجر علیہ الرحمہ کا اکثر و بیشتر یہ کہنا تھا کہ مولانا بابا کامل و اکمل شیخ اور جامع کمالات صوری و معنوی ہیں۔ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی یوں مداح رہتے حضرت مولانا فضل رحمانی صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ جامع کمالات صوری و معنوی ہستی ہیں۔ القول الفاصل میں میرے والد ماجد صاحب علیہ الرحمہ کے تردیدی اعلان ہو چکے ہیں کہ نانوتوی صاحب سے اور مولانا بابا سے ٹوپی بدلنے کی تصدیق معلومات خاندانی سے اور حاضر باش معتبر مریدین سے مطلق نہ ہو سکنے پر ہم اس کو فرضی اضافہ کے سوا مان نہیں سکتے بار بار دہرائے کہاں تک جائیں نکتہ ناظرین با تمکین اسی واقعہ سے مولانا بابا کے امتیاز و فضل کو دیکھ لیں کہ مولانا بابا آنحضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو جامع کمالات صوری و معنوی کہنا جائز نہیں سمجھتے۔ حکیم صاحب مانک پوری قارورہ سونگھتے رہنے سے چونکے تو اور گندہ دماغی پیش کی بقولہ مولانا تھانوی کی ملاقات میں استغراق کی حالت غالب ہوگئی۔ اسی لئے مجذوب لکھ دیا۔ افسوس یہ ہے کہ ہم اگر ماننا بھی چاہیں تو بات ہی ایسی ہوتی ہے جو خود ماننے نہیں دیتی اشرف التنبیہہ کا حوالہ بھی گزرا اس پر التفات نہ تھا مولانا مجذوب تھے۔ یہ اوّل مکھن بازی کو جھوٹا کئے ہے۔

لطیفہ : شری حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے جب تھانوی جی کہ برٹشی تنخواہ داری چھ سو ماہواری کھاتے رہنے کا پول کھولا تو ایک شخص نے کہا تھانوی جی خوف سے مرعوب نہیں بلکہ طمع سے متاثر و مغلوب ہیں ایسے اقراری طمع سے مغلوب آلہ کار برٹش کو قوم و ملت کبھی معاف نہیں کر سکتی کہاں سالکین حضرات کا غلبۂ حال جو رحمت ہی رحمت ہے کہاں برٹشی دلال کا غلبۂ مال جو لعنت ہی لعنت ہو کر سب کچھ بھسم کئے ہے۔

کشف (۲۴) : صفحہ دو نیل المراد مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی صاحب کشف تھے مگر کشف دائی نہیں ہوتا تھا۔ تمامی زائر و ناظر خصوصاً ارباب ذکر جس ہستی کے محکم کشف دائی کے معترف ہوں وہاں تھانوی جی کی حدو دحملہ بازی اس سے زائد

نہ تھی تحریر تھانوی سے تردید تھانوی ملاحظہ ہو۔ صفحہ چھ نیل المراد۔ مولانا کو کشف بہت ہوتا تھا یہ جملہ بہت ہوتا تھا۔ کشف دائی کا آئینہ ہے آخری اقرار کے سامنے ہر بات تھانوی جی کو جھوٹا کر گئی ایسے متضاد قول والے کی معتبری خود اسی کے ہاتھوں دفن ہے۔ مشاہدہ پھلواروی صاحب۔ (۲۵) مولانا سید سلیمان صاحب رحمانی پھلواروی ناقل کہ میں ۱۳۰۳ھ میں مولوی فتح محمد صاحب نائب مرتب خلاصۃ التفاسیر وغیرہ کے ساتھ حاضر ہوا راستہ میں مولوی فتح محمد صاحب سے میں نے کہا کہ اگر مولانا بابا پوچھیں گے کیسے آئے تو میں ضمناً الخ عرض کردوں گا۔ بوقت پیشی درس بخاری آپ دے رہے تھے کچھ دیر میں مجھ کو حکم ہوا کہ اب تم پڑھو چنانچہ میں نے پڑھنا شروع کیا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ مولانا بابا کے فیض سے میرے اور امام المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان کوئی پردہ نہیں اور میں رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پڑھ رہا ہوں بعد درس چلنے لگا تو خصوصیت سے مولانا نے مجھ سے فرمایا یہ بات تو رہی جاتی ہے۔

صنمارہ قلندرہ :۔ میں ابھی پہلے کے عالم سرور میں بیخود تھا اس کشف عظیم پر گم رہ گیا مولانا بابا کا یہ امتیاز خصوصی تھا کہ آپ جسے چاہتے یوں ہی اس کو شرف حضوری رسالت حاصل ہو جاتا۔ (۲۶) حکیم اللہ دیا صاحب رحمانی دہلوی کہتے تھے کہ مولانا بابا حکیم الحکماء محمود علی خاں صاحب رحمانی دہلوی کے وہاں مقیم تھے مولانا شاہ غلام رسول صاحب خلیفہ مجدد صاحب نے زمانہ غدر میں فرمایا کہ یہاں سے اب انگریزوں کا قدم اٹھا مولانا بابا بھی تشریف فرما یہیں تھے فرمایا کہ ذرا غور تو کیجئے اب تو انگریزوں کا قدم اور جم گیا یہ کہہ کر آپ جائے قیام پر آ گئے شاہ صاحب نے اب جو غور کیا تو مولانا بابا مکاشفہ صحیح ثابت ہوا اسی وقت شاہ صاحب نے کسی کو بھیج کر مولانا بابا کو بلایا اور فرمایا بیشک تمہارا مکاشفہ بہت صحیح ہے پھر ایک عالم کیف میں فرمایا یہ وہ آفتاب ہے جو مشرق سے مغرب تک چمکے گا۔ (۲۷) قاضی عابد علی صاحب رحمانی باڑی والے کہتے تھے کہ

ملک افغانستان پر جب انگریزوں نے چڑھائی کی تو دادامیاں نے اسلامی سلطنت کے قیام کے لحاظ سے خوش ہوکر فرمایا کہ اخبارات سے معلوم ہوا کہ کابلیوں کی انگریزوں پر فتح ہوئی اس پر مولانا بابا نے پر جوش میں فرمایا کابلیوں کی ہرگز فتح نہ ہوگی ایک صاحب نے کہا کہ کسی شہر میں ایک بڑے صاحب کمال مجذوب تھے لوگوں نے ان سے کابل میں اسلامی سلطنت ہونے کی دعا چاہی وہ بزرگ بولے وہ بوڑھا (مولانا بابا) بھی تو کسی طرح مانے وہ تو انگریزی سلطنت چاہتا ہے۔یہی ایک روایت اتنی جامع ہے کہ من جانب اللہ مولانا بابا کو عطا کردہ قوتوں کو ہر پہلو سے اجاگر کئے ہے۔(۲۸) قاضی صاحب مذکور نے بتایا کہ ایک جلسہ میں مولانا بابا نے فرمایا کہ ہمارے لڑکپن میں ایک شخص کی وفات ہوئی۔ہم قبر پر گئے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اپنی لونڈی پروہ دھول دھپہ کردیا کرتے تھے۔چنانچہ ہم ان کی لونڈی کوان کی قبر پر لے کر گئے سکھلایا کہ یوں کہو جو کچھ انہوں نے ہم پر زیادتی کی ہے ہم نے معاف کی اور کچھ پڑھ کر بخشنے کو بھی کہا لونڈی نے یہی کیا تو ان کا حال اچھا ہوگیا۔(۲۹) قاضی صاحب نے کہا کہ میری آراضی میں جب مولانا بابا کی دعا سے نفع ہوا تو میں چارسو روپیہ نذرانہ کو لے کر حاضر ہوا۔سو روپیہ اوراسلئے رکھا کہ قرض کی ادائیگی وغیرہ سے نہ بچنے پر علیحدہ پیش کروں گا ۔میری والدہ نے بھی اس ہدایت سے نذرانہ دیا کہ سب کے سامنے نہ دینا حدودِ درگاہ پہنچنے سے پہلے حکیم عظمت حسین رحمانی ملنے کہا کہ آپ کا دیر سے انتظار ہورہا ہے حاضر ہوا مولانا بابا نے فرمایا جذبۂ خدمت محمود ہے مگر ہمارے پاس بچنے نہ بچنے کی فکر تم کو کیوں ہو خدا ہمارا کارساز ہے پھر کیا فکر میں اس کشف پر گم رہ کر نذرانہ پیش کرنے لگا آپ نے فرمایا ہر چاندنی شاہ دیر سے بیٹھے ہیں چارسو روپیہ ان کو دے کر کہہ دینا دیر ہونے سے خیال نہ کریں میں تعمیل حکم کے بعد آکر اپنے اور والدہ کے پیش نذرانے کرنے لگا فرمایا اپنے پاس رکھو ضرورت سے فاضل تمہارے پاس پچیس روپیہ ہیں ہم کو

قرض دے کر یہ سوا دوسو مستان شاہ جو چادر اوڑھے بیٹھے ہیں دے آؤ۔ میں نے اپنے بیگ میں دیکھا تو جو رقم لے کر چلا تھا اس کے علاوہ یہ پچیس نہ جانے کب کے رکھے رہ گئے ملے۔ موافق حکم مستان شاہ کو دے آیا عرض کیا کہ یہ بقیہ قرض نہیں یہ آپ کی نذر ہیں اس دن میں سمجھا کہ درویشوں کا آپ ماہانہ بھی ہفتہ وار بھی مقرر فرمائے تھے اپنی چیز کی خود کو خبر نہیں مگر آپ پر ہر بات روشن تھی ۔(۳۰) مولانا احمد مکی عرب رحمانی راقم کہ ماہ جمادی الاوّل تھا اچانک مولانا بابا نے فرمایا کل کوئی بھوپال جانے والا تو نہیں میں نے عرض کیا کوئی جانے والا نہیں آپ نے فرمایا فلاں شخص کی بیوی ابھی تک بدحال ہے میں نے عرض کیا حضور کی دعا ہو تو تندرستی کیا بعید ہے فرمایا ولادت تو ہوگئی زچگی کے خلل کو کیا کریں دوسرے روز ڈاک سے خط آیا کہ بچہ پیدا ہونے کے تیسرے روز مرض نفاس میں زچہ مرگئی ۔(۳۱) چودھری نصرت علی رحمانی تعلق دار سندیلہ ناقل کہ میں نینی تال ٹھہرا ہوا تھا کہ حاجی واحد علی رحمانی کا مجھے خط ملا جس کی پیشانی پر مولانا بابا کی دستی تحریر تھی برخوردار نصرت علی کہاں ہیں جہاں ہوان کو اطلاع دو ۔ کہ جلد گھر پہنچیں اور خدا کی مرضی پر شاکر رہیں یہ پڑھ کر میرے ہوش اڑ گئے کہ آپ کا ایسا فرمانا اسرار سے خالی نہیں جلد سندیلہ پہنچا سب کو بخیرت پا کر اور رچکرایا دوسرے دن لکھنؤ آیا دوسرا دن تھا کہ سندیلہ سے تار آیا رام لال ڈاکٹر کو لے کر جلد آؤ فکر روانگی تھی کہ چودھری محمد عظیم صاحب رحمانی کے روانہ کردہ ارادت حسین آئے کہا کہ منجھلے لڑکے کو بخار ہے صبح سندیلہ پہنچا چودھری محمد عظیم چودھری جاوید علی رحمانی موجود علاج جاری مگر لڑکے کی آواز بند ہوچکی تھی میرے آواز دینے پر اس نے آنکھ کھولی مگر سکرات جاری ہوگئیں بعد دفن گھر آرہے تھے دیکھا قیوم دوراں مولانا احمد میاں صاحب علیہ الرحمہ ہاتھی پر سوار آرہے ہیں بڑھ کر قدم بوس ہوکر گھر لایا کہ آپ نے فرمایا مولانا بابا نے حکم دیا کہ تم اسی وقت سندیلہ جاکر شرکت کرو چودھری نصرت علی کا لڑکا جاتا رہا۔ یہ خدا کا شکر ہے کہ خدا نے

اس کی مغفرت بھی فرمادی یہ تھی آپ کی وسعت کشف کہ اولاً آ گاہی پھر مخدوم زادہ کو شرکت وتسلی کے لئے بھیجا وہ دعا کی مغفرت سے سرور ہوا۔(۳۲) مولانا بابا سندیلہ نانیہال آئے چودھری نصرت علی صاحب کہتے ہیں کہ کاکوری سے آنے والوں نے بتایا کہ مولوی شاہ حیدر علی قلندر علیہ الرحمہ سخت علیل ہیں فالج کا گمان ہے شب کو میں نے حاضر ہو کر قلندر صاحب کی مزاج پرسی کی اجازت چاہی مولانا بابا نے رازدارانہ فرمایا تعزیت کیلئے جاؤ تو مضائقہ نہیں تم کو معلوم کیا کل حیدر بھائی کا وصال ہوگیا ہم گھر سے شرکت دفن و جنازہ کی نماز کو آئے ہیں فاتحہ سیوم ان کا بعد فجر چونکہ ہے شرکت نہ کر پاؤ گے پھر بھی ہو ضرور آؤ۔(۳۳) مولوی عبدالمجید صاحب رحمانی مالک مطبع دہلی کہتے تھے کہ چار یوروپین عورتیں جن میں ایک امریکن اور تین لندن کے شاہی گھرانہ کی تھیں ان کو مولانا بابا کی زیارت خواب میں ہوئی خواب ہی میں آپ کے ہاتھوں پر مسلمان ہو کر مرید ہوئیں عالم خواب ہی میں اویسیہ طریقہ پر ان کی تعلیم ہوئی ان عورتو ں میں یہ ملکہ تھا کہ مرض سلب کرلیا کرتی تھیں وہ سب عبدالحمید صاحب کے ساتھ براہِ سندیلہ گنج مرادآباد روانہ ہوئیں تین کوس باقی تھا کہ ایک ندی (غوث گنج والی) حائل ہوئی وہ عورتیں عبور نہ کرسکیں۔عبدالمجید صاحب ان کو ٹھہرا کر عرض حال کو حاضر آئے مولانا بابا نے فرمایا تم بہ اطمینان واپس جاؤ ان سب کا کام ہوگیا۔عبدالمجید صاحب کچھ قیام کے بعد ان کی خوردونوش ساتھ لے کر اسی جگہ پر واپس پہنچے انہوں نے مسکرا کر کہا کہ مولانا بابا یہاں تشریف لائے تھے توجہ دے کر واپس گئے۔ایک مقام سلوک میں پھنس جانے پر وہ آنے پر مجبور ہوئیں تھیں۔(۳۴) قاضی سید واجد علی رحمانی ساکن باڑی نے کہا کہ درس عصر میں اک دم مولانا بابا نے فرمایا دیکھنا دو شخص ولایتی تو نہیں آرہے ہیں میں باہر نکلا مگر کوئی آتا نہ دکھا دوسرے روز شام سے پہلے دو شخص ساکنان غزنی آئے مرید ہوئے میں نے پوچھا کہ کل سے آپ کا انتظار تھا کہا کہ کل راستہ بھول گئے تھے

تھک کر شب کو رک گئے صبح صادق میں مولانا بابا نے آ کر راستہ بتایا جب پہنچے ہیں۔غور کیجئے امریکہ لندن غزنی اور ہندوستان شکست کابل قیام برٹش وغیرہ وسعت کشف دائمی سے ایسی آئینہ ہیں کہ بڑے صاحب کشف بھی آپ کی پختگی کشف کے معترف تھے۔(۳۵) احمد مکی صاحب رحمانی عرب راقم کہ مولانا بابا عشا سے قبل فضائل رسالت ومحامد صحابہ بیان فرما رہے تھے کہ دادا میاں نے فرمایا آپ کے فلاں مرید کا انتقال ہو گیا۔ مولانا بابا نے اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے فرمایا ہم سمجھے ہوئے تھے کہ فلاں مرید کا کل انتقال ہو گیا دن بھر اسی وجہ سے طبیعت مکدر رہی بعض حاضرین نے عرض کیا کہ بحمداللہ آپ اور صاحبزادے صاحب کو پہلے ہی مکشوف سب رہا مکی صاحب نے آیت پڑھی خدا جس کو چاہتا ہے اپنے غیب پر مطلع کر دیتا ہے۔(لَایُطْلِعُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدٌ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی) مولانا بابا نے فرمایا بندۂ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ نور الٰہی سے مشاہدہ کرتا ہے۔(اِتَّقُوْا مِنْ فَرَاسَتِ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ۔ (۳۶) مولوی سید عابد علی صاحب رحمانی نے کہا کہ میکو لال صاحب پیر علی شاہ صاحب کے مرید اور نظر یافتہ تھے حضرت خواجہ شاہ محمد آفاق صاحب علیہم الرحمہ کو بھی دیکھا تھا کہ میکو لال کی یہ استعداد تھی کہ با نسبت کی صورت دیکھتے ہی اس کا مقام بتا دیتے اور سب پر غالب آ جاتے ایک مجلس دہلی میں میکو لال اور دادا میاں کا سامنا ہوا میکو لال نے دل ہی دل میں تصرف کرنا شروع کیا دادا میاں نے یہ دیکھ کر خوش آمدید کہتے ہوئے خود بھی مراقبہ فرمایا ذرا دیر میں میکو لال ایسے بے ہوش ہو کر گرے کہ دو حصہ شب تک ہوش نہ رہا اور ڈھائی دن تک تمام بدن میں رعشہ رہا۔ ہر دو کوائف دادا میاں کے صحیح کشف دائمی ونسبت عظمٰی کا نادر ثبوت ہیں ایک یہ تھے کہ صاحب نسبت کا مقام بتا دیتے ایک تھانوی جی وگنگوہی جی ہیں کہ با نسبت سے جھینپ کر اتہام لگا دیا کرتے ہیں۔

فیض حدیث (۳۷) : مولوی فدا حسین صاحب رحمانی محی الدین نگری کہتے تھے

میں اور مولوی نوراحمد صاحب رحمانی محدث موضع ڈیانواں ضلع عظیم آباد پٹنہ دونوں مرید ہونے کے بعد ایک بار حاضر ہوئے تو موافق دستور محدثین ملاقات اولیٰ میں حدیث مسلسل بالاولیت پائی عرصہ تک مولوی نوراحمد صاحب پر گریہ طاری رہتا جو حاضرین اس وقت وہاں ہوتے ان پر بھی یہی کیفیت ہوتی۔(۳۸) مولانا ابوالحسن صاحب رحمانی لکھنوی کہتے تھے کہ درس حدیث میں خشیت صحابہ کا ذکر آیا کہ غلبۂ خوفِ الٰہی سے ان کی پسلی چمکنے لگی قاری سبق (مولانا عبدالواسع رحمانی دربھنگوی) کو یہ وسوسہ ہوا کہ مولانا بابا کو کشف ہوا دربھنگوی صاحب سے فرمایا کہ صحبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسا ہوجاتا ہے یہ فرماتے ہی سید صاحب دربھنگوی کی بھی پسلی چمکنے لگی خانقاہ کی جائے قیام پہنچنے سے پہلے وہ بے ہوش ہو گئے اُن کی اس جائے قیام پر بھی نور معلوم ہوتا اس وقت تک رہا جب تک وہ یہاں رہے ہوش آنے پر بھی تین دن ان کی پسلی چمکتی رہی مولوی وحید احمد ردولوی مولوی حکیم عبدالغفار آسیونی قاری عبدالحیٔ پانی پتی مولانا محمد فاروق دربھنگوی مولانا نورمحمد فتحپوری مولانا حافظ سید ابوسعید ایرایاں مولانا ظہیر احسن شوق نیموی مولانا حکیم ظہور الاسلام فتحپوری مولوی حکیم خلیل الرحمٰن پیلی بھیتی مولوی حبیب اللہ صاحب ٹانڈوی مدرس وہ مریدین مخصوص ہیں کہ ہر ایک پر ایک بار مختلف اوقات میں مذکورہ کیفیت گزر چکی ہے۔ایسے شرف امتیازی سے مشرف محدث ایسی نسبت محمدی سے ممتاز غوث فرد حضور اعلیٰ تھے ظاہر ہے کہ جس کی وقتی صحبت کا یہ فیضان ہو پھر ان کا کیا کہنا جو کافی فیض صحبت سے اٹھائیں۔(۳۹) مولانا ابوالحسن لکھنوی یہ بھی کہتے تھے کہ سند حدیث کے ذکر پر مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جب تک علم نہ ہو سند سے ہوتا کیا ہے جب ہم دہلی گئے تو لوگوں نے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ سے کھرّے لکھوائے ہم سے بھی لوگوں نے کہا ہم نے کہا استغفر اللہ بغیر علم سند لکھوانے سے فائدہ کیا جب ہم اپنے وطن واپس آئے تو جن لوگوں نے

کھڑے لکھوائے تھے ہم سے پھر یہاں آکر پڑھا پھر یہ پڑھا۔ ؎

ما انچہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الّا حدیث دوست کہ تکراری کنیم

حملہ تھانوی کی یہ آخری الزام بازی ہے کہ غلبۂ استغراق کے سبب ان چیزوں کی طرف التفات نہ تھا۔ میں پھر یاد دلاؤں گا کہ کافی سوانح نگار اپنے مجموعے شائع کر گئے لیکن مستحب باتوں تک سب کے سب کمال پابندی مکمل اہتمام ونگہداشت ہی کے متفقہ اقراری ہیں خصوصاً رحمت ونعمت میں مریدین کے مشاہدات مولانا بابا کی محویت محبت خدا اور رسول اتباع سنت کا عشق ہی اُجاگر نہیں گئے بلکہ سنت بزرگان سلف تک مولانا بابا کے اس التفات واہتمام سے ادا کرتے رہنا ثابت کرتی ہے جو دیدہ وشنیدہ نہیں یہ چند مختصرات پھر پیش کرتا ہوں ۔(۴۰) خود مولانا بابا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہم تین برس کی عمر سے باوضو نماز پڑھا کرتے اسی عمر سے ڈھیلے لینا بھی طہارت میں معمول رکھتے تھے۔(۴۲) حضرت مرشد دہلوی کے خلیفہ حضرت حیدر علی شاہ صاحب علیہم الرحمہ ساکن ملاواں کہتے تھے کہ مولانا بابا چار سال کی عمر میں ہم سے ذکر اثبات ونفی پاس انفاس ومراقبہ کچھ ماہ میں سیکھ کر میرے احاطہ سے باہر ہو رہے تو میں نے آپ کو مرشد قبلہ دہلوی کی خدمت میں جانے کی ہدایت کی۔(۴۳) مولانا بابا نے فرمایا کہ ہم بحمداللہ چار برس کی عمر سے چھپ چھپ کر نماز پڑھا کرتے رات میں بستر سے غائب نماز کی وجہ سے رہتے تو بڑی تلاش ہوا کرتی یہ خدا کا کرم ہم پر رہا کہ سات برس کی عمر سے ہم باہوش نماز ادا کرتے جس سے یہ اور فضل خدائی ہوا کہ دس سال کی عمر سے آخر تم تک ہماری نماز قضا نہ ہو سکی اور لڑکپن ہی سے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی زیارتوں کا شرف حاصل رہا۔(۴۴) پھر یہ فرمایا کہ ہمارے بچپن میں جب قحط پڑا تو ہماری والدہ گھر کا دروازہ بند رکھیں تا کہ گھر کا حال کسی کو معلوم نہ ہو سکے جب

دو تین وقت بے کھائے گذر جاتے تو والدہ اور ہم فرائض کے علاوہ اس صغر سنی میں عبادتِ الٰہی میں مصروف ہو کر غلبۂ بھوک دور کرتے ۔(۴۵) پھر فرمایا کہ ایک بار ہم جبکہ تیس برس کے ہو چکے تھے دہلی جارہے تھے وقت عصر ہوا تو ہم منتظر رہے کہ کوئی اور آ جائے جماعت کرلیں جب وقت تنگ ہونے لگا مجبوراً مصلّٰی بچھا کر آغاز نماز کرنے پر تھے کہ ایک ضعیف شخص اسباب مسافرانہ لئے آئے بعد سلام دعا شریک نماز ہو گئے سلام کے بعد ہم دعا مانگنے سے فارغ ہوئے تو وہ غائب تھے ہم نے خدا کا بے حد شکر ادا کیا کہ دس برس کی عمر سے باجماعت نماز جو پڑھتے آئے وہ آج بھی تیرے کرم سے قائم رہی ۔

اصلاح حدیث (۴۶) : کے یہاں دو واقعے گذشتہ کے علاوہ دیکھئے احمد مکی صاحب نے یہ حدیث پڑھی ۔مَنْ تَوَاضِعُ لِلّٰہِ رَفَعَہٗ ۔فوراً مولانا بابا نے فرمایا خدا کی پناہ ایسی غلطی خالی رَفَعَہٗ وارد کب ہے ۔رَفَعَہُ اللّٰہُ درست ہے ۔(۴۷) احمد مکی صاحب کو دوسری حدیث پڑھنے میں پھر مولانا بابا نے ٹوکا ۔اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ کہاں سے ٹھونستے ہو حدیث یوں ہے ۔اَنَا اُحِبُّکُمْ فَقُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ اَعِنَّا عَلٰی ذِکْرِکَ مکی صاحب نے عرض کیا کہ اوّل والے ،الفاظ بھی تو حدیث کا جملہ ہیں مولانا بابا نے بگڑ کر فرمایا کہ الفاظ حدیث کا یہ مطلب کہاں سے نکالا کہ جہاں چاہا چپکا دیا وہ تو حدیث ہی جدا ہے ۔رَبِّ اَعِنِّیْ وَلَا تُعِنْ عَلَیَّ وَانْصِرْنِیْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَیَّ مگر اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ نہ یہاں ہے نہ وہاں ۔کیا تم نے بھولنے کے لئے پڑھا ہے کہ التحیات میں **السلام علیک یاایھاالنبی** فقط پڑھیں گے یا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ ہرگز نہیں پڑھ سکتے ۔**امر مشکوک سے احتیاط** ۔(۴۸) تجمل حسین صاحب بہاری کوٹی کے پیالے میں مولانا بابا نے کھانا بھیجا تو ان کو خلاف نفاست معلوم ہوا مولانا بابا کو کشف ہوا تجمل حسین صاحب کو بلا کر فرمایا امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک چینی کے برتن میں کھانا مکروہ ہے اس لئے ہم اس کی بھی احتیاط رکھتے ہیں ملاحظہ ہو کہ اصلاح حدیث اور

اتباع تقویٰ پیروی اسلاف کس طرح کر رہے ہیں بحمدللہ آپ کا واحد کارنامہ یہ کافی ہے کہ چاروں اماموں کے نزدیک جو عمل بھی مشکوک ہوا آپ نے کبھی نہ کیا کھانا کیسا شیشے چینی تمام چینی کے برتن چھوئے بھی نہیں۔ **حسن عبادت** (۴۹) : سورۂ حجر زیر آیت **فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَکُنْ مِنَ السَّاجِدِیْن** مولانا بابا نے فرمایا گو یہاں سجدہ نہیں رکھا گیا چونکہ بہ اعتبار معنی نکلتا ہے اس لئے ہم نے یہاں بھی سجدہ کیا۔ بچپن سے اب تک جس ذات کا یہ التفات واہتمام تقویٰ اور ممتاز حسن عبادت وعمل رہا ہو اس کے لئے یہ تھا نو یہ اتہام کہ کبھی خیال ہو گیا تو مستحبات پر پکڑ ہو گئی۔ ایسی زیٹ ہے کہ گپ بازی کا ریکارڈ ڈاؤن ہے۔ **عشق اتباع سنت** (۵۰) : مولوی وحید احمد صاحب ردولوی کہتے تھے کہ ایک بار ایک شخص اونٹ پر حاضر ہوئے مولانا بابا جلدی سے باہر آئے اونٹ پر سوار ہو کر تھوڑی دور چلایا پھر اُتر کر فرمایا خدایا تیرا شکر کہ یہ سنت ادا کر دی۔ (۵۱) پھر خود فرمایا کہ الحمدللہ ہم نے بھی سفر میں باری باری سواری کی پھر بتایا کہ حضرت مرشد دہلوی علیہ الرحمہ جب سواری پر چلتے تو ہم سے فرماتے کہ تم بھی اب سوار ہو لو میں عرض کرتا ابھی ذرا پیدل چلوں گا مگر بسا اوقات سوار بھی ہو لیتا مگر جلد اُتر لیتا تا کہ ادائے سنت بھی ہو جائے اور تعمیل مرشد بھی ہو رہے۔ (۵۲) اسی مجلس میں آپ نے فرمایا کہ غدر میں یہاں بھی لشکر پڑا ہوا تھا لوگوں نے ہم سے کہا کہ تم بھی کہیں بھاگ جاؤ لیکن ہم یہ سوچ کر کہ بال بچے کہاں کہاں لئے پھریں وہ کارساز مطلق ہر جگہ ہے نہیں گئے پھر ایک پٹھان کے ساتھ لشکر کی طرف گئے وہاں ایک تیر چلایا اس طرح یہ سنت رسول خدا نے ہم سے ادا کر دی اور اس کی برکت سے لشکر یہاں سے از خود بھاگ گیا۔ (۵۳) مذکور ردولوی صاحب نے یہ بھی کہا کہ بوقت درس **اِسْتَجِیْبُوْا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ اِذَا دَعَاکُمْ** ۔ مولانا بابا نے فرمایا کہ رسول کے بلانے پر فرض نماز کو توڑ دینے کا حکم تھا جیسا کہ آنحضور نے اُبی بن کعب سے فرمایا تھا لیکن اگر کوئی نفلی نماز پڑھتا

ہواور اسکے ماں باپ بلائیں تو اب بھی مسئلہ یہ ہے کہ نیت توڑ کر حاضر ہو پھر بکمال مسرت فرمایا کہ ہم ایک بار نفل پڑھ رہے تھے حضرت مرشد نے مجھے آواز دی میں نماز توڑ کر حاضر ہوا تو مرشد قبلہ بہت خوش ہوئے اس سنت کی خدا نے اس طرح ادائیگی کا موقع بخشا ورنہ یہ موقعہ کب ملتا ہے کیونکہ پیر بھی باپ کے حکم میں ہے۔(۵۴) منشی محرم علی صاحب رحمانی بہرائچی کہتے تھے کہ میرے والد مولانا بابا کے پیر داب رہے تھے انہوں نے یہ سوچ کر کہ جلد تکان اتر سکے گھٹنے سے اوپر جیسے ہاتھ بڑھا کر رکھا آپ نے فوراً جھٹک کر فرمایا تم کو یہ بھی شعور نہیں کہ گھٹنے سے اوپر مقام ستر میں ہے۔(۵۵) مولوی حکیم عبدالغفار صاحب رحمانی آسیونی ہدیۂ عشاق فضل رحمانی راقم جمعہ بائیس ربیع الاول ۱۳۱۳ھ سواپانچ بجے شام سے حکیموں نے سب تدابیر علاج ترک کر دیں سب کی رائے ہوئی کہ اب تہبند کھول لیا جائے اور پاجامہ پہنادیا جائے غلام قادر خاں صاحب نے کہا کہ تہبند جوشل پاجامہ کے بندھا ہوا تھا داہنے پیر سے گھبراہٹ میں اُتارنا چاہا تھا اسی دم مولانا بابا نے اپنا داہنا پاؤں کھینچ کر بایاں پاؤں دراز کر دیا۔ سبحان اللہ اس نزع کے وقت بھی کس قدر اتباع شریعت کا خیال آپ کو رہا۔(۵۶) یہ بھی لکھتے ہیں کہ ۱۸/ربیع الاوّل دوشنبہ کو دو بجے دن میں ہاتھ پیر سرد ہو کر تپ چڑھنے سے مولانا بابا کو غشی تھی اسی وقت تین شخص پوربی علاقہ سے مرید ہونے آئے ذرا دیر بعد مولانا بابا نے اس طرح اپنا ہاتھ دراز فرمایا جیسے کسی سے مصافحہ کرنے کو بڑھاتے ہیں پھر اُٹھ بیٹھے فرمایا آتے ہیں کپڑے تو پہن لیں پھر ان لوگوں کو مرید کرتے فرمایا کہو مرید ہوئے ہم حضرت شاہ محمد آفاق صاحب کے سلسلۂ قادریہ میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ فرض ہیں دیوالی، دسہرہ، بسنت کچھ نہ ماننا۔(۵۷) یہ بھی کہتے ہیں کہ بیس ربیع الاوّل چہارشنبہ کو گذشتہ دن کی طرح غفلت لرزہ سے تھی آٹھ بجے شب کو اجابت سے سکون ہوا دو شخص ساکنان ملاواں مرید ہونے آئے تھے غلام قادر خاں صاحب نے عرض کیا فرمایا بلاؤ

غلام قادرخاں نے مولانا بابا کابایاں ہاتھ جوکہ اوپر تھاان مرید ہونے والوں کے ہاتھ میں جیسے پکڑایا مولانا بابا علیہ الرحمہ نے یہ الٹا ہاتھ کھینچ کر سیدھا ہاتھ بڑھا کران لوگوں کے ہاتھ میں دے کر مذکورہ طور پر مرید کیا پھر مرد علیحدہ ہٹا دیئے گئے۔پیرانی صاحبہ مع دیگر مستورات آئیں مزاج پرسی کے بعد پوچھا آپ ہم کو پہچان رہے ہیں آپ نے فرمایا تم میری جورو ہوتم فلاں ہو پھر آرام کرنے لگے اچانک چاروں طرف اشارہ کرتے فرمایا یہ بہشت یہ بہشت یہ بہشت اس کے چند منٹ بعد فرمایا رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں باادب رہو۔(۵۸) یہ بھی لکھتے ہیں کہ بائیس ربیع الاوّل جمعہ کو بحالت لرزہ تین بجے بڑے خشوع سے دعا فرمائی اے خدائے پاک میرے جملہ مریدین معتقدین اقربا و احباب کو دنیا میں خوش وخرم کھانا کھلانا رکھئے اور سب کا خاتمہ بخیر کیجئے آمین آمین آمین۔(۵۹) اسی غفلت لرزہ وبخار میں فرمایا کوئی ہم کو حدیث سناتا تو بہتر تھا کہ ہمارا دم حدیث سنتے سنتے نکل جاتا۔لرزہ بخار ضعف کی مجبوریاں مگر مغلوبیت کا کہیں پتہ نہیں شناخت زائر بھی ہورہی ہے اتباع شریعت کی اس قدر پابندی بھی قائم رکھے ہیں اور ہدایت بھی فرمارہے ہیں اپنے پرائے بھولنے والے عالم میں مریدین ومتوسلین کا یہ لحاظ یہ دعا ہے یہ التفات یہ اہتمام خدااور رسول کی محبت اوران کے ذکر کی یہ والہانہ محویت ایسے آخری لمحات میں سننے میں نہیں آئی۔یہی وہ التفات آپ کا ہے جس سے التفات رسالت کی بارش رہی انصاف کیجئے کہ گذشتہ ابواب کے التفات واہتمام شرعیہ تو بڑے اہم ہیں یہ چندکوائف ہی آفتاب آمد دلیل آفتاب ہیں۔منصف ناظرین کی ایماندارانہ وصواب دید پر تھا نویہ حملۂ مغلوبیت ومجذوبیت اور کبھی خیال ہوگیا تو مستحبات پر پکڑ ہوگئی ورنہ فرائض وواجبات پر نکیر نہ فرمائی کوچھوڑتے ہیں جس سے خودسارا تھا نویہ بھرم بھسم ہے اب فرائض وواجبات دیوبندیہ بھی یادرکھئے تھانوی جی کے ایک مرید نے خواب میں لاالٰہ الا اللہ اشرف علی

رسول اللہ پڑھا جا گئے پر خیال ہوا کہ غلط پڑھا مگر زبان پر بیداری میں بھی وہی الفاظ جاری رہے اور درود میں بھی صلِ علیٰ نبینا اشرف علی جاری رہا۔ پھر تھانوی جی کو اُس نے خط لکھا تھانوی جی نے ایسے مرید پر نہ حکم شرع جاری کیا نہ آئندہ اس سے باز رہنے کی ہدایت کی بلکہ کھلی چٹھی یہ لکھ کر دے دی کہ اس میں تسلی ہے کہ تمہارا پیر بڑا متبع سنت ہے رسالہ الامداد ماہ صفر ۱۳۳۶ھ شری گنگوہی نے دو قدم آگے بڑھ کر دعویٰ کر دیا۔ سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بہ قسم یہ کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانے میں ہدایت ونجات موقوف ہے میری اتباع پر تذکرہ الرشید جلد دوم صفحہ سترہ ۔ کلمہ کوئی درود خوانی کی ہدایت ونجات اپنی اتباع پر موقوف رکھنے کی کھلے لفظوں آزادی دینا ایمان وذات رسالت سے وہ کھلی چارسو بیس ہے جس سے گھر کے رہے نہ گھاٹ کے ذرا تذکرہ الرشید صفحہ ۲۹۸ دیکھئے مولوی رشید احمد صاحب نے ایک بار ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک بار خواب دیکھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب عروس (دولہن) کی صورت میں ہیں اور میرا ان سے نکاح ہوا سو جس طرح زن وشو میں ایک دوسرے کو فائدہ پہنچتا ہے مجھے ان سے اور اُنہیں مجھ سے فائدہ پہنچا۔ خدا نے عورت کو مرکز کا نکاح فرض فرمایا گرو دیو دیوبندیہ نے ملا کا نکاح ملا سے روا کر دیا باطنی کالے من اُجلے تن کی تصویر ناظرین ہم سے اچھی سمجھ سکتے ہیں۔ (۶۰) مولوی عابد علی صاحب رحمانی کہتے تھے کہ مولوی محمد یحییٰ صاحب رحمانی لکھنوی کہتے تھے کہ مولانا بابا نے فرمایا کہ جب ہم لکھنؤ میں تھے جس کو ستر برس کم از کم ہوئے۔ (یہ آپ کا عہد طفلی تھا) تو وہاں بہت سے مجذوب تھے وہیں ایک بہت بڑے بانسبت مجذوب بھی تھے ہم ان کے پاس گئے ان سے کچھ باتوں کے بعد کہا کہ تم نماز نہیں پڑھتے خدا کی قدرت انہوں نے ہمارے پیچھے نماز پڑھی لوگ حیران ہوئے کہ یہ مجذوب تو کسی کو مانتے ہی نہ تھے پھر ان کے معتقدین بھی ہمارے مرید ہو گئے۔ (۶۱) پھر مولانا بابا علیہ الرحمہ نے یہ واقعہ فرمایا کہ گنج مرادآباد

میں ایک ایسے مجذوب آئے۔جن کے جذبے کو خلیفہ شاہ غلام علی صاحب علیہ الرحمۃ بھی مانتے تھے تو ان کا جذبہ جاتا رہا انھوں نے میرے پیچھے وضو کر کے نماز پڑھی تو میں (مولانا بابا) نے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا فرماتے ہیں کہ تمہاری نسبت کے آگے ان کی کیا حقیقت ہے۔مجذوبوں کا جہاں یوں جذب غائب ہو جائے ارشاد رسالت یہ ہو وہاں مجذوب ومغلوب ہونے کا حملۂ تھا تو یہ دنیا کے تمام جھوٹوں کو مات دیئے ہے۔

چودہواں باب

اصلاح کلام (۶۲۹): اہتمام مستحبات واتباع مسنونات کی پابندیوں کے مناظر کے ساتھ مولانا کی بدیہہ گوئی اور خلاف شرع کلام تک کی اصلاح آپ کے امتیازات میں چار چاند لگائے ہے مولوی حکیم عظمت حسین صاحب رحمانی کہتے تھے کہ یہ ذکر ہوا کہ جب شہنشاہ عالمگیر نے بت خانہ توڑ کر مسجد بنانے کا حکم دیا۔ تو ایک شاعر نے فی البدیہہ یہ شعر کہا۔ ؎

بہ بیں کرامت بت خانہ مرا اے شیخ
کہ چوں خراب شود خانہ خدا گردد

مولانا بابا کو تاب نہ رہی جھڑا کے فرمایا ایسے پڑھو۔ ؎

بہ بیں کرامت اسلام اے غبی کافر
کہ جائے کفر کند پاک برکت اسلام

(۶۳۰) آداب محبت خدا اور رسول کا عام حال یہ تھا حکیم صاحب موصوف کہتے ہیں کہ سڑک پر ایک لڑکا یہ گاتا گذرا۔ ؎

نہ آتا دل میں اے فکر دو عالم
خیالِ یاریاں ٹھہرا ہوا ہے

مولانا بابا نے فرمایا ذرا اس کو بلاؤ حکیم صاحب نے کسی سے بلوایا فرمایا وہ نہ پڑھنا یوں پڑھو۔ ؎

نہ آنا دل میں اے فکر دو عالم　　جمالِ یار یاں ٹھہرا ہوا ہے

پھر مانگ (۶۴) : یہ بھی حکیم صاحب نے بتایا کہ ریتا شاہ صاحب کا ایک مرید سب سے پھر مانگ لکھاتا پھرتا تھا مگر کوئی نہ لکھتا تھا پھرتا گھومتا گنج مراد آباد آیا یہاں لوگوں نے جو بھی نقد و جنس سے ہر طرح خدمت کرنا چاہی لیکن پھر مانگ کہنے سے سوا وہ راضی نہ ہوا اتفاق سے مولانا بابا بیرونی قطعہ سے مسجد آرہے تھے اس سے فرمایا کیا حجت کرتے ہو اس نے کہا فقط پھر مانگ لکھانا چاہتا ہوں کوئی لکھنے والا نہیں آپ نے فرمایا کیا بڑی بات ہے آپ نے تحریر فرمایا۔ ؎

تو وہ داتا ہے کہ سیری نہیں دینے سے تجھے
لذت جُود سے پھر مانگ سکھایا تو نے

وہ مرید فوراً قدموں پر گر پڑا کہا کہ میری سیری ہوگیا یہ خیال غلط ہوگیا کہ ہندوستان خالی ہے جب وہ اپنے پیر کے پاس پہنچا اس کی صورت دیکھتے ہی ریتا شاہ صاحب نے فرمایا کہ مولوی گنج مراد آبادی کے علاوہ پھر مانگ لکھ کر دے کون سکتا تھا۔

امتیازی نسبت و فضائل (۶۵) : مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہم طفلی میں اپنے گھر بیٹھے ہوئے تھے کہ باہر لوگوں نے غل مچایا کہ یہ عورتیں کوٹھے پر کیسے کھڑی ہیں بس پھر وہ غائب ہوگئیں۔

زیارت کعبہ (۶۶) : حکیم اللہ دیا دہلوی و حکیم عظمت حسین صاحبان کہتے تھے کہ بوقت درس مولانا بابا نے فرمایا کہ ہمارے جی میں آیا کہ ہم بھی مکہ معظّمہ جاتے

کو ہمارے معتقد بڑے بڑے لوگ تھے جو چاہتے وہ ہو جاتا لیکن ایسا پیسہ لے کر حج کو جانا حرام ہے ہمارے بھی بیوی بچے والدہ تھیں سوچا سب کو اللہ پر چھوڑ کر چلے جائیں ہماری والدہ نے یہ سنا تو کہا بیٹا ہم کو چھوڑ کر کہاں جاؤ گے بس ہم رک گئے خدا کی قدرت ایک رات کعبہ شریف (حقیقت کعبہ) ہمارے پاس آیا تو زیارت ہوگئی۔ (۶۵) مولانا سید محمد علی صاحب رحمانی مونگیری فائز خدمت تھے موصوف کو مخاطب کرتے ہوئے مولانا بابا نے فرمایا کہ کعبہ شریف یہاں حاضر ہے۔(۶۶) پھر مولانا بابا نے فرمایا ہم تو کچھ بھی نہیں کرتے بس نماز پڑھ لیتے ہیں نماز میں بلا قصد وارادہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو دیکھ رہا ہے ہم کو اٹھا بٹھا رہا ہے:

مخدوم شاہ مینا کی اطلاع (۶۷) :ایک بار حضرت مولانا علیہ الرحمہ شب سے پہلے سندیلہ تشریف لائے اور یکا یک علی الصباح لکھنؤ کی تیاری کر دی چودھری نصرت علی رحمانی ان کے چچا چودھری حشمت علی رحمانی تعلق داران سندیلہ حاضر آئے التماس کیا اس قدر جلدی کیوں فرماتے ہیں تھکانِ سفر بھی دور نہ ہوسکا کسی اور دن تشریف لے جائیں جو سواری مرغوب ہو حاضر کی جائے مولانا بابا نے ارشاد فرمایا کہ ہم سواری آنے تک کا بھی انتظار نہیں کر سکتے اتنا ضروری کام ہے پھر آپ اپنے ذاتی کرایہ سے ٹٹو لے کر جانے پر راضی ہوئے جب تک ٹٹو آئے آپ پیدل چل دیئے فوراً ٹٹو روانہ کیا گیا جو کچھ دور پر آپ کو مل سکا آپ سوار ہوئے اس ایک شب کے بعد ہی واپس سندیلہ تشریف لائے حشمت علی صاحب کہتے تھے کہ میں نے موقعہ پا کر عرض کیا ایسا کام کیا تھا جو اس قدر زحمت سفر اٹھائی گئی ہم لوگ حاضر خدمت تھے کسی کو حکم فرما دیتے مولانا بابا نے بہت ہی رازدارانہ طور پر فرمایا کہ ہم کو حضرت شاہ مینا صاحب علیہ الرحمہ نے اس وجہ سے بلایا تھا کہ حضرت بی بی فاطمہ علیہا السلام میرے وہاں تشریف لا رہی ہیں تم بھی ملاقات کر جاؤ اسی واسطے ہم جلد تر گئے جب ہم حضرت

شاہ مینا صاحب کے پاس پہنچے وہ ہم کو اپنے ساتھ اس خیمہ تک لے گئے جو محض نور کا تھا پھر ہم سے کہا تم خیمے میں چلے جاؤ ہم خیمے میں داخلے پر ادباً سر جھکائے رہے کہ خود بی بی فاطمہ زہرا علیہا السلام نے اُٹھ کر ہم کو اپنے سینۂ مبارک سے لگایا ہمارے سر پر دست شفقت پھیر کر رخصت کر دیا جب خیمہ سے باہر نکلے تو حضرت شاہ مینا صاحب علیہ الرحمہ نے بھی رخصت کر دیا ٹھہرنے کی ضرورت کیا تھی۔ یہ بھی فرمایا کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام خواب میں تشریف لاکر اپنے سینہ طاہر سے ہم کو لگا لیتی ہیں نیز بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اسی طرح پیار فرماتی ہیں۔

اقتدائے رسالت میں نماز (۶۸) : محمد واصل صاحب رحمانی سندیلوی کہتے تھے کہ میرے مکان میں مولانا بابا صاحب تشریف فرما تھے ایک روز مسجد میں بعد نماز عصر پڑھا کر مشرق رو تشریف رکھے ایک جاء نماز بھی اپنے متصل رکھے تھے دیگر حاضر مریدین بھی آپ کے عرفانی بیان سن کر بے خود ہو رہے تھے۔ اسی وقت چودھری محمد امیر صاحب رحمانی رئیس گدن پور حاضر ہوئے نذرانہ پیش کرتے وقت چودھری صاحب خم ہوئے تو ان کے دونوں پیر اس جاء نماز پر پڑ گئے مولانا بابا نے فوراً فرمایا تم کو سوجھتا نہیں کہ جاء نماز پر پیر رکھتے ہو۔ چودھری صاحب جو خود سید و صالح شخص تھے باہستگی بولے کہ میرے پاؤں بھی نجس نہ تھے بلکہ باوضو تھا میرے تو فقط پیر پڑ گئے مگر حضور اعلیٰ تو خود اس جانماز پر کیا بیٹھتے نہیں فوراً مولانا بابا کو کشف ہوا چودھری صاحب و حاضرین سے رازدارانہ فرمایا کہ تم جانتے نہیں اس جاء نماز پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر نماز پڑھا کرتے تھے اس لئے سوائے نماز ادا کرنے کے کبھی اس پر بیٹھتے نہیں اسی وجہ سے اس قدر احتیاط و تعظیم کرتے ہیں حاضرین میں کسی نے سوال کیا کہ کیا رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی جسم سے تشریف لاتے نماز پڑھتے ہیں مولانا بابا نے کہا کہ ہاں اسی جسم مقدس سے رونق افروز ہوتے اور نماز پڑھتے ہیں نیز

ہم بھی خدا کے فضل سے رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امامت میں پنج وقتہ اقتدائے نماز کرتے ہیں پھر رازداری کا اشارہ فرمایا۔(۶۹) اسی سلسلے میں مولانا بابا نے فرمایا کہ ایک بڑے فاضل شخص ہمارے مرید تھے وہ حج کو گئے وہاں سے واپس آکر لوگوں سے کہا کہ ہم نے مولوی فضل رحمٰن صاحب کو عرفات میں حرم میں اور کہاں کہاں دیکھا ہم نے سنا تو ان سے کہلایا کہ خبردار ایسی باتیں نہیں کرتے مگر وہ نہ مانے پھر بھی سب سے کہہ دیا ایسا بھی ہو جاتا ہے سید محمد نور عرف مدنی شاہ رحمانی بھی مولانا بابا کو چند بار حرم شریف نمازیوں میں دیکھ کر مل نہ سکے تو حرم شریف میں کسی صالح نے گنج مرادآباد کا پتہ بتایا پس مدنی شاہ یہاں آکر مرید ہوئے دو تین عرب لوگوں نے بھی یہاں آکر حرم کی نمازوں میں مولانا بابا کا دیکھنا بیان کیا۔

حاجی صاحب قبلہ کا بیان (۷۰) : حاجی سید شاہ وارث علی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ کے ایک شاہ صاحب خاص مرید گیا شہر میں مقیم تھے بابو سعید مکرم حسین صاحب رحمانی کہتے تھے کہ شاہ صاحب بتاتے تھے کہ حاجی صاحب نے فرمایا کہ مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بغیر پوچھے مرید نہ کیا کرتے تھے نیز مولانا بابا صاحب کا واحد کمال یہ تھا کہ جسے چاہتے اس مرید کا ہاتھ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکڑا دیا کرتے تھے اور جسے چاہتے اسی وقت زیارت رسالت کا شرف اسے مل جاتا۔(۷۱) معصوم شاہ صاحب وارثی کہتے تھے کہ حافظ پیاری صاحب کہتے تھے کہ ایک بار کسی نے مولانا فضل رحمٰن صاحب کی بابت حاجی صاحب سے پوچھا حاجی صاحب نے فرمایا کہ ہم اتنا جانتے ہیں کہ مولانا صاحب سردار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے اور احادیث کی صحت بھی آنحضرت سے کر لیتے ہیں۔آگے تم خود سمجھ لو۔(۷۲) حکیم عظمت حسین صاحب رحمانی نے کہا کہ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب رحمانی پچلی بھیتی نے

حاجی صاحب قبلہ کی رشتہ داری کو پوچھا مولانا بابا نے بڑی مسرت سے فرمایا کہ ہماری نانیہالی برادری کا رشتہ حاجی صاحب سے ہے ہم کو حاجی صاحب چچا کہتے ہیں ۔ (۷۳) سید شاہ محمد ابراہیم صاحب سجادہ حاجی صاحب حضرت مولانا احمد میاں صاحب کو ماموں کہا کرتے ان کے بعد جناب کلّن میاں صاحب گدی پر اسلئے نہ بیٹھتے تھے کہ دیوہ اور گنج مرادآباد جب ایک ہے تو دو سجادہ کیسے جناب دادا میاں دیوہ تشریف لے گئے اور فرمایا کہ بیٹا ادھر کا انتظام تم کرو اُدھر کا انتظام ہم کریں پھر کلّن میاں صاحب کو گدی پر دادامیاں نے بٹھا کر پگڑی باندھی ۔(۷۴) اس بزرگانہ محبت کی مثال نہیں ملتی کہ حاجی صاحب فرماتے جو ہمارا مرید ہے وہ مولانا فضل رحمٰن کا اس سے پہلے مرید ہے حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب فرماتے جو ہمارا مرید ہے وہ حاجی صاحب کا مرید ہے ۔(۷۵) **سیدمیاں صاحب** : مولوی وحید احمد صاحب رحمانی ردولوی کہتے تھے کہ ایک بار حاجی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ تشریف لائے سید محمد صاحب عرف سیدو میاں سے جو مولانا احمد میاں صاحب علیہم الرحمہ کے سگے چھوٹے بھائی مادرزاد ولی تھے ملنے کا ارادہ کیا مولانا بابا نے فرمایا کہ اس لڑکے کے پاس کہاں جاؤ گے مگر حاجی صاحب قبلہ محبت میں ملنے چل دیئے بعد سلام دعا سیدو میاں نے زور سے یا اللہ کہا فوراً حاجی صاحب واپس ہوتے ہوئے بولے کہ الحمد للہ ہمارے بچے بھی خدا نے ایسے بنائے یہ معلوم ہوتا تھا جیسے میرا سب گم ہے رکنا مشکل ہوگیا ۔ جب یہاں پہنچے مولانا بابا نے فرمایا ہم اسی واسطے روکتے تھے ۔(۷۶) ردولوی صاحب نے کہا مولانا بابا نے فرمایا کہ ہمارے لڑکے سیدو میاں کی جب صغرسنی (سترہ سال) میں فرشتے روح قبض کرنے آئے میرے لڑکے نے کہا ابھی ہم نہیں چلتے تو ہمارے احمد میاں نے ہم سے آکر بتایا کہ فرشتوں سے ایسا کہتے ہیں پھر ہم نے جا کر کہا بیٹے اللہ تعالیٰ بلا رہا ہے اسی وصل الٰہی کے لئے تو یہ مہنا مت ہے اسی وقت وہ چپ ہوگئے روح نکل

گئی۔ یہ واقعہ معلوم ہو چکا کہ ایک دن سیدو میاں صاحب نے دیوار کے ایک ٹکڑے پر بیٹھ کر فرمایا چل میرے گھوڑے دیوار آپ کو لے کر چل پڑی مولانا بابا کو اس کی خبر ہوئی تو اس لخت جگر سے فرمایا تم نے جب درویشی کا راز پہلے فاش کر دیا پھر یہاں تمہارا کیا کام پس چند دن میں وصال ہو گیا۔(۷۷) حکیم عظمت حسین صاحب رحمانی نے کہا کہ ایک بار سیدو میاں صاحب مولانا بابا کے حجرے میں آئے آپ اپنے والد کی ٹوپی انگرکھا پہن کر بیٹھے تھے کہ مولانا بابا مسجد سے تشریف لے آئے بیٹے کو دیکھ کر پیار کیا فرمایا بیٹا خدائی راز جتنی پردہ داری سے چھپایا جاتا ہے اتنا ہی وہ محرم راز کیا جاتا ہے تم نے ابھی سے یہ فاش کر دیا۔ اس وقت قریباً تیرہ سال کے آپ تھے اب تک سیدو میاں صاحب پر ایک عالم مستی و سرشاری رہا کرتا لیکن اس واقعہ کے بعد سے جذب بڑھا عام بول چال نہ رہی سوائے ضروری بات کے مگر پابندی نماز، روزہ برابر رہی با ہوش مجذوبیت چار سال رہ کر واقعۂ دیوار چلنے کے بعد پردہ ہوا۔

شاہ غلام رسول صاحب (۷۸) : عبدالرحمٰن خاں کانپوری مالک مطبع کہتے تھے کہ میں مولانا بابا سے مرید ہو کر اپنے گھر لایا سید شاہ غلام رسول صاحب کانپوری مولانا بابا کو پہچانتے نہ تھے خدا جانے شاہ صاحب نے مولانا بابا کے بابت کیا مشاہدہ کیا کہ آپ مولانا کو اپنے گھر لے گئے اپنے ساتھ قیام پر اصرار کرتے گنج مرادآبادبھی مولانا بابا سے ملنے شاہ صاحب اکثر جایا کرتے زائد تر شاہ صاحب فرمایا کرتے کہ جس نے اصل توکل مکمل تقویٰ نہ دیکھا ہو وہ مولانا گنج مرادآبادی کو دیکھ لے۔ ایک بار حضرت مولانا بابا نے شاہ صاحب جب میرے مطبع میں ملاقات فرما کر واپس گئے۔ یہ فرمایا کہ شاہ صاحب بڑے بانسبت بزرگ اور نقشبندیہ سلسلے کے ہیں کانپور کی ولایت شاہ صاحب کے سپرد ہے جناب شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے یہ سنا مسکرا کر فرمایا مولانا گنج مرادآبادی خود تو یہاں سے وہاں تک نقشبندیت لئے بیٹھے ہیں مگر ایسے بھولے بنتے

ہیں کہ دوسروں کی بتایا کرتے ہیں ذرا دیر بعد رئیس شہر حاجی حافظ محمد حلیم صاحب رحمانی ایک اٹھارہ سو روپیہ کا قیمتی کلام پاک اور اتنی ہی بیش قیمت عبا نذرانہ میں لائے شاہ صاحب کی ملاقات پر مولانا بابا نے فرمایا کہ آپ کپڑا پر تکلف چونکہ پہنتے ہیں دونوں چیزیں آپ لے لیں شاہ صاحب کیف میں بولے حقیقی توکل یہ ہے جناب کالے صاحب (۷۹) احمد مکی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فخر الدین اور مولانا شاہ ولی اللہ صاحبان ایک ہی زمانے میں تھے مولانا بابا نے فرمایا کہ ایک ہی دور تھا حضرت فخر الدین کے پوتے کالے صاحب ہم سے مرید تھے۔ ایسے ہی مولانا عبد العلی لکھنوی کو ہم نے دیکھا نہ تھا ان کے بیٹے کو دیکھا مولانا لکھنوی کے پوتے اور بہوویں وغیرہ سب ہم سے مرید بھی ہوئے۔**محمود خاں صاب قندھاری** (۸۰) : حضرت مرشد دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیر بھائی تھے حکیم اللہ دیا صاحب رحمانی دہلوی کہتے تھے کہ شاہ محمود خاں صاحب مولانا بابا کو بارہ تیرہ سال کی عمر میں ہی اپنے ساتھ بٹھاتے ساتھ کھلاتے لوگ تعجبانہ پوچھتے تو کہتے تم کیا جانو یہ لڑکا کیا ہے اور کیا ہوگا کئی سو برس بعد یہ ذات پیدا ہوئی ہے۔ خود مولانا نے فرمایا کہ خاں صاحب کے بڑے لڑکے کی اولاد نہ ہوتی تھی تم نے کچھ دم کر کے ان کو کھلا دیا تو ان کے یہاں اولاد ہوئی پھر ان کی بیوی وغیرہ ہم سے مرید ہوئیں۔**مولوی نذیر حسین دھلوی** (۸۱) : صاحب نے بڑی تعظیم سے مولانا بابا کی خدمت میں عریضہ پیش کرتے ہوئے اپنے بھتیجے یا بھانجے کو مرید ہونے کیلئے بھیجا حکیم اللہ دیا مذکور کہتے تھے ایک صاحب بول پڑے کہ خود مولوی صاحب نے کیوں مرید نہ کرلیا مولانا بابا نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ مرید کرنا کوئی کھیل اور بانسبت ہونا کوئی تماشہ سمجھ رکھا ہے۔ میں (حکیم اللہ دیا) جب دہلی واپس گیا تو ان کے رشتہ دار مذکور نے یہ فرمان حضرت بتا کر کہا کہ یہ حکیم صاحب کے سامنے کی بات ہے مولوی دہلوی صاحب نے کہا کہ تم اب بھی نہیں سمجھتے مولانا فضل

رحمٰن کی خصوصی نسبت ہی نرالی ہے کہ مقدروالوں کو ان کی مریدی مل پاتی ہے اس لئے تم کو بھیجا تھا کہ یہ شرف پاسکو۔**فاضل بریلوی صاحب** (۸۲) : عالی جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی علیہ الرحمہ ماہِ رمضان میں گنج مرادآباد مولانا بابا سے ملاقات کو آئے ایک جگہ ٹھہر کر اطلاع کرائی کہ بریلی سے ایک شخص ملنے آئے ہیں مولانا بابا نے فرمایا کہ یہاں فقیر کے پاس کیا دھرا ہے ان کے دادا عالم والد عالم پھر بہ شفقت فرمایا بلا لاؤ بوقت ملاقات حضرت بریلوی نے میلاد شریف کی بابت سوال کیا مولانا بابا نے فرمایا کہ پہلے تم یہ بتاؤ خود عالم ہو بریلوی صاحب نے جواباً کہا کہ میں میلاد کو مستحب جانتا ہوں۔مولانا بابا نے فرمایا کہ میں بھی میلاد کو سنت جانتا ہوں کیونکہ صحابہ کرام جب جہاد میں تشریف لے جاتے نیز اپنے گھروں میں اہل وعیال سے یہی تو کہا کرتے کہ مکہ مکرمہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوں پیدا ہوئے یہ معجزے آنحضور نے دکھائے اللہ تعالیٰ نے یہ فضائل عطا فرمائے قرآن کریم اُن پر اُتارا مجلس میلاد میں یہی بیان ہوتا ہے جو صحابہ اپنے مجمع میں بیان کیا کرتے فرق اتنا ہے کہ تم اپنی مجلس میں لڈو بانٹتے ہو اور صحابہ اپنی مجلس میں موڑ (سر) بانٹتے تھے بریلوی صاحب نے کہا کہ کوئی اور نصیحت فرمایئے مولانا بابا نے فرمایا تکفیر میں جلدی نہ کیا کرو۔بریلوی صاحب نے دل میں سوچا میں تو ان کو کافر کہتا ہوں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہیں ساتھ ہی مولانا بابا کو کشف ہوا فرمایا ہاں ہاں جو ادنیٰ حرف گستاخی شان اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بکے بلا شک وہ کافر ہے بعد ازاں مولانا بابا نے اپنی کلاہ مبارک حضرت بریلوی کو عنایت فرما کر ان کی ٹوپی خود لے کر رکھ دی رخصت فرما دیا۔**نور درخشاں** (۸۳) : چودھری سکندر علی صاحب رحمانی رئیس لکشام کہتے تھے کہ میں عید قرباں حضور اعلیٰ کے ساتھ ادا کرنے حاضر آ کر عبدالقادر خاں والے مکان میں ٹھہرے مسجد سے پچھم لکھوری اینٹ کا مکان ٹھا کر عبدالغفار خاں رحمانی

رئیس نانپارہ کا بنوایا ہے چند مریدین وہاں سے بھی مل کر ساتھ چلے ہم سب پیر بھائیوں نے دیکھا کہ مولانا بابا کے سر مبارک اور چہرۂ نورانی پر ایسا عالم نور ہے جیسے چاند پر ہالہ ہوتا ہے بہتیرے بزرگوں کو دیکھا مگر یہ بات نہ پائی۔ **فضل رحمٰن** (۸۴) : نواب نورالحسن رحمانی بھوپالی تصریح کرتے ہیں جو معاملات محض وہبی ہوں کسب کا ان میں دخل نہ ہو اس کو فضل اور جس میں کسب کا دخل ہو اس کو رحمت کہتے ہیں فضل رحمٰن اس مجموعہ کا مرکب ہے۔ **سر سید احمد خاں** (۸۵) : چودھری نصرت علی رحمانی تعلق دار سندیلہ کہتے تھے کہ میرا علی گڑھ جانا ہوا تو سر سید احمد خاں سے بھی ملا چودھری صاحب نے پوچھا کہ موجودہ دور میں کسی باخدا کے بھی قائل ہیں سید صاحب نے کہا میں آج کل کے رنگے سیاروں کا قائل نہیں مگر ہاں مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کا دل سے ضرور قائل ہوں وہ اس طرح کہ میرے مرشد حضرت غلام رسول شاہ صاحب دہلوی علیہ الرحمہ نے تین بار برابر خواب میں مجھ سے فرمایا کہ تم اپنی اصلاح مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب علیہ الرحمہ سے کرو پوری طور رجوع ہو دو بار تو اسے خواب وخیال سمجھ کر ٹال گیا لیکن تیسری بار ارشاد مرشد سنا تو میں نے اپنے خاص منشی کو تحائف صابن وحقہ وتمباکو وغیرہ کے ساتھ روانہ کیا اور اپنا عریضہ بھی پیش خدمت کیا منشی نے پہنچ کر تحائف وعریضہ پیش کیا مولانا بابا نے قبول فرماتے ہوئے ارشاد کیا ہاں ہاں ہم سے بھی شاہ غلام رسول صاحب نے سفارش کی ہے تم جاؤ اور ان (سر سید احمد) سے کہہ دینا کہ یہاں آنے کی حاجت نہیں ہم ان کے لئے دعا کرتے ہیں جس کام کو شروع (مسلم یونیورسٹی قائم کرنے کو) کیا ہے خلوص کے ساتھ انجام دیئے جاؤ۔ یہ مسلم یونیورسٹی اس طرح مولانا بابا کی دعاؤں کا پھل ہے۔

بعض کرامات (۸۶) : حضرت شاہ خادم صفی صاحب علیہ الرحمہ صفی پوری کا جب وصال ہوا تو مولانا بابا نے اپنے خادم امام علی سے فرمایا کہ ہماری طرف سے تم جا کر

مٹی دے آؤ حالانکہ اٹھارہ میل فاصلہ تھا امام علی پیدل زوال کے وقت گئے اور قبل غروب واپس آ گئے آپ کے تصرف سے اس کرامت خادم کے بعد دوسری کرامت مرید دیکھئے۔
(۸۷) حکیم عظمت حسین صاحب رحمانی نے مذکورہ واقعہ کے بعد بتایا کہ مولانا بابا نے بیان کیا کچھ علماء آپس میں بحث کر رہے تھے وہاں ہمارے ایک مرید بھی تھے اس مرید نے ان علماء کو اس بحث کا حل سمجھا دیا ان علماء نے کتابوں میں جو دیکھا مرید کی بتائی بات صحیح پائی ان علماء کو حیرت ہوئی پھر مرید سے پوچھا کہ تم کو یہ کیسے معلوم ہوا مرید نے میرا نام لے کر کہا کہ مجھے وہ بتا گئے وہی میں نے آپ سے بتا دیا چنانچہ وہ علماء یہاں آ کر ہم سے مرید ہوئے۔(۸۸) حکیم حیدر علی خاں رحمانی جو عظیم آباد میں مقیم ہو گئے تھے کہتے تھے کہ جب میں آستانہ آنے لگا تو ایک پیر بھائی نے کہا کہ پیر و مرشد سے بعد آداب عرض کر دیں کہ کسی طرح میری اولاد نہیں ہوتی خاص دعا فرما دیں بوقت حاضری یہ پیام عرض کیا تو مولانا بابا فوراً مراقب ہوئے مجھے توجہ دے کر فرمایا کہ ہم نے تم کو توجہ دے دی ہے تم اپنے بھائی کے سامنے جا کر پھونک دینا اللہ تعالیٰ لڑکا دے گا جب میں روانہ ہوا تو مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بھاری چیز میرے جسم میں ہے میں نے عظیم آباد پہنچ کر اس بھائی پر جیسے پھونکا اسی وقت وہ بوجھ میرے جسم سے جاتا رہا پھر نویں ماہ اس کو خدا نے لڑکا دیا۔(۸۹) شیخ عزیز الٰہی صاحب فضلی (لوہے والے) کہتے ہیں کہ میں فراغت عرس شریف آستانہ کے بعد ۹ بجے شب میں کار سے گھر والوں کے ساتھ روانہ ہوا چو تھے میل پر ڈرائیور نے گھبرا کر کہا گھڑی پٹرول ختم بتا رہی ہے میں نے کہا بانگرمئو قریب ہے پٹرول پمپ پر لے لیں گے چلے چلو وہاں آئے تو پٹرول نہ مل سکا سب حیران کہ کانپور کیسے پہنچیں پھر میں نے مولانا بابا علیہ الرحمۃ کو یاد کیا ڈرائیور سے ہدایت کی کہ رات کا وقت ہے تم گاڑی اسٹارٹ رکھے چلو خود نہ بند کرنا آگے مولانا بابا کا کام ہے یہ کرامت دیکھئے کہ سوا گیارہ بجے شب میں اپنے گھر اتر گیا اور ڈرائیور گاڑی اپنی جگہ لے گیا سب کو حیرت تھی کہ گاڑی آ کیسے گئی

ٹنکی سوکھی پڑی تھی یہ دو برس پہلے کی تازہ دستگیری اوراپنے خلوص سے یاد کرنے والوں پر حیرت انگیز نوازش ہے میں کیف میں پڑھنے لگتا ہوں۔ ؎

تجربہ ہے تمہارا نام لے کر جب پکارا ہے　　　ہر اک مشکل ہوئی آساں وہ مشکل کشا تم ہو

(۹۰) منے خاں صاحب رحمانی سرائے اگھت کے والد کو مولانا بابا علیہ الرحمہ نے ایک نسخۂ قرآن کریم مرحمت فرمایا اس کے سرورق پر آپ کے ہاتھ سے مرقوم ہے این کلام پاک رابر مزار رسول الثقلین (علیہ الصلوٰۃ والسلام) از اوّل تا آخر ہفت بار خواندہ ایم ۔ یہ کلام پاک آج بھی موجود ہے۔

بعض ارشادات (۹۱) : احمد مکی صاحب نے کہا کہ مولانا بابا نے فرمایا اولیاء ابدال واقطاب وغیرہ کو خدائے قدوس نے یہ قدرت بخش رکھی ہے کہ وہ جب کہیں جانا چاہیں اک ذرا یوں منھ پھیرا وہیں پہنچ گئے اک آن میں یہاں اک آن میں وہاں ۔(۹۲) ایک بار فرمایا لوتو ہے کو آگ میں ڈالو تو وہ بھی آگ ہو جاتا ہے لیکن فرق نہیں مٹتا یہی مثال اولیاء اللہ کی ہے ان کی عطائی صفات فانی خدا کی صفات باقی سے جدا ہیں ۔(۹۳) پھر فرمایا کہ قاز میں خدا دادوہ یہ قوت کہ خیال سے انڈے سیتی ہے مانی جائے اور انسان پیکر لطیف ہو کر ڈیڑھ گز زمین کے اندر جانے کے بعد خدا داد طاقتوں کا اہل نہ مانا جائے جہالت اسی کا نام ہے ۔(۹۴) پھر احمد مکی سے مخاطب ہو کر فرمایا جس ولی کو جس نبی اللہ سے نسبت ہوتی ہے اس ولی سے ویسی باتیں کرامت کے بطور صادر ہوتی ہیں ۔(۹۵) ان روحانی بیان سے کیف حاضرین پر طاری تھا اس وضاحت پر مولانا بابا نے فرمایا کہ تم مُردوں سے پڑھتے اور میں زندوں سے پڑھتا ہوں یعنی تم ان سے پڑھتے ہو جن کو مرنا ہے اور میرا علم خدا کی جانب سے ہے ۔(۹۶) مولانا احمد حسن صاحب کانپوری کہتے تھے کہ میں حاضر ہوا تو مولانا بابا نے فرمایا ابھی شاہ امداد اللہ

صاحب ہم سے توجہ (عالم روحانیت میں) لے کر گئے یہ بظاہر تو غیب دانی کے مشابہ ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اولیاء کے دل ایسے منور ہوتے ہیں کہ اس کے ذریعہ جدھر التفات کرتے ہیں سب کھل جاتا ہے اور بعض کا یہ حال ہے کہ عرش سے فرش تک سب کھل جاتا ہے۔ کُنْتُ سَمْعُهُ وَبَصَرُهُ حدیث اسی کو ثابت کرتی ہے۔(۹۷) پھر فرمایا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی صحبت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہونے سے فضیلت اماموں پر حاصل ہوئی ہے۔(۹۸) فرمایا کہ خدا کی ممانعت کردہ باتوں سے ایک ذرّہ کو بھی ترک کرنا ثقلین کی عبادت سے بہتر ہے حضرت ابراہیم ادہم علیہ الرحمہ کے گاجر خریدنے میں ایک گاجر زائد آ گئی تو آپ وہ واپس کر آئے۔امام عالی مقام (۹۹) حکیم خلیل الرحمٰن صاحب پیلی بھیتی کہتے تھے مولانا بابا نے ذکر کربلا پر فرمایا اللہ تعالیٰ نے امام حسن امام حسین علیہم السلام کو ہماری تمہاری سفارش کے لئے پیدا کیا ہے۔(۱۰۰) ایک شخص نے اسی مجلس میں عرض کیا کہ بعض لوگ امام اعظم کو برا سمجھتے ہیں مولانا بابا نے فرمایا کہ ان کے پیچھے ہرگز نماز نہ پڑھنا۔(۱۰۱) اتنے میں دادا میاں نے کہا کہ بعض لوگ اشعار نعتیہ پڑھنے کو منع کرتے ہیں مولانا بابا جلال سے کانپ اُٹھے بیزاری سے فرمایا ایسے لوگوں کا ذکر کرو نہ کفریہ کلمات کی نقل کرو۔ (۱۰۲) فرمایا کہ ننگے سر ہو کر وضو کیا کرو اذان ہونے لگے تو لیٹا ہوا شخص اُٹھ بیٹھے۔پھر ارشاد کیا کہ اگر کسی کی ہزار برس کی عمر ہو پوری عمر وہ برے کام کرے مگر ایک بار خلوص سے لاالٰہ اِلّا اللہ محمد رسول اللہ کہہ دے تو اس کے سارے گناہ دھل گئے۔وہ جنتی ہو گیا۔بھلا بتاؤ اس کا کیا سبب ہے حاضرین کچھ بتا نہ سکے تو فرمایا کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا کو اتنے پیارے اس قدر محبوب ہیں کہ جس نے بھی آنحضرت کا نام مبارک خلوص سے لیا خدا نے جنتی کر دیا پاک کر دیا پھر مولانا سلیمان صاحب پھلواروی سے کہا اس کی سند کلام پاک میں ہے پڑھو مگر وہ خاموش رہے آپ نے خود

پڑھا۔قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ ۔ معنی یہ ہیں کہ میرا محبوب مجھ کو اتنا پیارا ہے کہ جو ان کی چال چلے گا خدا کو محبوب ہو جائے گا۔(۱۰۳) فرمایا اے امیر دولت کے اسیر غریبوں کی دنیا میں آ۔ یہ نہ بھول کہ آج کسی غریب کی بجائے تجھ کو اور تیری جگہ اس کو خدا کر دیتا۔(۱۰۴) فرمایا کہ جس طرح خدا کے انعام سے تو خوش اور شاکر ہوتا ہے نہ ملنے کی شکل میں بھی راضی اور شاکر رہ کر اس کے لطف دیکھ۔(۱۰۵) فرمایا جہاں تک ہو سکے اس کو اپنا بنا کر یہاں سے رخصت ہو یہ نہ ہو سکے تو خود ہی اس کا بن کر سفر آخرت کر۔
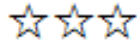
پندرہواں باب

مجاہدات وحیات اولیاء

اولیائے کرام کے مجاہدات پر ابن تیمیہ وابن قیم نے یہ زہر پاشی کی کہ مجاہدات خلاف شرع قرار دے بیٹھے پرستاران ابن تیمیہ اور بھی ہرزہ سرائی کرتے ہیں۔عموماً یہ احادیث ان کے دعوے کی دلیل ہیں۔(الف) فرمان رسالت ہے وہ عمل اختیار کرو جس کی تم میں طاقت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ عطائے ثواب سے نہیں تھکتا حتیٰ کہ تم خود (کارِ ثواب سے) نہ تھک جاؤ۔فَاِنَّ اللّٰهَ لَایَمِلُّ حَتّٰی تَمَلُّوْا۔عن عائشہ باب المقصد فی العمل مشکوٰۃ (ب) حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک بار سرورِ مخلوقات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد نبوی تشریف لائے تو دو کھمبوں کے درمیان ایک رسّی آپ نے بندھی دیکھی دریافت پر عرض کیا گیا کہ حضرت زینب کی یہ رسّی ہے جب شب میں عبادت سے وہ تھکنے لگتی ہیں اس کو تھام کر عبادت کرتی ہیں آپ نے فوراً کھول دینے کا حکم دے کر فرمایا کہ تم لوگوں کو چاہیئے کہ مدت نشاط تک نماز پڑھا کرو جب تھک جاؤ تو بیٹھ جایا کرو۔بخاری کتاب التہجد۔(ج) بخاری کتاب الصوم حضرت عبداللہ بن

عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم دن بھر روزہ رکھتے رات بھر نماز پڑھتے ہو میں نے اقرار کیا تو فرمایا یہ نہ کیا کرو روزہ بھی رکھو افطار بھی کرو رات کو نماز بھی پڑھو سویا بھی کرو اس لئے کہ تمہارے اوپر تمہارے جسم کا بھی آنکھ کا بھی بیوی کا بھی جہان کا بھی حق ہے ۔(۱۶) غور کیجئے حدیث اوّل تا وقتیکہ تھک نہ جائے کارِ خیر کی دعوت ہے حدیث سوم اس کا ثبوت ہے کہ وہ عبادت وریاضت جس سے بیوی ومہمان وغیرہ کے حقوق سے بے پروائی نہ ہو سکے بلاشبہ محمود ہے ۔حدیث دوم پکار رہی ہے کہ اتنی دیر تک عبادات مستحسن ہیں جو گراں نہ گذریں ۔فیصلہ صاف ہے یہ عملی مدارج مطابق حیثیت موافق ذوق عبادت ہیں ایک ایسا شخص ہے جس کو بیس رکعات تراویح بھی گراں گزرتی ہے ایک ایسا شخص ہے جس کو سو رکعات ادا کرنے پر بھی گرانی محسوس نہیں ہو پاتی پھر آپ مجبور ہیں کہ سو رکعات والے کا عمل مطابق حدیث اور رکعات بیس والے کی چار سو بیس کے معترف ہوں خود واضح ہو جاتا ہے کہ اولیاء کے حسین اعمال سے جل کر یہ حاسدانہ حملہ بازی ہے یہ احادیث عبادات اولیاء کی موافقت ہیں ممانعت ثابت نہیں کیونکہ حضرات اولیاء نہ کھانے سے گریزاں نہ آرام سے منکر نہ بیوی سے بے تعلق نہ اولاد سے بے پرواہ نہ تھکن کا شکار بلکہ حدِ نشاط بھر عبادت میں سرشار ہیں ۔بخاری ومسلم میں حضرت انس سے مروی ہے کہ تین صحابہ نے ازواج مطہرات سے پوچھا پھر کہا کہ ہم کو اس نورِ الٰہی سے کیا نسبت ایک نے کہا میں رات بھر نماز پڑھا کروں گا ۔دوسرے نے کہا میں دن بھر روزے رکھا کروں گا ۔تیسرے نے کہا کہا میں بیوی کے قریب بھی نہ جاؤں گا جب آنحضرت کو یہ علم ہوا فرمایا خدا کی قسم میں تم سے کہیں زائد خدا سے ڈرتا ہوں اور زائد متقی ہوں مگر کبھی روزے رکھتا ہوں ۔کبھی نہیں رکھتا نمازیں بھی پڑھتا ہوں سوتا بھی ہوں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں خبردار تم میں سے جس نے میری سنت ترک کی وہ میرا

پیرو نہیں۔ کس میں ہمت ہے کہ اولیائے کرام کو افطار و سوئے رہنے و نکاح کرنے کا ذرا بھی منکر بتا سکیں فرق یہی ہے کہ ان حضرات کا کھانا اسلئے ہے کہ نہ کھانے کے ضعف سے عبادت میں فرق نہ ہو روزہ اسلئے ہے کہ نفس مغلوب ہو روح غالب ہو نکاح اسلئے ہے کہ تقاضائے شہوت مردہ رہیں تمہاری طرح نہیں کہ تم اسلئے کھاتے ہو کہ تن و توش بڑھے روزہ سے اس لئے بھاگتے ہو کہ جسم کمزور نہ ہو نکاح اسلئے ہے کہ جنسی لذتوں میں پھنسے رہو ادائے فرائض ایک بار سنتوں سے فرار بہانہ بسیار ہر اتباع اختیار سے ہے۔ **مجاهدات شارع** (۱۰۷) شارع علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے ذوقِ عبادت و مدت نشاط معترضین ریاضت و مجاہدات کی جائے فرار بند کئے ہیں جب آپ نماز کو کھڑے ہوتے تو سینہ پر سکینہ خوفِ الٰہی سے اس طرح جوش مارتا جیسے دیگ جوش مارتی ہے سرورِ رسالت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتنا روتے کہ چہرۂ اقدس کے سب بال اور بسا اوقات جائے سجدہ تر ہو جاتی کثرت ذوق عبادت اس کمال پر تھا کہ پائے مبارک ورم کر جاتے شارع علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ مجھے سورۂ ہود نے بڈھا کر دیا۔ غارِ حرا کی ریاست تنہائی میں جنت البقیع میں شب بیداریاں ہی تو وہ مجاہدات نفس کشی و ریاضت ترقی روحانی ہیں جو اولیاء کی روحِ رواں ہیں ماننا پڑتا ہے کہ اگر آنحضور کو اپنی امت سے پابندی شریعت نہ کرانا ہوتی تو لِـدِّیْـنُ یُسْـراً کا عملی نمونہ پیش نہ کرنا ہوتا تو چلنے پھرنے کا بھی ہوش نہ رہتا حضرت یحیٰی علیہ السلام ہمہ وقت خوفِ الٰہی سے روتے رہتے تضرّع داؤدی کی خدا توصیف فرماتا ہے حضرت سفیان ثوری کی خوفِ الٰہی سے کمر جھک گئی تھی ہمارے حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ وضاحت فرماتے ہیں لقولہ اللہ تعالٰی کی معرفت کا ایک ذرّہ عارف کے دل کو وہ لذت و سرور عطا کرتا ہے کہ بہشت کے ایک لاکھ قصر ول کشا کی فرحت و سرشاریاں اپنی بے پناہ مخموریوں کیف اندوزیوں کے باوجود بھی ہیچ معلوم ہوتی ہیں۔ (تذکرۃ الاولیاء) **فرق ریاضت و رهبانیت**

(۱۰۸) : معترضین نے اسی کا نام دینداری بنالیا ہے جس سے اعمال شارع علیہ السلام ہی سوخت ہور ہیں یہ درست کہ بعض غیر مذاہب والے تقویت روح اور جسم کو کمزور کرنے لئے کوئی ہاتھ سکھالیتا کوئی پیر بیکار کرلیتا کوئی کھانے پینے ہی سے کنارہ کش ہوجاتا ہے ہمارے اسلام نے روح کو تقویت پہنچانے میں تو پورا اختیار بخشا لیکن اس غلطی کو مٹایا کہ جسم کو ایسی تکالیف نہ دی جائیں حقوق جسمانی حق اولا دوا ہلیہ سے نہ خود کو نہ جسم کو محروم کیا جائے۔ مشاہدہ گواہ تجربہ شاہد ہے کہ خاصان خدا تھوڑا ضرور کھاتے ہیں مگروہ کھانے سے منکر کب ہوئے روزے وہ رکھتے ہیں۔ مگرافطار کا اقرار ان کو ہے وہ جسم کو یقینی مغلوب کرتے ہیں مگر کسی عضو کو فنا نہیں کرتے وہ نفس سرکش کو دکھ ضرور دیتے ہیں مگر کسی عضو کو دکھ نہیں دیتے اسی وجہ سے لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ ان کی شان انعام رحمٰن سے ہوتی ہے یہی فرق ہے اسلامی ریاضت سے رہبانیت کا خدا جس ریاضت کو شرفِ قبول سے وصول اللہ کا زینہ قرار دے معترضین اسے سنت الٰہیہ کے منافی قرار دینے پر اُدھار کھائیں اس سے بڑی گمراہی آپ نہ پاسکیں گے اسلام کا گہری نظر سے مطالعہ خود واضح کررہا ہے کہ ترقی روحانی اور تقرب خداوندی میں حائل ہونے والی چیز یہی جسم ہے اور مذاہب نے فنائیت کے جو نظریئے پیش کئے اسلام نے اس میں اصلاح فرماتے ہوئے دکھا دیا کہ یہ کوئی بات نہ ہوئی کہ جسم کو نقصان پہنچادیا جائے بلکہ حقیقی لطف یہ ہے کہ جسم کو بھی نقصان نہ پہنچے اور مقصد بھی حاصل ہو فنائیت کے یہ مذموم طریقے مٹا کر اسلام نے دکھادیا کہ اگرچہ ترقی روحانی وغیرہ میں حائل ہونے والا جسم ہے مگر نااہل کو اہل بنائے جسم کو روح کے رنگ میں رنگئے ظاہر و باطن ایک رنگ میں سنواریئے فنائیت کا صحیح استعمال یہ ہے کہ درجہ بدرجہ بڑھیئے ۔

(۱۰۹) اوّل فنا فی الشیخ یعنی مرید اپنے آپ کو اس قدر نیست کردے کہ مرشد ہی مرشد رہ جائے مگر شیخ کے متعلق وسوسہ ہرگز نہ پیدا ہونے دے ۔ دوم فنا فی الرسول وہ مقام ہے

کہ سوائے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور کچھ نظر نہ آئے بعض کاملین ایسے بھی ہیں جو مرید کو اک دم فنافی الرسول میں پہنچا دیتے ہیں اس منزل میں شیخ اگر فوت ہو جائے تو خود شارع علیہ السلام سنبھال لیتے ہیں اگر خود سالک فوت ہو جائے جب بھی محنت وصول اور قربت رسول حاصل ہو جاتی ہے سوم فنافی اللہ وہ مقام ہے کہ سوا اللہ جل جلالہٗ کے اور کچھ نظر نہ آئے۔ (۱۱۰) خدائے قدوس کا بذاتہٖ معائنہ و مشاہدہ حاصل ہونے کو عین الیقین کہتے ہیں اس اعتبار سے علم الیقین یعنی خدا کی موجودگی اور اس کی سبحانیت و عظمت کا ایسا نقش قائم ہو کہ مجال شک نہ رہے علم الیقین اور شریعت دونوں کہتے ہیں ذات باری کا اس کی ابدی صفات کا اسرار ظاہری و باطنی کا ایسا مشاہدہ و عینی مکاشفہ کہ عدم واقفیت کا شبہ بھی نہ رہ سکے حق الیقین اور طریقت دونوں کہتے ہیں اور عین الیقین حقیقت و معرفت کہی جاتی ہے تفصیل بالا کہتی ہے کہ یقین میں ترقی باطن اصل اصول ہے جو پیر کامل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اسلئے پیر ہونا شرط اوّل ہے۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم ۔۔۔ تا غلام شمس تبریزی نہ شد

کس کی فہمائش کر رہا ہے۔ فنائیت کے ان مدارج کے بعد جسم نقصان پہنچانے کے راہِ حق میں حامل ہونے والا وہ کہاں گیا فنافی اللہ کے عالم میں پہنچ کر وہ شخص رہتا تو بندہ ہی ہے مگر اس میں کُنْ فَیَکُوْنِ صفات ربانی پیدا ہو جاتی ہیں آپ لوہے کو آگ میں ڈالیں تو وقفۂ قلیل میں آگ کے تمام اوصاف اس لوہے میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ انگاروں اور لوہے میں فرق نہ رہے گا لیکن جس طرح آگ میں پڑ کر سرخ ہو جانے سے لوہا آگ نہیں بن جاتا اسی طرح انسان فنافی الرسول ہو کر نہ رسول بن سکتا ہے نہ فنا فی اللہ ہو کر خدا بن سکتا ہے بلکہ لوہا جب تک آگ کے اندر ہے آگ کی تمامی صفات بذاتہٖ لوہا رہتے ہوئے بھی پوری طرح لوہے کو حاصل ہیں ویسے ہی بندہ جب تک

فنائیت کے درجہ میں رہابندہ ہوتے ہوئے بھی صفات ربانی کا مظہر تمام اصل وحقیقت کا آئینہ ہے اور خدا ہی اس بندے کی آنکھ و کان ہاتھ پیر ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث کُنْتُ سَمْعُهٗ الخ اعلان کررہی ہے۔(۱۱۱) دلائل بالا ثابت کررہے ہیں کہ پہلی راہ سعادت یہ ہے کہ روح جسم پر غالب آکر کثیف کو بھی لطیف بنانے یہ درجہ اولیاء اللہ کا ہے۔ دوسری درمیانی راہ ہے یعنی روحانیت کی طرف رجحان ہو اور جسم سے روح چند درجہ غالب ہو یہاں بھی دو حالتیں ہیں ایسا شخص اگر ترقی روحانی حاصل کرے گا صالحین میں ہوتا جائیگا اگر جسمانی ترقی حاصل کرے گا بروں میں ہوتا جائے گا۔ تیسری انتہائی شقاوت کی راہ سے کہ جسم روح پر غالب ہو اور کثافت لطافت کو بھی اپنے رنگ میں رنگ لے جیسے ابوجہل وابولہب وغیرہ۔ **فلسفہ روح وجسم** (۱۱۲) :خلاق عالم قوائے عنصری کو عناصر ہی سے پیدا فرمایا ہے پس عناصر سے پیدا شدہ چیز عناصر ہی سے قائم رہ سکتی ہے اسی واسطے کھانا پینا وغیرہ انسان کے لئے لابدی ہے تا کہ پیہم محنت سے جوقوت عنصری ختم ہوتی رہے اس کی تلافی ہوجائے بنابریں پرورش جسم اوراس کے قیام کے لئے توالد وتناسل خوردونوش وغیرہ جیسی خواہشات اللہ تعالیٰ نے رکھی ہیں اور جائز عیش کی وَلَا تُسْرِفُوْا کی قیدلگا کر کُلُوْا وَاشْرَبُوْا کا حکم بخشا رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک جگہ سویا بھی کرو عبادت شب بھی کرو روزہ بھی رکھوا فطار بھی کرو دوسری جگہ انسان پراس کے جسم کا آنکھ کا بیوی کا جہاں کا بھی حق ہے حکم دے کر قانون عام سے ہر ایک کو فائدہ اٹھانے کا موقعہ دیا اس دستور عوامی سے ایک دستوراعلیٰ راہِ خاص بھی ہے جسکے راہ رو فقط خاصان حق ہیں جس طرح جسم عنصری عناصر سے مرکب ہونے کی بنا پر غذاؤں کا محتاج ہے اسی قاعدے سے وہ روح جو لطیف اور امر باری ہے اپنے آمر ہی سے غذا حاصل کرسکتی ہے کیونکہ لطیف لطافت ہی سے تقویت پاتی ہے عناصر کا کوئی ذرّہ روح کی غذا بن ہی نہیں سکتا پس عبادت ذکر وشغل خود لطیف

ہیں اسی واسطے یہ سب غذائے روح ہیں ۔قوائے عنصری جتنی اچھی عنصری غذا پاتے ہیں اتنی ہی طاقت پا کر مادّی خدمت انجام دیتے ہیں اسی اصول کے ماتحت جن جذبات کا تعلق عناصر و مادہ سے ہوگا نتیجہ کے طور وہی ظاہر بھی ہوں گے جیسے حسد ،حرص، ریا،نفسانیت ،غرور،عداوت وغیرہ جوں جوں یہ بڑھیں گی روح کمزور ہوگی ۔اب اگرانسانی قوت وتوجہات انہیں مادی صفات پر صرف ہوں گی بلا شبہ وہ ملکوتی صفات جوخلاق مطلق نے انسان میں ودیعت فرمارکھی ہیں مطلق معدوم ہوجائیں گی یہی وہ منزل ہے جہاں حیوان اورانسان میں فرق نہیں رہتا کفروشرک کی یہی خلیج ہےاوراسفل السافلین اس کی سزا ہےتصویر کادوسرارخ یہ ہے کہ جب انسان روح کی طرف متوجہ ہوتا عبادت ذکروشغل سےخدا کی ودیعت کردہ صفات ملکوتی کیلئے اہتمام وانہاک رکھتا ہے رُوح کواتنی ہی نفیس ولطیف غذا ملتی جاتی ہے جس قدرروح طاقتور ہوتی جاتی ہے اجزائے عنصری اتنے ہی کمزور ہوجاتے ہیں حتیٰ کہ وہ وقت آتا ہے کہ روح ارتقائی کمال پرآجاتی ہے اجزائے عنصری روح سے مغلوب ہی نہیں ہوتے بلکہ روح ان کواپنے رنگ میں رنگ کراپنی ہی جیسی خصوصیات کمال پیدا کردیتی ہے ۔یہ وہ درجہ ہے کہ یہاں روح کوعضوعنصری جیسے ذاکر کی حاجت رہتی ہے نہ انسان کوزبانی ذکر کی ضرورت رہ جاتی ہے کیونکہ اب روح خود ذاکر ہے جسم عنصری کی تمام کثافتیں روح کی لطافتی ضیاباریوں سے نیست ونابود ہوکرسراپا پیکرروح انسانی کو بنائے ہے آپ نے دیکھا یہ وہی جسم تھا جوتقرب الٰہی میں حائل تھا لیکن اب وہی جسم لطافت روح پا کرمع روح وجسم واصل بحق ہے مشاہدہ ہے کہ ہمارے سیدنا غوث اعظم علیہ الرحمۃ کبھی چالیس یوم کبھی ایک ایک سال بلا آب ودانہ رہے مخدوم صابرکلیری علیہ الرحمہ نے بارہ سال نہ کچھ کھایا نہ پیا۔مگر نہ کوئی جسمانی عارضے لاحق ہوسکے نہ زندگی پر حرف آسکا کیوں فقط اس لئے کہ جسم تو روح کے رنگ میں رنگ چکا تھاقلق جسمانی کی جگہ ہی نہیں راحت جسمانی کی

احتیاج ہی نہیں کیونکہ روح تو یادالٰہی سے لذت انتہائی راحت وسرشاری دائمی پارہی ہے خدارا فرمایئے تشدد ہوا تو کس پر اگر تھا تو کون نشاط کی حد آ کہاں پائی سچ تو یہ ہے کہ اس مقام میں ایک لحظ بھر کی غفلت تکلیف روح ہوتی ہے۔

فلسفۂ جواز وتقویٰ (۱۱۳) : ہم دیکھتے ہیں کہ عوام کیلئے جو چیزیں جائز تھیں صوفیائے کرام کے وہاں وہی اتباع سنت میں حائل تھیں اسی لئے ان کو سختی سے مٹانے پر کمر باندھی گئی آرام نفس کے بدلے آرام روح بسیار خوری وشکم سیری کی جگہ فاقہ وقوت لایموت بسیار خوابی کی جگہ شب بیداری اعتماد دنیاوی کے بجائے توکل خداوندی ظاہری دولت کے بدلے باطنی دولت ترقی جسمانی کی عوض ترقی روحانی گنی چنی عبادتوں کے بجائے بےاندازو الہانہ مزید عبادات کرنا نفس پروری کے بجائے نفس کشی لذت دنیاوی کی جگہ ترک دنیا مذمت دنیا تاکید فقر نفرت مال وزر شعار بنایا گیا کیوں صرف اسلئے کہ قرب الٰہی کی راہ میں یہی تو خلیج جواز حائل تھی۔تو کیوں نہ اُسے پاٹ کر تسلیم رضا شکر و نیازمندی کی راہ تقویٰ اپنا کر زائد سے زائد قرب الٰہی حاصل کرنے والی متاع انمول کیسے نہ لوٹی جاتی پھر خدا لگتی فرمادیں کتاب وسنت پر اس سے بہتر عمل مکمل کی تصویر کوئی ہوسکتی ہے نہ ہوئی ہے غوث زماں مولانا گنج مرادآبادی علیہ الرحمۃ اکثر فرمایا کرتے کہ خدائے قدوس نے اگر ہم کو جنت عطا کی تو عرض کروں گا کہ الٰہی مجھے حور وغلماں کی حاجت نہیں ہے مجھے تلاوت قرآن اور نماز پڑھنے کی اجازت عطا کر جو مزہ اس میں ہے وہ کسی میں ہے کہاں حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ مشاہدۂ حق میں ایسے محو ہوتے کہ بوقت نماز آپ کے کانوں میں اذان دی جاتی تو آپ آنکھ کھول کر عرض کرتے الٰہی اگر شریعت سے مجبور نہ ہوتا تو تیرے مشاہدہ سے ہرگز نہ ہٹتا۔

کیف عبادت وفلسفۂ نماز (۱۱۴) : نماز کی تین قسمیں ہیں اوّل نماز عام یعنی خدائے عزوجل کی بندگی اس یقین کے ساتھ کرنا کہ نمازی کے ظاہری وباطنی

احوال کوخدا دیکھ رہا ہے دوسرے نماز خاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرنا کہ نمازی خود حق سبحانہٗ کا مشاہدہ کر رہا ہے شارع علیہ السلام نے حدیث جبرئیل میں دونوں اقسام واضح فرمادی ہیں ہاں تیسری قسم نماز اخص الخاص ہے یعنی مشاہدہ جمال الٰہی میں ایسا ڈوب جائے کہ تن بدن کا ہوش ہی نہ رہے نماز چونکہ ایک ایسی جامع عبادت ہے جس میں تسبیح وتحمید قرآن درود مراقبہ حضوری دعاوسلام سب کچھ موجود ہے اسی وجہ سے اس کو معراج المؤمنین فرمایا گیا یہی نماز ہم کو برائیوں سے روکتی ہے ظاہری پاکی کا ہم نماز میں تو التزام رکھتے لیکن باطنی نجاستوں کی پاکی پر توجہ نہیں کرتے اسی لئے نماز سے ہم فیض نہیں اٹھا پاتے ہیں۔ چونکہ اصلی تعلق عبادت کا باطن سے ہے جب باطنی غلاظت سے پاکی حاصل کی جائے گی تو منزل انوار سے روح پھر روح سے قلب پھر قلب سے اعضاو جوارح سرشار ہوتے ہیں نماز اوّلین اصلی کیف ولطف نماز یہی تو ہے دوست کہ ادھر کھڑے ہوئے بے حجاب آگئے ادھر نیت باندھی ادھر محبوب حقیقی کے جمال حقیقت افروز نے سب کچھ بھلا دیا ہے۔ ؎

آتو پھر اس طرح سے آ۔ دوست کی بزم ناز میں
سر کی خبر کچھ خبر نہ ہو سجدۂ بے نیاز میں

حضرت شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نماز میں مشغول ہیں لوگوں نے پیوست شدہ تیر کھینچ لیا تکلیف درکنار اس کے نکلنے کا بھی احساس آپ کو نہ ہوسکا۔(۱۱۵) حضرت جلال الدین شمس تبریزی علیہ الرحمہ نے جب قاضی بدرالدین کونماز پڑھتے دیکھا تو ان کے خادم سے فرمایا اخاہ قاضی شہر بھی نماز پڑھنا جانتا ہے جب قاضی صاحب نے خود پوچھا تو یہی جواب پاکر عرض کیا کہ فقراء کی کیا کوئی اور شریعت ہے کیا وہ ارکان کسی اور طرح ادا کرتے ہیں شیخ نے فرمایا کہ یہ بات نہیں شریعت وارکان عبادت تو وہی ہیں فرق یہ ہے کہ علماء کعبے کی طرف سجدہ کرتے ہیں مگر باطنی فقر والے جب تک رب کعبہ کو

نہیں دیکھ لیتے سجدہ ہی نہیں کرتے سب سے قلیل درجہ اہل باطن فقراء کا یہ ہے کہ وہ عرش اعظم پر نماز پڑھیں اسی رات قاضی شہر نے خواب میں دیکھا کہ شیخ عرش اعظم پر مصلٰی بچھائے نماز پڑھ رہے ہیں۔(تذکرۃ الواصلین)

فلسفۂ لذت عشق (۱۱۶) : آپ جانتے ہیں کہ قیس عامری کی صرف عشق لیلٰی نے کیسا خوگر آزاد بنا دیا تھا اس کو مصائب عشق میں کچھ ایسے سرور ولذتیں ملی تھیں کہ وہ سمجھائے نہ سمجھتا تھا گھر چھٹا شاہی سے گدائی پائی سوکھ کر کانٹا ہوا خانماں بربادی ہوئی مگر اس بلائے عشق سے آزادی کے لئے تیار نہ ہوا باپ کے ساتھ کعبے لے جایا گیا تو غلاف کعبہ پکڑ کر دعا بھی مانگی تو یہ۔الٰہی مجھ سے جدا ہو نہ الفت لیلٰی۔فرہاد نے شیریں کے رخ رنگیں کا عکس دیکھ کر ہر طرف سے آنکھیں بند کرلیں فیصلہ صاف ہے کہ جب اس عشق مجازی میں اتنی لذت اس قدر سرورایسا کیف ہے کہ ہر الم مسرت ہر غم سرور ہر تکلیف راحت ہر بلا آسانی ہے تو خاصان خدا کے عشق حقیقی کی سرشاریاں کیف آور مسرتیں لطیف لذتیں کس قدر رفیع الشان ہوں گی۔جب ان ذرّوں کے حسن کا یہ عالم ہے کہ ان کا عاشق دوسری اشیاء دیکھ ہی نہیں سکتا تو اس نورِ حقیقی کے مشاہدہ کرنے والے اگر دنیا ومافیہا سے بے پرواہ ہو جاتے ہیں تو کیوں کھسیا جاتا ہے؟ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ دیدار مجاہدات میں شروع پھر دیدار کی کیف بخش لذتوں میں کھو کر اس بحر ذخار کو جذب کرنے کی آرزو میں اور بڑھ کر محنت وریاضت کرنے میں مدہوش تو ہوا جاتا ہے مگر فرض فراموش نہیں ہو پاتا جتنا بڑھے اتنا ہی ملا مقامات پر مقامات کھلے پھر ہوش میں رہے تو کون۔لذت عشق تو بڑی چیز ہے۔ذوق عبادت کی تلچھٹ ابن تیمیہ اوران کے گروپ کو مل گئی ہوتی تو وہ لذت عشق ذوق عبادت خلاف شرع بتا کر اپنے فسق کا ثبوت نہ دیتے فیصلہ صاف ہے کہ آفتاب حقیقت کا دیکھنے والا ان ذرّوں پر جو خود اسی آفتاب کے ٹکڑے اوراسی کی ضیا سے روشن ہیں کیسے نگاہ بھی ڈال سکتا ہے کسی سبب سے اگر وہ نگاہ بھی ڈالے تو حقیقت کا لطف ہی نہیں ملتا یہ پھیکی روشنی نہ کیف انگیز

ہے نہ لذت بخش ہے جس طرح عشق مجازی والا معشوق مجازی کو دیکھ کر ان بے وقعت ذرّوں کے حسن پر متوجہ ہو نہیں سکتا تو طالب عشق حقیقی علاوہ نور حقیقت کے قطعی نظر نہیں ڈال سکتا۔ جب عشق مجازی میں کھانا پینا سونا آرام کرنا سوہان روح ہو جاتا ہے کسی آرام دنیاوی سے بجائے سکون الٹے تکلیف ہوتی ہے۔ اگر چین و آرام سے لطف وسرور ہے لذت وتسکین ہے تو دیدار یار میں۔ آپ ہی کہئے اپنی خوشی سے خانماں برباد کوئی ہوا ہے اس منزل میں مان لینا پڑتا ہے کہ نگاہ دنیاوی میں جس کا نام آرام ہے وہ نگاہِ عشق حقیقی میں کوفت وآلام ہیں اور نگاہِ عشق میں جو سرشاریوں ولذتوں کا لاقیمت متاع تسکین ہے وہ دنیاوی نظر میں تکلیف ہیں پھر عشق حقیقی اور عاشقان ربانی کی بے خودی وسرشاری سے جو عین مقتضائے کمال انسانی وعشق ربانی ہے یہ جلن اسی کو ہوگی جس کو خدا کی لگن نہ ہو سیدنا غوث اعظم علیہ الرحمہ برج عجمی یں ہیں چالیس یوم سے بے آب ودانہ ہیں کہ الجوع الجوع نفس کی آواز بلند ہوتی ہے حضرت ابوسعید مخزومی ناگاہ گزرے دریافت پر ارشاد فرمایا ایں قلق نفس است اماروح را با مولیٰ آرام۔ اب سمجھے آپ کہ آرام حقیقی کو کیوں ترجیح دی جارہی ہے آرام ظاہری پر توجہ کس لئے نہیں دی جاتی ہے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عالم بیخودی وسرشاری میں احساس کھوئے دنیا ومافیھا سے غافل نفس سرکش مطمئنہ بنانے کے لئے آرام دائمی کیلئے رب بے نیاز کی خوشنودی کیلئے یوں وقف مجاہدہ ہیں کہ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰنَا فامِنُ عَذَابِ السُّمُوْمِ۔ کی آیت پر کھڑے ہی کھڑے صبح صادق کردیتے ہیں ہردو حضرات کا یہ اقدام حسنہ تکلیف بتائے یا موافق شرع نہ کہے کس میں جرأت ہے ان طالبان صادق کے سرور وسرشاریوں کی تہہ پر پہنچنے کی کس میں ہمت ہے کیا عالم سرور ہے کیا کیا مقامات کھل رہے کیا انعامات ودرجات مل رہے ہیں بتائیں تو وہی کہیں تو وہی حضرات کہیں یہاں اگر قلق ہے تو یہ کہ جلد سے جلد معراج ملے زائد سے زائد جمال دوست سے مستفیض ہوں ان حضرات کا یہی ابدی سکون یہی دوامی راحت بے بہا

دولت ہے یہ درست ہے کہ حدیث میں ممانعت ہے تکلیف جسمانی پر قید ہے بقدر نشاط کی لیکن یہاں تکلیف جسم ہوئی تو کہاں نشاط حاصل ہوہی نہیں پائی ۔مشاہدۂ جمال بقدر نشاط بدستور تشنۂ تکمیل ہے ۔

اولیاء اور اتباع شریعت (۱۱۷) : ہم کو اور معترضین دونوں کو متفقہ اس کا اقرار ہے کہ محبوب حقیقی کا قانون ہی شریعت ہے ساتھ ہی عاشق صادق وہی ہے جو دل و جان سے قانون معشوق حقیقی کا عامل و شیدا ہوتو یہ خود محال ہو جاتا ہے کہ قانون معشوق حقیقی کے پابند بھی نہ ہوں اور عاشق صادق کی سند بھی پائے ہوئے ہیں یہاں معترضین کی یہ بات ان کی مرگ مفاجات ہے حضرت سرمد کا سر تن سے جدا ہو رہا ہے حضرت منصور پر پتھروں کی بارش ہے عضو جدا جدا کیا جارہا ہے معصوم علی اصغر کا تیر ستم سے گلا چھدا ہوا ہے حضرت علی اکبر کے برچھی پار ہے اگر مرد ہو تو بتاؤ کہ اس خاموشی اور راضی برضا رہنے کی وجہ سے احترام شریعت کے سوا بھی ممکن ہے اصلیت تو یہ ہے کہ تم پاس بھی پھٹک نہ سکتے تھے اگر احترام شریعت مہر بہ لب نہ رکھے ہوتا بہ الفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ اپنی مرضی سے نہ کوئی مٹتا ہے نہ لٹتا ہے مگر خاصان حق کا عالم ہی وہ ہے جہاں اپنی خوشی سے مٹا بھی جاتا ہے اپنی مرضی سے لٹا بھی جاتا ہے اپنی ہر مرضی محبوب کی مرضی پر قربان بھی کی جاتی ہے خوشی سے جان دے رہے ہیں مگر نہ فریاد ہے نہ شکوہ بلکہ خود مسکرا رہے ہیں راضی برضا ہیں خاصانِ حق کا یہ لحاظ یہ سکوت یہ باادب تعمیل محض اتباع شریعت ہی پر تو ہے دوئیمش صوفیائے طریقت اپنے مجاہدات وریاضت کسی پر ظاہر نہیں کرتے یہ مطابق شریعت نام نمود سمعت وریا سے بچاؤ ہی پرتو ہے تیسرے قلبی لذتوں سے جو سرفراز ہوا کرتے ہیں ان کو نفسانی لذتیں لبھا نہیں پاتی ہیں کیونکہ نفسانی لذات اوّل تو گھٹیا ہیں دوسرے ہر راہ عروج کی رکاوٹ ہیں اسی لئے تو خاصان حق خدا سے دور رکھنے والی لذات نفسانی پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں نیز جب کوئی نفسانی لذت محض خدا کی خاطر ترک

کی جاتی ہے تو اس کے بدلے اس تارک کو اس سے ہزار درجہ بہتر سینکڑوں نعمتیں خدائے پاک عطا فرمادیا کرتا ہے یہ اولیاء اللہ ہی کا حصہ ہے جو اس راز کو پا کر انعام شدہ نعمتیں لوٹا کرتے اور نفسانی لذات صرف اللہ کی خاطر ٹھکرایا کرتے ہیں یہی تو وہ منزل ہے جہاں ہٹ دھرمی بھی یہ ان کہی کہنے پر مجبور ہے کہ اولیاء اللہ نے احترام وشریعت کی اتباع ہی میں دنیا پر نگاہ ڈالی۔

دنیا اور اولیاء (۱۱۸) :اس نظریہ سے دیکھئے تو باوجود یہ کہ دنیا ہیچ ہے اس کی لذتیں بے وقعت ہیں پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ یہ اولیائے کرام ہی کا مخصوص حصہ ہے کہ جس طرح طریقت اور شریعت انہوں نے ایک ساتھ رکھی اسی طرح دین اور دنیا بھی ساتھ رکھی یہ وہی دنیا ہے جو تقرب خدائی میں رکاوٹ اور لوازم تصوف کے برعکس تھی مگر خداوالوں نے اس کو خدائی رنگ میں ایسا رنگا کہ وہ طبقہ جو ان ماکولات وملبوسات سے آشنا ہی نہیں سیری حاصل کر سکے ایسے ہی تجارت بھی کی دولت بھی پیدا کی لیکن حصول دنیا کی خاطر مطلق نہ کی بلکہ اتنی دنیا داری فقط پابندئ شریعت کی وجہ سے اختیار کی تا کہ بذریعۂ تجارت اس دولت سے لاکھوں روپیہ امداد خلقت راہ جہاد میں تقسیم قرآن وحدیث میں درس وتدریس میں بانٹا ہی نہیں بلکہ لٹا ڈالا لیکن صد مرحبا کہ جب خود کھانے کا وقت آتا تو حلال کمائی سے کچھ کھالیا جاتا تھا معراج کمال یہی ہے کہ دنیاوی بندھنوں میں بھی کیا وہی جائے جس میں رضائے ربانی ہو۔یہی وجہ ہے کہ اولیاء اللہ نے راہِ خاص طریقت اور عام راہ شریعت بلحاظ اتباع تو دونوں پر کاربندی رکھی مگر اصل عظیم راہ خاص ہی کو بنایا خلافت الٰہیہ کا حق بھی ادا کیا احکام الٰہی بھی جاری کئے تبلیغ ربانی وتحریری وعظ وہدایت بھی فرمائی ۔مگر ترقیات روحانی سے انعامات ربانی لوٹنے میں فوقیت رکھے رہے ان صوفیاء کی قربت واختصاص کا راز ان کی معنوی موت ہے وہ اپنے آپ کو حق تعالیٰ کو اس طرح سونپ دیا کرتے ہیں کہ اپنے آپ پر اب نہ ان کا قبضہ

رہ سکا نہ اختیار رہا جو امتحان محبت لے رہا ہے وہی نازبرداری کر رہا ہے کھلاتا پلاتا ہے ان کے ہاتھ کان آنکھ پاؤں بنا ہوا ہے تمامی مجاہدات اولیاء کا راز یہی ہے کہ بظاہر کہیں کھڑے ہیں مگر کہیں اور ہیں بیٹھے تو یہاں ہیں مگر مدنی دربار میں حاضر ہیں نماز تو یہاں ادا کر رہے ہیں مگر ان کا سر خانۂ کعبہ میں جھک رہا ہے یہ فرمانِ رسالت کہ ایسی عبادت جو گراں نہ گزرے نشاط و ذوق بحال رکھے جسم کے جہاں کے اہل کے حقوق پورے ہوتے رہیں مستحسن عبادت ہے معترضین ممانعت مجاہدہ کو ڈبوئے پکار کر رہی ہے کہ اس کے اصلی مصداق اور شریعت کی صحیح پابندی کرنے والے فقط خاصانِ خدا ہیں بلحاظ دنیا جو ادائے حقوق میں ممتاز ہیں بلحاظ دین داری یہ حسن عبادت ہے کہ ذوق عبادت سے سیری ہی نہیں تھکن کے بجائے اسی میں مگن گرانی کے بجائے کیف و سرور ہے اگرچہ بقدر نشاط ذوق ابھی تشنہ ہیں مگر حقوقِ جسم واہل و جہاں پورے طور پر ادا کئے ہیں سطحی نظر والا اگر اسے خلاف شرع کہتا ہے تو یہ اس کے خود خلاف شرع ہونے کا ثبوت ہے انکار نہیں سکتا کہ یہ صادق طالب دیدار خود شرع بنانے والے کو نہیں دیکھ رہا ہے شرع بنانے والے کی مرضی بھی یہی ہے کہ اس کی رضا جوئی زائد سے زائد مقصود اوّل ہو۔ یہ حضرات جو کچھ کہہ رہے ہیں التفات مطلوب رضا جوئی محبوب ہی کیلئے کر رہے ہیں مطلوب بھی مسرور ہے تو طالب اور بھی مخمور ہے جس سے مطلوب راضی وہی شرع اصلی ہے محبوب راضی محبّ راضی پھر کیا کر لیں گے قاضی۔ ایمان کہہ رہا ہے کہ یہ اقدامات اگر ذرا بھی شائبہ غلطی بفرض محال رکھتے ہوتے تو مطلوب مسرور ہونے کے بجائے رنجور اور طالب قرب حق پانے کے بجائے دور ہی دور ہوتا جبکہ وہ محبوب طالبان صادق کو انعامات سے سرفراز قربیت ربانی سے نواز رہا ہے اور ہر طالبانِ حق انتہائی رضا جوئی میں اسی لئے مگن ہیں۔ ؂

تمہیں کو دیکھ کر مچلے ہیں ہم بھی نہ
تمہیں جانو کہ ضد کس بات پر ہے

فلسفۂ شہید بدست یار (۱۱۹) :

آپ کا بھی یہ ذاتی تجربہ ہے کہ کیفیات مختلفہ کی اشیاء کو چونکہ کسی مشین کی امداد سے خون میں منتقل کسی کوشش سے نہیں کر سکتے مگر جبکہ ان کو پیس کوٹ کر پکا کر چبا کر معدہ میں پہنچاتے ہیں تو یہ جگر کے ذریعہ شکل خون اختیار کر لیتی ہیں پھر اس خون سے گوشت پوست بال ہڈی مختلف اجزائے جسم کی نشو ونما ہوا کرتی ہے اسی طرح جب جسم مجاہدات کی جلا سے ہم رنگ روح ہو جاتا ہے اس وقت وہ جزو روح اور لطیف ہو جاتا ہے یوں بھی سمجھ لیں کہ پانی کتنا وزنی عظیم اور ٹھوس ہے لیکن اس کی رقت و لطافت سے اس کے اندر جتنی دور تک انسان چاہتا ہے آتا جاتا ہے پانی پھٹتا ہے مگر پھر ایک ہو جاتا ہے اسی طور سے جزو روح بننے کے بعد جسم انسان کی یہی صورت ہو جاتی ہے جو بظاہر تو جسم اور ٹھوس ہے مگر یہ تمام اجزائے عنصری اجزائے روحانی میں فضل رحمانی سے جذب ہو چکے ہیں پس اولیائے حق سراپا روح بن جانے کے بعد بیک وقت کئی جگہ موجود ہوتے اور پانی سے گذر جاتے بند مکانوں سے اندر و باہر آتے جاتے سالہا سال کھانے پینے سے بے پرواہ رہتے ہیں۔حضرت شاہ عبدالرزاق بانسہ شریف علیہ الرحمۃ ایک رسی سے بار بار باندھے جاتے مگر آپ بندشوں سے صاف نکل جاتے حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ کو انا الرحمٰن کی صدا پر گردن زدنی کا حکم ہوا جلاد کی تلوار بجائے کاٹ پھولوں کا ہار بن گئی۔ثابت ہوا کہ اولیاء اللہ حیات دائمی سے متصف قبروں میں زندہ رہتے ہیں یہ بھی سمجھ لیجئے موت اور نیند دو نہیں ہیں فرق اگر ہے تو یہ کہ نیند حواس خمسہ کا تعلق کا نام ہے۔اور موت حواس خمسہ کے معدوم ہونے کو کہتے ہیں چونکہ حواس خمسہ کے وقتی تعطل کا نام ہے۔اور موت حواس خمسہ کے معدوم ہونے کو کہتے ہیں چونکہ حواس خمسہ کا تعلق فقط جسم سے ہے اور یہاں یہ خاصانِ حق پیکر روح بن چکے ہیں جو ان کا جسم ہے بھی وہ ماتحت روح ہے یہ جسم سے بے تعلق بھی رہتے ہیں پھر بھی زندہ رہتے ہیں کثرت مجاہدات و روحانی ریاضت سے وہ چیزیں اولیائے حق پہلے ہی فنا کر چکے جس پر

اطلاقِ موت ہوا کرتا تھا اب موت پائے تو کون مرے تو کون؟ روح تو غیر فانی اور اپنے آمر سے وابستہ ہے۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۔ سے اگر اعتراض کرتے ہیں تو آپ ہی پھنستے ہیں افسوس کہ آیت کریمہ آپ سمجھے غلط ہیں ٹھنڈے دل سے سوچئے حکم ربی کیا ہے صرف یہ کہ موت نفس پر طاری ہوتی ہے ہمارا کہنا یہ ہے کہ روح پر موت طاری ہونے کا حکم الٰہی کہیں نہیں اسی لئے روح کو بقا نفس کو فنا خدا نے دی یہ اولیاء اللہ اپنے نفس کو پہلے ہی فنا کر چکے اور خود بھی معنوی موت حاصل کئے ہیں پیکر روح ہیں ملا علی قاری اسی پر راقم اولیاء اللہ دارِ فانی سے دارِ باقی میں منتقل ہوجایا کرتے ہیں مرتے نہیں ہیں چونکہ یہاں قفس عنصری کا وہ عارضی لگاؤ بھی اب حائل نہیں رہا اس لئے ان کی تاثیر اور بڑھ جاتی ہے صاف بات ہے کہ ایک پیکر لطیف کو یہ نہایت آسان ہے کہ وہ جہاں چاہے جس طرح چاہے جاسکے قرآن کریم میں ہے ۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۔ جولوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہوئے ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم کو اس کا شعور نہیں ۔قرآن نے عدم شعور کی قید اس لئے لگائی کہ اس زندگی کی حقیقت تمہاری سمجھ سے بالا ہے دوسرا ارشاد ہے ۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ ۔جن لوگوں نے خدا کی راہ میں جان دی انہیں مردہ خیال نہ کرو وہ تو زندہ ہیں اللہ کے نزدیک خدا نے اپنے فضل سے ان کو جو حصہ رزق دیا ہے وہ اس سے مستفید اور خوش وخرم ہیں ۔اس اوّل والی آیت میں مردہ کہنے کو منع فرمایا مگر دوسری میں مردہ گمان کرنا بھی منع فرمایا۔ خود سوچئے کہ اس کے باوجود راہِ حق میں جان دینے والوں کو مردہ کہنے والے کون ہیں ۔ اس اعتراض کی کہ آیت سے حیات شہداء تو ثابت ہے لیکن حیات اولیاء ثابت نہیں کوشش طفلانہ نادانی ہے سب جانتے ہیں کہ ایک جہاد جنگ ہے دوسرا جہاد نفس ہے علمائے محققین نے جہاد نفسی کو جہاد اکبر قرار دیا ہے طبل جنگ اور حربی ترانوں کے سائے میں عالم جوش وکیف کے ساتھ سرتن سے جدا کرتے فنا ہوجانا یقینی گراں قدر ہے لیکن

بروئے شہادت یہ شہادت صغریٰ ہے اور اولیاء اللہ کی شہادت جہاد نفسی میں شہادت کبریٰ ہے معترض ہی جواب بتائے کہ شہادت صغریٰ والا تو زندہ ہو شہادت کبریٰ والا مردہ بنایا جائے تو اس دماغی بدہضمی کی قدردانی ممکن نہیں۔

جہاد (۱۲۰): نفس کو دیکھئے فراق کی پُر ہول گھٹائیں بے تابیوں کے بادل اٹڈے ہیں اشکباریوں کا سیلاب آیا ہوا ہے ہجوم غم ہے وخود الم ہے شب بیداری ہیں تنہائیاں ہیں دوسرا رخ اور بھی اہم ہے منشائے ذہنیت ہے خود رسوا ہو مگر ہم رسوا نہ ہوں کسی حال میں اف نہ ہو جس حال میں بھی رہو مگن رہو راضی برضائے دوست رہو اولیاء حق کے ساتھ یہ مخصوص ہیں۔ بلکہ انبیاء ومرسلین عظام سے بھی یہی نازوانداز ہیں کون جبر نہیں ہوئے کون چرکے نہیں کھائے عبادت تک کرنا مشکل بنا رکھا ہے لطف یہ کہ رسولوں کا مذاق اُڑ رہا ہے تبلیغ کو فریب تعلیم کو دیوانگی کہا جا رہا ہے ادھر شہید ناز بھی جان رہا ہے کہ یہ چیزیں کو بری ہیں مگر قدرداں محبوب محو تماشا ہے خیال انتقام بھی لا نہیں سکتے اسلئے لرزاں ہیں کہ کوئی ایسی لغزش نہ ہو جائے جو بے نیاز محبوب یہ تماشہ ختم کر دے ان باتوں کے علاوہ معاشی تنگیاں اور ستم ہیں مگر شہید ناز بھی کسی طرف متوجہ نہیں اگر کوئی دھن ہے تو یہ کہ رضائے محبوب بہر حال مقدم رہے مشاہدہ ہے کہ مقبولیت عاشق نگاہ معشوق میں اسی وقت ہوا کرتی ہے جب معشوق اپنے عاشق کی الم نصیبی اذیت کوشی سے متاثر ہو یہی ان کامل انسانوں کا معراج قرب وکمال ہے۔ ماننا پڑتا ہے وہ شہید حربی جو مقتول بدست غیار ہے یہ مقتول بدست یار ہر طرح افضل شہادت کبریٰ کا حامل ہے محققین کی تصریحات کا متفقہ نچوڑ یہ ہے کہ شہید حربی تلوار کے زخم کھا کر ایک بار شہید ہوتا ہے لیکن شہید نازان گنت مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کی تیغ سے اپنے نفس کو خود ذبح کیا کرتا ہے عارف رومی کہتے ہیں۔ ؎

کے برابر من نہد شاہ مجید ۔۔۔ اشک را در وزن با خون شہید

شہید ناز کی آنکھ کا ایک آنسو شہید حرب کے خون سے کہیں گراں قدر ہے۔ قرآنی فیصلہ ہو چکا کہ شہیدوں میں زندگانی ہے بروئے شہادت شہید اصغر وشہید اکبر سب ایک ہیں رہا راہِ خدا کا سوال تو جس طرح خدا کی راہ میں غلبۂ دین کیلئے کفار سے جہاد کیا جاتا ہے اسی طرح نفس کو ختم کر کے روح کو اس کے آمر کے رنگ میں رنگ کر اللہ لطیف سے لطافت حاصل کرتے ہوئے زائد سے زائد قرب الٰہی پانے سے بڑی راہِ خدا کا وجود ہی نہیں اس طرح بھی یہ راہِ حق افضل رہی قرآنی جامعیت و بلاغت کا یہ کمال ہے کہ صرف شہادت راہِ خدا کے الفاظ سے انبیاء و مرسلین و شہدا و اولیاء سب کی شہادت و حیات دونوں ثابت کر دی یہ مسلمہ ہے کہ شہدائے کرام سے بلند و بالا مرسلین و انبیائے عظام ہیں قرآن نے حیات مرسلین و انبیاء پر ایسے واضح الفاظ کہیں نہیں فرمائے جیسے شہیدانِ راہ کی حیات پر فرمائے سوچئے کتنا بڑا اعتراض خدا پر لا گو ہوتا ہے کہ بلند و بالا ذاتوں کو تو کوئی حیاتی درجہ نہ ملے لیکن ان سے کمتروں کو یہ مرصع حیات عطا ہو معترضوں کے دماغی اسکرو ڈھیلے ہونے کا یہی ثبوت ہے کہ ان کی مفروضات پرستی سے اب خدا نہ رہا۔ نہ قرآن ہی قرآن رہا۔ اس کفریہ سے بچت کی واحد شکل یہ ہی ہے کہ جب کلیۂ قرآنی یہ ہے شہیدانِ راہِ حق زندہ خوش خرم ہیں پس شہیدانِ دست یار ہوں یا شہیدانِ بدست اغیار ہوں عام ہے کہ مرسلین و انبیاء ہوں یا صوفیائے راہِ قرب یا مردانِ راہِ حرب ہوں یہ خدا دادہ اس حیات سے سرفراز ہیں جو فہم انسانی سے باہر ہے۔

اقرارِ رسالت شرط روحانیت ہے (۱۲۱) :

خالق موجودات نے ترقی روحانی کا مادّہ انسان میں پوری طرح رکھا ہے مگر حیوان میں یہ مادّہ نہیں رکھا۔ ظاہر ہے کہ جو چیز انسان کی خلقت میں رکھی جائے وہ لازمی عام ہونا چاہیئے اسی لئے ترقی روحانی اسلام سے محدود نہیں ہنود عیسائی یہودی سب کو اس انعام سے منعم حقیقی نے مالا مال کیا۔ لیکن با ایں ہمہ کمال ارتقائے روحانیت کو اسلام سے

مخصوص ہی رکھا آپ پوچھیں گے آخر اس کی وجہ ہم بتائیں گے کہ انسان کے اندر ترقی کا جتنا فطری مادّہ ہے غیر مذہب والے اتنی ترقی کے حصول کے بعد پھر ٹھپ رہ جاتے ہیں یہ فقط اس بنا پر کہ روح کو اپنے آمر سے خاطر خواہ حقیقی غذا کی جو ضرورت ہے وہ مل نہیں رہی اسی واسطے نہ روح کی آگے ترقی ہو پاتی ہے نہ روح اپنے آمر کے رنگ میں رنگ کر پوری طرح تصرف کے قابل ہو سکتی ہے یہی وہ منزل ہے جہاں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اقرار توحید کے ساتھ اقرار رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واجبی ہے اس اقرارِ رسالت سے وہ بند شدہ راہ کھل جاتی ہے یوں سمجھئے کہ فنافی الشیخ ہو کر فنافی اللہ میں پہنچ کون سکتا ہے جب تک فنافی الرسول حاصل نہ ہو نے اجمیر کے جے پال جوگی کی روحانی پرواز حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کی کھڑاؤں کا مقابلہ کرنے میں اسی لئے عاجز ہوئی جے پال نے اپنا قصور و عجز جان لیا کہ بلا اقرارِ رسالت کمالِ روحانی محال ہے بابا فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمہ سے اس جوگی کا مقابلہ ہوا جو آٹھویں روز ایک بار میں کئی من دودھ پی جاتا تھا مگر اس کو اس اعتراف نے مجبور کر دیا کہ کمال ارتقائے روحانیت بغیر رسالت پر ایمان لائے ڈھکوسلا ہے۔

فلسفۂ فرضیت علم (۱۲۲) :

بہ نسبت اور مذاہب کے جن میں حصول علم ایک جماعت پر محدود کیا ہے ورنہ کسی مذہب نے اسلام کے علاوہ تحصیل علم ہر مرد و عورت پر فرض نہیں کی۔ ایسی عالمگیر اہمیت دینے کا سہرا اسلام کے سر اس بنا پر ہے کہ خدا شناسی و خوفِ الٰہی بغیر علم حاصل نہیں ہو سکتے نہ دینی حقیقت ایمانی حلاوت مل سکتی ہے آپ کہنے کو بے قرار ہوں گے کہ بعض اولیاء ایسے بھی گذرے جنہوں نے ظاہراً علم حاصل نہیں کیا۔ مگر دوست ظاہراً تحصیل علم نہ ہونے کے یہ معنی کب ہیں کہ یہ صاحبان باطن مکتب لوح و قلم کے بھی شاگرد نہیں کیونکہ بغیر علم ولایت مل ہی نہیں سکتی تو خود یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اولیاء اللہ کی توقیر و قدر

ان کی لیاقت علمی کی بنا پر مطلق نہ تھی بلکہ اس علم حق کو صحیح عمل میں لا کر کتاب وسنت کی حسین پابندی ان کی ہمہ گیر مقبولیت کی مدعی بن جاتی ہے مولانا بابا علیہ الرحمۃ کے وہاں عمل ہی کی کسوٹی پر سب کی جانچ ہوا کرتی تھی آپ کا ارشاد ہے کہ اتباع سنت ہی قطبیت وغوثیت ہے سچ ہے کہ اتباعِ سنت سے صفات وحسنات قول وعمل حسن اخلاق کے جوانسانی جوہر کمال ہم پر آشکارا ہوتے ہیں اسی سے ہم مسحور ہو کر دل نذر عقیدت کر بیٹھتے ہیں فلسفۂ فرق عمل وعلم ہم کو بتاتا ہے کہ علم کو عمل میں لانا ہی تو اصل کمال ہے انسان کو انسان کامل بنانے والی چیز اگر دنیا میں کوئی ہے تو یہی عمل صحیح ہے اولیائے کرام کی زندگی علم کو عمل میں لانے کی ایسی کیمیا ہے جو انسان میں زبردست انقلاب پیدا کردیتی ہے اور پلک جھپکتے اولیاء سیرت اصفیاء سے انسان کچھ سے کچھ بن جاتا ہے تجربہ ہے کہ بلند وپایہ ہستیوں کی گفتار ورفتار عملی کردار سے وہ سب اس آسانی سے حاصل کرلیتا ہے جو فقط علم سے سیکھ نہیں پایا ماہرین یورپ بھی اس اصول کو مانتے ہیں مسٹر بیکن تسلیم کرتے ہیں کہ علم سے عمل نہیں آتا بلکہ علم کو علم میں لانا تحصیل علم سے بھی بڑھ کر ہے اس کا تجربہ ومشاہدہ انسانی زندگی کو درست کرنا اور اس کے سیکھے ہوئے علم کو عمل میں لاتا ہے۔ مسٹر یعقوب کارلائل قائل ہیں کہ بڑے آدمیوں (صالحین) کی زندگی ایک زندہ سرچشمہ روشنی ہے جس سے بنی نوع انسان کو نورانیت حاصل ہوتی ہے۔

پیری مریدی (۱۲۳) : قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی لکھتے ہیں کہ طریقت کی طلب کرنا اور کمالات باطنی کی سعی کرنا واجب ہے کیونکہ ارشادِ الٰہی ہے۔ اے مومنو! اللہ سے ڈرو اور کامل پرہیز گاری اختیار کرو۔ **یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ** ۔ یہاں فعل امر وجوب کیلئے استعمال ہوا ہے یعنی کامل پرہیز گاری حاصل کرنا واجب پس طلب طریقت واجب ہوئی تو پیر کامل کی تلاش بھی واجب ہوئی اس لئے پیری ومریدی لازمی ہوئیں۔

حقیقت بیعت : عہد رسالت ہم کو بتاتا ہے کہ صحابہ کرام کیا تھے یہ سب حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کئے ہوئے مرید تھے حالات بیعت بتاتے ہیں کہ عورت و مرد سرکار ابد قرار اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بعض چوری و ڈاکہ زنی نہ کرنے پر بعض زنا و شراب سے بچنے بعض تو بہ بعض اطاعت پر بیعت عام طور سے کیا کرتے ہاں خاص اوقات میں خصوصیت سے بیعت لی جاتی ثابت ہوا کہ کسی شخص سے کسی امر کے کرنے یا اس سے بچنے پر پختہ عہد ہاتھ میں ہاتھ دے کرنا بیعت کہلاتا ہے اس عہد کا یہ تجربہ ہے کہ بیعت کرنے والا جن باتوں پر بیعت کر لیتا پھر ان کی والہانہ پابندی کرتا رہتا قرآن نے اس طریقے کو سراہا۔ آپ ان کی بیعت قبول کرلیں اور ان کی بخشش کی خدا سے دعا کریں واقعی اللہ بہت ہی مہربان اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔(یَاۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ) فیصلہ قرآنی ہے کہ بیعت لینے والا دعائے مغفرت کرے تو بیعت ہونے والے کی توبہ قبول اور بخشش خدا کرتا ہے۔ یہی وہ اکسیری نسخہ ہر بیماری کا تھا جس کو صوفیا نے اپنایا بیعت صوفیاء یہی ہے کہ گناہوں سے بچا جائے شرعی امور میں ان کی اطاعت ہو۔ شیخ نے بیعت کرنے کے بعد دعا کی مرید پاک ہو کر اہل بخشش سے ہو رہا۔ باوجود یہ کہ صحابہ تعلیم رسالت سے اس طرح نکھرے تھے کہ دین و دنیا دونوں کے ناخدا تھے رسول کے ہر اشارے پر جان و مال قربان کرتے مگر بیعت سے چھٹکارا نہ رہا خاص حالات میں اعتمادی جاں نثاری و اعتبار ہمہ قربانی کے باوجود اقرار اطاعت و تسلیم حکمرانی پر بیعت لی جاتی رہی ہے محض اس لئے کہ عہد لینے سے جو پختگی ہوتی ہے وہ خود ادائے فرض میں نہیں ہے خلفاء اربعہ فرمانروایان اسلام ایسی بیعت لیتے رہے لیکن جب خلافت سلطنت دنیاوی میں تبدیل ہو رہی تو صوفیاء نے دین اور کمالات دین کی بقا کے ماتحت دو قسموں پر بیعت آغاز کی اوّل ترک معاصی کے ساتھ طلب پرہیز گاری و ترقی روحانی دوسرے ادائے نماز و زکوۃ پر ہر بھلائی حاصل کرنے پر۔(۱۲۴) مشکوۃ

باب الفقہ ابی جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نماز پڑھنے زکوۃ دینے ہر مسلمان کی خیرخواہی کرنے پر بیعت کی۔(متفق علیہ) صحابہ کرام نماز،زکوۃ خیرخواہی مسلم کے خزانے تھے اس جداگانہ بیعت کی ضرورت نہ ہوتے ہوئے بیعت کی آنحضور نے بھی شرف قبول بخشا اس کے نکتہ شناس صوفیا تھے فوراً یہ طریقہ سنت بیعت میں مخصوص کردیا۔اسی خدا شناسی کاوعدہ روح یوم قَالُوْا بَلٰی میں کرکے آئی پھراس کی تجدیداس کی ازسرنو پختگی کتنی محمودباعث خوشنودی معبود ہے یہی وہ بیعت ہے جواتباع سنت سے مرصع ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ جیسے مدبروصاحب باطن نے حالات کے پیش نظر اس طریقہ مسنونہ کے تحفظ کیلئے حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوخرقۂ خلافت اجازت بیعت دے کراپنا جانشین کردیا تھا۔آخروہ خطرناک وقت آگیا کہ وہ دینی خلافت جومن جانب اللہ ذات رسالت کوعطا ہوکرخلیفہ چہارم تک دین دنیا دونوں کی کفالت کرتی رہی بنوامیہ کی حرص اقتداری سے دنیاوی خلافت میں بدلی تو صوفیاء نے دوسرے دینی خلافت کے حصہ کی علمبرداری کی چونکہ یہ دینی خلافت بطورنیابت وجانشینی خلیفۂ چہارم سے خواجہ موصوف کومرحمت کی گئی اس بناپروہ سلسلۂ خلافت بااجازت آج تک صوفیاء سے جاری ہے جس سے رسول محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصلی جانشین ازروئے استخلاف واجازت نیز ازروئے مکتب رسالت کے شاگرداں دولت باطنی فقط صوفیائے کرام ہیں۔

مقصد مریدی : مانی ہوئی بات ہے کہ اگلے لوگ نماز،روزہ کے تحت پابنداورگناہوں سے ازخود بچتے رہتے تھے اتنی حاجت بیعت بھی نہ ہوتی تھی جب تک مرید میں خداطلبی کاپوراشوق نہ دیکھ لیتے مریدی میں احتیاط برتی جاتی جوں جوں انسان گرتا گیارجحان معصیت بڑھاتو صوفیانے بھی بیعت کوعام کردیا تاکہ گناہوں سے زائد اززائد روکا جائے نماز وزکوۃ نیز بھلائیوں کے لئے بڑھاجائے پس مرید وہی ہے جو

اپنے شیخ کا پیرو رہ کر اپنی مریدی پر قائم رہے گناہوں سے دوری حصول خیر کی کوشش میں ہے لیکن جب مرید ہی کچھ نہ ہو مقصد مریدی فوت ہو تو یہ قصور مرید کے ماتھے ہے۔

تصوف (۱۲۵) : وہ معاشرت جس میں رضائے خدا و تقرب خداوندی کے سوا کوئی اور مقصود نہ ہو تصوف ہے شرائط تصوف میں تحقیقات مشائخ کا نچوڑ یہ ہے کہ تصوف سے مراد اتباع سنت کی اس درجہ پابندی کہ ظاہر و باطن اک رنگ اور قلب و زبان میں فرق نہ رہے اس وجہ سے نفس کو مغلوب رکھنا جس بات میں نفس کو لذت ملے نہ کرنا باقی دیگر ضروریات ایسے انجام دے جیسے قضائے حاجت کہ بغیر اس کے چارہ نہیں اسی طرح موافق ضرورت سونا کلام کرنا کھانا پینا شرائط ہیں۔ کیوں نہ اس نیت سے سویا جائے کہ خدا اور رسول کا دیدار اس میں ہو جائے اس بنا پر نہ سوئے تو مریض یا کسل مند ہوں گے تو یہ سولینا عبادت ہے بقیہ دیگر طور سونا سب کھونا ہے بسیار گوئی بسیار خوابی زائد خوراکی خود آپ کی نظر میں معیوب و نقصان دہ ہیں اسی لئے شریعت نے ممانعت کی یہ فطری پسندیدگی ضروریات موافق ضرورت تصوف نے بھی مرغوب رکھی سوچئے کتنی فائدہ مند اور آسان راہ تصوف ہے میرے الفاظ میں سہل خلاصہ یوں رہے کہ شریعت کو اس قدر مقدم رکھنا کہ اپنے ہوش و طاقت بھر کوئی حرکت خلاف شریعت نہ کرے مقصود اصلی خدا ہو اور خدا کی رضا جوئی کی نیت سے ہر بات کی جائے روح تصوف ہے آپ کس مسلمان کو اس سے منکر پائیں گے کہ اس کا مقصود اصلی خدا نہیں کون مسلمان یہ کہنے پر راضی ہوگا کہ خدا کی رضامندی حاصل کرنے کی نیت سے وہ عمل نہیں کرتا یہی وہ تصوف ہے جس کے آپ مدعی ہیں فرق یہ ہے کہ خود آپ کا خالی گھونسلا بھی ہے اور دعویٰ بھی کھوکھلا ہے یہی وجہ ہے کہ ظاہر انسان کا جو ظاہر کرے۔ باطن اس کی تصدیق بھی کرے انسان زبان سے جو دعویٰ کرے اس کا قلب اس چیز کا ثبوت بھی دے خدا نے اپنی راہ تقرب تصوف میں مشروط رکھی۔ جسم کیلئے عمل روح کے لئے علم اسی

بناپر لازم کیا گیا تا کہ روح کی مطابقت عملی طور سے جسم کرے تا کہ روح سے جسم کی اک رنگی عمل سے واضح رہے۔

فرق شریعت وطریقت (۱۲۶) : حضرت ابو بکر شبلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ شریعت یہ ہے کہ انسان خدا کی بندگی اور پرستش کرے طریقت یہ ہے کہ انسان خدا کی طلب بھی کرے اور تقرب الٰہی بھی حاصل کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان خدا کو بے حجاب دیکھے کماحقہٗ خدا کو سمجھے۔(تذکرۃ الاولیاء) اس وضاحت نے بتادیا کہ شریعت چونکہ انسان کے ظاہر ہی کو سنوارتی ہے اس لئے تعلق شریعت ہمارے ظاہر پر محدود رہا کیونکہ جب تک باطنی خباثت ظاہر نہ ہوسکے شریعت کی گرفت ہو ہی نہیں سکتی مگر اسکے برخلاف طریقت وتصوف ہمارے باطن کو نکھارنا قلب کو مجلّٰی کرنا اللہ تعالیٰ کا مقرب بناتا ہے لامحالہ ماننا پڑتا ہے کہ شریعت دین کی علمی حصے کا اور طریقت دین کی عملی حصے کا نام ہے پھر عالم نیک اعمالی میں یہ رہزنی کی جاتی ہے کہ شریعت کو طریقت کو الگ الگ بتایا جائے مجال انکار نہیں کہ نفس پر کچھ جبر کے ساتھ شرعی پابندی سے نماز اور روزہ انجام دے لینا سراسر سہل ہے مگر رمضان شریف میں عبادتی انداز میں اضافہ ہوتے ہی کتنے فیصد لفافہ بن جاتے فرضی معذوری کا لیبل لگائے شرعی بچاؤ میں نظر آتے ہیں برخلاف اس کے عالم ذوق میں ڈوب کر عبادت کرنا خدا کے ہر حکم پر والہانہ عمل کرنا خدا کی رضا جوئی مقدم رکھنا جان اسلام روح ایمان ہے بارگاہ بے نیازی میں یہی حسن تسلیم و جاں بازی ہی مقبول رب بناتی ہے ماننا پڑتا ہے شریعت کی کامل اتباع ہی تصوف جب ہے تو امتیازی راہ اس کے سوا نہیں ہے خیر القرون میں حدیث وقرآن مسلمان دستور عمل بنائے رہے اسی لئے تفسیر وکلام حدیث وفقہ وغیرہ کوئی اس طرح موجود نہ تھے ایسے ہی علوم سینہ کے دور دورے سے جب تک لوگوں کے ظاہر وباطن اک رنگ رہے تصریحات تصوف کی ضرورت بھی نہ پڑی پھر بھی تعلیمات

حضرت خواجہ حسن بصری علیہ الرحمہ جاری ہیں جس طرح دینی بدذوقی وبے توجہی سے حدیث وفقہ وغیرہ کی ضرورت تدوین پڑی اسی طرح مکدر قلبی وخرابی باطنی سے جب نفس ضمیر کو کھانے لگا تدوین تصوف بھی کی گئی۔

فلسفۂ قرآن مفصل (۱۲۷) : خدا نے اپنی بولتی ہوئی کتاب اپنے رسول محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بنایا کیونہ آنحضور کی زبان مقدس سے اللہ تعالیٰ بولتا ہے اس طرح کلام ربانی قرآن غیر ناطق اور آنحضور قرآن ناطق ہیں ساتھ ہی دوسرے طور غور کیجئے کہ اگر ہر شخص منشائے الٰہی کے ماتحت قرآن مجید سمجھ سکتا تو ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معلم کتاب وحکمت وتزکیہ نہ ہوتے ثابت ہوا کہ منشائے الٰہی کے حقیقی علام ومبلغ رسول انام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں منشائے الٰہی واسرارِ خدائی آپ سے زائد سمجھنے والا نہ کوئی ہوا ہے نہ ہوسکتا ہے پس وہ قرآن مجمل سمجھانے کیلئے آنحضور قرآن مفصل بھی بنائے۔

فلسفۂ پیروی آل رسول (۱۲۸) : ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن جیسی آخری کتاب اور اپنی خاتمیت رسالت کے باوجود آنحضور نے آل رسول کی پیروی کا امت کو حکم دیا۔ یہ سوچتے ہی کہ ایسا حکم کیوں ہوا جواب خود مل جاتا ہے کہ تعلیم کتاب جہاں آپ پر خدا نے فرض کی تھی جو کہ تعلیم عام ہے وہیں حکمت وتزکیہ جو کہ تعلیم خاص ہے بھی آپ پر فرض تھی آنحضور نے خدا کے عطا کردہ علوم غیبیہ سے اوّل ہی یہ جان کر کہ ذاتی مفہومات سے قرآن میں رخنے ڈالے جائیں گے کتاب الٰہی کے عرفانی خزانے انسانی سینوں میں علم سینہ کے بطور محفوظ فرمائے پھر اپنی پیروی سے آل رسول کی پیروی سے حصار امت قائم کردیا۔ قرآن مجمل کی مستند ومکمل پیروی اس وقت تک محال ہے جب تک قرآن مفصل کی معلّمی ورہبری نہ ہو چونکہ آنحضور قرآن مفصل رہے آپ کے عطا کردہ علوم باطن کے امین ہونے کی بنا پر بھی نیز حکم رسالت کی بنا پر بھی آپ کے بعد یہ آل رسول قرآن مفصل ہوئے۔ اس طرح قرآن منزل پر عمل کرنے والوں کی جملہ فلاح

وصلاح پیروی آل رسول میں محصور فرما کر قرآن کی باطنی حفاظت کا انتظام کر دیا۔ کون نہ مانے گا کہ علم رسول کے ظاہری و باطنی وارث آل رسول نہ تھے ان کے بعد آل رسول کے خلفاء ہوئے اس سے ثابت ہے کہ رسول کا وہ علم سینہ جو ورثہ انبیاء ہے سینہ بہ سینہ اس طرح جاری رہنے کا یہ نظام ذاتی مفروضات کا دروازہ بند رہنے پر ہے جو لوگ یہ پٹی پڑھاتے ہیں کہ ہم کو کتاب اللہ کافی ہے دوسرے کی ضرورت نہیں اس حکم سے کہ آل رسول کی پیروی کرو۔ دوسرے اس فرمانِ رسالت نے کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی تم نے تقلید کی ہدایت پائی۔ **اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمْ اَقْتَدَیْتُمْ هَدَیْتُمْ** ۔ منکرین کی بے دینی واضح کر دی اور تقلید شخصی پر ہدایت پانی کی ضمانت مصطفائی پیش کر دی یہ ہے کہ منکرین کی ایمانی مفلسی کہ قولِ رسول کی پیروی گمراہی قرار دیتے ہیں تقلید شرعی یہ ہے کہ شریعت کے احکام میں امام معین کی تقلید معمول دین ہے اور وظائف ریاضت فضائل اعمال وغیرہ مشائخ طریقت کی قبول قول بلا دلیل تقلید جاری ہے یہی تقلید طریقت ہے کیونکہ ان اہل باطن کا علم مکتب نبوت سے ہوا کرتا ہے۔

اولوا الامر (۱۲۹) : ائمہ مجتہدین ہیں۔ قرآن کی تفسیر قرآن خود کرتا ہے۔ **یَعْلَمُهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَهٗ** ۔ حالانکہ وہ اس میں رسولِ خدا اور حکم والوں کی طرف رجوع کرتے تو ان میں سے وہ استنباط کرتے ہیں اس کی حقیقت جان لیتے۔ رئیس مملکت کو اولوالامر سے خود آیت نے خارج رکھ کر یہ فائدہ دیا کہ جو ماہرین استنباط (شرط مجتہدین کے مطابق) ہوں گے۔ فقط وہ ہی اولوالامر ہیں ہر مدعی علم کی تقلید نہیں کی جاسکتی وہ غیر مجتہد ہے دویمش حضرت ابوموسیٰ اشعری نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بابت فرمایا جب تک یہ بحر العلوم تم میں رہیں ہم سے مسائل پوچھو۔ **لَاتَسْئَلُوْا فِیْ مَادَامَ هٰذَا الْبَحْرُ فِیْکُمْ** ۔ مشکوٰۃ باب الفرائض بروایت بخاری۔ عمل صحابی نے فیصلہ کر دیا کہ افضل کی پیروی کی جائے گی مفضول کی پیروی نہیں ہوسکتی۔ (۱۳۰) فرق علمائے باطن وعلمائے ظاہر مذکورہ حدیث نے واضح کر دیا جو یہ کہتے

ہیں کہ ہم ہیں تو حنفی مگر فلاں صاحب کے پیرو ہیں پس ہر عالم کی تقلید جائز نہ رکھی۔ کیونکہ ان کے علماء کی بات کو کوئی حجت نہیں سمجھتا بلکہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ کسی کا کوئی فتویٰ غلط تھا تو اس غلط فتوے کو کوئی نہ مانے گا مگر امام معین کی تقلید میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ امام اعظم قدس سرہٗ قرآن وحدیث اجماع امت یا اپنے قیاس سے کوئی مسئلہ فرمائیں ہم سارے اہل سنت کو بلا دلیل حسن قبول سے ماننا ہوگا۔ ارشادِ رسالت ہے کہ مجتہد اگر اپنے اجتہاد میں صحیح ہے دوہرا ثواب ہے اگر اجتہادی چوک ہے جب بھی ایک درجہ ثواب ہے۔ پھر جس کو اچھا سمجھا اس کی پیروی فریب ہی فریب ہے کیونکہ آپ والا اچھا ذات رسالت کے فرمان والی ضمانت ثواب رکھتا کہاں ہے تیسرے یہ دیکھئے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا اے باپ میں وہ ہوں کہ میرے پاس وہ علم آیا ہے جو تمہارے پاس نہیں آیا پس میری پیروی کرو تا کہ میں تم کو راہ راست دکھاؤں ۔يَـآاَبَـتِ اِنِّـیْ قَـدْجَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ ۔ فیصلہ قرآنی ہے کہ علم وہی ہے جو ورثہ انبیاء ہے ایسے علم کی تقلید اطاعت ربانی ہے اور جو علم باپ کے پاس تھا وہ ورثہ انبیاء نہ ہونے پر نہ ہدایت بخش تھا نہ علم الٰہی تھا اس لئے رہبری سے محروم رہا۔ یہ ہے وہ افضلیت علم سینہ کی جو ورثہ انبیاء ہونے سے خدا نے دی چنانچہ علمائے باطن وارث علم انبیاء افضل العلماء ہیں باقی کتنی ہی اڑان علم ظاہر والوں کی ہو علمائے باطن کے ماتحت اور شرعاً مقلد فقط ہیں علمائے ظاہر کا ظاہر کتنا ہی شریعت کا سانچہ ہو سوال ہے ان کے باطن میں تقرب الٰہی کی مہک نہ ہونے کی یہ صرف علم سینہ کی دولت باطنی والے ہیں جن میں شریعت کی خوشبو بھی مہک رہی ہے اور تقرب الٰہی کی تجلی بھی جھلک رہی ہے۔ ہدایہ سے نہایہ تک مشکوٰۃ سے صحاح ستہ تک بات پڑھنے کی کب ہے بلکہ باطن کڑھنے کی بات ہے کیونکہ یہ علوم حاصل کر کے بھی علم سینہ کے محتاج و تابع رہے آج چھوٹی سی بستی میں بھی جایئے مفتی اعظم اور شیخ الحدیث سے کم کوئی نہیں میرے دوست کوئی ٹائٹل لیجئے خطیب اعظم مفسر اعظم مفتی اعظم مناظر اعظم سب اعظم سے آراستہ ہیں پھر حقیقی مفتی

اعظم کہاں ہے اعظم ہی اعظم کی یہ فوج ایسی ظفر موج ہے جس کا ساحل اب تک نہیں ہے مکہ مکرمہ مدینہ منورہ جیسے گہوارۂ علمی میں اعظم ہی اعظم کی یہ بہتات کیا پیش کی جا سکتی ہے شافعی، حنبلی، مالکی اختلاف مسلک سے اپنے اماموں کو اعظم نہیں کہہ سکے بلکہ یہ سب بھی امام اعظم کو امام اعظم ہی کہنے لگے امیر جماعت دین میں بڑا بہتر نظام ہے مگر آج امیر جماعت وہ بھی ہیں جو قوم اغیار کے وظیفہ خوار ہیں وہ بھی ہیں جن کے ذاتی مفصوبات نے قوم وملت لوٹ لی ہے وہ بھی ہیں جو زبانی دعوے سے اہل سنت بنتے ہیں مگر یہ ثابت ہے کہ وہ اہل سنت کے متفقہ مسائل ہی کے مخالف نہیں بلکہ مخالفین اہل سنت کے گینگ کے گینگ لیڈر ہیں نجدیوں سے الگ پینگ بڑھے ہیں یہ امیر جماعت مدعی ہیں کہ ہم کو اٹھارہ یا بیس لاکھ سے اوپر حمایت حاصل ہے۔ آپ اپنی چار کروڑ تعداد مسلم ہی اگر رکھئے تو چوتھائی تعداد کی گنتی کیا جبکہ نہ نصف نہ تین تہائی منتخب بالاتفاق ثابت کر سکتی ہے پھر یہی وہ خود ساختہ امیر جماعت ہوتا ہے جس کا شریعت سے لگاؤ بھی نہیں ہے نہ ہو سکتا ہے تاوقتیکہ پوری تعداد چار کروڑ متفقہ طور پر اتفاق نہ کرے ہر مطالبہ دھوکہ دہی ہے بلکہ سیاسی پارٹیوں میں بھی چند لاکھ کی ٹولی جس طرح اپنے مقصد بر آری کے لئے چالو ہیں آج دین میں بھی وہی چال چالو کر رکھی ہے شہر تو بڑی بات ہے قصبات شاہد ہیں کہ مزارات اہل باطن کتنی کثرت سے ہیں لیکن اعظم کے ٹائیٹلوں کا تصور بھی وہاں نہیں ملتا حالانکہ یہ اہل باطن وہ نورانی پیکر ہیں جنہوں نے ایک نظر میں نہ جانے کتنے اہل باطن بنا دیئے ہیں اور باوجود محقق دوراں ہونے کے امام معین کے مقلد رہے ہیں مجدد اعظم محدث اعظم قطب اعظم ولی اعظم کی ان اہل باطن سے بحمداللہ دوری ہی دوری نظر آتی ہے پھر اعظم ہی اعظم کی اس برسات میں آپ مکلّف سب کے ہو کیسے سکتے ہیں بس اپنا دل خوش ایسے خطابات سے خود یہ لوگ کر لیں۔

☆☆☆